وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ

الحمد للہ کہ یہ رسالہ دربارۂ قرأت خلف الامام جناب مولوی حافظ محمد ناظر حسن صاحب نقشبندی کی تصنیف

مسمّٰی بہ

الفرقان

فی قرأۃ

اُمّ القرآن

ہدیۂ ناظرین ہوا

اور جناب حاجی محمد اسحٰق صاحب تاجر دہلی کی عالی حوصلگی سے مطبوع و مقبول خلایق خاص و عام ہوا

قد انطبع فی المطبع لنامی الواقع فی بلدۃ میرٹھ

(مطبع نامی واقع میرٹھ میں منشی محبوب علی پرنٹر و پبلشر نے چھاپا)

تعداد ... اجلد

قیمت فی جلد ۸ عہ

Marfat.com

ائمہ اربعہ کے برحق ہونیکی تحقیق دلچسپ

حامِدًا وَّمُصَلِّیًا۔ گذشتہ رمضان مین ایک شخص دین محمد اہلحدیث ناجی نے ایک مضمون پرچہ النجم لکھنو مین طبع کرایا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ چارون مذہب برحق نہین ہوسکتے ہین اوسکا جواب مولف الفرقان نے اوسی النجم مین طبع کرایا سوال مذکور ۱۴ رمضان ۱۳۴۶ھ کا مطبوعہ تھا اورجواب مولف ۲۸ رمضان کا مطبوعہ تھا اس جواب پر بہت سے اہلحدیث وغیرہ منصف مزاج کی طرف سے تحسین وآفرین کے خطوط آئے یہانتک کہ بعض اہلحدیث نے فرط ذوق میں اس جواب کو سحر وجادو سے تعبیر کیا اور استدعا کی کہ اسکی کا بیان زیادہ تعداد مین طبع کراکر تقسیم کیجاوین لہذا بنظر افادہ عامہ اصل تحریر بجنسہ اور جواب مولف مع کسیقدر زائد ایضاح کے مکرر طبع کرایا جاتا ہے۔ اصل تحریر بحذف القاب و آداب یہ ہے۔

مسلمانون کا گمان ہے چار مذہب برحق ہین۔ مالکی۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی۔ ان چارون کو برحق کرتے ہین ہمارے نبی یا پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مذہب تھا اگر پیغمبر کا مذہب حنفی تھا تو حنفی برحق اور اگر پیغمبر کا مذہب شافعی تھا تو شافعی برحق اور حنبلی مذہب تھا تو حنبلی مذہب برحق ہوگا اگر مالکی مذہب ہوگا تو مالکی برحق ہوگا ان چارون مذہب مین جو مذہب پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا برحق ہوگا چارون مذہب کیونکر برحق ہوسکتا ہے اگر ان چارون مذہب مین ایک مذہب بھی پیغمبر کا نہو تو یہ چارون مذہب رائیگان ہونگے ہم مسلمانون کو چاہیے کہ اہل محمدی اگر ہونا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مذہب تھا اسکی تلاش کرین اسوقت کوئی لڑائی جھگڑہ باقی نرہیگا۔ آپ مہربانی فرماکر اس راز کو آپ خدا واسطے ظاہر فرمایئے مجکو کئی آدمیون نے کہا کہ اخبار النجم کے جو مولوی صاحب ہین جناب مولوی عبدالشکور صاحب وہ ان کے احوالات کا خلاصہ اپنے اخبار کے ذریعہ سے تشفی بخش جواب لکھین گے تاکہ ہم لوگون کو ضلالت سے نجات ملے اور آپ کو قیامت کے دن اسکا ثواب ملیگا اگر خلاصہ لکھا تو ہم لوگون کو بالکل واضح ہوگا کہ آپ لاچار ہین جواب دینے سے اطلاع دیجیگا۔ راقم ایک بندہ ناچیز دین محمد از کلکتہ محلہ تاشلا بازار سارنگ لین ۔ بے ربطی عبارت اور لفظی رکاکت تعجب خیز ہے

جواب مولف الفرقان

بعالیخدمت جناب ملیجر النجم لکھنو زاد عنایتکم۔ مین نے ۲۱ رمضان کو آپکا پرچہ النجم مطبوعہ ۱۴ رمضان ۱۳۴۶ھ دیوبند مین دیکھا اوسمین ایک شخص دین محمد نام اہلحدیث نے آپ سے التجا کی تھی کہ آپ حق پژوہ ہین اور چنین وچنان ہین آپ میرے مضمون کو دربارہ اسکے کہ (ائمہ فقہ کے چارون مذہب کیونکر برحق ہوسکتے ہین) ہمیشہ چھاپ دیجیے چنانچہ آپ نے اسکو چھاپ دیا اور مختصر سا دیمارک بھی اسپر کردیا جسکے بعد اور زیادہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی مگر بعض طلبہ شائقین تحقیق نے مجھپر اصرار کیا کہ بطرز عالمانہ تو بھی کچھ دلائل تحریر کردے لہذا بندہ کو کچھ لکھنا پڑا سو گذارش ہے کہ شخص مذکور اگر اکابر اہلحدیث سے ہے تو اسکی خوش فہمی پر نظر کرکے خیال ہوتا ہے کہ اُن کی اصاغر کا کیا حال ہوگا ؎ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ اور اگر وہ عوام کالانعام سے ہے تو اسکو اولًا اپنے اکابر سے اسکی تحقیق مناسب تھی تاکہ اسکی کم فہمی طشت ازبام نہوتی سنجیدہ اہلحدیث سے امید واثق تھی کہ وہ ضرور فرمادیتے کہ جیسے صحابہ کرام باوجود فروعی اختلاف مسالک وتباین تعامل کے سب برحق ہین ایسے ہی ائمہ مابعد بھی برحق ہین چنانچہ مشکوۃ شریف مین حدیث مرفوع ہے۔ سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الیّ یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضہا اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیٔ مما ہم علیہ من اختلافہم فہو عندی علی ھدًی یعنی مین نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف سے سوال کیا سو اُس نے مجکو وحی بھیجی کہ تیرے اصحاب میرے نزدیک مثل ستارگان آسمان کے ہین اُن مین سے بعض ستارہ دوسرے سے روشن تر ہے مگر ہر ایک مین چمک ہے سو جو شخص تیرے اصحاب کے مسالک مختلفہ مین سے کسی مسلک کو اختیار کریگا وہ میرے نزدیک برحق وراہیاب ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کا آخری لفظ (علی ہدیٰ) قابل توجہ ہے اسکا ٹھیک ترجمہ برحق ہے سو جو تعبید ین محمد صحابہ کرام کے برحق ہونے کی سمجھتا ہے
وہی توجیہ ائمہ مابعد مین جاری کریوے اور اگر معاذ اللہ اُسکے نزدیک صحابہ کرام بھی بوجہ اختلاف باہمی مہتدی و برحق نہین ہین تو اُس سے ہماری
کلام نہین ہے صرف اسقدر ہم کہہ سکتے ہین کہ اُس کے حق مین دعائے ہدایت کرین۔ خیر کچہ بھی ہو ہم مشتہر صاحب سے عرض کرتے ہین کہ چارون
مذاہب ناحق ہی سہی اگر جواب ترکی بترکی کے طور پر دریافت کرتے ہین ذرا سوچکر ہمکو تبلایئے کہ صحاح ستہ مین باہم اختلاف عظیم ہے اُنمین سے
کونسی کتاب کے موافق پیغمبر علیہ السلام کا مذہب تھا تاکہ اُس کے موافق ہم تم محمدی بنکر عامل ہون اور بقیہ کتب خمسہ کو پس پشت ڈالیں۔ مگر
خدا کے لئے اسکی تعیین باقوال امت نفرمائے کہ وہ مسموع نہوگی بلکہ بحدیث نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی کہ وہ سر آنکھوں پر رکھی جاویگی
اور اگر یہ فرماوین کہ صحاح ستہ سب یا چند برحق ہین وہی خدشہ خلش جان ہوگا جو ائمہ اربعہ کے برحق ہونمین لاحق تھا۔ بالجملہ کوئی موجہ تفرقہ دونون
مین ارشاد ہو۔ خیر یہ تو الزامی جواب تھا اب ہم اپنے سنجیدہ برادران حدیث کی خدمت مین تحقیقی جواب دوبارہ لکھتے ہین بغور و تامل ملاحظہ
ملاحظہ فرماوین۔ جو لوگ قرآن و حدیث مین بغور صائب خوض و فکر کے عادی ہین اُن کے نزدیک یہ بات بدیہیات اولیہ سے ہے کہ کسی شخص
کا برحق ہونا اور چیز ہے اور مصیب حق ہونا اور چیز ہے دونون مین نسبت عموم و خصوص ہے جیسا کہ حیوان و انسان مین یہی نسبت ہے عند اللہ
مقبولیت کا دار و مدار برحق ہونے پر ہے جسکو بزبان عربی اہتدا کہتے ہین ادراک حق پر اُسکا مدار نہیں ہے جسکو بزبان عربی اصابت حق کہتے
ہین بلکہ مخطی حق بھی بحدیث نبوی مقبول و ماجور ہے اگرچہ حقیقت نفس الامری اُسکو نہ ملے صحیحین مین ہے۔ اذا حکم الحاکم فاجتہد
فاصاب فلہ اجران واذا اجتہد فاخطأ فلہ اجر واحد۔ یعنی جب شرعی حکم لگانے والا کوشش کرتا ہے اور ٹھیک بات
کو حاصل کر لیتا ہے تو اُسکو دوہرا ثواب ملتا ہے اور جب کوشش کرتا ہے مگر اصل بات کو نہ پاسکا تو اُسکو اکہرا ثواب ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ پاک
کی طرف سے ثواب ملنا تھوڑا ہو یا بہت بلا مقبولیت کے ناممکن ہے تو معلوم ہوا کہ ساعی ناکامیاب بھی عند اللہ مقبول و ماجور ہے سو یہی معنی
اسکے برحق ہونے کے ہین کہ عتاب خداوندی سے محفوظ رہا اور ثواب الٰہی سے محظوظ ہوا۔ زیادہ تشریح اسکی سننی اگر مطلوب ہے تو سنئے برحق ہونے
سے یہ مراد ہے کہ وہ شخص اُس طریق پر چل رہا ہے جو شارع علیہ السلام نے اثبات مسائل کے لئے تجویز کیا ہے وہ طریق یہ ہے جو بروایت ترمذی
مروی ہے۔ عن معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء
قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ
قال اجتہد برائی فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ
یعنی معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ جب آپنے اُن کو یمن کا عامل بنا کر روانہ فرمایا تو پوچھا کہ جب کوئی قضیہ تمھارے سامنے پیش آویگا تو کسطرح فیصل
کروگے عرض کیا کہ قرآن پاک سے فرمایا اگر اُس مین تمکو نہ ملے عرض کیا کہ تو سنت رسول اللہ سے فرمایا اگر اُسمین بھی تمکو نملے عرض کیا کہ تو اپنی رائے سے
سوچ بچار کر حکم دونگا اسپر آپنے خوش ہو کر اُن کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے میرے فرستادہ کو اُس پسندیدہ قاعدہ کی
توفیق عطا فرمائی جسکو اسکا رسول پسند کرتا ہے۔ الحاصل جو شخص اس قانون شرعی پر عامل ہوگا تو وہ طریق حق پر چلنے والا ہوگا اور آیت قرآنی
اولئک علی ہدی من ربہم کا مصداق ہوگا پھر اس طریق پر چلنے والا اگر نفس الامری بات بھی حاصل کرتے تو اُسکو دوہرا ثواب ملیگا ایک
محنت فکری کا ثواب اور ایک اصلی بات دریافت کر لینے کا ثواب ایسے شخص کو بزبان عربی مہتدی مصیب حق کہتے ہین اور اگر وہ باوجود جد و جہد
کی اصلی بات حاصل نکر سکا بلکہ اپنے ظن غالب پر عامل ہوا تو اُسکو اکہرا ثواب ملیگا یعنی صرف محنت فکری کا نہ اصابت حق کا اسکو بزبان عربی مہتدی مخطی
حق کہتے ہیں اُسکو ثواب اسوجہ سے ملا کہ اُسکی نیت بخیر تھی کہ اُسنے اصلی بات کے دریافت کرنے کی بقاعدہ شرعیہ سعی کی گو ناکامیاب رہا سو طریق حق پر
تو چلا مگر امر حق پر نہ پہونچ سکا سو جیسے کوئی شخص بارادہ ہجرت گھر سے نکلا اگر دار الہجرت تک پہونچ سکا تو بفضل الٰہی اُسکا ثواب ہجرت واجب ہوگیا ارشاد
خداوندی ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ و رسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ یعنی جو شخص بقصد ہجرت
اپنے گھر سے نکل کھڑا ہو پھر راستہ مین اُسکو موت آ دبا دے تو اُسکا اجر و ثواب اللہ کے نزدیک واجب ہوچکا سو دین محمد خیال کرے کہ جب نیک نیتی کیساتھ

اسکے بعد کتاب کے آخر صفحہ ۲۹۸ رنگین کاغذ پر اسکا بقیہ مضمون ہے

Marfat.com

التماس مؤلف

قرآن و حدیث سے بڑھکر کوئی علم طالبین آخرت کے لئے لائق خوض و فکر اور قابل توجہ و التفات نہین ہے مگر افسوس کہ اسوقت ایسے اسباب جمع ہو گئے ہین کہ تعلیم قرآن و حدیث کے لئے محض ترجمہ دانی کافی سمجھ لیا گیا ہے اسیوجہ سے اب اکناف ہند مین فتنہ غیر مقلدی برپا ہے ورنہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ تکمیل دین بعہد نبوت تیئیس ۲۳ برس مین آہستہ آہستہ ہوئی ہو اُسمین وقتاً فوقتاً تبدلات و تغیرات واقع ہوئے ہین سو اس تبدل و تغیر کی ترتیب مین اسانید حدیث کا صحیح و ضعیف ہونا کفایت نہین کر سکتا ہی بلکہ قرن صحابہ کا تعامل و توارث اسمین کافی مدد دیسکتا ہی سو جس امام دین کو قرون خیر سے قرب ہوگا اُسکا مسلک بہ نسبت دوسرے مسالک کے اقرب الی السنتہ ہوگا سو ائمہ اربعہ کو یہ قرب علی تفاوت المدارج بہ نسبت ائمہ حدیث بہت کچھ حاصل ہی مگر ائمہ فقہ و ائمہ حدیث مین یہ اصولی تفاوت پیش آیا کہ فریق اول نے تعامل خلفاے راشدین کو اصل مقدم رکھا اور فریق دوم نے صحت سند کو اصل مقدم سمجھا اسپر ایک اختلافی تموج پیدا ہو گیا سو جب تک ارباب فہم اسکا فیصلہ نکرلین کہ خیر القرون کا تعامل لائق تمسک ہے یا محض سلسلہ سند کا صحیح ہونا کافی ہی یہ اختلاف موجودہ کم نہین ہو سکتا ہے سو ہمنے اس رسالہ مین اسی امر کی مدلل تشریح کی ہے اُمید ہے کہ سنجیدہ حضرات اس بحث کو بغور و فکر ملاحظہ فرمائینگے پھر ہمارے اس رسالہ سے اور نیز دیگر رسائل سے فائدہ معتد بہا اُٹھائینگے باقی ہر حدیث کے متعلق بھی ابحاث مختصہ بہت کچھ ہین وہ بھی نہایت مشرح پائینگے۔ اس رسالہ مین جہانتک ہمکو اسانید متون حدیث مل سکین ہمنے اُسکو نقل کر دیا ہے اور بقدر مناسب اُسکا احکام و اسقام بھی کر دیا ہے اور جو نہین ملین اُسکو ناظرین رسالہ پورا کرین کہ کم ترک الاول للآخر مثل مشہور ہے یہ رسالہ اُن حضرات کے لئے جو فن حدیث کی تعلیم و تعلم مین دلچسپی رکھتے ہین تالیف ہوا ہی مگر عوام شایقین کی نفع رسانی کا خیال بھی ملحوظ خاطر رہا ہے اسی لئے ان مضامین عالیہ کو اُردو زبان مین ادا کیا گیا ہی ورنہ ندرت مضامین اور رفعت ابحاث اسکو مقتضی تھا کہ بزبان عربی یہ رسالہ مؤلف ہوتا ناظرین رسالہ سے اُمید ہی کہ جو کچھ کمی میری کم مائگی سے اسمین ہی اُسکو پورا فرمائینگے اور حتی الوسع جو کوئی عمدہ بات یا دستیابی سند اُنکو حاصل ہو اُس سے بندہ کو مطلع فرما دینگے کہ مقصود بندہ یہ ہی کہ ان مسائل مین ایک تحریک تازہ بطرز جدید مُسکن قلوب طالبین حق مین پیدا ہو جاوے اور بوسیدہ ہڈیونکو ہی جو سینے زمین تا کہ تحقیق و تقلید کا حقیقی فرق نمایان ہو افسوس ہے کہ اسوقت اہلحدیث منکر تقلید ہو کر تقلید جامد مین مبتلا ہین

واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم +

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی ہدانا للدین القویم وفصل لنا فی کتابہ احکام التحلیل
والتحریم وبعث الینا رسولا یزکینا ویعلمنا الحکمۃ والکتاب ویذبنا عن الخطاء
ویہدینا الی الصواب اللہم فصل وسلم علیہ صلوۃ تجازی غناءہ وتکافی
غناءہ وعلی اہل بیتہ وصحبہ وائمۃ دینہ الذین ہم مصابیح الہدی وینابیع
التقی فمن اقتدی بایہم علی اختلاف مسالکہم اہتدی ومن اقتفی رأی
نفسہ واتبع ہواہ فقد غوی۔ **اما بعد** بندہ ناچیز **محمد ناظر حسن** دیوبندی نقشبندی
اپنے برادران اسلامی کیخدمت مین عرض کرتا ہے کہ مدت سے بعض شائقین علم طلبہ کا مجھپر اصرار
تھا کہ احادیث قرأت خلف الامام مین جو تقریر تو کیا کرتا ہے اُسکو قلمبند کرکے بصورت رسالہ شایع
کردے تاکہ ہر طالب منصف مقلد ہو کہ غیر مقلد اُس سے مستفید ہو۔ مگر اول تو مشغولی اوقات
زیادہ تر سدراہ تھی دوسرے تکاسل طبعزاد ایک بہانہ توقف رہا آخر بتوفیق خداوندی اِس پر
کمر بستہ ہوا اور جو کچھ خدائے علیم سوجھاتا گیا لکھتا رہا اثنائے تحریر بہت سے نادر مضامین بیاختیار
قلب پر متوارد ہوئے جو صرف اسی مسئلہ مین کار آمد نہین ہین بلکہ بہت سے اختلافات موجودہ
کو قلع وقمع کرنیوالے ہین اور اتحاد وارتباط کی طرف کھینچنے والے ہین اسلئے یہ رسالہ کچھ طویل
ہوگیا ہے مگر اِسکا نفع بھی انشاء اللہ تعالیٰ دیرپا رہیگا۔ اِس رسالہ مین ناظرین خوش فہم
مضامین ذیل دیکھکر محظوظ ہونگے۔ تقلید ائمہ اربعہ سراسر عمل بالقرآن والحدیث ہی۔ شبہ

Marfat.com

بطلان تقلید کے دو جواب ہین ایک اجمالی اور ایک تفصیلی - یہ قاعدہ غلط ہے کہ ہر حدیث صحیح قابل
عمل ہے اور ہر حدیث ضعیف بمقابلہ صحیح قابل ترک ہے - احادیث آحاد ظنی الثبوت ہین عمل
کے لئے کافی ہین اعتقاد جزمی کیلئے مفید نہین ہین اُسکے لئے نصوص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ کی
ضرورت ہے - امام بخاریؒ و دیگر محدثین بھی احادیث ضعیفہ کو بوجہ تائید با صحیح معمول بہا
سمجھتے ہین اور صحیح غیر موید کو متروک العمل جانتے ہین - آنحضرتؐ کے حالات قبل النبوت - بعد
النبوت وحی کا برای چندے موقوف رہنا اور اُسکی حکمت اور سورہ الحمد کا سورہ اقراء سے پہلے
نازل ہونا اور بخاری وغیرہ کی حدیث حرا کا اُسکے معارض نہونا یہ بحث جدید قابل ملاحظہ ہے -
آغاز اسلام سے فجر و عصر کی نمازین فرض تھین اور دونون جہری تھین پھر شب معراج سے
پانچ نمازین فرض ہوئین اور جہری وسری کی تفریق ہوئی - نزول آیت استماع قبل المعراج
ہے اُس سے صرف جہری نمازون مین قرأت مقتدی کا نسخ ہوا جو اُسوقت صرف دو تھین
سریہ مین بھی اسکو ناسخ قرار دینا جیسا کہ بعض اکابر کا خیال ہے موجہ بالدلائل نہین ہے کیونکہ
وقت النزول کوئی نماز سری ہی نہ تھی پھر اسکے بعد جہریہ نمازون مین اجازت فاتحہ مگر بین السکتات
اور سریہ مین فاتحہ و سورت کی اجازت مدتون رہی مگر انجام کار دونون منسوخ ہوئین - موجبین
قرأت فاتحہ کے دلائل دو قسم ہین اوّل وہ احادیث جنسے استدلال ہی صحیح نہین ہے وہ چھ
ہین اور دوسری وہ احادیث ہین جنسے استدلال صحیح ہے مگر انجام کار وہ منسوخ الحکم ہین
اسلئے اُنکا ذکر جدا جدا دو فصلون مین ہوگا اُسکے بعد تیسری فصل مین بارہ احادیث فاتحہ کا
ذکر ہوگا - یہ عشرہ کاملہ ابحاث رسالہ کا لُب لُباب ہے اور اثنائے تحریر علامہ بیہقی و دار قطنی
اور امام بخاری و علامہ شوکانی وغیرہ کی زلات بشری کا انکشاف بھی اہل انصاف پر ہوگا -
چونکہ ایسے معرکۃ الآرا مباحث کا تصفیہ آسان نہین ہے اسلئے اوّل وہ تمہیدی اصول و ضوابط
حوالہ قلم ہوئے ہین جو شبہات اہلحدیث کو بیخ و بن سے اُکھاڑنے والے ہین اور ستر اسّی صفحہ
مین آسکے ہین اُسکے بعد مسئلہ زیر بحث کے دلائل مذکور ہوئین ہین جنمین سے حدیث عبادہ
لا تفعلوا الا بام القرآن کی تحقیق کم و بیش چالیس صفحہ پر ہوسکی ہے - خیر اب ہم بنام خدا
مضامین شروع کرتے ہین بغور و تدبر اسکو ملاحظہ فرمائیے - یہ ظاہر ہے کہ اسوقت مسلمانون مین

Marfat.com

عامۃً اور جماعت علماء مین خاصۃً یگانگت و یکجہتی نہایت کمیاب بلکہ نایاب ہے نہ ہم مین سلف صالحین کی سی محبت و اتحاد ہے نہ اُن جیسے موانست و وداد ہان بجائے ایتلاف کے اختلاف اور بجائے انصاف کے اعتساف قلوب مین مُشرب ہے اور تواضع و انکسار کے بدلے ترفع و استکبار اکثرون کا شیوہ و مَشرب ہے فروعی اختلافِ مسائل کو جو زمانہ سابق سے چلا آتا ہے اور زمانہ لاحق تک چلا جائیگا ہر ایک نے ایک اصولی اختلاف سمجھ لیا ہے اور اسپر ایک دوسرے سے ایسی طرح دست و گریبان ہیں کہ العظمۃ للہ جن لوگون کو اصل و فرع مین فرق مراتب کرنیکا سلیقہ نہین اور جنکو متنوعہ احکام کی لِم اور علّت حاصل کرنیکی طاقت نہین وہ ہرگز حقیقی علما نہین ہین بلکہ رسمی علماء ہین اور نہ وہ راسخین فی العلم مین معدود ہونے کے مستحق ہین جنکو علی اختلاف الاقوال فی الجملہ تاویل متشابہات تک بھی رسائی ہو سکتی ہے بلکہ وہ زائغین فی الشہوات ہین جن سے فتنہ انگیزی کے سوا اور کچھ اُمید نہین ہو سکتی ہے چنانچہ ایسے ہی چند بے بصیرت علماء نے اسوقت سیدھے سادھے مسلمانون اور نوعمر سادہ لوحون کے بہکانے کیلئے یہ رکیک شبہ پیش کرکے ایک عظیم فتنہ قایم کر دیا ہے جسکا اثر اکناف ہند کے ہر گوشہ مین کچھ نہ کچھ محسوس ہے شبہ یہ ہے کہ ہر مبحث نزاعی مین عند العقلا ایک جانب ہی حق متصور ہو سکتا ہے ورنہ اگر دونون جانب حقیت تسلیم کیجاوے تو اجتماع متناقضین تسلیم کرنا پڑیگا جو مستحیل عقلی ہے جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ائمہ اربعہ کے چارون مذاہب برحق ہون حالانکہ اُنمین باہم بیشمار مسائل مین سخت اختلاف ہے ایک کہتا ہے کہ مقتدیان امام کے حق مین قرأت واجب یا مستحب ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ حرام و مکروہ ہے کسی کے نزدیک رفع یدین چند مواقع معیّنہ مین مسنون ہے تو دوسرے کے نزدیک اُسکی سُنیت ایک موقع پر مقصور ہے کوئی جہر بالتامین کو سنت دائمہ بتاتا ہے تو دوسرا اخفا کو سُنت قائمہ جتاتا ہے ایسے ہی اور مسائل کو خیال کرو پھر اگر چارون مذاہب کو برحق مانا جاوے تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ قرأت مقتدی واجب بھی ہے اور حرام بھی اور رفع یدین بمواقع معلومہ مسنون بھی ہے اور غیر مسنون بھی اور جہر بالتامین سنت بھی ہے اور غیر سنت بھی سو یہ وہی اجتماع متنافیین ہے جو عند الکل ممتنع و محال ہے اور اگر انہین سے صرف

Marfat.com

ایک کو حق کہا جاوے اور باقیون کو ناحق تو ترجیح بلا مرجح ہے کسکو حق سمجھین اور کسکو ناحق اس سے یہ ہی بہتر ہے کہ انمین سے کسی کی تقلید و پیروی نکیجاوے بلکہ حدیث و قرآن کو اپنا دستور العمل بنایا جاوے یہ ہی تقریر شبہ کی جس سے عوام کالانعام کو ائمہ ہدیٰ کی اقتفا و پیروی سے ہٹایا جاتا ہے اور قرآن و حدیث کی آڑ مین اپنا معتقد و مرید بنایا جاتا ہے اب اہل انصاف سے اُمید ہے کہ اس شبہ کا جواب بھی بغور و فکر ملاحظہ فرمائینگے اور انکی مضمر اغراض پر مطلع ہو جائینگے سو اسکے دو جواب ہین ایک اجمالی اور ایک تفصیلی اجمالی تو یہ ہے کہ ائمہ اربعہ مین سے ہر امام نے بیشمار مسائل جزئیہ کو یا آیات محتملۃ المعانی سے اس طور ثابت کیا ہے کہ معانی محتملہ مین سے ایک معنی کو بقرائن و شواہد ارجح اور دوسرے معنی کو مرجوح قرار دیکر ارجح معنی پر بناے مسئلہ قایم کی ہے اور مرجوح معنی پر التفات نہین کی ہے اور یا احادیث متناقضہ سے اس طور ثابت کیا ہے کہ اپنی تحقیق و تفتیش کی موافق حسب قواعد ترجیح ایک حدیث کو معمول بہ قرار دیا ہے اور دوسری کو متروک ٹھرایا ہے اس طریقہ سے ہر امام کے نزدیک جو جو مسائل ثابت ہوے ان کو مدون کرتے گئے انجام کار اُن مجموعہ مسائل کا نام مذہب و مسلک مشہور ہوا مگر چونکہ بنی آدم فطرۃً فراست و کیاست مین اور فقاہت و درایت مین مختلف المراتب ہین جسکی طرف آیت قرآنی وفوق کل ذی علم علیم مین بھی اشارہ ہے ادھر اسباب ترجیح خود محدثین و مجتہدین کی نزدیک مختلف فیہ ہین کہین قوۃ سند اور ضعف سند پر مدار ترجیح ہے اور کہین تقدم و تاخر زمانہ پر کہین صحابہ کے تعامل و توارث پر کہین رواۃ کی صفات پر چنانچہ انہین وجوہات سے اکابر محدثین رواۃ کی جرح و تعدیل مین بانتہا مختلف الخیال ہین پھر جب اسباب ترجیح خود مختلف ہین اور ارباب علم مراتب علمیہ مین فطرۃً مختلف الاستعداد ہین تو کیا ضرور ہے کہ جو جانب ایک امام کے نزدیک ارجح تھی وہ دوسرے کے نزدیک بھی ارجح ہو بلکہ ممکن ہے کہ معاملہ برعکس ہو ممکن کیا بلکہ یون ہی ہے اور ہونا بھی یون ہی چاہیے کہ یہ عین مقتضاے حکمت الٰہیہ ہے ؎

اجمالی جواب

گلہاے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن	اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

Marfat.com

بالجملہ علل کے اختلاف سے معلولات کا اختلاف نمودار ہوتا ہے اسباب کے متبائن الاثر ہونے سے مسببات متبائن الثمر ہوتے ہین مقدمات دلیل کے متفاوت ہونے سے نتائج متفاوتہ پیدا ہوتے ہین اس طرح کا اختلاف باہمی جسکا منشاء مبنی حُسن نیت اور طلب صادق ہو عند اللہ محمود و مسعود ہے اور خلائق کے حق مین موجب رحمت ہی اسی لئے ارشاد نبوی ہے اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ اور اسی فطری استعداد کی تفاوت پر مشاورت باہمی کا شرعاً حکم ہے خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد خداوندی ہی وشاورھم فی الامر ادھر مومنین کے مناقب و محامد مین بھی اسیوجہ سے یہ آیت نازل ہوئی و امرھم شوریٰ بینھم سو یہ اختلاف حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ کے زمانہ سے برابر چلا آیا ہے اور تا قیامت رہیگا ہان جنت الفردوس مین پہونچکر جب سب حقائق منکشف ہوجاوینگے تب البتہ اہواء و آراء کا تخالف جاتا رہیگا چنانچہ ارشاد خداوندی ہی ونزعنا مافی صدورھم من غلٍ اخوانا علی سرر متقابلین سو جو شخص اس دار دنیا مین اس کو مٹانا چاہے یہ اسکی نادانی ہے اور فطرت خداوندی کا مقابلہ ہے جو مستحیل عادی ہی اب بات دور جا پڑی اصل مطلب کی طرف رجوع کرنا مناسب ہے۔ سو آج کل کے مدعیان حدیث سے ہم پوچھتے ہین کہ جیسے ان ائمہ عظام نے اثبات مسائل کا طریقہ اختیار کیا ہے یعنی آیت کے معانی محتملہ مین سے کسی معنی کو لیتے ہین اور کسی کو چھوڑتے ہین یا احادیث مین سے کسی حدیث پر راجح سمجھکر عمل کرتے ہین اور کسی کو مرجوح خیال کرکے مہمل رکھتے ہین کیا تم بھی اثبات مسائل کا یہی طریقہ اختیار کرتے ہو یا اور کوئی طریقہ اگر وہی طریقہ ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اُن مذاہب کو تو چھوڑ دیا جاوے اور تمہارا مسلک اختیار کیا جاوے نہ تم جمیع معانی محتملہ قرآنی پر عامل ہو نہ وے حضرات اور نہ جملہ احادیث مرویہ پر بتے عمل کیا ہے نہ انہون نے پھر تمہارے مسلک نو ایجاد کو اُن مذاہب پر کیا فوقیت ہے علاوہ برین اُن مذاہب مین سے ہر مذہب کو اپنے سوا تین مذاہب سے اختلاف تھا اور اس وجہ سے بقول آپ کے وہ قابل الترک ٹھہرے سو تمہارے مذہب کو تو چار مذاہب سے اختلاف ہے تو یہ پانچوان مذہب کیون قابل الترک نہ ٹھہریگا جب اختلاف باہمی ہے ترک کو مقتضی ہے تو

Marfat.com

خواہ چار مین اختلاف ہو یا پانچ مین یا دس مین سب متروک العمل ہونے چاہئین اور اگر یہ خیال ہے کہ اُن ائمہ کو اصابۃ حق میسّر نہین ہوئی ہمکو نصیب ہوئی ہے اسوجہ سے ہمارا طریقہ عمل قابل اخذ ہے اور انکا طرز عمل قابل ترک سو یہ خیال خام مالیخولیا کا ثمرہ ہے جن لوگون کو قرب زمانہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے شرف صحبت و ملاقات میسر ہو اور سلسلۂ روایت مین دو تین واسطون سے زائد کی اُنکو احتیاج نہو اور زہد و تقویٰ مین ضرب المثل ہون اور تحصیل علم مین ہر طرح سے جویان اور پویان ہون اور اشاعت دین مین جان و دل سے کوشان ہون انکو تو اصابۃ حق حاصل نہو اور جن کو ان فضائل جلیلہ سے کچھ بھی معتدبہ حصّہ نملا ہو انکو حقِ نفس الامری میسر ہو جاوے کتنا بیہودہ خیال ہی کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا پھر باایں‌ہمہ اُن ائمہ سابقین کو عامل بالقران والحدیث نہ کہنا اور اپنے گروہ قلیلہ کو اس نام کے ساتھ موسوم کرنا سراسر ہٹ دھرمی ہی اس ایجاد و اختراع کا نتیجہ سوائے اسکے کہ مسلمانون کا شیرازہ جمعیت منتشر ہوا اور اُن مین بجائے اجتماع افتراق پیدا ہوا کیا نکلا رہا آخرت کا قصہ سو وہ جو کچھ پیش آویگا علی رؤس الاشہاد سب کو معلوم ہو جاویگا مگر اُنکی بلا سے افتراق ہوا تو ہوا کرو اُنکی منتہائے مضمر غرض یہ تھی کہ اس حیلہ سے کچھ نادانون کا گروہ اُنکا مقلد بھی بن جاوے اور اُن سے دنیوی مفاد فی الجملہ حاصل ہو سو یہ حاصل ہو چکا اسمین خلایق کی خیر اندیشی انکو مدنظر نہ تھی بلکہ اپنی وجاہت و نام آوری مطلوب تھی سو حاصل ہوئی اب جائے غور ہے کہ اُنکی طرف سے عنوان سبق تو یہ ہے کہ تقلید شرک و بدعت ہے مقلدین ائمہ خدا و رسول کے نافرمان ہین دوزخ انکا مکان ہے تقلید کو چھوڑو اور قرآن و حدیث پر عمل کرو مگر فہمیدہ حضرات نے تقریر گذشتہ سے سمجھ لیا ہوگا کہ جب اس گروہ کا طرز عمل بھی وہی ہے جو ائمہ کا تھا یعنی جانب راجح پر عمل کرتے ہین اور مرجوح کو نظر انداز کرتے ہین تو ائمہ کی پیروی مین عمل بالقران والحدیث کیون حاصل نہوگا اور اُنکا اتباع کیون شرک و بدعت متصور ہوگا اور اس گروہ کی تجویز مین کیا سرخاب ہے کہ عمل بالقران والحدیث تو حاصل ہو مگر تقلید مذموم سے نجات ملے یہ سب محض دھوکہ دہی ہے بلکہ اسمین بھی وہی تقلید آتش درکاسہ ہے ہان اتنا فرق ضرور ہے کہ ائمہ ھدیٰ کی تقلید

ترجمہ بہت بڑی بات ہے جو اُنکے مونھ سے نکلتی ہے جھوٹ کے سوا کچھ نہین ہے جو کہتے ہین ۱۲

بے خطر ہے اور اس گروہ حمقا کی تقلید پر خطر - ارباب دانش سے اُمید ہے کہ اس فرق کو ملحوظ فرما کر خود اپنے دلون سے فتوی لیوین کہ پہلون کی پیروی بہتر ہے یا ان پچھلے تنگ خیالون کی اور سوچین کہ اسمین اُنکی مضمر غرض کیا ہی - تدبر و تفکر سے سب کچھ حاصل ہوتا ہے اب طرفہ تماشا ہے کہ سلف صالحین کی تقلید سے جو سراسر رُشد و ہدایت ہے ڈراتے ہین اور اپنی کورانہ تقلید مین جو سرتاپاے گمراہی ہے پھنساتے ہین حق یہ ہے کہ جنکو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف حضوری حاصل نہین ہے انکو بلا تقلید کے کوئی چارہ نہین ہے ہان اگر نظم قرآنی مین تعدد معانی نہوتا اور احادیث نبوی مین تعارض و تناقض ظاہری نہوتا اور طبائع انسانی مختلف الاستعداد نہوتی تو تقلید سلف کی چندان حاجت نہوتی مگر جب یہ سب سامان مجتمع ہے تو تقلید سلف ایک ضروری امر ٹھہرا - اب اس شبہ کا تفصیلی جواب بھی سُننے کے قابل ہی بغور و فکر بلا لحاظہ فرمادین مگر اول بطور تمہید چند امور تحریر کرتا ہون اُن کا دلنشین کر لینا سب سے مقدم ہے قرآن و حدیث سے جو مضامین معلوم ہوئے ہین چند اقسام ہین اول اعتقادیات یعنی وہ امور جنکا علم راسخ دل مین بٹھانا اور ان پر اذعان قلبی حاصل کرنا مومنین کے لئے لازمی بات ہے سو وہ امور ذات و صفات خداوندی اور رسالت و نبوت اور عالم برزخ و آخرت و امثالہا سے متعلق ہین اُسمین ائمہ اربعہ کو بلکہ جملہ اہل سنت و الجماعت کو ہرگز اختلاف نہین سب کا ایک ہی اعتقاد ہے ان امور مین سب کے سب قرآن و حدیث کے پیرو ہین راے و اجتہاد کو اسمین اصلا دخل نہین ہے اس اتحاد اعتقادی پر ہی جملہ صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین باوجود فروعی اختلافات کے فرقہ واحد کہلاتے ہین اور سواد اعظم کے لقب سے ملقب - اور دیگر فرق باطلہ سے ممتاز ہین اور یہی فرقہ حدیث نبوی ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہے اور اسی فرقہ کی نسبت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اتبعوا السواد الاعظم و علیکم بالجماعۃ جن فرقون نے ہوای نفسانی اور تلبیس شیطانی سے اس فرقہ ناجیہ کے معتقدات سے انحراف و اعوجاج اختیار کیا وہ اُن بہتر فرقون مین داخل ہوئے جو کلھم فی النار کے مصداق ہین اللھم احفظنا ان نکون منھم ان مین جملہ فرق محدثہ جبریہ اور قدریہ اور خوارج و روافض اور جہمیہ و معتزلیہ وغیرہم

Marfat.com

منسلک ہین۔ یہان ایک خاص امر لائق غور ہے وہ یہہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ ناجیہ کی تعیین بدین الفاظ فرمائی ہے ما انا علیہ واصحابی یعنی اُس طریقہ کی پیروی کرنیوالے جسپر مین اور مرے اصحاب ہین فرقہ ناجیہ ہے اب خیال کرو کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ بہت سے فروعی مسائل مین باہم مختلف تھے اور یہ اختلاف آپکی حیات مین بھی تھا اور آپکی وفات کے بعد بھی رہا اور آپکو معلوم بھی تھا کہ مرے اصحاب مین فی الجملہ مرے بعد اختلاف رہیگا اور اسی متردادنہ حالت مین آپنے حق تعالی شانہ کی جناب مین دست دُعا پھیلا کر استفسار فرمایا کہ اس اختلاف باہمی کا کیا انجام ہوگا حق تعالی کی طرف سے مسرت انگیز جواب آنے پر آپکو انبساط و مُسرت اور اطمینان و سکون حاصل ہوا چنانچہ یہ قصہ مشکوۃ شریف مین بروایت رزین اس طرح مذکور ہے سالت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الیّ یا محمد ان اصحابك عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضہا اقوی من بعض ولکلٍ نور فمن اخذ بشئ مما ھو علیہ من اختلافہم فھو عندی علی ھدیً قال وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اھتدیتم رواہ رزین۔ سو جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باوجود اسکے کہ مسائل جزئیہ مین فروعی اختلاف رکہتے تھے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مصفیٰ پر ایک گونہ تردد و خلجان طاری ہوا مگر حسب فرمودہ حق جل وعلا شانہٗ اُنکا مہتدی ہونا معلوم ہوا اور اگرچہ صحابہ قوت علمیہ مین بعض اعلیٰ ہین اور بعض ادنیٰ مگر باایہمہ جو جسکی بھی پیروی کرلے ہدایت یاب ہوگا تو معلوم ہوا کہ فروعی اختلاف ہدایت یاب ہونے مین قادح نہین ہے اب ہم پوچھتے ہین کہ ائمہ اربعہ و دیگر ائمہ مجتہدین مین وہی اختلاف ہے جو صحابہ کرام مین تھا یا اور کوئی جُداگانہ اختلاف ہے اگر جداگانہ اختلاف کا اتہام ہے تو اسکو بنقل صحیح ثابت کرین تاکہ اُسمین بحث کیجاوے مگر انشاء اللہ تعالی یہہ دعویٰ ہرگز ثابت نہوگا ولو کان بعضہم لبعض ظہیرًا اور اگر وہی اختلاف ہے جو صحابہ عظام مین تھا تو کیا وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس اختلاف کیوجہ سے خاطی و گمراہ نہون مگر ائمہ مجتہدین اُنکی اقتدا و اتباع کی وجہ سے ضالّ و مُضلّ ہوجاوین سو یہ خیال فاسد

سلہ ترجمہ
مین نے پوچھا اپنے رب سے
اپنے صحابہ کے اختلاف سے
کو پوچھا جو میرے بعد
ہوگا سو میری طرف
وحی بھیجی کہ تیرے صحابہ
میرے نزدیک ستارونکی
مثال ہین جو آسمان مین
ایک سے ایک روشن تر
ہے ہر ایک مین نور ہے
جسنے جو کچھ اختیار کیا
ہر ایک مختلف کی پیروی
کی وہ میرے نزدیک
ہدایت پر ہے
پیغمبر نے فرمایا کہ میرے
صحابہ ستارون جیسے
ہین جسکی تم پیروی کروگے
ہدایت پاؤگے ۱۲

ارشاد نبوی فبایهم اقتدیتم اهتدیتم کے سراسر مخالف ہے فیا لهف نفسی علی ما
کتبوا واشاعوا وعلی ما زعموا واذاعوا اب اہل انصاف سے امید ہے کہ
اس تقریر شافی کے بعد اُن تحریرات کی طرف التفات نہین فرماوینگے جو جُہلا سیرت علماء
صورت نے سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کے مذمت و منقصت مین شائع کی ہین اور
اُن مین اُنکے معائب ومثالب بے باکانہ طور سے لکھکر حدیث شریف لعن آخر هذه الامة
اولها کی مصداق بنے ہین صدق الله فی کتابه المبین بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه
ولما یأتهم تاویله بالجملہ قرآن وحدیث سے جو اعتقادیات معلوم ہوئے ائمہ اربعہ
اور تمام اہل سنت کو اصلا اختلاف نہین سب کے سب عامل بالقرآن والحدیث ہین۔
قسم دوم وہ امور ہین جنکا تعلق تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق سے ہے اور تعلیمات قرآنیہ
اور ارشادات نبویہ کا یہی مقصود اعلی اور لب لباب ہے اسلام کا اہم ترین سبق یہ ہی ہے
کہ ہر انسان اپنے اندر خصائل حمیدہ اور مکارم اخلاق پیدا کرے اور شمائل ذمیمہ اور رذائل
اخلاق سے اپنے نفس کو پاک وصاف رکھے افسوس ہے کہ اسوقت کے بیشتر علما وفقرا ان
بینات وضحات کو دستور العمل بنانے سے غافل اور اسمین سعی کرنے سے کاہل ہین مگر بحمد اللہ
کہ سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین اور فقراء متقدمین پورے طور سے ان روشن ہدایات پر
کاربند تھے فنور الله قبورهم وکثر اجورهم چنانچہ ان مضامین عالیہ کی تشریح
وتوضیح علم تصوف مین بالکمل وجوہ موجود ہے حق تعالی ہمکو اور سب کو اس سے مستفید ہونے
کی توفیق عطا فرماوے قسم سوم وہ بیانات ہین جنمین امم سالفہ اور انبیاء سابقہ کے قصص و
حکایات یا مختلف امثال وغیرہ مذکور ہین جن سے مقصود اصلی ترغیب وترہیب ہے یا عبرت پکڑنا
سو اس سے مستفید ہونا بھی سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین سے بڑھکر دوسرون کو نصیب نہین ہوا
قسم چہارم وہ احکام قطعیہ ہین جنکا تعلق اصول عبادات ومعاملات سے ہے اور اُن مین کسی
قسم کا تعارض وتناقض نہین ہے اور تاویل وتنسیخ کی اسمین گنجایش نہین اور انکو ہی محکمات
قرآنی اور نصوص قطعیہ کہتے ہین سو اس قسم کے احکام قدیما وحدیثا متفق علیہ چلے آتے ہین
اُن پر جملہ اکابر سلف کا برابر عملدرآمد ہے کوئی بھی اسبارہ مین عامل بالقرآن والحدیث سے متجاوز نہین

ترجمہ یون نہین بلکہ انہون نے اُس بات کو جھٹلایا جسکو خوب نہ سمجھ سکے اور اُسکی حقیقت ابھی تک اُنکو نہین پہونچی ۱۲

Marfat.com

قسم پنجم وہ ارشادات ہین جنکا تعلق بیشتر کیفیاتِ عبادات سے اور فی الجملہ معاملات سے ہے اور خاص اسی بارہ مین آیات قرآنی تو کمتر مگر احادیث نبویہ بیشتر بظاہر متناقض ہین لیکن حقیقت الامر جسپر حق تعالیٰ منکشف فرماوے وہ سمجھ لیگا کہ ان مین ہرگز تعارض نہین ہی اور یہی ابحاث کابراً عن کابرٍ وخلفاً عن سلفٍ معرکۃ الآراء اور مختلف فیہ بین العلماء رہے ہین اور انہین اقسام مین مجتہدین اُمت کو متجسسانہ نظر اور محققانہ خوض وفکر کی حاجت پڑی ہے اور ہر ایک نے اپنے حوصلہ کے موافق انمین ایک جانب کو ترجیح دیکر اُسکو اپنا معمول بہ ٹھہرایا ہے اور دوسری جانب کو مرجوح خیال کرکے نظر انداز کیا ہے سوان ترجیحات مین مصطلحات فنِ اصول اور فنِ حدیث کی سخت حاجت ہے مثلاً فن اصول مین عام وخاص مشترک ومؤول اور ظاہر ونص ومفسر ومحکم یا اُسکی اضداد خفی ومشکل مجمل ومتشابہ اور یا عبارۃ النص واشارۃ النص دلالۃ النص واقتضاء النص کی مفاہیم کا جاننا اور اسبات کا جاننا کہ ان تقسیمات مختلفہ مین اگر دو قسم باہم متعارض ہون تو کس کو کس پر ترجیح ہوگی نہایت اہم اور ضروری امر ہے جو شخص ان نازک موشگافیون کا عالم وعامل ہے اُسکو ترجیح دینے مین خطا کم واقع ہوگی اور اصابۂ حق زیادہ نصیب ہوگا اور جو اسکا عالم اور اسپر عامل نہین وہ اس دُشوار گذار راہون مین خبط عشوا کرکے گم کردہ راہ رہیگا اور بجائے رُشد وہدایت ضلال وغوایت مین سرگردان پھرے گا ان مضامین دقیقہ کا سمجھ لینا ہی عند الشارع فقاہت ہے چنانچہ ارشاد نبوی صلعم رُبّ حامل فقہٍ غیر فقیہٍ ورُبّ حامل فقہٍ الیٰ من ھو افقہ منہ اسی جانب مشیر ہے علی ہذا فنّ حدیث مین مصطلحات محدثین کا جاننا اور عند المباحثہ اُن پر عامل رہنا اصابۂ حق کے لئے بسا ضروری ہے تاکہ تحقیق دلائل اور تنقیح مسائل مین خطا وغلطی سے محفوظ ومصؤن رہے مثلاً صحیح وحسن ضعیف کا باہمی فرق یا مسند ومرسل مین امتیاز یا شاذ ومنکر مین تمیز یا معلول ومقبول کی شناخت یا معلق ومنقطع یا موقوف ومرفوع وغیرہا کی تعریفات یہ سب باتین ایسی ہین کہ محض ان کی مفاہیم کا سمجھ لینا ہی کافی نہین ہے بلکہ اُن پر عمل کرنے کی ضرورت ہے پھر ان مین یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ صحیح اصطلاحی کو نفس الامری صحیح ہونا ضروری نہین ہے بخاری شریف مین اور دوسری صحاح مین احادیث متناقضہ خاص ایک امر کے متعلق مروی ہین

ترجمہ: بسا اوقات راوی علم باریک فہم نہین ہوتا ہے اور بسا اوقات راوی علم باریک فہم ہوتا ہے مگر جسکو پہونچایا ہے وہ اُس سے بھی زیادہ باریک فہم ہوتا ہے ۱۲

Marfat.com

اور سنداً سب یا اکثر صحیح ہین مگر نفس الامر مین سب صحیح نہین ہین مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے بارہ مین تین روایت ہین ساٹھ برس اور ترسیٹھ برس اور پینسٹھ برس اور تینون اصطلاحاً صحیح ہین مگر ظاہر ہے کہ نفس الامر مین ایک ہی صحیح ہو سکتی ہے علی ہذا آپ کے حج کے متعلق تین روایات صحیح ہین آپکا قارن ہونا یا متمتع یا مفرد ہونا اُن سے مفہوم ہے مگر تین امر کا حج واحد مین جمع ہونا بداہۃً غلط ہے علی ہذا آپ کے احرام باندہنے کے مواقع مین تین صحیح روایات مروی ہین مگر نفس الامر مین ایک ہی موقع صحیح ہوگا بالجملہ ایسے مواقع ماہران حدیث کو اور بھی بہت سے ملینگے پھر جب یہ ہے تو یہ قاعدہ کہ صحیح حدیث ہر حال مین قابل تصدیق و تسلیم اور لائق تعمیل ہے خود غلط ٹھہرا جسکو آجکل کے مدعیان حدیث علی الاطلاق صحیح سمجھتے ہین اور اسی ایک اصولی غلطی سے بے شمار فروعی خطاؤن مین مبتلا ہین مگر باانیہمہ اپنے آپ کو مصیب اور اکابر مجتہدین کو خاطی زعم کرتے ہین چنانچہ لاہور سے ایک رسالہ مسمے بہ ظفر المبین شائع ہوا جسمین ظاہر کیا گیا ہے کہ امام اعظم رح نے اتنی احادیث کا خلاف کیا ہے اور امام شافعی رح نے اتنی صحاح کا اور امام احمد رح اور امام مالک رح نے اسقدر صحاح کا ان سب اتہامات کا منشا اپنی ہی نادانی اور کور باطنی ہے ورنہ ان حضرات کے نفوس مقدسہ ان الزامات سے پاک و صاف ہین ہان یون کہئے کہ انہون نے احادیث صحاح کا تو خلاف نہین کیا مگر اہل ظاہر کے سطحی خیالات کا خلاف کیا ہے روایات متعارضہ مین اُنکی ترجیح غائر نظر پر مبنی ہے اور اہل ظاہر کی ترجیح ظاہر اثر پر چلتی ہے جو کبھی متفق نہین ہو سکتی فقاہت و سفاہت مین جو فرق ہے وہ ہی اُنکے ثمرات و نتائج مین بھی ہونا چاہیئے۔ علی ہذا یہ دوسرا قاعدہ بھی غلط ہے کہ ضعیف حدیث بمقابلہ صحیح کے قابل اعتبار نہین ہے بلکہ بسا اوقات ضعیف حدیث پر عمل کیا جاویگا اور صحیح حدیث کو غیر معمول بہ ٹھہرایا جاویگا یہ بات اگرچہ بظاہر تعجب خیز معلوم ہوتی ہے مگر دلائل سے جب موجہ ہو جاویگی تو چار ناچار ماننا پڑیگا سو سنئے فن حدیث مین دو امر قابل بحث ہوتے ہین ایک سند حدیث دوسرا متن حدیث یعنی وہ عبارت جسکے ذریعہ سے سلسلہ سند کے آخری راوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ کے قول یا فعل کو نقل کیا ہے سو اصل حجت اثبات مسائل مین متن حدیث ہی ہے اسمین غور کرنا چاہیئے کہ اُس سے کیا ثابت ہوتا ہے آیا اُس سے کسی کام کی فعلیت نکلتی ہے یا اُسکا دوام و

Marfat.com

استمرار اگر کسی حدیث سے فعلیت معلوم ہوئی یعنی یہ معلوم ہوا کہ آپنے ایسا کیا یا ایسا فرمایا تو تا وقتیکہ اور احادیث سے اسکا بقا و استمرار معلوم نہو اُس فعل کی سنیت پر وہ حدیث دلیل نہین ہوسکتی ہان اگر اور احادیث سے اسکا خلاف معلوم نہو یا اُس حدیث سے استمرار ہی مفہوم ہو تو البتہ اُس فعل کی سنیت پر وہ حدیث دلیل ہوگی ایسے ہی اگر اُس سے کسی امر کی بابت امر یا نہی معلوم ہوئے تو غور کرنا چاہیئے کہ وہ امر ایجابی ہے یا استحبابی یا نہی تحریمی ہے یا تنزیہی پھر ان مراحل کے بعد دیکھنا چاہیئے کہ ان احادیث کے مقابلہ مین اور کوئی آیت یا حدیث بھی موجود ہے یا نہین اگر موجود ہے تو کسکو تقدم ہے اور کسکو تاخر اگر یہ بات محقق ہوگئی تو قصہ سہل ہے ورنہ تلاش کرنا چاہیئے کہ تعامل صحابہ اور توارث سلف بالاتفاق یا علے الاکثر کسکے موافق ہے اگر اسکا پتہ چل گیا تو اُسی حدیث کو معمول بہ ٹھہرایا جاویگا جسپر تعامل و توارث ہے اور دوسرے کو غیر معمول و منسوخ اور اگر تعامل و توارث بھی دونون طرف مختلف بالتساوی ہو تو پھر طرفین کی ماخذ و دلائل مین بقرائن عقلیہ اور شواہد نقلیہ وجہ ترجیح ڈھونڈھی جاویگی سو ہر مجتہد کے نزدیک جو پہلو ارجح ہوگا اُسکے موید حدیث کو وہ معمول بہ سمجھیگا اور جو حدیث مرجوح جانب کی موید ہوگی اُسکو غیر معمول بہ ٹھہراویگا الغرض فن حدیث مین اس قسم کی تحقیقات و تفتیشات کی سخت ضرورت ہے اور اس غور و فکر کا ہی نام تفقہ ہے جسکی طرف ارشاد نبوی من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین مشیر ہے اور اسکو اصطلاحا قوت درایت کہتے ہین مگر جو گفتگو رواۃ سند کے متعلق پیش آوے اُسکو اصطلاحا بحث روایت کہتے ہین اسکا جاننا بھی محدثین کے لئے نہایت ضروری ہے مگر افسوس ہے کہ اسوقت محض ترجمہ کر لینا محدث بننے کے لئے کافی سمجھا گیا ہے نہ انکو ملکہ درایت کی حاجت اور نہ تنقید روایت کی ضرورت سو جو عالم جامع بین الروایت والدرایت ہو اسکی تحقیق و تفتیش زیادہ تر محکم و اسلم ہوگی اور جو اسکا جامع نہو اسکا استدلال اکثر مختل اور غیر تام ہوگا اور اُسی کو یہ اغلاط پیش آوینگے کہ ایک حدیث سے کسی امر کی فعلیت نکلتی ہے جو دلیل اباحت ہونی چاہیئے مگر وہ اُس فعل کی سنیت و استمرار پر اُسکو دلیل سمجھتا ہے یا کسی امر و نہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استحباب و تنزیہ ملحوظ ہے وہ اسکو ایجاب و تحریم پر

Marfat.com

عمل کریگا بالجملہ یہ مباحث نہایت ضروری اور نہایت لطیف و دقیق ہین اسمین دو امر کی
ضرورت ہے ایک یہ کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اُسکو فہم سلیم عطا ہوا ہو دوسرا یہ کہ صحابہ و
تابعین کے آثار پر عبور تام اسکو میسر ہو سو یہ بات بحمد اللہ ائمہ مجتہدین کو علی فرق المراتب
بہ نسبت علماء متاخرین کے زیادہ تر حاصل تھی اور اسیواسطے ہمکو اُنکی پیروی کی حاجت ہے
ورنہ ھُم رجال ونحن رجال ہر شخص کہہ سکتا ہے۔

اب اس تطویل کار آمد کے بعد اصل بحث کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ بحث یہ تھی کہ یہ قاعدہ
دوم (کہ ہر حدیث ضعیف بمقابلہ حدیث صحیح قابل التفات اور لائق عمل نہین ہے) اگرچہ ظاہر
بینان حدیث اسکو صحیح و مسلم مانتے ہین مگر محققین فقہا اور محدثین غائر النظر اسکو علی الاطلاق
صحیح نہین جانتے ہین بلکہ اسمین کچھ تفصیل فرماتے ہین وہ یہ ہے کہ اگر حدیث ضعیف و صحیح کسی
خاص امر مین متعارض ہون اور اُس امر کے متعلق دلائل اُخری سے کچھ پتا نہ چلتا ہو نہ کسی
آیت سے نہ حدیث مرفوع سے نہ آثار صحابہ سے تب تو یہ قاعدہ صحیح ہے کہ ضعیف لائق تمسک
نہوگی بلکہ صحیح حدیث قابل اعتماد ہوگی اور اگر اس امر خاص کے متعلق اور دلائل بھی آیات
و احادیث و آثار صحابہ ہین تو یہ قاعدہ صحیح نہین ہے یعنی یہ ٹھیک نہین ہے کہ اس صورت
مین محض قوت سند اور ضعف سند پر نظر کرکے اوّل کو دستور العمل بنائین اور ثانی کو متروک
العمل ٹھہرائین نہین بلکہ دیگر آیات و احادیث و آثار سے ایک جانب کی ترجیح تلاش کرین اگر
حدیث ضعیف ہی مرجح بدلائل اُخری معلوم ہو توگو یہ سنداً ضعیف ہے معمول بہ ہوگی اور
حدیث دوم گو سنداً صحیح ہے مگر متروک العمل ہوگی اور اگر صحیح حدیث مرجح بوجوہات مذکورہ
معلوم ہو تو سُبحان اللہ دوہرا حسن نمودار ہوا صحت سند بھی ہے جو حُسن ظاہر ہے اور تائید بدلائل
اُخری بھی ہے جو حُسن باطن ہے سو یہ حدیث ہی معمول بہ ہوگی اور ضعیف متروک العمل ٹھہرگی
اور یہ بات ایسی سچی اور سیدھی ہے کہ اہل انصاف اسکے تسلیم کرنے مین ہرگز تامل نفرمائینگے
خلاصہ یہ ہے کہ ایک فریق کہتا ہے کہ درصورت تعارض حدیث صحیح و حدیث ضعیف محض قوت
سند قطع نظر دوسرے دلائل کی مرجح کافی ہے دوسرے دلائل پر نظر کرنیکی اصلا ضرورت نہین
ہے اور فریق دوم کہتا ہے کہ صورت مذکورہ مین محض قوت سند ناکافی مرجح ہے بلکہ دوسرے

Marfat.com

دلائل پر نظر کرکے جو جانب ارجح ہو اُسپر عمل کرنا چاہیئے اب اگر صحیح حدیث کی تائید دیگر دلائل سے ہوئی تو اُسمین تو کچھ نزاع ہی نہین وہ ہی معمول بہ ہوگی ہان اگر حدیث ضعیف کی تائید دوسرے دلائل سے ہوئی اور صحیح حدیث کی تائید نہوئی تو اسمین فی الجملہ تردد ہے اگر ضعف سند پر لحاظ کیا جاوے تو مرجوح ہونے چاہیئے اور موید بالدلائل ہونے پر خیال کیا جاوے تو راجح ہونے چاہیئے سو فریق ظاہر یہ تو ضعف سند پر نظر کرکے اور دوسرے دلائل سے آنکھ بند کرکے اسکو متروک سمجھتے ہین اور جماعت فقہا و محدثین کاملین دوسری بات پر لحاظ کرکے اسکو معمول بہ ٹھہراتے ہین اور اسکے مقابل حدیث کو جو سنداً صحیح ہے مگر موید بالدلائل نہیں ہے متروک جانتے ہین اب یہ قضیہ اتنی بات مین آسانی کیساتھ طے ہوسکتا ہی کہ آیا تائید بالآیات والاحادیث اعلی ہے اور قوت سند ادنی یا قوت سند اعلیٰ ہے اور تائید بالآیات والاحادیث ادنیٰ ہے جس نے اسکو سمجھ لیا وہ ایک بڑی دلدل سے نکلگیا ورنہ اگر اسکو ہی نہ سمجھا ہو تو اُس سے سوا اسکے کیا اُمید ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے دل پسند اور مزعومی ترجیحات سے مختلف فیہ امور مین ایک جانب کو راجح جانکر اپنے آپکو مصیب و برحق سمجھے اور اپنے مخالف الخیال سلف و خلف کو خاطی و گمراہ جانکر اُن پر طعن و تشنیع کرے سو اسوقت ہمکو ضروری ہوا کہ قوت سند اور ضعف سند کا کچھ حال لکھین تاکہ اہل انصاف اسکو سمجھکر خود فیصلہ فرمالین کہ تائید بالدلائل قابل اعتماد ہے یا محض قوت سند لائق استناد ہے

سندی ضعف وقوت کی تشریح ۱۲

سو سنئے جب کوئی واقعہ نقل در نقل ہوتا ہوا کہین سے کہین پہونچتا ہے تو اسمین تین امور ہوتے ہین ایک اُس واقعہ کا وجود نفس الامری دوم وہ عبارات و الفاظ جو اول ناقل نے وقت حکایت بیان کئے ہین سوم ناقلین کا سلسلہ اول سے آخر تک سو محدثین کی اصطلاح مین امر اول کو مضمون حدیث کہتے ہین اور امر دوم کو متن حدیث اور امر سوم کو سند حدیث سو جن حضرات نے اپنی آنکھون شارع علیہ السلام کے اعمال و اشغال دیکھے یا اپنے کانون آپ کے اقوال و ارشادات سُنے انکو نہ متن حدیث کی تحقیق کی حاجت اور نہ سند حدیث کی تنقید کی ضرورت ہان جنکو یہ نعمت میسر نہوئی انکو نقد ناقلین کی حاجت پیش آئی سو انکو متن حدیث مین بھی غور کرنا پڑا اور سلسلہ روایت کی بھی چھان بین کرنی پڑی اس غور

Marfat.com

کرنے کو تو فقاہت و درایت کہیئے اور اس چھان بین کو تنقید روایت سمجھیئے پھر جسقدر سلسلہ آگے بڑہتا جائیگا اُتنا ہی درایۃً وروایۃً اشکال بڑہتا جائیگا درایۃً اشکال تو اِس وجہ سے بڑہیگا کہ عبارت حدیث کا اول سے آخر تک یکسان رہنا دشوار ہے کیونکہ جہان تداول السنہ پیش آیا وحدت الفاظ باقی نہین رہتے مثلاً اول صحابی نے چند تابعین سے ایک خاص فعل شارع علیہ السلام کا نقل کیا سننے والون نے اسکو اپنی اپنی فہم کے موافق بالفاظ مختلفہ آگے کو نقل کیا اور اسی کو روایت بالمعنے کہتے ہین جو جمہور محدثین کے نزدیک جائز و واقع ہے اور یہی وجہ ہے کہ کتب صحاح مین بیشتر ایسی حدیثین ہین کہ محکی عنہ واقعہ انکا ایک ہے مگر الفاظ مختلفہ سے جو تعدد معنی کو بھی بسا اوقات مستلزم ہین مروی ہین پھر اختصار و تطویل کا قصہ جُدا گانہ ہے سو اب ان تابعین سے سننے والے کو یہی معلوم نہوگا کہ ان الفاظ مختلفہ سے صحابی اول کے الفاظ کون سے ہین پھر اصل متن کسکو قرار دیوے اور کس مین غور و فکر کرے پھر آگے بڑہیئے تو تعدد الفاظ اور بھی زیادہ ہوتا جاویگا پھر تو اور بھی دشوار ہوگیا کہ اول صحابی کے الفاظ کیا ہین یا اگر وہ حدیث قولی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ کے فرمودہ الفاظ کیا ہین پھر کسکو اصل متن قرار دیکر مسائل کی بُنیاد قایم کرین پھر یہ تعدد الفاظ بھی چندان موجب غلجانۃ تھا اگر مدلولاً و مراداً سب متحد ہوتے مگر جب وہ مدلولاً بھی مختلف ہون تو اور بھی سخت دُشواری پیش آویگی سو کتب حدیث ایسی مختلف العبارات احادیث سے بھری ہوئی ہین حدیث ابی محذورہ ترجیع اذان مین کسقدر مختلف الفاظ مروی ہے اور حدیث معراج کی نقل کرنے مین کیسا کچھ باہم تخالف و تضاد ہے اور تکبیرات عیدین اور صلوۃ کسوف اور صلوۃ استسقا مین کتنا کچھ تعدد الفاظ موجود ہے علی ہذا بے شمار احادیث مختلفہ موجود ہین جسکی شرح و تفصیل اور حلِ اشکال مین شُراح حدیث نے اپنی عمرین صرف کردین اور جمع بین الاحادیث مین اپنی اپنی فہم کے موافق درایۃً وروایۃً ہمت لگائی مگر باایہمہ انہون نے اپنے آپ کو مصیب اور دوسرون کو گمراہ خیال نہین کیا ایک اسوقت کے مدعیان حدیث ہین کہ اُنکے زعم مین ائمہ مجتہدین اور اُنکے متبعین گمراہ ہین مگر انکی جماعت ہدایت یاب ہے۔ اور روایۃً اشکال اسوجہ سے بڑہیگا کہ اگر ایک راوی درمیان مین ہوتا تو اُسکے حال کی تفتیش سے اُس روایت کا

معتبر و غیر معتبر ہونا معین ہو سکتا تھا مگر جب درمیان مین رواۃ متعدد ہین تو تاوقتیکہ سب کے حال کی تحقیق و تنقیح نہو جاوے تو اُس حدیث کو معتبر یا نامعتبر نہین کہہ سکتے پھر اگر کسی راوی کے متعلق جرح و تعدیل مین اقوال مختلفہ ہون تو ایک دوسرا جھگڑا طے کرنا ہوگا کہ آیا مین جرح معتبر ہے یا تعدیل غرض ایک حدیث مین اتنے مراحل طے کرنے پڑتے ہین تب کہین مضمون حدیث پر عمل کرنے کی نوبت آئیگی اب جتنی احادیث پر کوئی عمل کرنا چاہے تو اسکو اسی نسبت سے یہ مراحل محققانہ طور سے طے کرنے چاہئین پھر عمل بالحدیث کا مدعی ہو سو محدثین سابق اور شارحین لاحق سے تو یہ ممکن نہوا کہ اپنی وسعت نظری پر خیال کر کے ائمہ فقہ اور ائمہ حدیث کا اقتفا چھوڑ بیٹھین اور اپنے آپکو مجتہد وقت سمجھنے لگین ہان ہمارے زمانہ کے مدعیان حدیث کو اسکی ضرورت نہین ہے انکو سب کچھ حاصل ہے حق یہ ہے کہ حدیث دانی اگر محض ترجمہ کر لینے کا نام ہے تو دوسرون کی اتباع و تقلید کی کیا ضرورت ہے اور اگر اُن دشوار گذار مراحل و عقبات کے طے کرنیکا نام ہے جو اوپر مذکور ہوئین تو بلا اقتفائے سلف ایک قدم بھی آگے نہین بڑھ سکتا ہے جرح و تعدیل مین ائمہ حدیث کی پیروی کرنی ہوگی اور فہم معانی یا دفع تعارض مین ائمہ فقہ کی تقلید کی ضرورت ہوگی کیونکہ ہر ایک فن مین جداگانہ امام ہوتے ہین ہر فن مین دوسرے فن کا امام کام نہین دیسکتا ہے لکل فنٍ رجال مقولہ مشہور ہے چنانچہ اسی بناء پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے باب الجنائز مین فقہاء کی نسبت تحریر فرمایا ہے وھم اعلم بمعانی الاحادیث ۵ سو ہمارے زمانہ کے محدثین تو ترجمہ کر لینا محدث بننے کے لئے کافی سمجھتے ہین تو انکا قول بھی انکی اصطلاح بدیع کے لحاظ پر صحیح ہے کچھ حاجت اورون کی تقلید کی نہین ہے مگر ؎ آنچہ مردم میکنند بوزینہ ہم * ہان محدثین سابق کی اصطلاح پر نظر کیجاوے تو محدث بننے کے لئے اُن مشکلات مذکورہ کے حل کرنیکی لیاقت درکار ہے جو اوپر مذکور ہوئی بالجملہ سند مین جسقدر رواۃ زیادہ ہونگی اُسیقدر مشکلات زیادہ ہونگی اور مجال گفتگو زیادہ تر وسیع ہوگا اسکے بعد متن حدیث مین خصوصاً جبکہ الفاظ حدیث متعارض و متباین ہون غور و فکر کی نوبت آویگی پھر اجتہاد و استنباط کے میدان مین جو عالم گوی سبقت لیجاوے وہی عنداللہ و عندالناس مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا

۵ ترجمہ فقہا احادیث کے معانی کو خوب سمجھتے ہین ۱۲ *

Marfat.com

جاویگا مگر بعض بے بصیرت فہم و فراست سے خالی اور درایت و فقاہت سے عاری ہر زمانہ مین ایسے بھی نکلین گے کہ اُس عالم مقدام کے لطف ماخذ اور دقیق استدلال پر چونکہ مطلع نہین ہونگے اسلئے لامحالہ بجائے تحسین و آفرین کے اُسپر نفرین کرینگے اور بمقتضای الناس اعداء لما جھلوا اُسپر زبان درازی سے پیش آوینگے سو یہ کچھہ تعجب خیز نہین ایسا ہی ہونا بھی چاہئے

ازین چمن گل بے خار کس نچید آرے	چراغ مصطفوی با شرار بولہبی ست
حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم	ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی ست

اب ہم صحت سند و ضعف سند کا حال ہدیہ ناظرین کرتے ہین سو سنئے اصطلاح محدثین مین سند صحیح وہ ہے جسمین اوّل سے آخر تک جملہ رُواۃ دیانت و تقوی اور ضبط و اتقان سے موصوف ہون اور نسیان و غفلت سے پاک و صاف ہون اور سند ضعیف وہ ہی جسمین کم از کم ایک راوی بھی ان صفات کے ساتھ موصوف نہو خواہ اسمین کامل دیانت نہو خواہ ضبط کی کمی ہو خواہ نسیان یا غفلت کا عیب اُسمین موجود ہو پھر مدارج ضعف بھی متفاوت ہین سب سے بڑا ضعف یہ ہے کہ راوی کاذب و فاسق ہو اُس سے کم یہ ہے کہ اُسمین فی الجملہ نسیان و غفلت ہو اُس سے کم یہ ہے کہ اُسمین ضبط و اتقان کم ہو مگر صلاح و دیانت کامل ہو پھر یہ اسباب ضعف چونکہ حسّی امور تو ہین نہین کہ صورت دیکھی اور پہچان لیا تو لامحالہ اُس راوی کے معاصرین کے اقوال پر جنہون نے اسکے حال کی تحقیق نیک نیتی کے ساتھ کی ہے دار مدار ہوگا اگر کسی معاصر راوی نے کسی شکر رنجی کیوجہ سے کچھہ جرح و قدح کیا ہے تو وہ مسموع نہوگا یا ظن و تخمین سے کوئی عیب بیان کیا ہے تو پذیرا نہوگا اور اگر اُس راوی کے معاصرین جرح و تعدیل مین باہم مختلف ہین تو بعضون کا خیال ہے کہ ضعیف سمجھا جاویگا کیونکہ الجراح مقدم علی التعدیل اور بعض کا خیال ہے کہ جارحین اور معدلین کے وجوہات مین غور کر کے ایک جانب کو راجح کرنا چاہئے ورنہ اس قاعدہ سے کہ جرح علی الاطلاق تعدیل سے مقدم ہے کوئی محدث بھی نہین بچ سکتا نہ امام بخاری نہ امام مسلم نہ امام مالک نہ امام شافعی نہ امام احمدؒ دیکھو اسماء الرجال کی کتابون کو سو یہی قول ثانی ارجح ہے اب اگر کوئی حدیث ضعیف بھی

ہوئی تو تلاش کرنا چاہئے کہ سبب ضعف وجوہات مذکورہ مین سے کیا ہے تاکہ درجہ ضعف
بھی قایم کرسکین اسکے بعد اصل مطلب کی سُنئے کہ حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا چونکہ عباد کی
تحقیق وتفتیش پر اور قرائن عقلیہ اور شواہد نقلیہ پر موقوف ہے اسلئے اسمین طرح طرح کے
احتمالات باقی رہتے ہین کہ شاید ایسا نہو اگرچہ ہمنے جد وجہد کرکے حتی الوسع ایک رای کسی
راوی کے متعلق قایم کرلے مگر پھر بھی دوسرے جانب کی گنجایش باقی رہتی ہے کیونکہ ہر امر مین
رسائی بنفس الامر تک علام الغیوب کا خاصہ ہے ہم لوگ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا
کی مصداق ہین خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم باوجود عُلّمت علم الاولین والاخرین
ہونے کی بعضون کے حلفیہ بیان پر بعض اشخاص کو دروغگوی خیال کرکے ناخوش ہوجاتے
تھے اور خطائے بشری سے صادق کو کاذب اور کاذب کو صادق خیال فرماتے تھے مگر انجام
کار وحی خداوندی سے اُسکی تلافی ہوتی تھی تب آپ اپنی رائے مبارک بدلتے تھے سو ہم تم
تو کس شمار وقطار مین ہین ہمارے واسطے تو وحی آسمانی سے تلافی ہونی معلوم غرض عباد اور
رب العباد کے علم مین یہی فرق ہے کہ پہلی مین خطا ممکن ہے دوسری مین خطا ممتنع اسی فرق
کے لحاظ پر اللہ پاک نے قرآن مجید کی صداقت وحقانیت پر ایک حجت مفحمہ قایم فرمائی ہے جسکے
سمجھنے کے بعد خدا کے کلام اور بندہ کے کلام مین ہر شخص امتیاز کرسکتا ہے چنانچہ ارشاد ہے
ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا یعنی یہ قرآن اگر اللہ کے سوا
کسی غیر کا کلام ہوتا تو اُسمین بہت کچھ تفاوت پاتے اب وہ تفاوت کیا ہے جو غیر اللہ کے
کلام کا خاصہ لازمہ ہے سو مفسرین نے اسکی مختلف توجیہات بیان کی ہین مگر وہ توجیہ جسکے
ماننے مین قلب سلیم ذرا پس وپیش نکرے یہ ہے کہ قرآن مجید چونکہ علیم وخبیر کا کلام ہو وہ سرتاپا
صدق سے لبریز ہے اور راستی مین متشابہ البیان ہے کوئی بھی ناراستی کا مضمون اُس مین
نہین اگر غیر اللہ کا کلام ہوتا تو کوئی حصہ راست اور کوئی ناراست ہوتا باقی اور محاسن بھی
قرآن مجید مین بے شمار ہین جنکو قرآن اور غیر قران مین مابہ الامتیاز قرار دیسکتے ہین مگر بڑا کمال
کلام مین یہی ہے کہ وہ مضامین حقہ پر مشتمل ہو اور مزعومات باطلہ سے یکسر ہی ہو سو یہ
کمال اعلی انسانی طاقت سے باہر ہے لامحالہ کچھ نہ کچھ آمیزش حق وباطل کی اُسمین ہو جاتی

Marfat.com

ہے ہان کلام اللہ اس آمیزش سے پاک وصاف ہے اور کیون نہو ومن اصدق من اللہ
قیلا اور قرآن مجید مین راستی وناراستی کا تفاوت کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اُسکی یہ شان ہے
وبالحق انزلناہ وبالحق نزل بالجملہ حدیث کی صحت وضعف کا دارمدار چونکہ اُن قواعد
پر ہے جو بندون نے خود مقرر کئے ہین پھر اُسمین کوئی قاعدہ متفق علیہ ہے اور کوئی مختلف
فیہ باایہنمہ رواۃ کے وہ حالات جنکی تعیین کے بعد اُن قواعد معلومہ کا اجرا ممکن ہے خود انکا
علم ہمکو قطعی طریقہ سے حاصل نہین بلکہ ظنی ہین تو لامحالہ حکم صحت یا حکم ضعف دونون ظنی
ہونگے ممکن ہے کہ جسپر حکم صحت لگایا گیا ہے وہ نفس الامر مین صحیح نہو اور جسپر حکم ضعف
لگایا گیا ہے وہ نفس الامر مین صحیح ہو جسکا ماحصل وہی ہے جو پہلے گذر چکا ہے کہ صحت
اصطلاحی کو صحت نفس الامری لازم نہین چنانچہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر کے بارہ
مین تین روایات صحیحہ مروی ہین مگر نفس الامر مین تینون صحیح نہین ہوسکتے ہین۔ علی ہذا
ضعف مصطلحہ کو نفس الامری بطلان لازم نہین بلکہ ممکن ہے کہ حدیث اصطلاحاً ضعیف ہو
مگر نفس الامر مین صحیح ومعمول بہ ہو چنانچہ امام ترمذی جامع ترمذی مین بے شمار مواقع پر حدیث
کی نسبت یہ فرماکر کہ یہ حدیث ضعیف ہے آگے فرماتے ہین کہ وعلیہ العمل عند اھل العلم
من اصحاب النبی والتابعین الخ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا اصطلاحاً صحیح وضعیف
ہونا اور چیز ہے اور معمول بہ ہونا یا غیر معمول بہ ہونا اور چیز ہے بعض حدیث صحیح غیر معمول بہ ہوگی
اور بعض حدیث ضعیف معمول بہ ہوگی ترمذی مین ہے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ
ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رد ابنتہ علی ابی العاص بن الربیع بمہر جدید و
نکاح جدید ھذا حدیث فی اسنادہ مقال والعمل علی ھذا الحدیث عند اھل العلم یہ حدیث ضعیف
السند معمول بہ ہے اور دوسری حدیث صحیح السند ہے مگر غیر معمول۔ عن ابن عباس رد النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ابنتہ زینب علی ابی العاص بن الربیع بعد ست سنین بالنکاح
الاول ولم یحدث نکاحا۔ ھذا حدیث لیس باسنادہ باس ولکن لانعرف وجہ الحدیث
الغرض ایسے امثلہ کتب حدیث مین بہت ہین یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ اس تشریح سے اُس فقرہ
کے معنی بھی سمجھ مین آگئے ہونگے جو محدثین وفقہاء مین مشہور ہے یعنی یہ کہ روایت احاد ظنی

Marfat.com

الثبوت ہوتی ہے اور روایت متواتر قطعی الثبوت ہوتی ہے پہلے قسم مفید عمل ہوتی ہے اعتقاد کے لئے ناکافی دلیل ہے ہان روایت متواترہ علم وعمل دونون کیلئے دلیل کافی ہے اس فرق کی وہی وجہ ہے کہ قواعد صحت وضعف خود ہمارے تجویز کردہ ہین اُسمین غلطی ممکن پھر سلسلہ سند کے ہر درجہ مین رواۃ کی قلت ہے سو اس ذریعہ سے امر قطعی حاصل نہین ہوسکتا برخلاف روایت متواترہ کے کہ اُسمین ہر درجہ مین رواۃ کی بڑی انتہا کثرت ہے اور اسباب شکوک مفقود ہین اور کسی کو اُسکی حجیت مین کلام بھی نہین ہے لامحالہ وہ علم وعمل کو مفید ہوگی مگر وہ حضرات جنکا مبلغ علم ترجمہ دانی سے زائد نہین وہ اس تحقیق واقعی کو تسلیم نہین کرینگے اور یہی فرمائینگے کہ ہم جب کسی حدیث کے معنی سمجھ لیتے ہین تو ہمکو کافی اطمینان حاصل ہوجاتا ہے اصلا شک و شبہ قلب مین نہین آتا پھر یہ قاعدہ کہ حدیث آحاد مفید علم نہین عمل کے لئے کافی ہے ایک بدیہی البطلان قاعدہ ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تقلیدی اطمینان ہے جو دوسرون پر بھروسہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور ان مشکلات سے ناواقف ہونے پر مبنی ہے جو کمل محدثین کو پیش آتے ہین یہی وجہ ہے کہ عوام کا عقیدہ جسطرف بھی ہوگیا پختہ ہوتا ہے اُنکو ذرا شک و شبہ پیش نہین آتا مگر اسکو علم قطعی کہنا نادانی ہے علم تقلیدی زوال پذیر ہوتا ہے اور علم تحقیقی لاجنب ہوتا ہے بشرطیکہ دلائل قطعیہ سے حاصل ہوا ہو چونکہ ہمکو مثلاً امام بخاری اور امام مسلم پر دربارہ فن روایت کافی اطمینان ہے اسلئے اُنکی مسلمہ صحت وسقم پر ہمکو شک و شبہ پیش نہین آتا لیکن اگر امام بخاری وغیرہ سے کوئی پوچھتا کہ آپنے اس حدیث پر صحت و ضعف کا حکم کیون لگایا ہے تو وہ یہی فرماتے کہ ہمکو ان رواۃ کے متعلق ایسا ایسا معلوم ہوا لہذا حسب قواعد مقررہ ہمنے حکم صحت یا حکم ضعف لگایا ہے پھر آگے اگر کوئی یہ پوچھتا کہ آپکے تحقیق حال رواۃ مین گنجایش خطا ہے یا نہین یا بعض اُن قواعد مین جو مختلف فیہ ہین اور آپنے اسمین ایک جانب کو اختیار کر رکھا ہے دوسری جانب کا بھی احتمال ہے کہ نہین تو لامحالہ وہ یہی فرماتے کہ ہمارے تحقیق حال مین خطا ممکن ہے اور قاعدہ مختلف فیہ مین دوسری جانب کا صحیح ہونا محتمل ہے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ باینہمہ اعتراف احتمال اس حدیث کو قطعی الثبوت فرمادین کیونکہ قطعی الثبوت وہ امر ہے جسمین اصلا دوسری جانب کا احتمال باقی نہو

Marfat.com

اور جب تک یہ احتمال ہو تو ظنی الثبوت ہی اسکو کہنا پڑیگا اور ظاہر ہے کہ ظنی دلیل سے علم قطعی جسکو اعتقاد کہتے ہین حاصل نہین ہو سکتا ہے اب تماشا ہے کہ ائمہ حدیث جن پر اُنکو بھروسہ ہے وہ تو اسکو ظنی الثبوت سمجھین اور یہ حضرات اسکو قطعی الثبوت بتلائین اب ہم اُنکی اس غلط فہمی کی لم بھی بتادین کہ انکو کیون ایسی غلطی پیش آئی سو سنئے کہ ہر کلام خبری مین دو امر لائق غور ہوتے ہین ایک اُسکا قطعی الثبوت ہونا نہونا دوسرے اُسکی عبارت والفاظ کا معنی مرادی پر قطعی الدلالۃ ہونا نہونا قطعی الثبوت سے یہ مراد ہے کہ وہ خبر ہمکو بطور تواتر پہونچی ہو نہ بطریقہ آحاد اور قطعی الدلالۃ سے یہ مراد ہے کہ وہ عبارت معنی مراد پر دلالۃ کرنے مین صریح ہو کوئی احتمال تاویل وتخصیص واشتراک کا اُسمین نہو سو جو خبر قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو جیسے حدیث متواتر صریح الدلالۃ یا آیت قرآنی بیّن المراد غیر محتمل المعانی تو وہ تو موجب علم وعمل ہوتی ہے اور جو نہ قطعی الثبوت ہو اور نہ قطعی الدلالۃ وہ موجب علم نہین ہو سکتی ہان معانی محتملہ مین سے ایک جانب کو راجح سمجھکر عمل کرنا پڑیگا مگر دوسرے احتمالی معنی کا امکان بھی باقی رہیگا اسی واسطے وہ ظنی الدلالۃ کہلائینگے جیسے حدیث لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ یا حدیث لا ایمان لمن لا امانۃ لہ یا حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب یا حدیث من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر یا اور اس جیسی احادیث کہ یہ سب احادیث متواترہ نہین ہین آحاد ہین اور ہر ایک کے معانی بھی ذو احتمال ہین اب ان جیسی حدیثون مین ہر مجتہد نے جون سے معنی ارجح سمجھے اُسپر عمل کیا مگر اہل فہم کو یہ دیکھنا ہو کہ کس مجتہد کی ترجیح ایسی حدیثون مین اسلم عن الخدشات واقرب الی الحق ہے اور کسکی ترجیح ایسی نہین ہی سو یہ بات جب تک کہ ہر حدیث کے متعلق جُدا گانہ بحث نہو اور ہر ایک مجتہد کی توجیہات ترجیح کا دوسرے مجتہد کی توجیہات ترجیح سے منصفانہ موازنہ نکیا جاوے طے نہوگی چنانچہ اس رسالہ مین حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے متعلق طرفین کی توجیہات مفصل ومشرح آگے آتی ہین منتظر رہنا چاہیئے بعد اطمینان کافی کے معلوم ہو جاویگا کہ کونسے فریق کی تحقیق اقرب الی الحق ہی اور جو خبر کہ قطعی الثبوت تو ضرور ہے مگر قطعی الدلالۃ نہین یعنی اُسکے معنی متعدد الاحتمال ہے جیسے آیت والسماء ذات الرجع کہ لفظ سماء بادل اور آسمان کو محتمل ہے یا آیت

یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قروء کہ لفظ قروء اطہار و احیاض کو لغۃً محتمل ہے تو ایسے
خبری کلام سے کسی معنی پر معانی محتملہ مین سے اعتقاد حقیت اور دوسرے معنی پر اعتقاد
بطلان نہین ہوسکتا اسلئے کہنا پڑیگا کہ یہ آیت کسی معنی کے لئے مفید علم قطعی نہین ورنہ لازم
آئیگا کہ ایک فریق دوسرے کو کافر سمجھے کیونکہ قطعی امر کے انکار سے کفر عائد ہوتا ہے ہان مفید
عمل ضرور ہوگی وہ بھی اس طرح پر کہ ایک معنی کو بدلائل و قرائن ارجح سمجھکر عمل کرینگے اور دوسرے
معنی کو مرجوح خیال کر کے نظرانداز کرینگے جسکا یہی خلاصہ ہوا کہ یہ آیت فلان معنی کے حقمین
دلیل ظنی ہے سو مثل اور دلائل ظنیہ کے اس پر بھی عمل ہوگا اور ظاہر ہے کہ دلیل ظنی مفید عمل
ہوتی ہی مفید علم قطعی نہین ہوتی یہان سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو بات قرآن سے ثابت کی
جاوے تو کچھ ضرور نہین کہ وہ فرض ہی ہو کیونکہ فرض کے لئے دلیل کا محض قطعی الثبوت ہونا
کافی نہین ہے بلکہ اُسکے ساتھ قطعی الدلالۃ ہونا بھی ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی
آیات اگرچہ قطعی الثبوت ضرور ہین کہ سارا قرآن ہی قطعی الثبوت ہے مگر قطعی الدلالۃ نہین سو
ممکن ہوا کہ بعض بات جو قرآن سے ثابت ہو واجب یا مستحب یا مباح کہلانے کے مستحق ہو
بالجملہ جو بات ظنی الثبوت یا ظنی الدلالۃ دلیل سے ثابت ہوگی وہ اصطلاحاً فرض نہین کہلاویگی
بلکہ اُسکو واجب وغیرہ کہین گے - اور جو خبر قطعی الثبوت نہو مگر معنئے مراد پر قطعی الدلالۃ ہو جیسے
بیشتر روایات آحاد صریح الدلالۃ غیر محتمل التاویل سو وہ بھی مفید علم جزمی نہین ہوتی بلکہ مفید
عمل ہوتے ہین بشرطیکہ اُسکا منسوخ و متروک ہونا اور کسی دلیل سے معلوم نہو کیونکہ اس قسم
کی احادیث اگرچہ ترجمہ اور معنی کے لحاظ سے ظاہر الدلالۃ ہین کسی قسم کا شک و شبہ اُس مین
نہین ہے مگر اُن الفاظ کا فرمودہ شارع علیہ السلام ہونا متیقن نہین اسلئے کہ وہ بطریقہ احاد
مروی ہین جو ظنی ہوتا ہے نہ بطریق تواتر جو قطعی ہوتا ہے سو جب اُسکا منسوب الی الشارع ہونا
ہی ظنی ہوا تو مفید علم قطعی کیونکر ہوسکتی ہے ہان اُسپر عمل ضرور ہوگا کہ عمل کے لئے دلیل ظنی
بھی کافی ہی الغرض ان چارون اقسام مین سے پہلی قسم جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہے وہ تو
علم و عمل دونون کے لئے کافی ہی اور تین اقسام باقیہ جسمین دونون قطعیت نہین یا پہلی قطعیت ہے
اور دوسری ندارد یا پہلی ندارد اور دوسرے موجود ہو محض عمل کے لئے کافی ہین

Marfat.com

موجب علم جزمی نہین ہین اب اسکے بعد اُنکی غلطی کی وجہ سمجھئے سو اُنہون نے جب دیکھا کہ اکثر احادیث ایسی ہین کہ اُنکے ترجمہ و معنی مین ذرا شک و شبہ نہین تو فقہار کا یہ قاعدہ کہ روایات آحاد مفید علم قطعی نہین ہین مفید عمل ہین ایک صریح البطلان قاعدہ ہے جو کسی طرح مسلّم و باور کرنے کے قابل نہین ہے مگر چونکہ انکا مبلغ علم ترجمہ دانی تک محدود ہے تو انکو اس قسم کا شبہ پیش آنا ہرگز تعجب انگیز نہین فقہار کا منشا اس قول سے یہ ہے کہ اسم قسم کی احادیث گو بُی ترجمہ و معنی کے لحاظ سے قطعی الدلالۃ ہین مگر چونکہ بطریق احاد مروی ہین اسلئے قطعی الثبوت نہین ہین اور ظاہر ہے کہ جو احادیث قطعی الثبوت نہون یا قطعی الثبوت ہون مگر معنی مراد پر قطعی الدلالۃ نہون دلیل ظنی ہونگی کیونکہ پہلے صورت مین ان الفاظ کے منسوب الی الشارع ہونے مین شبہ ہے پھر قطعیت کہان اور دوسری صورت مین گوی منسوب الی الشارع ہونا قطعی ہے مگر چونکہ اُسکے معنی و مراد مین چند احتمالات ہین تو حتماً نہین کہہ سکتے کہ فلان معنی ہے مراد شارع ہے اور دوسرے معنی مراد نہین بلکہ بقرائن ایک کو دوسرے پر ترجیح دیکر عمل کرنا ہوگا اس صورت مین چونکہ تعیین مراد ہمارے اجتہاد و استنباط پر مبنی ہے اسلئے وہ معنی مظنون المراد ہونگے قطعی المراد نہونگے الغرض جو حدیث مظنون الثبوت ہو وہ بھی ظنی ہے اور جو مظنون المراد ہو وہ بھی ظنی اور جو دونون لحاظ سے مظنون الثبوت اور مظنون المراد ہو وہ بھی ظنی ہے ہان جو دونون طرح قطعی الثبوت اور قطعی المراد ہو وہ البتہ دلیل قطعی ہوگی جو موجب علم جزمی اور موجب عمل ہوگی یہ تھی مراد فقہار محدثین کی جو بالکل سچی اور پکی بات ہے اب کوئی اپنے قصور فہمی سے اسکو نہ سمجھے تو دوسری بات ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اب بات کہین سے کہین جا پہونچی اصل مقصد دیر سے چھوٹا ہوا ہے اُسکی طرف رجوع مناسب ہے غور طلب یہ امر تھا کہ حدیث کا صحیح السند ہونا اعلیٰ ہے یا موید بالدلائل الاخری ہونا اعلیٰ ہے اگر ایک طرف حدیث صحیح السند ہو مگر موید بالدلائل نہو اور دوسری طرف ضعیف السند ہو مگر موید بالدلائل الاخری ہو تو کس حدیث پر عمل ہونا چاہئے تو فرقۂ ظاہریہ کا زعم تو یہی ہے کہ حدیث صحیح پر عمل کرو ضعیف کو چھوڑو کیونکہ اُنکے نزدیک علی الاطلاق حدیث صحیح حدیث ضعیف سے مقدم ہے اور فقہار اور کمّل محدثین کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت خاص مین چونکہ کمال سندی

ایک طرف ہے اور دوسری طرف کمال تقویت بدلائل اُخریٰ ہو کوی نقص سندی بھی اس جانب ہے تو اس صورت مین یہ حدیث ضعیف موید بالدلائل ہے معمول بہ ہوگی اور دوسری جانب کی حدیث صحیح غیر موید بالدلائل غیر معمول بہ ہوگی کیونکہ کمال سندی بمنزلہ حسن ظاہری کے ہے اور اعتضاد بالدلائل بمنزلہ حسن باطنی کے ہے تو فرقہ ظاہریہ تو حسن ظاہر پر فریفتہ ہوے اور فقہأ مجتہدین اور محدثین مُبصرین حُسن معنوی پر شیفتہ بنے اور ہونا بھی یون ہی چاہیئے اہل ظاہر کا مسلک سرسری نظر پر مبنی ہوتا ہے اور ارباب فقاہت وکیاست کا مطمح نظر باریک اور نازک امر ہوتا ہے مگر کسی کو گمراہ وبددین کہنا نہین چاہیئے ہر ایک اپنے اپنے حوصلہ کے موافق تلاش حق مین لگا ہوا ہے ہان ترجیح بین المسلکین امر آخر ہے سو یہ ترجیح ہر ایک کا حصہ نہین ہے جو شخص حدیث نبوی من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین کا مصداق ہوگا وہ اس نعمت عظمیٰ سے مستفید ہوگا چنانچہ ترمذی شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت مین بیشتر علما نے حدیث صحیح پر حدیث ضعیف موید بالدلائل کو ترجیح دی ہے اور اسی کو اپنا مسلک اختیار کیا ہے اور امام بخاری نے بھی اسی کو احوط قرار دیا ہے دیکھو امام ترمذی نے اولاً یہ حدیث لکھی عن مالك ابن الحویرث اللیثی انہ رای رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی فکان اذا کان فی وتر من صلاتہ لم ینھض حتی یستوی جالسًا اسکے بعد اس حدیث کے متعلق یون تحریر فرمایا قال ابو عیسیٰ حدیث مالك ابن الحویرث حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند بعض اھل العلم وبہ یقول اصحابنا پھر اگلے باب مین دوسری حدیث نقل فرمائی عن ابی ھریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ پھر اس حدیث کی نسبت یون لکھا قال ابو عیسے حدیث ابی ھریرۃ علیہ العمل عند اھل العلم یختارون ان ینھض الرجل فی الصلوۃ علی صدور قدمیہ وخالد بن ایاس ضعیف عند اھل الحدیث سو غور کرو کہ حدیث اوّل باوجود حسن صحیح ہونے کے بعض اہل علم کے نزدیک معمول بہ ہوئی۔ اور دوسری حدیث باوجود ضعیف ہونے کے زیادہ اہل علم کے نزدیک معمول بہ ہوئی سو اسکی وجہ یہی ہے کہ اس حدیث ضعیف کے مویدات بہت زیادہ ہین اور پہلی حدیث کے

Marfat.com

سویدات کم ہین چنانچہ امام بیہقی اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق وغیرہ نے اپنے مصنفات مین
اکابر صحابہ کے بے شمار آثار منقول فرمائے جن سے اس حدیث ضعیف کے تائید ہوتے ہی سب کو
یہان لکھنا خارج از بحث متصور ہوگا طالب حق کو بچشم خود دیکھ لینا چاہیے صرف مصنف ابن ابی
شیبہ سے ایک اثر نقل کرتا ہون جو بروایت نعمان ابن ابی عباس مروی ہے ادرکت غیر واحد
من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فکان اذا رفع احدھم راسہ من السجدۃ
الثانیۃ فی الرکعۃ الاولی والثالثۃ نھض کما ھو ولم یجلس علاوہ برین پہلی حدیث کے
راوی مالک ابن الحویرث ہین جنکا قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین صرف بیس روز
رہا سو محض انکی روایت سے آپکا معمول دائمی یا اکثری جلسہ استراحت کی نسبت سمجھ لینا سخت
غلطی ہے یہ وہی غلطی ہے جسکا ذکر پہلے کرچکا ہون کہ کسی حدیث سے ایک امر کی فعلیت وتحقق معلوم
ہو مگر ظاہر بین اُس سے اُس امر کی سُنیت سمجھنے لگین چنانچہ اکمال فی اسماء الرجال مین ہے۔
مالک ابن الحویرث ھو مالک ابن الحویرث اللیثی وفد علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
واقام عندہ عشرین لیلۃ وسکن البصرۃ۔ ہان یون کہین کہ اس سے جواز جلسہ استراحت
معلوم ہوا اور کسی حدیث سے اسکی ممانعت ثابت نہین ہوئی تو اسمین کچھ حرج نہین سو یہی
مذہب احناف ہے کہ اسکو جائز کہتے ہین مگر ترک جلسہ استراحت کو بقرینہ آثار اکابر صحابہ مسنون
کہتے ہین اور اس جلسہ کو اعذار وعلل پر محمول کرتے ہین علاوہ برین بخاری ومسلم نے تعلیم اعرابی
کے متعلق جو حدیث بروایت ابوہریرۃ نقل کی ہے وہ قولی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ
ثانیہ کے بعد سیدھا کھڑا ہوجانا چاہیے اور ظاہر ہے کہ حدیث قولی بمقابلہ حدیث فعلی کے
عند المحققین ارجح واقدم ہے حدیث بخاری یہ ہے ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع راسک
حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تستوی وتطمئن
جالسا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تستوی قائما ثم افعل ذلک
فی صلوتک کلھا۔ یہ حدیث کتاب الایمان والنذور مین پارہ ۲۷ مین مذکور ہے اور یہی روایت
بخاری نے باب الصلوۃ جزو ثالث مین اور جزو خامس وعشرین کتاب الاستیذان مین نقل فرمائی
ہے مگر اسمین آخر جملہ اس طرح مذکور ہے ثم ارفع حتی تطمئن جالسا سو اس جملہ کو امام

Marfat.com

بخاری نے کتاب الاستیذان مین ابن نمیر کا وہم قرار دیا ہے چنانچہ حدیث ابن نمیر نقل کرکے آگے تحریر فرماتے ہین وقال ابو اسامۃ فی الاخیرۃ حتی تستوی قائما اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری مین بھی اس وہم کو تسلیم کیا چنانچہ کتاب الصلوٰۃ مین اس حدیث کی شرح مین فرماتے ہین واشار البخاری الی ان ھذہ اللفظۃ وھم فانہ عقبہ بان قال قال ابو اسامۃ فی الاخیر حتی تستوی قائما۔ والصحیح روایۃ عبید اللہ بن سعید بن قدامۃ ویوسف ابن موسیٰ عن ابی اسامۃ بلفظ ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تستوی قائما سو جب حدیث قولی سے جلسہ استراحت کی تعلیم ہی ثابت نہین سو حدیث فعلی مین یہی کہا جاویگا کہ ضعف عمری کے سبب یا پیر کی تکلیف کے زمانہ مین جو ایکدفعہ آپ کو گھوڑے سے گرنے سے پیش آئی تھی یا اور کسی وجہ سے لاحق ہوئی تھی آپ نے ایسا کیا ہوگا اس صورت مین دونون حدیث معمول بہ ہو گئین کسی کے متروک کرنے کی حاجت نہین اور یہی توجیہ ابو حمید ساعدی وغیرہ کی روایات مین جن سے جلسہ استراحت کی فعلیت معلوم ہوتی ہے جاری ہے ورنہ اکابر صحابہ کا یہی عملدرآمد ہوتا ترک جلسہ کو معمول بہ نہ ٹھہراتی بالجملہ حدیث ضعیف موید بالدلائل کا حدیث صحیح غیر موید بالدلائل سے ارجح ہونا تو امام ترمذی کی کتاب سے بطور انموذج معلوم ہو چکا رہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اسکو احوط کہنا سو ملاحظہ کیجئے باب مایذکر فی الفخذ قال ابو عبد اللہ ویروی عن ابن عباس وجرھد ومحمد بن جحش عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفخذ عورۃ وقال انس حسر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن فخذہ قال ابو عبد اللہ وحدیث انس اسند وحدیث جرھد احوط۔ یہ باب کتاب الصلوٰۃ مین منعقد ہے سو غور کیجئے کہ امام المحدثین نے اولاً تین حدیثون کیطرف اشارہ کیا جن سے فخذ کا ستر ہونا معلوم ہوتا ہے اور اشارہ بھی بصیغہ تمریض جس سے عند المصنف انکا ضعیف ہونا معلوم ہوا چنانچہ امام بخاری نے کتاب التاریخ مین انکی تصریح بھی کی ہے پھر ثانیاً حدیث انس کو مختصراً بیان کیا جس سے فخذ کا غیر ستر ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس حدیث کو اکمل السند بیان فرمایا مگر باانہمہ پہلی احادیث ضعیفہ پر عمل کرنے کو احوط فرمایا سو معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی فرقہ ظاہریہ کے قاعدہ کو کہ حدیث صحیح بمقابلہ ضعیف حدیث

ﻉ یعنی یہ روایت جسمین دوم سجدہ کے بعد اُٹھنے کی تعلیم ہے وہ صحیح ہے ۱۲

معمول بہ ہوگی علی الاطلاق تسلیم نہین فرماتے بالجملہ صحاح ستہ کی تلاش سے بیشمار مواقع
ایسے نکلتے ہین کہ یہ ائمہ حدیث بھی اس قاعدہ کو تسلیم نہین فرماتے ہین بلکہ اسمین تفصیل مذکور
بالامکنون خاطر رکھتے ہین وجہ اسکی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ صحت اصطلاحی کو صحت واقعی
لازم نہین اور ضعف اصطلاحی کو بطلان نفس الامری ضروری نہین ہے کیونکہ صحت وضعف کا
حکم لگانا عباد کی تلاش کا ثمرہ ہے جسمین گوناگون خطاؤن کا احتمال ہے سو حدیث ضعیف
کی تائید اگر اور کسی ذریعہ سے نہوتی تب تو اسکو بمقابلہ صحیح حدیث کے مجبوراً ترک کرنا پڑتا مگر
جب اُسکی تائید اور دلائل سے ہے تو اُسکو ترک کرنا اُسکے تمام مویدات کو ترک کرنا متصور ہوگا
جو کسی طرح جائز نہین ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف مین اطمینان کلی نہین ہوتا جیسا کہ حدیث
صحیح مین ہوتا ہے مگر جب مثلاً توارث صحابہ وتابعین سے اُسکی تائید ہوگئی تو وہ بے اطمینانی
مبدل باطمینان ہوگئی اب اُسکے رد کرنے کی کوئی وجہ نہین ہان تقدم تاخر پر نظر کرکے ایک کو
متروک کرین اور ایک کو معمول بہ ٹھہراوین تو یہ دوسری بحث ہے جو صحیح حدیثون مین بھی جاری
ہے الغرض بمقتضای دیانت وفراست یہی ہی کہ محض سند کے ضعف وصحت پر رد وقبول
کا دار مدار نرکھا جاوے ایسا سمجھنا ایک بھاری غلطی ہے بلکہ اور دلائل پر نظر کرکے جو امر منقح
ہو اُسکو معمول بہ بنانا چاہیے اب اتنی ایک اصولی غلطی سے ہزارہا مسائل ومباحث مین
غلطی واقع ہوگئی پھر اسپر اورون کو خاطی اور اپنے کو مصیب کہتے ہین الحمدللہ کہ اب اس پیچیدہ
مرحلہ سے نجات ہوئی اخیر نتیجہ اس طویل بحث کا یہ ہے کہ فرقہ ظاہریہ کے دونون قاعدے غلط
ہین اوّل یہ کہ حدیث صحیح ہر حالت مین لائق عمل ہی دوم یہ کہ بحالت تعارض حدیث صحیح و
حدیث ضعیف پہلی حدیث معمول بہ ہوگی اور دوسری متروک العمل ہوگی جب یہ قواعد ہی غلط
ہین تو ہم متاخرین کا ائمہ سابقین پر یہ اعتراض کہ فلان امام نے حدیث ضعیف پر عمل کیا اور صحیح
حدیث کو چھوڑا ہے خود غلط ہوگا کیونکہ اُن ائمہ کو زمانہ صحابہ اور تابعین سے نہایت قرب حاصل
تھا اُنکے تعامل وتوارث پر مطلع تھے پھر حدیث ضعیف کو جو توارث سلف سے موید تھے وہ کیسے
رد کرتے اوّل تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ حدیث اُنکے نزدیک بھی ضعیف تھی ممکن ہے کہ سلسلہ سند
کے بڑھنے سے متاخرین کے نزدیک ضعیف ہوگئے اور بالفرض اُنکے نزدیک بھی ضعیف ہو تو

Marfat.com

تعامل صحابہ وتابعین سے اُسکا جبر نقصان ہوگیا پھر اُسکو کیسے رد کرتے حق یہ ہی کہ جسقدر تعامل صحابہ وتابعین حجت قویہ ہے صحت سند اسقدر حجت مضبوط نہین اگر بخاری ومسلم وغیرہ تصنیف نہوتی تو یہ احادیث ہم تک پہونچنے مین سب یا اکثر ضعیف ہوجاتی سو جیسا ان ائمہ حدیث کی نزدیک کسی حدیث کا معتبر ہونا پچھلون کے لئے کافی ہے ایساہی ائمہ سابقین کا کسی حدیث کو معمول بہ بنانا متاخرین کے لئے اسکی صحت نفس الامری کے حق مین حجت شافی ہی اگرچہ ہم تک وہ بسند ضعیف پہونچی ہو کیونکہ یہ عیب طوالت سند کا کرشمہ ہے حدیث کا ذاتی عیب نہین ہے ان اصول وقواعد پر جو عالم کاربند ہو اُسکا محدث وفقیہ لقب ہے ورنہ ترجمہ لفظی سے کچھ کام نہین چلتا بلکہ اولٹا فتنہ وفساد قائم ہوتا ہے ۵ ہرچہ گیرد علتی علت شود + اسی لئے بندہ اُن علماء سے متفق الرائے نہین ہے جو محض اتنی بات سے جامہ سے باہر ہوجاتے ہین کہ ہمنے مخالف کی فلان فلان حدیث مین فلان سقم سندی ظاہر کردئے ہین سو اس سے کیا ہوتا ہے ہریک فرقہ بہت سے مسائل مین ضعیف احادیث سے استدلال کرتا ہے سو اولاً اپنے گھر کی تو خبر لین پھر دوسرے پر طعن وتشنیع کرین ایسی مسرت ظاہر کرنیوالے خواہ متبعان ائمہ عظام ہون خواہ مدعیان حدیث ہون دونون کی مسرت بیجا ہے کیونکہ حدیث ضعیف سے استدلال کرنیکا عیب صرف مقلدین ائمہ کا ہی حصہ نہین ہے بلکہ مدعیان حدیث بھی اس عیب سے بری نہین ہین سینہ پر ہاتھ باندھنا اور سنت فجر کا قبل الطلوع قضا کرنا اور اوقات مکروہ مین نوافل کا جواز مکہ معظمہ مین وغیرہ وغیرہ سب کچھ مدعیان حدیث کا مسلک ہے مگر کونسی حدیث صحیح سے ثابت ہے ذرا ثابت تو کرین اگر یون کہین کہ ہمنے ان احادیث ضعیفۃ السند سے دوسری حدیثون کی تخصیص کی ہے تو وہی خدشہ پیش آویگا کہ صحیح السند کی تخصیص ضعیف السند سے کیسے جائز ہے حالانکہ مخصص حکم سابق کا رافع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ رافع اگر مرفوع سے اعلی نہو تو اُسکے مساوی تو ہو کم درجہ سے اعلی درجہ کا رفع کونسا اہل انصاف تسلیم کرسکتا ہے الحاصل ترک کرنیکے لئے محض ضعف سند اہل حق کے نزدیک وجہ موجہ نہین ہے بلکہ اس کے ترک کیلئے اور وجوہات ہین جسکی تفصیل اصول فقہ اور اصول حدیث مین مشرح ومفصل ہی یہانتک احکام شرعیہ کی پانچوین قسم کے متعلق گفتگو تھی اگرچہ اسکے بیان مین زیادہ طول ہوگیا مگر

Marfat.com

بہت سے کارآمد مباحث اسمین طے ہو گئے اور بہت سے اغلاط عوام کا قلع وقمع ہو گیا جو شخص
ان تحقیقات کو نصب العین رکھکر متنازعہ فیہ مسائل مین گفتگو کریگا خطاؤن سے محفوظ رہیگا کم ازکم
اتنا تو ضرور ہوگا کہ دوسرے اکابر کو خطا کار نہ سمجھیگا کیونکہ یہ مباحث ہی ایسے دقیق اور معرکۃ الآرا
ہین کہ ہر شخص سے انکی تہ تک رسائی حاصل کرنے مین فی الجملہ فروگذاشت ہو جاتی ہی سو جبکہ کوئی
اصولی فروگذاشت کی فروعی اغلاط کا اسکو احساس نہو گا سو اسکو معذور سمجھنا چاہئے ہر باب مین
اصابۃ بحق علام الغیوب کا ہی خاصہ ہے سو احتمال خطا ہر دو جانب ہے تو کسی کو یہ زیبا نہین کہ اپنے
آپ کو حتماً مصیب سمجھے اور دوسری کو جزماً خاطی خیال کرے کہ المجتہد یخطی ویصیب
مسئلہ مسلمہ ہے ہان ظناً اپنے آپ کو مصیب اور اپنے مخالف کو خاطی خیال کرنا جملہ مجتہدین کا
مسلک ہے سو اسمین کچھ حرج نہین کہ ہر شخص اپنے نزدیک ارجح جانب پر عمل کرنے کا مامور ہے
ایسے ہی مواقع مین حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا واجتہد برائی ولا آلو وارد ہے اور
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تقریر فرمائی اور اسپر خوشنودی ظاہر فرمائی اسکی تکلیف کسی کو
نہین دیگئی کہ نفس الامری حق کو حاصل کرو اور اسپر عمل کرو کیونکہ یہ تکلیف مالایطاق ہے جو ہرگز
واقع نہین ہے قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اس تحقیق کے بعد اس نزاعی
مبحث کا تصفیہ بھی آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے جو بعض متقدمین کے نزدیک مختلف فیہ سمجھی
جاتی ہے یعنی بعض کا خیال ہے کہ کل مجتہدٍ مصیبٌ اور بعض فرماتے ہیں
کہ المجتہد یخطی ویصیب یہ نزاع اگرچہ بظاہر حقیقی نزاع معلوم ہوتا ہے اس صورت
مین ضرور ایک کلام حق ہوگی اور ایک باطل مگر غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوّل جملہ
کے قائلین کا مطلب یہ ہے کہ کل مجتہد مصیبٌ للاجر والثواب یعنی ہر مجتہد اپنی طاقت ووسع
صرف کرنے مین ضرور اجر وثواب کا مستحق ہے دُوہرا ثواب نہی اکہرا ثواب ضرور پائیگا
بخاری ومسلم مین ہے اذا حکم الحاکم فاجتہد واصاب فلہ اجران واذا اجتہد واخطاء فلہ اجر
واحد اس صورت مین مصیبٌ کا مفعول محذوف لفظ (اجر وثواب) ہی نہ کہ لفظ حق اور دوسرے جملہ کے
قائلین کا یہ مطلب ہے کہ امر واقعی کو مجتہد کبھی پالیتا ہے اور کبھی نہین پاتا ہے مگر اجر وثواب
بہرحال پاتا ہے سو اس صورت مین یخطی ویصیب کا مفعول لفظ (الحق) ہے سو دونون کلام

Marfat.com

اپنے اپنے موقع مین صحیح ہین اس صورت مین یہ لفظی نزاع ہوا نہ کہ حقیقی کیونکہ پہلون نے اصابتہ
حق مین ہر مجتہد کو مصیب نہین کہا بلکہ اصابۃ اجر مین مصیب کہا اور دوسرون نے اجر پانے
مین خاطی و مصیب نہین کہا ہی بلکہ امر واقعی کے پانے مین خاطی و مصیب کہا ہے مگر اجر پانے
مین سب مصیب ہین یہان سے یہ بات بھی سمجھ مین آگئی ہوگی کہ چارون مذہب کے حق ہونے سے
یہی مراد ہے کہ سب عند اللہ ماجور ہین اور حق راجح کی تلاش پر منجانب اللہ مامور ہین نہ یہ کہ
سب نے حق نفس الامری پالیا ہے کسی کو اصابۃ حق مین خطا نہین لگی یہ معنی بدیہی البطلان ہین
مگر چونکہ سب اسمین مواخذہ اخروی سے بری ہین اور ثواب مقررہ کے مستحق ہین اسلئے سب کے
مسالک کو برحق کہتے ہین اس لحاظ سے طریقہ باطل اسکو سمجھنا چاہیئے کہ اسمین علاوہ خطاء
نفس الامری کے مواخذہ خداوندی بھی اسکے ساتھ ہو جیسے طرق بدعات یا رسوم مذمومات
کہ انکے اختیار کرنے مین حبط عمل کی وعید بہت سے احادیث مین وارد ہے مگر طریقہ اجتہاد
واستنباط بدعت نہین ہے جیسا کہ آج کل کے جہلا زعم رکھتے ہین بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ سے رائج ہے اور آپنے اسکی تشریح وتقریر فرمائی چنانچہ اسکی تحقیق آیندہ قسم ششم مین
آتی ہے قسم ششم وہ امور ہین جو قرآن مجید اور احادیث سے صراحۃً ثابت نہین مگر اشارۃً
یا دلالۃً یا اقتضاءً یا اور کسی طرق خفیہ سے انکا پتہ چلتا ہے سو انکے اثبات مین مجتہدین کے
استنباط کی ضرورت ہوتی ہے سو اس بارہ مین جسکا استنباط زیادہ اکمل ہوگا وہی اسرار قرآنی
اور رموز احادیث پر زیادہ مطلع ہوگا اور اسی کی معلومات مستنبطہ کا ذخیرہ زیادہ ہوگا سو
اس ذریعہ سے اشیاء غیر منصوصہ کے احکام موارد منصوصہ سے نکلتے ہین اس تحصیل احکام
کا نام اصطلاح فقہاء مین قیاس شرعی ہی اور اسکا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے اسکا
انکار کرنا جہالت وضلالت ہے اگر اس بحث مین شرح وبسط کیا جاوے تو بات خارج از
مبحث ہو جاویگی اسلئے چند آیات واحادیث لکھتا ہون غور کرنے والے حضرات شرعیت
قیاس پر ان سے ادلہ قائم کر لینگے۔ قال اللہ تعالی ونزلنا علیک الکتاب تبیانا
لکل شیء سو اگر قیاس مشروع نہین ہے تو نصوص ظاہرہ سے ہر شے کا حکم کیسے معلوم ہو سکتا
ہے اور اس کلام معجز نظام کو کسطرح صادق کہہ سکتے ہین۔ دوسری آیت ملاحظہ ہو فاعتبروا

Marfat.com

یا اولی الابصار تیسری آیت ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون چوتھی آیت و من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراکثیرا پانچوین آیت ان فی ذلک لآیاتٍ للمتوسمین۔ دوسری آیت مین حکم ہے کہ شئے مذکور سے غیر مذکور کی طرف عبور کر جاؤ جو بعینہ تعدیہ حکم ہے اور اسی کو قیاس شرعی کہتے ہین۔ تیسری آیت مین اشارہ ہی کہ اس کتاب مین سمجھدارون کے لئے بہت سے نشانات ہین یعنی امور غیر معلومہ کے لئے اُن کے ذریعہ مطلوبات خفیہ کی طرف رسائی ممکن ہے جو بعینہ وصف مشترک جامع بین النصوص و المقیس کی طرف مشیر ہے چوتھی آیت مین اشارہ ہے حکمت شرعیہ کی طرف وہ کیا ہے ہر حکم کی لمیات اور علل اور اسباب و شروط اور موانع وغیرہ کو تحقیقات واقعیہ کے ساتھ متمایز کر لینا اور اور ہر یک کے جُداگانہ حالات نفس الامر پر واقف ہوجانا جسکی کماینبغی تشریح یہان ناممکن ہے اصول فقہ اس تشریح کا کفیل ہے اُسکو شوق کیساتھ پڑھو وسعت علمی حاصل ہو گی پھر کمال قرآن و حدیث کو متجلی پاؤ گے پانچوین آیت مین اشارہ ہے کہ ہر شخص رموز قرآنی پر مطلع نہین ہو سکتا ہے بلکہ یہ خاص مستنبطین کا حصہ ہے جنکا یہ خیال ہی کہ قرآن و حدیث مین سوا ے معانی ظاہرہ کے اور کوئی مضمر کمال نہین ہے وہ زمرہ جُہلاء مین ہین اور یہ اُنکا بیہودہ خیال ہے مشکوۃ شریف مین بروایت عبد اللہ بن مسعود یہ حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنزل القراٰن علی سبعۃ احرف لکل آیۃ منہا ظہر و بطن و لکل حد مُطَّلَع سو جو لوگ اُس حد تک ہی نہین پہونچے جہان سے رموز خفیہ اور اسرار غامضہ کی جھلک نمایان ہوتی ہی وہ کیا خاک کمال قرآنی کے قائل ہونگے علی ہذا حدیث نبوی بھی اسرار لطیفہ سے لبریز ہے کیونکہ منجملہ خصائص ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بھی ہے کہ اوتیت جوامع الکلم سمہذا بروایت امام احمد و ترمذی و ابوداؤد وغیرہ یہ حدیث موجود ہے عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظہا و وعاہا و اداہا فرب حامل فقہ غیر فقیہ و رب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ سو اگر الفاظ حدیث مین سوا ے ترجمہ ظاہری کے اور کوئی راز خفی نہین ہے تو حامل حدیث کا غیر فقیہ ہونا یا بہ نسبت محمول الیہ کے یا بہ نسبت اُسکے کم فقیہ ہونا کیسے درست

ہو سکتا ہے سو معلوم ہوا کہ یقیناً احادیث رسول اللہ ﷺ مین علاوہ مدلولات ظاہرہ کے اور بھی
مدلولات خفیہ ہین جسکو بعض علما سمجھ سکینگے اور بعض نہین کیونکہ انسانی فطرت مین تفاوت
جبلّی علماً و عملاً موجود ہے جسکی طرف آیۃ قرآنی وفوق کل ذی علم علیم مشیر ہے جب یہ ہے
تو مستنبطین کا استنباط بھی یکسان نہوگا بعض کا ماخذ استنباط لطیف و دقیق ہوگا اور
بعض کا ماخذ جلی و ظاہر ہوگا پھر لامحالہ مسائل قیاسیہ مین اختلاف عظیم پیدا ہوگا اور گذشتہ
قسم پنجم سے بھی زیادہ اس قسم مین اختلافات کا ظہور ہوگا مگر اس اختلاف سے منقبض و ملول
ہونا نہین چاہیئے کہ یہ موجب رحمت ہے اور اُمت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث
رُستگاری ہے اس بحث کو ہم اوراق گذشتہ مین مبسوط و مشروح لکھ چکے ہین مکرر اسکو ملاحظہ
فرمائین بالجملہ قیاس شرعی کا مبنے چونکہ از بس خفی ہے اور موارد نصوص مین علت حکم کی تعیین
نہایت دقّت طلب ہے پھر حکم نص کو دوسری اشیاء غیر منصوصہ کی طرف بعلت مشترکہ تعدیہ
کرکے لیجانا بہت سے شرایط سے مشروط ہے جسکی تفصیل و تشریح کتب اصول مین ملاحظہ ہو اور
اُس امر غیر منصوص مین موانع خاصہ کا اجتماع یا ارتفاع بھی غور طلب ہے اسلئے قیاس شرعی
تمام دلائل ظنیہ مین سے ادنے درجہ کی دلیل ہے اسلئے اسکو مثبت حکم نہین کہتے ہین بلکہ مُظہر
حکم کہتے ہین القیاس مظہر لا مثبت تمام فقہاء امصار کا مسلمہ مسئلہ ہے اور اسی واسطے
اسکو چوتھی مرتبہ مین قرار دیکر دلیل رابع سے موسوم کیا ہے جسکا ثمرہ یہ ہے کہ جب تک کہ آیت
وحدیث اور اجماع سلف سے کسی مسئلہ کا پتہ چلے قیاس کی حاجت نہین اور اگر ان دلائل
ثلثہ اور قیاس مین تعارض ہو تو قیاس متروک ہوگا ہان اگر باہم اُن مین توافق ہو تو قیاس
کی صحت اور بھی پختہ ہو جاویگی اور عقلاً و نقلاً وہ مسئلہ محقق ہو جاویگا مگر جو مسائل محض
قیاس شرعی سے ثابت ہین اور کسی دلیل سے ثابت نہین وہ چندان ہوثوق بہ نہین
ہین اپنے اصرار اور دوسرے کے قیاس کو زیادہ رد و کد کرنا زیبا نہین ہے اسی واسطے
مجتہد فیہ مسائل مین جس پہلو کے ساتھ قضاے قاضی لاحق ہو جاوے دوسرے قاضی
مخالف الخیال کو اسکا توڑنا جائز نہین ہے کہ القضاء ما قضیت جملہ مذاہب متداولہ
کا ایک مسلمہ ضابطہ ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر دو فریق کے قیاسات ظنی ہونے مین برابر ہین

Marfat.com

وہ بھی دلائل ظنیہ مین ادنیٰ درجہ کی دلیل ظنی ہی سو جب ایک جانب قضاء قاضی لاحق ہوگی
تو بمقتضائے آیت قرآنی اطیعوا اللہ[لہ] واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اطاعت
قاضی واجب ہے سو لامحالہ سب کو اسکی اطاعت سے کوئی مفر باقی نہین رہا کیونکہ ماسوائے
معصیت یقینیہ کے اولی الامر کی اطاعت جملہ امور مین واجب ہے حدیث شریف مین آیا
ہے لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق اور دوسری حدیث بخاری ومسلم کی ہے
السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب وکرہ مالم یوٴمر بمعصیة .
فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة تیسری حدیث بھی متفق علیہ صحیحین
کی ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن
عصانی فقد عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد
عصانی ہان اگر مستفتی دو مفتیون سے مسئلہ پوچھے تو ہر مفتی کو یہی ضرور ہے کہ اپنے نزدیک
جو جانب راجح ہو اسکا فتویٰ دیوے دوسرے مفتی کی موافقت ومخالفت پر نظر نکرے کیونکہ
مفتی کو منصب الزام واجبار علی الغیر حاصل نہین ہے ہان اپنے نزدیک جو بات اوفق وارجح
معلوم ہو بیان کرے یہ تخالف بمنزلہ تخالف اہل شوری ہی جو بمقتضائے ارشاد خداوندی و
امرہم شوری بینہم شرعاً محمود ہے جیسے دنیاوی مصالح مین اہل شوریٰ کا باہم تخالف
مذموم نہین بلکہ مستحسن ہے ایسے ہی دینی مسائل مین علماء کا باہم تباین آرای مذموم نہین
بلکہ موجب رحمت ہے کہ امت کی رستگاری کے بہانون مین ایک بڑی وسعت نکل آئی ہی
بناءعلیہ مسائل قیاسیہ مین زیادہ تشدد ہر دو جانب سے نازیبا ہے یہ بموقع تشدد تنگ خیالی
اور کوتہ نظری کی دلیل ہے بالجملہ قیاس شرعی کا ثبوت آیات قرآنی سے تو اوپر لکھ چکا
ہون اب حدیث سے بھی اسکا اثبات ضروری ہے بروایت ترمذی وابوداود ودارمی
یہ حدیث موجود ہی عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لما بعثہ
الی الیمن قال کیف تقضے اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان
لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنة رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد
فی سنة رسول اللہ قال اجتہد رائ ولا آلو قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ

[لہ] ترجمہ اللہ اور رسول اور اپنے حاکم کے حکم پر چلو ۱۲

Marfat.com

علیہ وسلم علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما
یرضی بہ رسول اللہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجتہد کو جب کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی امر کا پتہ نہ لگے تو اپنی رائے صائب سے اُسکی تلاش مین جد وجہد کرے
اس مجتہدانہ غور وفکر کو استنباط کہتے ہین اور اسکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پسند فرماکر
اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا کہ اُسنے میرے فرستادہ کو اُس بات کی توفیق عنایت فرمائی جسکو
مین پسند کرتا ہون۔ اس سے زیادہ اور احادیث لکھنے کی حاجت نہین ہے طالب حق کے
لئے اتنا ہی کافی ہے جب قیاس شرعی کا ثبوت قرآن وحدیث سے ثابت ہوا تو اس کے
انکار کرنے والے اگر نادان نہین تو کیا ہین بہر نہج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر صحابہ
وتابعین اور ائمہ مجتہدین تک قیاس شرعی برابر رائج رہا ہے اگر قیاس جائز نہوتا تو آج
مدک وچرس چانڈو وتاڑی افیون وغیرہ کی نسبت حکم حرمت وکراہت کچھ بھی نہ لگا سکتے
کیونکہ انکا ذکر اصلا نصوص ظاہرہ مین نہین ہے سو اسکا انکار کرنا تو محض خام خیالی ہی ہان
یون اگر کہین کہ ہر مجتہد کے جملہ قیاسات صحیح نہین ہوتے بلکہ اسمین بہ نسبت روایات آحاد کے
خطا کا احتمال اور بھی زیادہ ہے تو کچھ مضائقہ نہین ہے کیونکہ اوّل تو بنی آدم ذکاوت فراست
مین فطرۃً متفاوت ہین دوسرے مورد نص کا شمول امر غیر منصوص کو مشتبہ الحال ہی تیسرے
اگر اُسکا شمول بھی باور کیا جاوے تو مورد نص مین متعدد اوصاف مین سے ایک وصف خاص
کو علۃ حکم منصوص قرار دینا یقینی نہین ہے چوتھے اگر علت بھی بظن غالب متعین ہوجاوے تو
مقیس کا مقیس علیہ کے مساوی ہونا محل تامل ہی پانچوین اگر اُسکا مساوی ہونا بھی مسلم ہو تو
پھر مقیس مین کسی مانع خارجی کا ہونا موجود ہونا نہونا محتمل ہے علیٰ ہذا اور بھی بعض احتمالات
باقی ہین پھر ان احتمال در احتمال حالات کے بعد مقیس پر جو کچھ حکم بھی لگایا جاوے تو ظاہر ہے
کہ وہ حکم ایک مجتہد کا ہے سب کا حکم نہین ہے اور ظاہر ہے کہ ہر عصر مین ائمہ مجتہدین استنباط
احکام مین مختلف الخیال ہین اسلئے وہ حکم قیاسی بہت ہی کم قابل اعتماد ہوگا اسی وجہ سے
ہر مجتہد کے قیاسات بھی خاص ایک امر کے متعلق باہم بہت کچھ مختلف ہین بنا برعلیہ یہی مناسب
ہے کہ ہر قیاس کی ابرام واحکام مین زیادہ دردسری اُٹھا کر دوسرون کے قیاس کی تسقیم و

Marfat.com

تعلیل مین ہمت نہ لگائی جاوے کہ اس مباحثہ و مشاجرہ مین اطمینان کافی ایک جانب بہت کم میسر آتا ہے اب ہم اس طویل الذیل تقریر کا خلاصہ مجملاً بیان کرکے شبہ مذکورہ کے جواب تفصیلی کو ختم کرتے ہین - خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے مضامین چھہ اقسام ہین - اوّل از قسم اعتقادیات جنپر اذعان قلبی ہر مومن کے لئے ضروری ہے - دوّم وہ اعمال واشغال جنکا تعلق تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق سے ہے - سوم قصص وحکایات یا امثال وغیرہ جن سے ترغیب وترہیب مد نظر ہے - چہارم وہ اصولی احکام قطعیہ غیر متعارضہ جنکا تعلق تجویز عبادات یا تشریع معاملات سے ہے - پنجم وہ فروعی احکام جو آیات محتملۃ المعانی یا احادیث متعارضہ سے ثابت کئے جاتے ہین - ششم وہ احکامات جو آیات واحادیث سے تو صراحۃً ثابت نہین ہوتے مگر دلالۃً یا اشارۃً یا اقتضاءً یا اور کسی طریقہ خفیہ سے مفہوم ہوتے ہین اور انمین مجتہدین کے اجتہاد کو مساغ ومجال ہی یعنی وہ مسائل قیاسیہ ہین سو اب ہم کہتے ہین کہ پہلے چار اقسام تو قرآن مجید یا حدیث شریف کا لب لباب اور مقصود اعلیٰ ہین اور ان پر کاربند ہونا نفوس انسانی کے لئے مراقی فلاح ونجاح ہے ان مضامین مین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر اسوقت تک جملہ اہل سنت والجماعت کو اصلاً اختلاف نہین ہی اور اسی اتحاد وائتلاف پر فرقہ ناجیہ کی دیگر فرق باطلہ سے امتیاز کا دارومدار ہے اور یہی فرقہ ارشاد نبوی ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہے سو بحمد اللہ کہ ائمہ اربعہ ان مضامین مین باہم متفق اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے والے ہین اور بہمہ وجوہ عامل بالقرآن والحدیث ہین باقی رہی قسم پنجم سو چونکہ وہ احکام ہی ایسے ہین کہ انکے بارہ مین آیات محتملۃ المعانی یا احادیث متعارضہ وارد ہین سو انمین بھی بمقتضاے حدیث معاذ جو ابھی گذر چکی ہی شارع علیہ السلام نے اجتہاد بالراے کا حکم دیا ہے سو اسکی تعمیل صحابہ کرام نے بھی کی ہی اور ائمہ ہدیٰ نے بھی سو انمین بھی ائمہ اربعہ صحابہ کرام کے پیرو ہین صحابہ رضی اللہ عنہم نے بعض حدیث کو بوجہ تعارض آیۃ قرآنی یا سنت مشہورہ رد کیا ہی یا اسکی تاویل کی ہی چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فاطمہ بنت قیس کی اُس حدیث کو رد کیا جسکا مطلب تھا کہ معتدۃ الثلث کا سکنی ونفقہ واجب نہین ہے اور آیت قرآنی وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین کو اپنا متمسک سمجھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث

Marfat.com

المیت یعذب ببکاء الحی علیہ کو بتعارض آیت قرآنی ولا تزر وازرۃ وزر اخری رد
فرمایا علی ہذا شب معراج رویت خداوندی صحابہ مین مختلف فیہ رہی ہے بعض بوجہ آیت
قرآنی لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار اسکے انکاری ہوے اور بعض اسکے
مثبت ہین یہان اسکی بحث نہین ہی کہ کسکا قول حق ہی اور کسکا خطا مقصود یہ ہے کہ
صحابہ مین کسی حدیث کا ردّ و انکار بوجہ دوسری دلیل قوی کے مروج رہا ہے تو یہ بھی سنت
صحابہ ہوئی اور یہی سنت ائمہ اربعہ اور دیگر محدثین مین اب تک جاری ہے سو جیسے صحابہ کرام
باوجود اس ردّ و انکار کے عامل بالقرآن والحدیث ہی ہین تو ائمہ اربعہ و دیگر محدثین کیون
عامل بالقرآن والحدیث نہونگے اُنکے ذمہ یہ الزام عاید کرنا کہ انہون نے قرآن وحدیث کو
چھوڑا ہے محض دھوکہ اور سفسطہ ہی نہین بلکہ جیسے صحابہ کرام باوجود اختلاف باہمی مہتدی ہین
ایسے ہی ائمہ اربعہ و دیگر محدثین بھی باوجود فروعی اختلاف کے مہتدی ہین چنانچہ حدیث رزین
بتمامہ شروع رسالہ مین ہم لکھ چکے ہین اتنا جملہ یہان بھی لکھتے ہین فمن اخذ بشیٔ مما ھم
علیہ من اختلافھم فھو عندی علی ھدیً اسکی علت ولم یہ ہے کہ نصوص محتملۃ المعانی
اور احادیث متعارضۃ الورود مین مقصود شارع یہ ہی کہ علماء امت تعیین مراد مین نیک نیتی کے
ساتھ اجتہاد و استنباط کرین اصابۃ حق اگر میسر آئی تو دوہرا ثواب ملیگا ورنہ ایک ثواب تو
ضرور ہی ملیگا اس تلاش و تجسس کو ھدیٰ کہتے ہین اصابۃ حق کا نام ھدیٰ نہین ہی بلکہ اُس
طریق پر چلنے کا نام ہدی ہی جو اللہ ورسول کو پسندیدہ ہے اسیوجہ سے حدیث بالا مین ارشاد
خداوندی فھو عندی علی ھدیً وارد ہے سو یہ زعم خود غلط ہے کہ جسکو اصابۃ حق نہین
ہوئی وہ گمراہ ہے ورنہ بعض صحابہ کو مختلف فیہ مسائل مین معاذ اللہ گمراہ کہنا شرعًا جائز ہوگا
نہین بلکہ وہ بھی راہیاب ہے گم کردہ راہ اور شخص ہے اور گم کردہ مقصود اور ہے پہلے کو شرعًا
ضال کہتے ہین جو راہ حق کا تارک ہے اور اصل مقصود کا بھی فاقد ہے اور دوسرے کو مہتدی
کہتے ہین جو مستحق ثواب ضرور ہے گو مصیب حق نہین اور اگر مصیب حق بھی ہو تو سبحان اللہ
وہ مہتدی بھی ہوگا اور مفلح بھی کہلائیگا اس لحاظ سے طالب شے کی تین قسم ہوئین اوّل ضال
جو راہ اور مقصود دونون کا تارک ہے دوم مہتدی خاطی جو رہ یاب ہے حق یاب نہین مگر

Marfat.com

مستحق ثواب ضرور ہے سوم مہتدی مصیب جو رہیاب بھی ہے اور حق یاب بھی ہی جو المضاعف ثواب کا مستحق ہی اب یہان سے سمجھ مین آگیا ہوگا کہ مذاہب اربعہ کے برحق ہونے کے یہ معنی ہین کہ سب عند اللہ راہ پسندیدہ پر چلنے والے ہین اور سب ماجور و مشکور ہین کسی سے خطا کاری پر مواخذہ و مناقشہ نہوگا یہ معنی نہین کہ سب مصیب حق ہین کیونکہ یہ معنی بدیہی البطلان ہین کہ حق متعدد نہین ہوسکتا حق الامر ایک ہی ہوتا ہے سو یہان بھی یہ فرق سمجھ لینا ضروری کہ راہ حق پر ہونا اور چیز ہے اور حق پر پہونچ جانا اور چیز ہے پہلے معنی کے لحاظ سے مذاہب اربعہ کو علی الحق کہتے ہین کہ راہ پسندیدہ شارع پر چل رہے ہین اور دوسرے معنی کے لحاظ سے المجتہد یخطے و یصیب ہر مجتہد کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ ہر مذہب مین احتمال خطا و صواب ہے مگر حصول اجر و ثواب ہر مذہب مین متحتم ہے اسیوجہ سے بندہ کہتا ہی کہ ان اختلافات کے پیچھے پڑنا محض تضیع اوقات ہے ثواب ہر مذہب کی پیروی مین حاصل ہے مگر افسوس ہے کہ آجکل ایک فرقہ سفہاء ایسا پیدا ہوگیا ہے کہ ان مذاہب اربعہ کو دوزخ کا چوراہہ بتاتے ہین اور ان پر چلنے والون کا مقر و ماوی جہنم ٹہراتے ہین علی ہذا تصوف کی سلاسل اربعہ کو شرک و بدعت ٹہراکر سلاسل سقر جتاتے ہین کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا اسیواسطے انکی مزعومات کی تردید ہمکو مناسب معلوم ہوئی ورنہ ایسی تحریرات کی طرف کبھی میلان قلبی نہین ہوا بالجملہ آیات متعارضہ اور احادیث متناقضہ مین جو مسالک صحابہ کرام کا تھا وہی ائمہ اربعہ کا ہے سر مو تفاوت نہین سو جیسے وہ مہتدی تھے یہ بھی ہین اہل حدیث ہزار سر ٹپکین تفرقہ کی وجہ موجہ بیان نہین کرسکتے ہین ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا اسکے بعد قسم ششم کا قصہ تو خود سہل ہے کہ یہان قیاس کو قیاس سے تعارض ہے کسی آیت و حدیث سے تعارض نہین سو اسکو خدا و رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصل فرما دیا کہ جب آیت اور حدیث سے پتہ نچلے تو اپنی رائے سے اجتہاد و استنباط کرو حدیث معاذ ابھی گذر چکی اسکو ملاحظہ کرو جسکے آخری الفاظ یہ ہین الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ سو مجتہدین کے اجتہاد کی ضرورت ان دو ہی جگہ ہوتی ہی ایک وہان کہ دلائل متعارضہ یا نصوص محتملة المعانی کسی امر کے متعلق وارد ہون اور ایک اس جگہ کہ

آیات واحادیث سے صراحۃً ایک شئے کا حال کچھ معلوم نہوتا ہو تو لامحالہ بذریعہ قیاس صحیح اُسکا کچھ حکم قایم کیا جاوے ایسے احکام کو مسائل قیاسیہ یا احکام مستنبطہ کہتے ہین سو ابھی معلوم ہوچکا کہ ایسے مواقع مین راے واجتہاد سے کام لینا شرعًا محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ طریقہ پسندیدہ ہے اور اسمین اصابۃ حق ہو کہ نہو ثواب ضرور ملے گا سو مجتہدین ان قسمین اخیرین مین بھی عامل بالقران والحدیث ہوے جیسے کہ پہلے چار اقسام مین عامل بالقرآن والحدیث تھے تو سفہاء زمانہ کا یہ زعم کہ ائمہ اربعہ کی پیروی مین عمل بالقرآن والحدیث ہاتھ سے جاتا رہتا ہے محض نادانی اور تلبیس شیطانی ہے بالفرض اگر یہ زعم صحیح بھی ہو تو کیا ان سفہاء کی پیروی مین یہ بات نہین ہے ضرور ہے انکا مسلک نہ جملہ احادیث کے مطابق ہے اور نہ تمام صحابہ کے موافق مذاہب قدیمہ سے کچھ کاٹ تراش کرکے ایک مسلک قایم کرلیا ہے سو اسمین بھی وہ خدشہ موجود ہے جو دوسرے مذاہب مین یہ لوگ خیال کرتے ہین سو اُن کمّل فقہاء کی پیروی ترک کرنے مین اور انکی اقتدا کرنے مین کونسا ثواب زائد ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ عن امثال ہذہ الوساوس۔ الحمد للہ کہ اس تفصیلی جواب مین بہت سے خدشات دور ہوگئے اور آیندہ تحقیقات کے لئے ایک رہ راست خس وخاشاک سے پاک و صاف ہوگیا واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ [1]

اب ہم اُس بحث کو شروع کرتے ہین جو اس رسالہ کا مقصود اہم ہے یعنی قراءۃ فاتحہ خلف الامام بروے آیات واحادیث آیا ثابت ہے یا نہین سو ہمکو اس بحث مین اکابر مجوزین کا تخطیہ و تغلیط مدنظر نہین ہے کیونکہ اُنکی طرف سے بھی مانعین قراءت کی تضلیل منقول نہین ہے بلکہ یہ مسئلہ قرن اوّل سے مختلف فیہ چلا آیا ہے سو وہ اگر ایک دوسرے کی تضلیل کرتے تو یون کہو کہ صحابہ وتابعین ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے ہین حاشا وکلا انکی طرف سے ایسا نہین ہوا ہے ہان ہر یک اپنی اپنی تحقیق کے موافق البتہ کاربند ہے سو یہ امر آخر ہے مقصود اس سے ہمکو اپنے زمانہ کے مدعیان حدیث کے تلبیسات کا وانشگاف کرنا مدنظر ہے جو یون کہتے ہین کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ مین اکثر احادیث صحاح وضعاف کا خلاف کیا ہے اور کھینچ تان کر اپنے مسلک پر دلائل قائم کئے ہین سو سنئے یہ بات بالکل برعکس ہے امام صاحب کے مذہب کے

[1] مقاصد رسالہ کا آغاز اور ضمناً بعض تمہیدی مضامین کا تذکرہ ۱۲

Marfat.com

موافق سب احادیث اس مسئلہ کے متعلق اپنی اپنی جگہ مسلم ہین اور فرقہ جدید کے خیالات کے موافق بعض حدیث بالکل متروک ہوتی ہے اور بعض کی تاویل بدتر از تحریف کیجاتی ہی اور بعض معمول بہ ہوتی ہے مگر بشمول اپنی راے ناروا کی جسپر کوئی قرینہ صحیحہ دال نہین ہے اس امر کے بیان کی صحت اگلی بیان سے مثل آفتاب نیم روز روشن ہوجاویگی سو اگر ایسا ہی ہے تو انکی وہ ہی مثل ہے جو کسی نے کہا ہے ؎ ہم الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا - اور کیون نہو حضور سرور عالم صلی اللہ وسلم کی پیشین گوئی سچی ہو کر رہتی ہے مسلم شریف مین ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الرجل ھلك الناس فھو اھلکھم یعنی جو شخص یہ کہے کہ سب لوگ بددین ہوگئے وہ شخص سب سے بڑھکر بددین ہی - یہ بات خود بھی ظاہر ہے کہ جو شخص ناقص العقل کم حوصلہ ہوتا ہے اُسکو اپنی راے پر اعجاب اور بیجا ناز ہوتا ہے اور دوسرون کی کھری بات کو یہ ناپسند کرتا ہے سو یہی مرض اس فرقہ کے ہر کہ و مہ مین سرایت کرگیا ہے الا ماشاء اللہ جسکا انجام یہی ہوا کہ انکی زبانون پر اور انکی تحریرات و تقریرات مین سبِّ سلف ہر طرح سے معروف و مشہور ہے ارشاد نبوی لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا ان پر پوری طور سے صادق آتا ہے یھدینا اللہ وایاھم الی صراط مستقیم ؞

اب تک جسقدر رسائل اس بارہ مین طرفین سے شائع ہوے ہین بعض تو ان مین سے ایسے ہین جنکو کمّل علماء ہی سمجھ سکتے ہین اور بیشتر ایسے ہین جنمین ہر فریق نے دوسرے فریق کی متمسک احادیث مین محض ضعف سند یا سقم ارسال و انقطاع وغیرہ نکالکر اور اپنے متشبث دلائل کو ان عیوب سے پاک و صاف خیال کرکے ظفر و نصرت کا کوس بجایا ہے اور دوسرون کو سب و شتم کرکے اپنے دل کا غبار نکالا ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ طریقہ محققین سلف و خلف کی بالکل خلاف ہے اور محض قوت سند یا ضعف سند پر بناء ترجیح خیال کرنا خالی از سفاہت نہین ہے اسلیئے کہ ہم اوراق گذشتہ مین مدلل ثابت کرچکے ہین کہ کتب حدیث مین بہت سی احادیث اصطلاحاً صحیح ہین مگر نفس الامر مین صحیح معمول بہ نہین ہین اور بہت سی احادیث سنداً ضعیف ہین مگر حقیقت مین صحیح و معمول بہ ہین مزید اطمینان کے واسطے اُن اوراق کو پھر بغور دیکھ لو سو جب حقیقت امر یون ہی تو اس طرح کی تحریرات سے کیا خاک اطمینان ہوسکتا ہے اب

؎ جو شخص اوروں کو بددین کہے اور وہ سب سے زیادہ بددین ہے ۱۲

Marfat.com

مناسب ہوا کہ اس بحث کو اس طرح لکھا جاوے کہ طرفین کے دلون مین جو جو شبہات کی خلش ہے بالکل نکل جاوے اور حق راجح کا نقش طالبان باانصاف کے دلون مین جم جاوے مگر قبل اسکے کہ اصل مقصود کو شروع کرین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند ابحاث جو بیان مقاصد مین بمنزلہ مبادی و مقدمات ہین پہلے تحریر کردین کہ آگے چلکر اثناء بحث اُنکا کارآمد ہونا سب کو محقق ہو جاویگا اگرچہ بعض ظاہر بینون کو سردست اُنکا لکھنا بے سود معلوم ہوگا وہ ابحاث ضروریہ یہ ہین ٭

چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایسے زمانہ مین ہوئی کہ جہالت کی تاریکی مثل ابر محیط تمام عالم پر عموماً اور خطۂ عرب پر خصوصاً چھا رہی تھی اور بجائے اخلاق حسنہ اخلاق رذیلہ طبائع مین راسخ و مرکوز تھی اسلیئے اوّل اوّل قرآن پاک مین عقاید حقہ اور ملکات فاضلہ کی تعلیم و تلقین پر زیادہ تر زور رہا چنانچہ قرآن پاک کا بیشتر حصّہ جو قبل از ہجرت مکہ معظمہ مین نازل ہوا وہ علوم حقہ اور تہذیب اخلاق پر ہے زیادہ تر مشتمل ہے اعمالی اصلاح کیطرف اُس مین اہتمام و توجہ بہت کم ہے اتقان مین ہے روی الشیخان عن عائشۃ قالت ان اول ما نزل سورۃ من المفصل فیہا ذکر الجنۃ والنار حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام جلد اول صفحہ ۲۶ جو لوگ قرآن مجید کی تلاوت مین اسکا خیال رکھتے ہین کہ کونسی سورت مکہ مین نازل ہوئی اور کونسی مدینہ مین پھر اسکے مضامین مین غور کرین اُنکے نزدیک بندہ کا بیان محتاج دلیل نہین ہے جسکو اسمین تامل ہو وہ غور سے قرآن پاک کی تلاوت کرے بیان بندہ کی تصدیق کریگا پھر جون جون اعتقادی اور اخلاقی حالت درست ہوتی گئی فی الجملہ اعمالی تلقینات کا آغاز ہوتا گیا مگر ان اعمال مین آہستہ آہستہ کچھ تبدل و تغیر بھی ہوتا رہا انجام کار ہر عمل مین جو کچھ حسن صوری اور حسن معنوی اللہ و رسول کو اوّل سے ملحوظ نظر تھا اسپر پہونچکر ہر طرح کی تبدلات و تغیرات کا خاتمہ ہو گیا اسی طرح پر تمام اعمال شرعیہ اپنے اپنے کمال ذاتی کو پہونچکر قیامت تک فلاح بنی آدم کے لیئے دستور العمل بنے ہین پھر ہر عمل مین جو حالت آخر مین قرار پائی وہ ہی قابل عمل ہے اور اسی کو سنت قائمہ کہتے ہین اور دیگر حالات سابقہ قابل عمل نہین ہین اور ایسے ہی امور کو سنت منسوخہ بولتے ہین سو جن حالات

۱ آغاز اسلام مین جہالت کی بڑی تاریکی عالم پر اور قرآنی ہدایات مین اعمال کی اصلاح

Marfat.com

کی نسبت تقدم و تاخر حدیث سے معلوم ہوگیا انکی نسبت تو قصہ سہل ہے کہ آخری حالات معمول بہا ٹھہرینگے اور پہلے حالات متروک العمل ہوجائینگے چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ اور دیگر ائمہ حدیث کے نزدیک یہ قاعدہ مسلمہ ہوچکا ہے انما یوخذ من امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالآخر فالآخر ہان جن حالات کی نسبت تقدم و تاخر صراحۃً معلوم نہین ہوا اسی مین قرن اول سے لیکر اب تک اختلاف چلا آیا ہے مگر قرائن خفیہ اور شواہد غامضہ سے جسکو ایک کا مقدم ہونا اور دوسرے کا موخر ہونا ارجح ہوگیا وہ اسی کو دستور العمل بنائیگا اور جسکا دھیان ان امور کی طرف نہین گیا وہ ہر ایک حالات کو معمول بہ سمجھیگا اسی قسم کے مسائل جولانگاہ فقہاء ہین اور ایسے ہی مضامین مین افقہ و فقیہ کا فرق نمایان ہوتا ہے چنانچہ یہ مسئلہ یعنی مسئلہ قرأت خلف الامام بھی اسی قسم کے تحت مین ہے آیندہ بیان سے معلوم ہوگا کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ نے کس خوبی سے اس مسئلہ کو حل کیا ہے کہ اسکے متعلق جملہ احادیث کو مانا نہ کسی حدیث کے ترک کرنے کی حاجت اور نہ کسی حدیث کی تضعیف کی ضرورت ہوئی اور فرمودہ پاک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوکان الدین عند الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس کو ہو بہو ثابت کردکھایا والفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء چونکہ اس مسئلہ کے متعلق بھی کچھ تبدل و تغیر پیش آیا ہی اسلئے اولاً ہم ابتداے نبوت سے لیکر آخر وفات تک بعض ضروری حالات متعاقبہ جو پیش آئے ہین ان سے بحث کرتے ہین اس تحقیق سے علاوہ مسئلہ زیر بحث کے اور بھی چند فوائد حاصل ہونگے۔

ف ترجمہ رسول علیہ السلام کتنی مین سے سب کچھ پہلے پر عمل ہونا چاہیئے ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور نبوۃ اور معراج اور وفات چارون امور روز دوشنبہ واقع ہے علامہ عینی شارح بخاری نے جلد ثامن صفحہ مین بحوالہ ابن ابی شیبہ نقل کیا ہے وروی ابن ابی شیبۃ من حدیث جابر و ابن عباس رضی اللہ عنہم قالا وُلِدَ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الاثنین وفیہ بعث وفیہ عرج بہ الی السماء وفیہ مات ہان ماہ ولادت مین مختلف روایات ہین اکثرین کے نزدیک ارجح یہ ہے کہ بماہ ربیع الاول آپ کی ولادت باسعادت ہوئی علی ہذا ماہ نبوت مین بھی اختلاف ہے ارجح یہ ہے کہ بماہ رمضان ۱۷ تاریخ یوم دوشنبہ کو اس نعمت عظمیٰ سے آپ مشرف ہوئے اسوقت آپ کی عمر شریف بقول

ف ذکر ولادت باسعادت و نبوۃ وغیرہ ۱۲

Marfat.com

راجح ساڑھے چالیس سال کی تھی علامہ ابن حجر صاحب فتح پارہ ۱ آمین باب مبعث النبی کے تحت
مین لکھتے ہین وتقدم فی بدء الوحی انہ انزل علیہ فی شہر رمضان فعلے الصحیح المشہور
ان مولدہ فی شہر ربیع الاول یکون حین انزل علیہ ابن اربعین سنۃ وستۃ
اشہر اور علامہ عینی جلد اول باب بدء الوحی مین تحریر کرتے ہین ان ابن سعد روی باسنادہ
ان نزول الملک علیہ بحراء یوم الاثنین سبع عشرۃ خلت من رمضان ورسول
اللہ صلے اللہ علیہ یومئذ ابن اربعین سنۃ اس روایت مین چھ ماہ زائد کا ذکر نہین
ہے سو اسکو تجوز عادی پر محمول کیا جاوے کہ اہل عرف اعداد صحیحہ کے ساتھ بسا اوقات کسور
زائد کو حذف کر دیا کرتے ہین۔ مگر اس نزول ملک سے پہلے چھ ماہ تک آپ کو بوجہ اشراق قلبی
سچی خوابین نظر آتی تھین جنکا ظہور فوری مثل صبح صادق ہوتا تھا صحیح بخاری مین ہے عن
عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا انہا قالت اول ما بدی بہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رویا الا جاءت
مثل فلق الصبح اسکی شرح مین علامہ عینی جلد اول صـــ ۳۲ مین فرماتے ہین وحکی البیہقی ان
مدۃ الرویا کانت ستۃ اشہر وعلی ہذا فابتداء النبوۃ بالرویا وقع فی شہر مولدہ
وہو الربیع الاول وابتداء وحی الیقظۃ وقع فی رمضان بالجملہ جب غار حرا مین
سورہ اقرء کی پہلے چند آیات یعنی مالم یعلم تک نازل ہوئی آپ ان آیات کو لیکر خدیجۃ الکبری
رضی اللہ عنہا کے پاس لرزان و ترسان تشریف لائے اور سب قصہ بیان فرمایا جسکا بیان کتب
حدیث مین مشرح ہے اسکے بعد تقریبًا تین سال تک کوئی وحی قرآنی آپ پر نازل نہین ہوئی
اگرچہ ملک الوحی کا آنا جانا آپ کی خدمت مین جاری رہا تاکہ طبع بشری اس مدت مین وحی جلیل
تحمل کلام اللہ کے لئے قابل بن جاوے کیونکہ وقت نزول وحی جو کچھ ثقل اور شدت آپ پر
ہوتی تھی معروف و مشہور ہے دفعۃً لگا تار اس بار کا آپ پر ڈالنا حکمت خداوندی کے
خلاف تھا اسلئے بمدت مناسبہ آمین توقف مناسب حال تھا اس مدت سہ سالہ مین حضرت
اسرافیل علیہ السلام آپ کی خدمت مین مامور من اللہ ہوئے تاکہ ملاء اعلیٰ سے مناسبت اور
قلبی استعداد مین وسعت تدریجًا بڑھتی جاوے علامہ عینی جلد اول صـــ ۴۴ مین فرماتے ہین

Marfat.com

وفی مسند احمد باسناد صحیح عن الشعبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزلت علیہ النبوۃ وھو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوتہ اسرافیل علیہ السلام ثلث سنین فکان یعلمہ الکلمۃ والشئ ولم ینزل علیہ القران فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوتہ جبرئیل علیہ السلام فنزل القران علی لسانہ عشرین سنۃ عشرا بمکۃ وعشرا بالمدینۃ فمات وھو ابن ثلاث وستین سنۃ علی ہذا جلد ثامن ص۵۵ مین بحوالہ حاکم نقل فرماتے ہین وعند الحاکم مصححا ان اسرافیل علیہ السلام وکل بہ اولاً ثلث سنین قبل جبرئیل علیہ السلام ان روایات سے وہ اختلاف بھی رفع ہو سکتا ہے جو قبل از ہجرت آپکی اقامت مکہ کی بارہ مین احادیث صحیحہ مین موجود ہے یعنی کسی روایت مین ہی کہ آپ بعد النبوۃ تیرہ برس مکہ مکرمہ مین مقیم رہے سو اس روایت مین زمانہ فترۃ الوحی ۳ سالہ بھی ملحوظ ہے اور کسی روایت مین ہے کہ آپ دس برس مکہ مین رہے اور قرآن شریف آپ پر نازل ہوتا تھا اور دس برس مدینہ مین رہے اور قرآن شریف آپ پر اُترتا تھا سو اس مین زمانہ فترۃ الوحی کا شمول مد نظر نہین ہے سو دونون بات اپنی اپنی لحاظ سے صحیح ہین مگر نفس الامری بات یہ ہی ہے کہ تیرہ برس آپ کی اقامت مکہ معظمہ مین رہی ہی مگر نزول قرآن ان سالون مین سے دس برس ہی رہا ہی فاندفع الاشکال و تحقق الحال اور سنو حال محدثین کو آسمین اختلاف ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل النبوۃ نماز عبادت کسی ہیئت وشکل کے ساتھ ادا کرتے تھے یا نہین اگر عبادت کرتے تھے تو کس نبی کی شریعت کیموافق کرتے تھے سو بعضون نے انکار عبادت کیا ہی اور بعض نے اقرار پھر اقرار کرنے والون نے بعض بعض انبیا علیہم السلام کو خاص کیا ہی کہ اُسکی شریعت کے موافق آپ عبادت کیا کرتے تھے مگر ان اقوال مختلفہ کے دلائل اکثر مخدوش ہین اُن پر نظر کرتے ہوئے ایک سخت تردد اور حیرانی ناظرین کو پیش آتی ہے کہ کس قول کو باور کیجیے اور کسکو رد کیجیے مین نے اس سوچ وبچار مین قرآن پاک کی طرف رجوع کیا تو حق تعالی نے اس خلش کو دور کر دیا اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ روح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدو فطرت سے اُن تمام پاکیزہ اخلاق اور ملکات فاضلہ کے ساتھ موصوف تھی جو نبوت و

خلاصہ ۱۵ نزول قرآن کے بعد تین سال وحی قرآنی بند رہی اور تین سال تک بجای جبرئیل علیہ السلام کے اسرافیل علیہ السلام مامور خدمت نبوی ہوئے ۱۲

Marfat.com

رسالت کے لئے ضروری ہین جنکا اقتضا یہی تھا کہ آپ بالطبع شرک وکفر سے تنفر تھے اور توحید وتحمید خدای پاک اور اُسکی تسبیح وتقدیس کیطرف ہمہ تن راغب و مائل تھے اور کیون نہوتے قبل از نبوت ومعراج کئی بار آپکا قلب مبارک شق صدر کرکے ایمان وحکمت سے لبریز کردیا گیا تھا پھر باوجود ان سب حالات کے یہ خیال کرنا کہ آپ زمانہ نبوت تک عبادت الٰہی سے خالی رہے محض جہالت ہے نہ اسکو عقل سلیم باور کرسکتی ہے اور نہ نقل صحیح اسکی تائید کرتی ہے یہ بات عقلاً تو اسلئے صحیح نہین کہ تجربہ اسکا شاہد ہے کہ ہر شخص جیسی خوی بوی رکھتا ہو ویسے ہی لوگون سے میل جول کرلیتا ہے اور قلیل وکثیر اپنے مناسب اُسکو صحبت میسر آجاتی ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باینہمہ فطرت سلیمہ واخلاق پاکیزہ اپنے ہمخیال حق پرستون کے متلاشی نہوئے ہونگے اور کیا آپکو بقایاے اہل کتاب سے جو ہر جگہہ تھوڑی بہت خمول وگمنامی کے ساتھ دین حق کی پیروی کرتے تھے ملاقات حاصل نہوئی ہوگی اور ابراہیمی مراسم عبادت سے جو کچھہ نہ کچھہ مشرکین مکہ مین بھی باقی تھے کیا آپکو وقفیت حاصل نہوئی ہوگی یہ بات عقل وتجربہ کے خلاف ہے مشرکین مکہ بھی تو قیام ورکوع وسجود اپنے اصنام واوثان کے سامنے کرتے تھے تو کیا آپ اپنے رب رحمٰن کی جناب مین ایسا نکرتے ہونگے زید بن عمرو بن نفیل مکہ مین رہتے تھے اور اصل جبلت سے مذاق توحید رکھتے تھے وہ تو خدا کی عبادت کرتے تھے مگر آپ فطرت نبوۃ رکھنے والے عبادت نکرتے ہون دور از عقل وقیاس ہی حدیث بخاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور انکا قبل از نبوت ایک مائدہ پر جمع ہونا ثابت ہے شارح عینی نے بحوالہ ابن ابی شیبہ نقل کیا ہے عن جابر قال سئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن زید بن عمرو بن نفیل انہ کان یستقبل القبلۃ فی الجاھلیۃ ویقول الٰھی الٰہ ابراھیم ودینی دین ابراھیم ویسجد فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یحشر ذلک امۃ واحدۃ۔ جلد ثانی صہ ۳۵ اور فتح الباری مین ہی عن عامر بن ربیعۃ قال لی زید بن عمرو انی خالفت قومی واتبعت ملۃ ابراھیم واسمعیل وما کانا یعبدان وکانا یصلیان الی ھذہ القبلۃ۔ جزو خامس عشر صہ ۱۴۴ اور دوسرے ورق پر ہے وفی حدیث سعید بن زید فانطلق زید وھو یقول لبیک حقاً حقاً تعبداً ورقاً ثم یخر فیسجد للہ۔

Marfat.com

علی ہذا ابو ذر غفاری قبل از اسلام نماز پڑھتے تھے مسلم مین ہے وقد صلیت قبل ان القی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث سنین قلت لمن قال للہ قلت فاین توجہ قال حیث یوجہنی ربی - سو جب ایسے ایسے ادنیٰ طالب حق نماز پڑھتے ہون تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل از نبوت بدرجہ اولیٰ پڑھتے ہونگے بالجملہ آپ کے عبادت کا انکار بدین خیال کہ عبادت الٰہی بدون وحی آسمانی معلوم نہین ہو سکتی تو آپ عبادت کیسے کرتے ہونگے ایک خام خیالی ہی اور ون نے جو آپ سے کمتر تھے عبادت کیسے کی آخر نماز بھی کوئی راز سربستہ تھا کہ جہان مین اسکا نام و نشان نتھا اور اُسکے علم کا ذریعہ سوائے وحی آسمانی کے کوئی نہ تھا اسلئے آپ کی عبادت کا انکار کیا جاوے یہ محض سودائے خام ہے ہان اگر یہ کہین کہ آپکی عبادت کا طریقہ منقول نہین ہوا اسلئے ہم اُسکی کیفیت سے ناآشنا ہین تو اسکا مضائقہ نہین ہی مگر عند العقلاء یہ مسلم ہے عدم نقل الشئ لیس دلیلا علے عدمہ اسلئے آپ کی عبادت کا انکار کرنا درست نہین ہے ایسا دعویٰ بلا دلیل ہی رہیگا - اور نقلاً یہ بات اسلئے صحیح نہین ہے کہ آپکا قبل از نبوۃ مشغول بعبادت ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے بخاری شریف مین بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے وکان یاتی حراءً فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد - علامہ ابن حجر شارح بخاری نے بشرح باب تعبیر الرویا ابن اسحق کے حوالہ سے یہ قصہ بالفاظ ذیل نقل کیا ہے کان یخرج الی حراءٍ فی کل عام شہرا من السنۃ یتنسک فیہ ویطعم من جاءہ من المساکین سو روایت بخاری سے تو اسیقدر معلوم ہوا تھا کہ بسال نزول وحی آپنے غار حرا مین تعبّد کیا اور روایت ابن اسحق سے معلوم ہوا کہ یھ ہر سال آپکا معمول مستمر تھا اب غور طلب یہ ہے کہ آپکا تعبّد و تنسک جو معتاد تھا کیا تھا کوئی ذکر و شغل تھا یا مراقبہ و مجاہدہ کسی قسم کا تھا سو سُنئے ماہران لغت عرب پر مخفی نہین ہے کہ تعبد انتہا درجہ کے تذلل کو کہتے ہین سو وہ جھکنے اور سر زمین پر رکھنے سے بڑھکر اور کسی فعل مین نہین پایا جاتا ہے اور اسی کو زبان اُردو مین پوجا بولتے ہین سو لامحالہ حدیث بخاری مین تعبد سے مراد یہی نماز ہے جو ادیان سابقہ سے برابر مشتمل بر سجود ہے اور لسان عرب مین عبادت کا اطلاق اسپر ہی شایع ذایع تھا اور کافر و مشرک کے خیالون مین بھی عبادت و نماز مرادف المعنی سمجھے جاتے تھے اور اسکو خدا سے پاک ہی کا حق فائق

سمجھتے تھے مگر اسلام مین یہ حق خالص اللہ تعالیٰ کا ہے اسی بناء پر عابدین غیر اللہ کے حق مین یہ آیت تہدید آمیز نازل ہوئی انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم انتم لہا واردون اُنکی عبادت کیا تھی یہی تھی کہ بتون کے سامنے سرِ نیاز خم کرتے اور اُنکو اپنا حاجت روا جانتے تھے سو یہ حق اللہ تھا اُسکو دوسری جگہ صرف کیا اسلئے ظالم ٹھہرے اور مستحق جہنم ہوئے اسی لئے اسلام مین سجدہ غیر اللہ کے لئے حرام ہے تاکہ مومن و کافر مین امتیازی حالت قائم رہے اور اس امتیازی حالت قایم رکھنے کے لئے سورہ کافرون نازل ہوئی قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد سو جو معنی عبادت کے یہان مراد ہین وہی معنی عبادت حراء مین مراد ہین اور یہی معنی حدیث معاذ مین مراد ہین - قال یا معاذ ھل تدری ما حق اللہ علی عبادہ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فان حق اللہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئًا مشکوٰۃ بالجملہ لغت عرب مین تعبّد و عبادت کا اطلاق پوجا و پرستش پر تھا سو مشرکین مکہ عبادت اصنام کے شیدا تھے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کارہ و متنفر تھے بلکہ اسکو حق پروردگار عالم جانتے تھے اور ابتداے طفولیت سے اسکو اُسے ذات وحدہ کے لئے کرتے تھے اب لفظ تعبد کے معنی ذکر و شغل یا تفکر و مراقبہ کی لینا جیسا کہ جماعت صوفیہ مین آجکل مروج ہے وضع لغت سے باہر جانا ہے اسی کو احتمال غیر ناشی عن الدلیل کہتے ہین جو عند العقلاء مسموع نہین ہے علاوہ برین ایک دوسری توجیہ اس امر کی کہ تعبد بمعنی نماز ہی یہ ہے کہ سورہ لم یکن مین جو مکہ مین نازل ہوئی تھی ارشاد خداوندی ہے وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ وذلک دین القیمہ یعنی جملہ امم سابقہ اہل کتاب کو یہی حکم ہوا تھا کہ خدا کی عبادت کرتے رہین خلوص نیت کے ساتھ نہ کہ ریاکاری سے اس طرح پر کہ سب طرف سے دلی لگاؤ قطع کر کے ایک خدای وحدہ کی طرف متوجہ ہون اور نماز کو برابر برعایت آداب مقررہ قایم رکھین اور زکوٰۃ مالی برابر دیتے رہین یہ تمہارے لئے ضابطہ دائمہ ہے جو پہلے بھی رہا اور آیندہ بھی رہیگا اس آیت سے معلوم ہوا کہ اخلاص فی العبادات اور اقامۂ صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ احکام مستمرہ ہین اسمین تبدیل و تنسیخ کبھی واقع نہین ہوئی جملہ انبیاء و رُسل کی یہ شریعت قائمہ ہے اسمین کسی نبی کی خصوصیت

۱۳ خلاصہ یہ کہ نماز و زکوٰۃ یعنی اور جیسی یہ جلد انبیاء کا دین مشترک ہے بدلا نہین ہمیشہ یکسان ہے کا حکم برابر چلا آتا ہے

Marfat.com

نہین ہے اور یہ بات قیامت تک باقی رہنے والی ہے سو اسکو سنت ابراہیمی اور موسوی اور عیسوی وغیرہ سب کچھ کہہ سکتے ہین گو کوئی اوقات صلوۃ یا تعداد رکعات مین شرایع سابقہ متفاوت ہون مگر اصل صلوۃ سب کی شریعۃ مشترکہ ہے سو آپ کے زمانہ کے اہل کتاب اور عرب متنصرہ ان امور باقیہ کے عامل تھے حتی کہ مشرکین مکہ بھی بعض ایسے ہی سُنن انبیا علیہم السلام پر بوجہ میل جول اہل کتاب کے عامل تھے اعتکاف مسجد الحرام اور صوم اور طواف کعبہ کے عادی تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبل اسلام منت اعتکاف کرنا بخاری سے ثابت ہے قریش کا صوم عاشورا رکھنا اور تلبیہ وطواف کعبہ کرنا احادیث صحاح سے محقق پھر ان جیسے امور کا جو نماز سے ہر طرح کم درجہ ہین آپ کے زمانہ تک رائج رہنا اور نماز کا بالکل جہان سے نام ونشان اس طرح مٹ جانا کہ بلا وحی آپ کو کسی طرح معلوم نہو سکے بالکل بعید از قیاس ہے آپکا یہ تعبد قبل از نبوت اعتکاف ہی تھا جو ہر سال ماہ رمضان مین کیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اعتکاف کی یکسوئی مین اجتہاد فی العبادت ہی مقصود ہوتا ہے اور عبادت کیا ہے وہ ہی سجود ورکوع اور تضرع وخشوع جو نماز کا لب لباب ہے پھر اس تعبد اللیالی سے نماز مراد نہ لینا بلکہ تفکر وترقب پر اسکو محمول کرنا تقریبًا تحریف کے مساوق ہے علاوہ برین اس حدیث عایشہ مذکورہ بالا مین بجائے لفظ (یتحنث) (یتحنف) بھی مروی ہے چنانچہ صاحب فتح الباری اس لفظ کی شرح مین فرماتے ہین قولہ یتحنث ھی بمعنی یتحنف ای یتبع الحنیفیۃ وھی دین ابراھیم والفاء تبدل ثاءً فی کثیر من کلامھم وقد وقع فی روایۃ ابن ھشام فی السیرۃ یتحنف - وقد عرفت مدتھا وھی شھر ذلک الشھر کان رمضان رواہ ابن اسحٰق اس سے معلوم ہوا کہ آپ قبل از نبوت بھی ملت ابراہیمی کے پیرو تھے پھر اس ملت مین سے نماز کے تو آپ عامل نہون اور دیگر ادنی سنن کے عامل ہون کتنی بیہودہ تجویز ہے ادھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے یون دُعا فرمائی تھی رب اجعل ھذا البلد امنًا واجنبنی وبنیّ ان نعبد الاصنام ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ - رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء یہ تینون

Marfat.com

دُعائین یقیناً مستجاب ہین تو کیا خلیل اللہ کے یہ ادعیہ جملہ ذریتہ مسلمہ کے حق مین تو مستجاب ہون مگر اکمل ترین ذریتہ کے حق مین قبل از نبوت مستجاب نہون مستجاب ہون تو بعد از نبوت ہون یہ سراسر نادانی ہی ہا نہین آپ کے حق مین ابتدائے طفولیت سے یہ سب دعائین مستجاب ہین آپ نے کبھی عبادت اصنام نہین کی ہان عبادتِ رب الانام کی ہے۔ آبادی مکہّ اور بنائے کعبہ سے خلیل اللہ کو اقامت صلوٰۃ ہی غرض اعلیٰ تھی اور اسی کی اپنے لئے اور اپنی ذریت کے لئے دعا تھی وہ غرض آپ کی ذات بابرکات سے باکمل وجہ حاصل ہوئی اسی عبادت کے آپ قبل از نبوت خوگر تھے اور اسی کو بعد از نبوت عالم مین پھیلایا ہے اور کیون نہو آپ کو قرب روحانی ابراہیم علیہ السلام سے سب سے زیادہ تھا آپ کے حق مین وہ دعائین کیونکر مستجاب نہوتین اور آپ مقیم صلوٰۃ کیسے نہوتے قرآن پاک مین ہے ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین امنو اواللہ ولی المومنین بالجملہ ان جملہ ایات و حدیث سے یہی معلوم ہوا کہ آپکا تعبد و تنسک جو قبل از نبوت تھا وہ بشکل نماز ہی تھا اور یہی معنی لغت عرب مین لفظ عبادت کے اصلی ہین اگرچہ دیگر طاعات پر بھی لفظ عبادت کا اطلاق ہوتا ہے پھر تعبد حراء مین خلاف لغت اور خلاف آیات و حدیث اور کوئی معنی تجویز کرنا کسی طرح درست نہین بلکہ یہی معنی اسلم واوجہ ہین کہ آپ اعتکاف حرا مین عبادت نماز مین مشغول رہا کرتے تھے پھر نماز چونکہ جملہ انبیاء کی سُنت قائمہ ہے تو مجوزین عبادت کا یہ اختلاف کہ کونسے نبی کے موافق آپ عبادت کرتے تھے ایک بے سود اختلاف ہے اگر تعیین ہی پسند ہے تو یون کہلو کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موافق آپکا طریقہ عبادت تھا مگر انجام کار سب کے ہی موافق ہوگا باقی جملہ تفاصیل جزئیہ ہر شریعت کی نہ آپکو معلوم تھی اور نہ آپ اُسپر عامل تھے آگے کو جو کچھ منجانب اللہ معلوم ہوتا جاویگا اُسپر عامل ہوتے جائینگے بالجملہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین لفظ (یتعبد اللیالی ذوات العدد) واقع ہے اُس سے عبادت نماز ہی مراد ہے جو جملہ انبیا علیہم السلام کی سنت قائمہ ہے اور وہ قریش مین منجملہ بعض دیگر سنن ابراہیمی کے باقی تھی صاحب فتح الباری کتاب التعبیر مین شرح حرا کی تحت مین تحریر فرماتے ہین الحکمۃ فی

Marfat.com

تخصیصہ بالتخلی فیہ ان المقیم فیہ کان یمکنہ الرویۃ الی الکعبۃ فیجتمع لمن یخلو فیہ
ثلاث عبادات الخلوۃ والتعبد والنظر الی البیت قلت وکانہ مما بقی عندھم
من امور الشرع علی سنن الاعتکاف وقد تقدم ان الزمن الذی کان یخلو فیہ
کان رمضان وان قریشا کانت تفعلہ کما کانت تصوم عاشوراء ویزادھھنا
انھم لم ینازعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غار حراء مع مزید الفضل فیہ
علی غیرہ لان جدہ عبد المطلب اول من کان یخلو فیہ من قریش وکانوا
یعظمونہ لجلالتہ وکبر سنہ فتبعہ علی ذلک من کان یتألہ فکان صلی اللہ علیہ
وسلم یخلو بمکان جدہ وسلم لہ ذلک اعمامہ لکرامتہ علیھم اب اسکے بعد ہر منصف
غور کرسکتا ہے کہ قریش مین سنن انبیاء سے صوم عاشورا اور اعتکاف تو باقی ہون اور اعتکاف
مین جو کام مقصود اعلی ہی یعنی عبادت الٰہی وہ مفقود الاثر ہو کتنا دور از عقل خیال ہے اور زید بن
عمرو بن نفیل جیسا متلاشی حق تو سنت ابراہیمی کے موافق متوجہ الی الکعبہ ہو کر خدا کے سامنے
سربسجدہ ہوتا ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال تک اس سے بالکل بے خبر رہے
ہون کسقدر تعجب خیز تجویز ہے بالجملہ آپ قبل از نبوت بھی عبادت نماز ادا کرتے تھے اور بعد نبوت
بھی۔ باقی کوئی شخص ان تمسکات دقیقہ کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہین یہ بات عقائد ضروریہ مین سے
نہین ہے مگر دل دادگان فضائل رسول اللہ ضرور اسکو تسلیم کرکے محظوظ و مسرور ہونگے۔ رہا
قصۂ نماز بعد نبوت کے وہ ایک مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ آپ اور جو آپ پر اسلام لاتے تھے وہ
اول ہی سے نماز کے شیدا بنتے تھے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نبوت سے اگلے روز ہی نماز
شروع کردی تھی ترمذی شریف مین بروایت انس بن مالک مروی ہے قال بعث النبی
صلے اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین وصلے علی یوم الثلاثاء اور ابن ماجہ مین ہے
قال علی انا عبد اللہ واخو رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا الصدیق الاکبر
لا یقولھا بعدی الا کذاب صلیت قبل الناس سبع سنین علی ہذا حضرت کعب بن مالک
انصاری قبل ملاقات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمان ہوئے اور کعبہ شریف کی طرف
نماز پڑھتے تھے فتح الباری جزء خامس عشر مین ہے کہ قصۂ کعب بن مالک کو ابن اسحق نے روایت

کیا اور ابن حبّان نے اُسکی تصحیح کی ہے منجملہ اُس حدیث طویل کے یہ الفاظ ہین قال خرجنا حجاجاً مع مشرکی قومنا وقد صلّینا وفقہنا ومعنا البراء بن معرور سیّدنا وکبیرنا فذکر شان صلوتہ الی الکعبۃ علی ہذا اور چند احادیث سے ثابت ہے کہ شروع اسلام مین نماز ہوتی تھی مگر چھپے چھپائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد مسجد الحرام مین علی الاعلان نماز شروع ہو گئی بخاری شریف مین بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ حدیث ہے قال عبداللہ بن مسعود ما زلنا اعزۃً منذ اسلم عمر اور علامہ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح مین اس حدیث کو بحوالہ ابن ابی شیبۃ وطبرانی یون نقل فرمایا ہے قال عبداللہ بن مسعود کان اسلام عمر عزا وھجرتہ نصرا وامارتہ رحمۃ واللہ ما استطعنا ان نصلی حول البیت ظاہرین حتے اسلم عمر اور بحوالہ ابن ابی خیثمۃ یون نقل کیا ہے عن عمر نفسہ۔ قال لقد رایتنی وما اسلم مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الا تسعۃ وثلاثون رجلا ان کملتہم اربعین فاظہر اللہ دینہ واعز اللہ الاسلام اور بحوالہ جعفر بن ابی شیبۃ اسلام عمرؓ کا قصہ مطولا مروی ہے آخر قصہ مین حضرت عمر فاروق کے یہ الفاظ ہین قلت یا رسول اللہ ففیم الاختفاء فخرجنا فی صفین انا فی احدہما وحمزۃ فی الآخر فنظرت قریش الینا فاصابتہم کابۃ لم تصبہم مثلہا بالجملہ فاروق اعظم کے مسلمان ہونے سے نماز ادا کرنے مین جو اختفائی حالت تھی جاتی رہی علی الاعلان نماز ہونے لگی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اوّل ہی سے معمول بہا تھا علاوہ برین یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی وجہ یہ ہوئی کہ انہون نے سُنا کہ انکی بہن حقیقی فاطمہ اور اُنکے بہنوئی سعید بن زید مسلمان ہو چکے اسپر جھنجلا کر بہن کے گھر کو چلے جب وہان پہونچے تو دروازہ بند پایا اور تلاوت قرآن کی آواز سُنی تو درشتی کیساتھ دروازہ کھلوایا اور پوچھا کہ یہ کیا آواز تھی جو مین نے سُنی تھی انجام کار انکو بتلانا پڑا کہ سورہ طٰہٰ کی تلاوت تھی چند اوراق مین وہ لکھی تھی اور بہن کے ہاتھ مین وہ اوراق تھے عمر بولے کہ مجکو یہ اوراق دکھاؤ بہن نے کہا کہ تم مشرک ہو ناپاک ہو اسکو ہاتھ نہین لگا سکتے تاوقتیکہ نہا نہ لو اور وضو نہ کرلو سو اُٹھے اور وضو

حضرت عمر فاروق کے اسلام لانیکا قصہ

کرکے اُن اوراق کو ہاتھ مین لیا اور سورہ طٰہٰ پڑہنی شروع کی جب اِس آیت پر پہونچے جسمین حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب ہے فلما اتٰھا نودی یا موسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی وانا اخترتک فاستمع لما یوحی اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری الخ تو انکا دل موم ہوگیا اور انوار حقانیت سے اُنکا سینہ آفتاب بنگیا اور فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اس قصہ سے مقصود یہان پر یہ ہے کہ یہ سورت اسلام عمرؓ سے پہلے نازل ہوچکی تھی اور اسمین حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عبادت اور اقامۃ صلوۃ کا حکم ہونا آنحضرت صلی اللہ کو معلوم ہوچکا تھا اور اس مضمون کی اور بہت سی آیات شرایع سابقہ کے متعلق نازل ہوچکی تھی اس بنا پر آپ باقتداے پیغمبران گذشتہ نماز وغیرہ کے عامل تھے اگرچہ فرضیت صلوات خمسہ آیندہ شب معراج مین ہوگی جو ہجرت سے تقریباً ایکسال پہلے ہوئی ہے جسکی تفصیل آگے آتی ہے منتظر رہنا چاہیے جسکا یہ خیال ہو کہ آپ قبل فرضیت صلوات نماز کے عامل نہ تھے سراسر غلط ہے وجوہات سابقہ اس خیال کی تغلیط کے لئے کافی ووافی ہین اب ایک اور دلیل اس مدعی پر پہلے دلائل سے بڑہکر لکھکر اس مبحث کو ختم کرتا ہون وہ یہ ہو کہ جمہور محدثین ومفسرین کے نزدیک محقق ہے کہ سب سے پہلے سورۃ اقرأ کی پہلے چند آیات یعنی مالم یعلم تک نازل ہوئین پھر کچھ مدت بعد سورہ مدثر اور سورہ مزمل اور سورہ اقرأ کی آخری آیات نازل ہوئین اسکے بعد بقیہ سُور وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہین الغرض سب سے پہلے یہ تینون سورتین نازل ہوئین ہین سو ان مین ہر ایک مین نماز کا ذکر ہے سورہ اقرأ مین یہ آیت ہے ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلے جس سے آپکا عامل نماز ہونا معلوم ہوا اور سورہ مدثر مین یہ آیت ہے قالوا لم نک من المصلین اور شروع سورۃ مین یہ ہے کہ ربک فکبر وثیابک فطہر جسمین ضروریات صلوۃ کی تعلیم ہے اور سورہ مزمل تو قصہ نماز سے لبریز ہے تہجد کی نماز کا اسمین امر ہے پھر ایک سال کے بعد اسکی فرضیت منسوخ ہوئی مگر اقامۃ صلوۃ اور ایتاء زکوۃ کی بدستور تاکید رہی آیت ناسخہ یہ ہے علم ان سیکون منکم مرضی وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ وآخرون یقاتلون فی سبیل اللہ فاقرأوا ما تیسر منہ

Marfat.com

واقیموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرضیت تہجد کے زمانہ مین اور بھی نمازین معمول بہا تھین جنکی بابت بعد نسخ تہجد بھی تاکید بدستور رہی اور ظاہر ہے کہ یہ سب قصہ آغاز نبوت مین ہی ہوا اور فرضیت نماز پنجگانہ نبوت سے گیارہ بارہ سال بعد ہوئی ہی جسکا ثبوت آگے آتا ہے بالجملہ اس تقریر مطول سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ قبل نبوت بھی نماز پڑہتے تھے اور بعد نبوت بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی پڑہتے تھے۔ آب غور طلب یہ ہے کہ یہ ابتدائی نمازین جو آغاز نبوت سے پڑھی جاتی تھی اور اُسوقت تک پنجگانہ نماز فرض نہین ہوئی تھی بلکہ شب معراج مین گیارہ بارہ سال بعد فرض ہوئی ہی کیسی نماز تھی آیا صلوۃ تطوع تھی یا صلوۃ فرض بعض کہتے ہین کہ وہ نفل نماز تھی آپ اور آپ کے اصحاب فرط شوق سے بلا امر خداوندی ادا کرتے تھے اور بعض کہتے ہین کہ اوّل اوّل دو نمازین فرض تھین ایک صبح کی اور ایک عصر کی اور نماز تہجد بھی ایکسال تک فرض رہی پھر وہ نماز نفل ہوگئی شارح فتح الباری پارہ دوم صـ ۲۳۱ مطبوعہ دہلی مین تحریر فرماتے ہین ذهب جماعة الى انه لم یکن قبل الاسراء صلوة مفروضة الا ما کان وقع الامر به من صلوة اللیل من غیر تحدید وذهب الحربی ان الصلوة کانت مفروضة رکعتین بالغداة ورکعتین بالعشی اور جزء سوم صـ ۳۲۱ مین ہی بشرح حدیث من صلی البردین دخل الجنة۔ قال البزار والمراد الذین صلوهما اوّل ما فرضت الصلوة ثم ماتوا قبل فرض الصلوات الخمس لانها فرضت اولاً رکعتین بالغداة ورکعتین بالعشی ثم فرضت الصلوات الخمس اور شارح عینی جلد دوم صـ ۲۱۱ پر فرماتے ہین۔ لان الصلوة قبل الاسراء کانت صلوة قبل غروب الشمس وصلوة قبل طلوعها ویشهد له قوله تعالیٰ وسبح بالعشی والابکار قاله ابو اسحٰق الحربی ویحیی بن سلام ان عبارات سے تین ائمہ حدیث کا مسلک معلوم ہوا کہ اُنکے نزدیک ابتدائے اسلام مین دو نمازین فجر اور عصر فرض تھین اور بعض دوسری جماعت کا زعم ہے کہ صلوات خمسہ کی فرضیت سے پہلے کوئی نماز فرض نہ تھی مگر اس جماعت کا زعم صرف اسپر مبنی ہی کہ کتب مشہورہ مین اسکے متعلق کوئی روایت صریحہ منقول نہین ہے سو جملہ عقلاء محققین کا مسلّم قاعدہ ہی کہ عدم

شروع اسلام مین دو رکعت صبح کی اور دو رکعت عصر کی فرض تھی پھر شب معراج پانچ نماز فرض ہوئین

النقل لیس دلیل العدم بناءً علیہ نفی فرضیت کے لئے یہ کوئی وجہ موجہ نہین ہے ہان فریق اول کا قول جب قرآن وحدیث کی طرف رجوع کیا جاوے مگر بہ تدبر وغور تو ارجح معلوم ہوتا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سورہ مزمل ومدثر بعد سورۃ اقراء اوائل اسلام مین نازل ہوئی ہے چنانچہ شارح عینی جلد اول صفحہ مین فرماتے ہین ذکر ابن العربی عن کریب قال وجدنا فی کتاب ابن عباس اوّل ما نزل من القرآن بمکۃ اقرأ واللیل ونون ویا ایہا المزمل ویا ایہا المدثر۔ وقال السخاوی وذہبت عائشۃ والاکثرون الی ان اوّل ما نزل اقراء باسم ربک الی قولہ ما لم یعلم ثم نون والقلم الی قولہ ویبصرون ویا ایہا المدثر والضحی ثم نزل باقی سورۃ اقرأ بعد یا ایہا المدثر ویا ایہا المزمل۔ سورۃ مزمل سے معلوم ہوا کہ نماز تہجد پہلے فرض تھی پھر ایک سال بعد اسکا نسخ ہوا چنانچہ مسلم شریف مین ہے عن عائشۃ قالت ان اللہ افترض قیام اللیل فی اوّل ہذہ السورۃ یعنی یا ایہا المزمل فقام نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ حولا حتی انزل اللہ فی اٰخر ہذہ السورۃ التخفیف فصار قیام اللیل تطوعا بعد فرضیۃ اخری آیت ناسخہ یہ ہے علم ان سیکون منکم مرضی الخ فاقرأوا ما تیسر منہ تک پھر اس آیت ناسخہ سے آگے یہ ہے واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واقرضوا اللہ قرضا حسنا سو اس آیت مین اقامۃ صلوۃ اور ایتاء زکوۃ کا جو امر ہے لامحالہ کسی اور نماز مفروضہ اور زکوۃ مکتوبہ کے متعلق ہے جو اس ابتداے وقت مین فرض تھین ورنہ ان دونون صیغہاے امر کو یا تو استحباب پر حمل کرنا ہوگا جو معنی مجازی ہین اور اسکا کوئی قرینہ بھی نہین ہے پھر بلا قرینہ مجاز معنی مجازی پر حمل کرنا جملہ محققین کے نزدیک باطل ہے علاوہ برین تتبع قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے کہ یہ دونون جملے صلوۃ وزکوۃ نفلیہ کے لئے کہین مستعمل نہین ہین اور یا امر صلوۃ کو ایجابی ہی مانکر یہ کہنا پڑیگا کہ یہ بھی نماز تہجد کے متعلق ہے اس صورت مین مطلب یہ ہوگا کہ پہلی آیات مین جو تحدید ثلث وثلثان ونصف لیل کے تمہارے لئے تجویز تھی وہ اب معاف کردئے گئے لیکن جسقدر تم سے ہوسکے پڑھو مگر اصل نماز تہجد کو ضرور پڑھو ولو بقدر حلب شاۃ چنانچہ بعضون کا یہ ہی مذہب بھی ہے سو یہ توجیہ اول تو حدیث عائشہ مذکورہ

Marfat.com

کے سراسر خلاف ہی اُس سے نماز تہجد کا قطوع ہو جانا بعد فرضیت کے مصرح ہے دوسرے جمہور محققین کے بھی خلاف ہی تیسری آیت قرآنی ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک کے بھی منافی ہر اگر اصل تہجد بلا تحدید رکعات سب پر فرض مانا جاوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہی کیا ہو گی حالانکہ اس آیت سے زیادت تہجد کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا مصرح ہے رہا یہ امر کہ یہ زیادت مخصوصہ آپ کے حق مین فرض تھی یا تطوع ایک مختلف فیہ مبحث ہے اسکے تصفیہ کا یہان موقع نہین ہے بہرحال اگر آپ پر تہجد فرض تھا تو آپ پر ہی فرض تھا اُمت پر فرض نہ تھا اور اگر آپ کے حق مین بھی نفل تھا تو بحق اُمت بدرجہ اولی نفل ہی ہو گا تو اس جملہ اقیموا الصلوۃ سے جسکا خطاب عام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی فرضیت تہجد بلا تحدید رکعات ثابت کرنے ہر اسر باطل ہی بالجملہ امر اقامت صلوۃ کو جو اس آیت مین وارد ہے استحباب پر حمل کرنا بھی باطل اور ایجابی مانکر تہجد کے متعلق سمجھنا بھی غلط ہے سو لا محالہ اس آیت سے اتنا ضرور ثابت ہو گا کہ بعد نسخ تہجد بھی کوئی نہ کوئی نماز فرض تھی جسکا مطالبہ موکدہ اسمین ہی علی ہذا زکوۃ بھی کوئی فرض تھی جسکی یہ تاکید ہی رہا یہ امر کہ وہ کونسی نماز تھی جو اوّل فرض تھی اسکا ثبوت دوسری آیات سے چلیگا جو آگے آتا ہے ہان یہان پر ایک خلش قلبی واقع ہونیکا احتمال ہی اُسکا دفعیہ بھی ضروری ہے خلش یہ ہے کہ اس آیت سے تو حسب تقریر بالا یہ ہی ثابت ہوا کہ شروع اسلام سے ہی کوئی نماز اور زکوۃ فرض تھین حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ زکواۃ کی فرضیت بعد الہجرت مدینہ مین نازل ہوئی منجملہ ان احادیث صحاح کے حدیث نسائی ملاحظہ ہو عن قیس بن سعد قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصدقۃ الفطر قبل ان تنزل الزکوۃ فلما نزلت الزکوۃ لم یامرنا ولم ینہنا ونحن نفعل سو اسکا جواب یہ ہے کہ مدینہ مین زکوۃ کی تفصیل وتشریح جنس وار اور ہر ایک کے تحدید نصاب اور اشتراط حولان حول وغیرہ نازل ہوئی ہے مگر اصل زکوۃ کی فرضیت قبل الہجرت مکہ ہی مین نازل ہو چکی تھی گو کہ اسکی تعیین وتشخیص بیان کرنے سے احادیث منقولہ ساکت ہین مگر قرآن مجید کی وہ سورجو قبل الہجرت نازل ہوئی ہین فرضیت زکوۃ پر مشتمل ہین اتقان مین ہی قال ابن الحصار قد ذکر اللہ الزکوۃ فی السور المکیات کثیرا تصریحا وتعریضا بان اللہ سینجز وعدہ لرسولہ۔ دیکھو سورہ مومنون مین ہے

Marfat.com

والذین ھم للزکاۃ فاعلون اور سورہ ذاریات اور سورہ معارج مین ہے والذین فی اموالہم
حق معلوم للسائل والمحروم اس سے معلوم ہوا کہ اُسوقت بھی زکوۃ ایک حق معلوم و متعین
تھا اگرچہ احادیث سے اُسکی مقدار منقول ہو کر ہم تک نہین پہونچی یہ سب سورتین مکہ مین نازل
ہوئین پھر بھی یہی کہنا کہ فرضیت زکوۃ مدینہ مین نازل ہوئی ایک غفلت شدیدہ ہے ہان حدیث
مذکور و امثالہ کی توجیہ و تاویل جو اوپر مذکور ہوئی جمع بین القران والحدیث کے لئے ضروری ہے
چنانچہ محدث کامل ابن خزیمہ زکوۃ کی فرضیت قبل الہجرت کے قائل ہین فتح الباری مین پارہ ۶ صفحہ ۱۱
وادعی ابن خزیمہ فی صحیحہ ان فرضھا کان قبل الہجرۃ واحتج بما اخرجہ من حدیث ام سلمہ
فی قصۃ ہجرتھم الی الحبشۃ - وفیھا ان جعفر بن ابی طالب قال للنجاشی فی جملۃ ما اخبرہ
بہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم ویامرنا بالصلاۃ والزکاۃ والصیام یہ مذہب اگرچہ جمہور
کے خلاف ہے مگر بروی آیات مذکورہ بالا و دیگر دلائل احق بالقبول ہے الحاصل دفع خلش سے
فراغت ہوئی تو ہم پھر اصل بحث کی طرف لوٹتے ہین یعنی یہ کہ سورہ مزمل سے یہی ثابت ہوا کہ
ابتداے اسلام سے نماز و زکوۃ فرض تھی مگر اس سے تعین نماز اور کیفیت زکوۃ معلوم نہین ہوئی
سو اسکا پتہ اور جگہہ سے چلیگا یہان ہم کو نماز سے بحث ہے سو اسی کو پھر لیتے ہین لیجیئے سورہ طٰہٰ
کا نزول مکہ مین قبل ہجرۃ حبشہ اور قبل اسلام عمر رضی اللہ عنہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام
لانیکا سبب اس سورت کا سننا ہی ہوا جیسا کہ ہم اوراق گذشتہ مین لکھ چکے ہین اور ہجرت حبشہ
نبوۃ سے پانچوین سال بماہ رجب ہوئی فتح الباری مین ہے وذکر اھل السیر ان الاولی کانت
فی شھر رجب من سنۃ خمس من المبعث مگر یہ معلوم نہین ہوا کہ سورہ طٰہ اس ہجرت سے کسقدر
پہلے نازل ہوئی بہرحال اسکا نزول شب معراج سے برسون پہلے ہی ہے جسمین فرضیت صلوات خمسہ
ہوئی ہے سو اس سورۃ مین یہ آیت ہے وأمر اھلک بالصلوۃ واصطبر علیھا لا نسئلک
رزقا نحن نرزقک والعاقبۃ للتقوی سو اسمین بھی وہی صیغہ امر ہے کہ اپنے اہل کو بھی نماز
کا حکم دو اور خود بھی اسپر جمے رہو تلاش رزق کے پیچھے نہ پڑو اسکے ہم خود کفیل ہین سو لفظ
اہل سے اگر مراد خاص معنی متعارف یعنی بی بی و اہل بیت ہی ہین اور یہی معنی یہان اظہر ہین سو
اسکی مصداق حضرت خدیجۃ الکبری ہونگی اس صورت مین وہ اختلاف جو حضرت خدیجہ کی نسبت

Marfat.com

روایات مین موجود ہے آسانی سے رفع ہوجاویگا یعنی بعض روایت مین ہو کہ وفات خدیجہ قبل فرضیت صلوٰۃ ہے اور بعض مین ہو کہ بعد فرضیت ہے سو رفع اختلاف اس طرح پر ہے کہ اُنکی وفات اُن نمازون کی فرضیت کے بعد ہی جو ابتداے اسلام مین مفروض تھین جنکی تعیین بنقل روایات صحیحہ ہم آگے کو کرنے والے ہین اور اُن نمازون کی فرضیت سے پہلے ہی جو بہ شب معراج بعدد خمسہ مفروض ہوئی ہین کیونکہ وفات خدیجہ نبوت سے سنہ عاشرہ مین بماہ رمضان ہوئی اور شب معراج بقول راجح ہجرت سے ایکسال اور کچھ ماہ پہلے ہوئی ہے فتح الباری مین ہے وکانت خدیجة تدعی فی الجاهلیة الطاهرة وماتت علی الصحیح بعد المبعث بعشر سنین فی شهر رمضان اور علامہ عینی شارح بخاری جلد ثامن صـ ۱۹۶ شب معراج کی بابتہ تحریر فرماتے ہین وجمهور السلف والخلف علی ان الاسراء کان ببدنه وروحه واما من مکة الی بیت المقدس فبنص القران وکان فی السنة الثانیة عشر من النبوة اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ وفات خدیجہ رض کے متعلق دونون روایات مین تعارض ظاہری ہی حقیقی تناقض نہین ہے ہر ایک اپنے اپنے لحاظ سے ٹھیک ہین بہرحال اس سے یہ ضرور ثابت ہوگیا کہ قبل صلوات خمسہ مفروضہ کے کچھ نمازین ضرور مامور بہا تھین جنکی بابت اس آیت مین امر تاکیدی ہے ہان انکا تعین اس سے ثابت نہوا اسکا ثبوت بھی عنقریب آتا ہے اور اگر اس آیت مین لفظ اہل سے معنی متعارف مراد نہین بلکہ اہل دین مراد ہین کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے اہل اُنکے متبعین ہی ہوا کرتے ہین اور اسی بناء پر پسر نوح علیہ السلام کے بارہ مین ہے انه لیس من اهلك تو جملہ مومنین جو وقت نزول آیت آپ پر ایمان لاچکے تھے اسکے مصداق ہونگے تب بھی وہ ہی بات نکلی کہ ابتداے اسلام مین آپ پر اور آپ کے اصحاب پر کچھ نمازین فرض تھین بالجملہ سورہ مزمل اور سورہ طٰہٰ کے ان دونون آیات سے یہی نکلتا ہے کہ شروع اسلام سے کچھ نمازین مفروض تھین اب ایک آیت تیسری سورہ روم کی اور لیجیے فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلك الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون منیبین الیه واتقوه واقیموا الصلوة ولا تکونوا من المشرکین یہ سورہ شب معراج سے برسون پہلے نازل ہوچکی تھی سو اسمین بھی حکم صلوة بصیغہ امر ہے جو ایجاب کے لئے موضوع ہے اگر کسی کو اسکی تقدم نزول مین اشتباہ ہو تو ہم سے تسکین لیوے کتب حدیث سے یہ

ف اسلام دین فطری ہے انسانی جذبات بالطبع اُس طرف مائل ہوتے ہین خدا کی فطرت مین بدل سدل نہین ہوتا ہاں البتہ اگر رسوم آبائی حجاب اس کے ہوجاتی ہین

Marfat.com

ثابت ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تھی تو شاہ فارس نصاریٰ روم سے محاربہ کرکے غالب ہو چکا تھا سو اللہ پاک نے اِس سورۃ مین پیشین گوئی کے طور سے نازل فرمایا کہ نصاریٰ روم چند سال بعد پھر فارس پر غالب ہو جائینگے مشرکین مکہ اسوجہ سے کہ فارس بھی آتش پرست ہے اور ملت شرکیہ مین انکا ہمشرب ہے اسکے غلبہ کے خواہان تھے اور اہل اسلام قوم نصاریٰ کے غلبہ کے خواہان تھے کہ اہل کتاب ہونے سے وہ اسلام سے اقرب تھے اسکے نزول سے مسلمانون کو مسرت ہوئی اور صدیق اکبر فرط مسرت سے مکہ کی مجالس و محافل مین آیت قرآنی سیغلبون فی بضع سنین سُناکر اِس پیشین گوئی کی منادی کرتے پھرے سو مشرکین مکہ کو یہ ناگوار گذرا اور انکے سردار امیۃ بن خلف وغیرہ نے جھنجلا کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ تمہارے صاحب کی ابلہ فریبی ہے کہ لوگون کو یہ نادر پیشین گوئی سُناکر انکو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہین اچھا تم اگر اسکو سچ سمجھتے ہو تو ہمارے ساتھ شرط باندھو اگر تمہارا خیال ٹھیک نکلا تو ہم اسقدر اونٹ تمکو دینگے ورنہ تمکو اُسیقدر اونٹ ہمکو دینے ہونگے چونکہ اُسوقت تک اس قسم کی قمار بازی کی حرمت نازل نہین ہوئی تھی اسلیے صدیق اکبر نے شرط باندھنا منظور کرلیا اور مُدت غلبہ پانچ یا سات برس قرار دے القصہ یہ مدت گذر گئی مگر روم کو فارس پر غلبہ نہوا مشرکین خوش ہوئے اور مسلمانون کو گونہ ملال ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی آپنے صدیق اکبر کو بلاکر فرمایا کہ لفظ بضع ہماری زبان مین تین سے نو تک کو کہتے ہین تمنے کم اندیشی کی کہ میعاد غلبہ پانچ یا سات برس قرار دی نہین بلکہ نو برس کی میعاد ٹھہراؤ اور تعداد اونٹون کی زیادہ تجویز کرو نو برس تک ضرور روم کو غلبہ ہوگا چنانچہ صدیق اکبر پھر اُنکے پاس گئے اور کہا کہ یہ میری رائے کی غلطی تھی قرآن شریف ضرور سچا ہے اب ہم نو برس کی میعاد ٹھہراتے ہین اور سو اونٹون کا دینا لینا تجویز کرتے ہین مشرکین مکہ نے پہلے جیت کے گھمنڈ مین آکر کہا کہ اچھا ہم اسکو منظور کرتے ہین مگر قسم ہے لات وعزیٰ کی اسدفعہ بھی تم ہار جاؤگے الغرض پھر دوبارہ یہ شرط قرار پائی مگر اسی اثناء مین رسول خدا اور آپکے اصحاب کو مدینہ کی طرف ہجرت کرجانا پیش آگیا ہجرت سے ڈیڑھ سال بعد ماہ رمضان مشرکین مکہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مین بمقام بدر جنگ ہوئی نصرت خداوندی مسلمانون کے شریک حال ہوئی وہ مظفر و منصور ہوے اور مشرکین مین سے

Marfat.com

ستر مقتول اور ستر اسیر جنگ ہو کر گرفتار ہوئے آخر کار اُن سے رقم فدیہ لیکر انکو رہا کر دیا گیا اور خاص اسی روز خطۂ شام مین نصارائے روم فارس پر غالب ہوئے اور ٹھیک نوین سال وہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور بمصداق یومئذ یفرح المومنون بنصر اللّٰہ مسلمانون کو بے اندازہ مسرت وفرحت حاصل ہوئی۔ امیۃ بن خلف جنگ بدر مین مارا گیا تھا اس لئے صدیق اکبر نے اُسکے ورثہ سے تقاضا بھیجکر سو اونٹ مقررہ وصول کئے الحاصل اس حساب سے اس سورۃ کا نزول نبوت سے چھٹے سال کے نصف مین ہوا یعنی ہجرت حبشہ کے کچھ بعد اور شب معراج اسکے نزول سے چھ سال تقریبًا بعد ہے سو وہی خلاصہ نکلا کہ پنجگانہ نمازون کی فرضیت سے پہلے بھی کچھ نمازین مفروض تھین جنکا مطالبہ ان تینون سورتون مین بصیغہ امر ہے الغرض یہانتک ہمنے سورۃ مزمل اور سورہ طٰہٰ اور سورہ روم کی آیات مذکورہ بالا سے مجملاً ثابت کر دیا کہ صلوات خمسہ کی فرضیت سے پہلے بھی بعض نمازین مفروض تھین اب تحقیق طلب یہ ہے کہ وہ کون سے وقت کی نمازین تھین جو پہلے سے مفروض تھین سو ہم ابھی اوراق گذشتہ مین بحوالہ صاحب فتح لکھ آئے ہین کہ ابو اسحٰق الحربی اور یحیٰی بن سلام اور بزار کے نزدیک اولاً نماز صبح اور نماز عصر فرض تھین سو یہ دعوی اگرچہ بظاہر نظر بے دلیل معلوم ہوتا ہے مگر قرآن مجید کے متعدد آیات سے مبرہن ومحقق ہے سو منجملہ سورۂ انعام مین جو ساتوین پارہ کی سورۃ ہے یہ آیت ہے ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ۔

یہ سورۃ مکی ہے اور ہجرت حبشہ سے کچھ آگے نازل ہوئی جو نبوۃ سے پانچوین سال پیش آئی تھی چنانچہ اسکا ثبوت ابھی بحوالہ فتح الباری گذر چکا ہے سو سال معراج سے اسکا نزول چھ سات سال مقدم ہے غرض اُسوقت تک پانچون نمازین فرض نہوئی تھین اسکا شان نزول یہ ہے کہ آغاز اسلام مین چند غریب وغربا مشرف باسلام ہو کر آپکی خدمت مین حاضر باش رہا کرتے تھے چنانچہ صہیب رومی اور بلال حبشی اور خباب اور عمار اور سالم مولے ابی حذیفہ اور عبد اللہ بن مسعود وغیرہ ضعفاء مومنین اکثر اوقات آپ سے جُدا نہین ہوتے تھے اور ظاہر ہی کہ عبد اللہ بن مسعود اور عمار وغیرہ کا اجتماع آپکی خدمت مین قبل ہجرت حبشہ کے رہا ہی بعد کو مدینہ مین ہوا ہی بعض اشراف مشرکین نے آپسے استدعا کی کہ ہم بھی آپکی محفل مین شریک ہونا چاہتے ہین

Marfat.com

مگر آپکی محفل شکستہ حال لوگون سے معمور رہتی ہی انکے ساتھ بیٹھنے سے ہماری آبرو مین فرق آتا ہے
اگر آپ ایسا کرین کہ ہماری موجودگی مین انکو شریک محفل نکیا کرین تو ہم لوگ بھی حاضر خدمت ہوا کرین اسپر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی ہدایت کے توقع پر ایسا کرنا قریب تھا کہ منظور فرمالیوین کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسا
مت کیجیو چنانچہ امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر مین نقل فرمایا ہی عن المقدام بن شریح عن ابیہ قال قال سعید نزلت ھذہ
الایۃ فی ستۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابن مسعود قال کنا نسبق
صلی اللہ علیہ وسلم وندنو منہ ونسمع منہ فقالت قریش یدنی ھولاء دوننا فنزلت
ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی بالجملہ آپ اسکے بعد اور بھی انہین ضعفا
مومنین سے مجالست و مخالطت اور موانست و مناسمت رکھتے تھے ہان گو بیگاہ بے تکلفی کے
طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو چھوڑ کر بھی کسی ضرورت سے چلے جاتے تھے سو اللہ تعالی کو یہ
بھی پسند نہوا کہ اسمین گونہ دلشکنی مومنین کا وہم تھا اسلیئے سورہ کہف کی یہ آیت نازل ہوئی۔
واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ ولا
تعد عیناک عنہم یعنی جب تک وہ ضعفاء مومنین تیری مجلس مین حاضر رہین تو انکو چھوڑ کر
ہرگز مت جاؤ اور تیری آنکھین دنیا والون پر ان سے سیر ہوکر نہ پڑین دنیا کی ٹیپ ٹاپ پر تجکو
توجہ نہین کرنی چاہیئے اس قصہ سے اسکا بھی پتہ چلتا ہے کہ سورہ کہف بھی سورہ انعام کے قریب
قریب ہی نازل ہوئی ہی کیونکہ ہر دو آیات مذکورہ بالا کی مصداق اشخاص مذکورین ہی ہین بالجملہ
ہمکو مقصود اہم ان آیات سے یہ ہے کہ جملہ یدعون ربہم بالغداۃ والعشی مین غور کرین
کہ اس سے کیا مراد ہے سو اسمین دو احتمال ہین ایک یہ کہ مومنین اسوقت نماز صبح اور عصر مین
اپنے رب سے دعائے ہدایت و استعانت کرتے تھے چنانچہ سورہ الحمد اسی دعا پر مشتمل ہے دوسرا
احتمال یہ کہ خارج صلوۃ اپنے رب کو پکارتے ہون اور تخصیص ہر دو اوقات کی اتفاقی ہو یا بغرض
شمول اوقات مذکور ہو کہ ہر زبان کا محاورہ ہے کہ اکثر ایک شے کی طرفین ذکر کرتے ہین اور اس
سے تمام و کمال شے مراد لیا کرتے ہین مگر آثار صحابہ و تابعین سے پہلا احتمال مرجح ہے اور ظاہر
ہے کہ آیات محتملۃ المعانی مین انکی تفسیر قابل قبول ہی اور پچھلون کو اسی پر اعتماد و استناد اسوقت
تک برابر چلا آیا ہے سو سنئے تفسیر ابن جریر مین ہے پارہ ص۱۰۱ عن علی عن ابن عباس قال

Marfat.com

یسبح لہ بالغدو والآصال یقول یصلی لہ فیہا بالغداۃ والعشی یعنی بالغدو صلوۃ
الغداۃ ویعنی بالآصال صلوۃ العصر وہما اول ما افترض اللہ من الصلوۃ الخ اور پارۂ
ضف ۱۲ مین ہو حدثنی المثنی قال حدثنا عبد اللہ بن صالح قال حدثنی معاویۃ بن
صالح عن علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس فی قولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم
بالغداۃ والعشی یعنی یعبدون ربہم بالغداۃ والعشی یعنی الصلوات المفروضۃ اس
روایت مین صلوات بصیغہ جمع محلّی باللام وارد ہے فن اصول مین محقق ہے کہ جمع پر لام تعریف
داخل ہونے سے جمعیت کے معنی باطل ہوجاتے ہین اور جنسیت کے معنی پیدا ہوجاتے ہین
جیسا کہ آیت قرآنی لا یحل لک النساء من بعد مین معروف ومشہور ہے اور اس صورت مین
اُسکا اطلاق قلیل وکثیر پر ہوجاتا ہے بناءً علیہ اس صیغہ سے مراد یہان پر دو نمازین ہین صبح
وعصر پانچون نمازین مراد نہین ہین کیونکہ اسوقت تک وہ مفروض نہین ہوئی تھین چنانچہ
آثار آیندہ سے اسکی تعیین مصرح آتی ہے ہان بعض آثار اسی تفسیر مین ایسی بھی ہین کہ جنسے پانچون
فرائض نماز اس سے مراد معلوم ہوتے ہین سو یہ بعض رُواۃ سند کا تصرف ہے جو روایت بالمعنی
سے اکثر پیدا ہوجاتا ہے یہان پر اُسکا منشا یہی ہے کہ صلوات کی جمعیت پر اُسکی نظر ہوئی اور جمع
محلّے باللام کی بطلان جمعیت سے اسکو ذہول ہوا ورنہ پانچون نماز مراد لینا اسجگہہ ہرگز صحیح
نہین ہوسکتا ہے کہ اُسوقت یقیناً پانچ نماز فرض نہین تھی۔ اثر دوم اور ملاحظہ کیجیے حدثنی
المثنیٰ قال حدثنا ابو حذیفۃ قال حدثنا شبل عن ابن ابی نجیح عن مجاہد ولا تطرد
الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی الصلوۃ المفروضۃ الصبح والعصر اثر سوم اور
لیجئے حدثنا بشر قال حدثنا یزید قال حدثنا سعید عن قتادۃ قولہ واصبر نفسک مع الذین
یدعون ربہم بالغداۃ والعشی ہما الصلاتان الصبح وصلوۃ العصر اثر چہارم بحذف سند
لکہتا ہون اُسکی توجیہ وہی ہے جو اثر اوّل مین مذکور ہوئی عن نافع عن عبد اللہ بن عمر فی ہذہ
الآیۃ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی الآیۃ انہم الذین
یشہدون الصلوات المکتوبۃ اثر پنجم بحذف سند اور سُنئے اخبرنا عبیداۃ قال سمعت
الضحاک یقول فی قولہ یدعون ربہم بالغداۃ والعشی قال یعبدون ربہم بالغداۃ

Marfat.com

یعنی الصّلوۃ المفروضۃ ہم انہین آثار پر اکتفا کرتے ہین ورنہ اور بھی آثار موجود ہین بہرحال ان صحابہ و تابعین کے آثار خمسہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ بوقت نزول آیت مذکورہ دو نمازین معمول بہا تھین اور وہ مفروضہ تھین جس سے صاف ہوگیا کہ پنجگانہ نمازون کی فرضیت سے پہلے بھی دو نمازین صبح و عصر کی فرض تھین علاوہ برین اور چند آیات سے بھی یہ دعویٰ مدلل ہی منجملہ اُنکے سورہ مومن کی یہ آیت ہے جو چوبیسوین پارہ مین واقع ہے فاصبر ان وعد اللہ حق و استغفر لذنبک و سبح بحمد ربك بالعشی والابکار علامہ ابن جریر مفسر نے اسکی تفسیر بعبارت ذیل لکھی ہی وسبح بحمد ربك یقول وصلّ بالشکر منك لربك بالعشی وذلك من زوال الشمس الی اللیل والابکار وذلك من طلوع الفجر الثانی الی طلوع الشمس پارہ ۲۴ صہ ۴۵ اور پارہ ۱۸ صہ ۱۱ مین ہی عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس قال کل تسبیح فی القران فھو صلوۃ اور علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری نے بھی اسی آیت کو موید دعویٰ قرار دیا ہی جلد دوم صفحہ ۲۱۱ مین تحریر فرماتے ہین۔ لان الصلوۃ قبل الاسراء کانت صلوۃ قبل غروب الشمس وصلوۃ قبل طلوعھا ویشھد لہ قولہ تعالیٰ وسبح بحمد ربك بالعشی والابکار قالہ ابو اسحٰق الحربی و یحیی بن سلام اور علامہ ابن حجر نے بھی فتح الباری جزو دوم کے صفحہ ۱۳ پر ابو اسحق الحربی کا یہ مسلک نقل کیا ہی۔ علیٰ ہذا سورہ طہ کی یہ آیت ہی جسکا نزول قبل اسلام عمر رضی اللہ عنہ ہے یعنی قبل ہجرۃ حبشہ ہی جو نبوۃ سے پانچوین سال واقع ہوئی تھی اور اُسوقت تک صلوات خمسہ یقیناً فرض نہین ہوئی تھی۔ فاصبر علی ما یقولون و سبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا و من اناء اللیل فسبح واطراف النھار لعلك ترضی سو اس آیت مین تسبیح سے مراد صلوۃ مفروضہ ہے کیونکہ حدیث مرفوع ابن جریر و بخاری مین جو بروایت جریر بن عبد اللہ البجلی مروی ہے اسکی تصریح ہی حدیث بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے جزو ۳ صہ ۳۲ حدثنا مسدد قال حدثنا یحیی عن اسمعیل قال حدثنا قیس قال قال لی جریر بن عبد اللہ کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ نظر الی القمر لیلۃ البدر فقال اما انکم سترون ربکم کما ترون ھذا لا تضامون او لا تضاھون فی رویتہ فان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوۃ قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا فافعلوا ثم قال فسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا سو اس

Marfat.com

آیت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ وقت نزول آیت مذکورہ آپ کو نماز صبح وعصر کا حکم خداوندی تھا اور
حکم بھی ایجابی تھا استحبابی نہ تھا کیونکہ حقیقت مین امر ایجاب کے لیئے ہی موضوع ہی بلا قرینہ
صارفہ اسی پر محمول ہوتا ہے ہان بقرائن صارفہ اباحت واستحباب وغیرہ مین بھی استعمال ہو سکتا ہے
مگر ظاہر ہے کہ یہان کوئی قرینہ صارفہ نہین ہے بلکہ اگلی آیت اور بھی ایجاب کے لیئے موکد ہے وہ یہ
ہے وامر اهلك بالصلوة واصطبر علیها لا نسئلك رزقا سو جب یہ امر ایجابی ہوا تو
لامحالہ یہ ماننا پڑیگا کہ ان دونون نماز کی فرضیت شب معراج سے سالہا سال پہلے ہی ہان شب معراج
مین تین نمازین اور زیادہ ہو کر پانچ نمازین فرض ہوگئین نہ یہ کہ پہلے سے کوئی نماز فرض نہ تھی اس
شب مین ہی سب نمازین فرض ہوئی یہ زعم غلط ہی کیونکہ اس آیت مذکورہ اور دیگر آیات آئندہ کی
سراسر مخالف ہے سو اب ابو اسحٰق حربی وغیرہ کے مسلک کو ارجح واحق بالقبول کہنے مین کیا تامل ہے
مگر اس موقع مین شاید کسی کو یہ شبہ پیش آوے کہ اس آیت مین اگر نماز صبح وعصر کے متعلق امر کو ایجابی مانا
ہی تو کیون دوسرے امر کو جو اس آیت مین آناء اللیل اور اطراف النہار سے متعلق موجود ہے ایجابی نہ مانین تو
اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے امر کی تفسیر حدیث مرفوع وآثار عدیدہ مذکورہ سے ثابت ہوئی کہ اس سے
نماز صبح اور نماز عصر مراد ہین اور اگلی آیت مین اسپر جمی رہنے کی اور اپنی اہل کو اسکا حکم دینے کی تاکید
بھی ہے اسلیئے اسکو امر ایجابی مانا سو لامحالہ اس سے یہ ہی بات نکلی کہ بوقت نزول آیۃ مذکورہ یہ
دونون نمازین مفروض تھین آیندہ ایک مدت کے بعد تین نمازین اور فرض ہوئین دونون کا مجموعہ
پانچ نمازین ہو کر شب معراج سے فرض کہلانے لگین رہا دوسرا امر جو آناء اللیل اور اطراف النہار سے
متعلق ہی سو چونکہ اسکے لیئے اوقات لیل اور ساعات نہار مین سے کوئی حصہ معین نہین کیا گیا
اور نہ کسی حدیث مرفوع مین اُسکی تعین کسی نماز مفروضہ کے ساتھ کی گئی اور ظاہر ہے کہ نماز فرض کیلیئے
جیساکہ تعین رکعات ضروری ہی ایسا ہی بمقتضائے آیت قرآنی ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین
کتابا موقوتا تحدید اوقات بھی لازمی ہے تو پھر بھی باوجود ان قرائن صارفہ کے اُس امر کو
ایجابی معنی پر حمل کرنا ٹھیک نہین اسلیئے ناچار ناچار اسکو استحبابی ماننا پڑیگا اور تطوعات لیلی و
نہاری کے ساتھ اُسکا تعلق سمجھا جائیگا - یہان پر پہونچکر مجکو ناظرین حق شناس کیخدمت مین
ایک خدشہ کا اظہار ضرور ہے جسمین تعجب وحیرانی دونون توام ہین وہ یہ ہے کہ اکثر مفسرین اس

Marfat.com

آیت مین فرماتے ہین کہ اسکے پہلے حصہ سے تو دو نمازین صبح وعصر مراد ہین اور آناء اللیل سے مراد مغرب وعشا ہین یعنی لفظ اناء صیغہ جمع ہے تثنیہ مین مستعمل ہوا ہے اور اطراف النہار سے مراد ظہر ہے یعنی اطراف کو بمعنی طرفین کے لیکر بمعنی نصف اول اور نصف آخر لیا ہے سو نماز ظہر اوّل نصف کے آخر مین اور نصف ثانی کے شروع مین واقع ہی اسلئے اس جملہ سے مراد ظہر لیا ہے غرض اس سے پانچون نماز مراد ہونا بیان کیا ہے اس تقریر کے موافق اسمین دونون صیغہ امر ایجابی ہی ماننے پڑینگے اب اس توجیہ مین خدشہ یہ ہے کہ قطع نظر اُن توجیہات رکیکہ کے جو لفظ آناء و اطراف مین کے گئے ہین یہ خرابی ہی کہ وقت نزول آیت پانچوین نماز فرض کب تھین پھر یہ کہنا کہ اس سے پانچون نمازین مراد ہین اور دونون صیغہ امر ایجابی ہین کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ سورہ طہ کا نزول اسلام عمری اور ہجرت حبشہ سے بھی پہلے ہے تو شب معراج سے علی اصح الاقوال آٹھ سات برس پہلے ہوا پھر اس توجیہ کو خطا نہ کہین تو کیا کہین خطا کہین تو چھوٹا مُنہ بڑی بات ہی قرن تابعین کے اقوال اس توجیہ کے ماخذ ہین چنانچہ تفسیر ابن جریر اور تفسیر کبیر وغیرہ مین وہ اقوال منقول ہین ہر چند کہ ان تفاسیر مین دوسرے آثار بھی منقول ہین جو بندہ کی توجیہ کے موافق ہین مگر سلف صالحین کے اقوال مین راجح و مرجوح کا فرق ہونا کچھ تعجب خیز نہین ہے مگر باطل قول کیطرف بعض سلف کا جانا موجب حیرانی ہے ہان یون کہا جاوے کہ انکو نزول آیت کے وقت سے ذہول ہوا اسلئے یہ توجیہ غلط سرزد ہوگئی تو مستبعد نہین ہے یا یہ کہا جاوے کہ گو ساری سورہ طہ کا نزول معراج سے پہلے ہے مگر اس آیت کا نزول بعد المعراج ہے تو یہ توجیہ صحیح ہوسکتی ہے مگر اسکے لئے نقل صحیح کی ضرورت ہے تا وقتیکہ اس آیت کا تاخر عن المعراج بنقل صحیح ثابت نہو اس توجیہ کو صحیح نہین کہہ سکتے علماء ربانی سے التجا ہے کہ اس خلجان کی بیخ کنی کے لئے متجسسانہ محققانہ تلاش وفکر کھین اور ممکن ہو تو بندہ کو تحریر شافی سے مستفید فرماوین مگر یہ خدشہ صرف اسی سورہ طہ کے ساتھ مخصوص نہین ہی بلکہ اُن سورے سے بھی متعلق ہے جنکا نزول مکہ مین قبل المعراج ہے اور انمین اس آیت مذکورہ کے ہمعنی کوئی آیت ہے جیسا کہ سورہ قاف اور سورہ طور اور سورہ ہود اور سورہ روم مین انکی آیات کا ذکر آگے آتا ہے منتظر رہنا چاہئے ۔ بالجملہ سورہ طہ کی آیت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ نماز صبح اور نماز عصر پہلے سے مفروض تھین شب معراج کو اُن مین تین نمازون

کی بیشی ہوکر پانچ نماز مفروض ہوئین اب دوسری آیات کا ذکر بھی ضروری ہے جس سے دعوی مذکورہ مدلل ہوجاوے۔ دلیل چہارم سو سنئیے سورہ قاف مکی ہے اور اُسکا نزول حسب تحقیق صاحب اتقان سورہ طہ واعراف وانعام سے بھی پہلے ہے اور اُسمین سورہ طہ کی آیت مذکورہ بالا کی بالکل ہمعنی آیت ہے ہردو کا تناسب معنی اسی کو مقتضی ہے کہ دونون کا نزول بھی قریب قریب ہی ہے وہ آیت یہ ہے فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود سو اس مین بھی پہلا امر بقرائن مذکورہ بالا ایجابی ہے اور نماز صبح وعصر سے متعلق ہے اور دوسرا امر استحبابی ہے اور تطوعات سے تعلق رکھتا ہے۔ دلیل پنجم علی ہذا سورہ طور بھی مکی ہے اُسمین یہ آیت ہے فاصبر لحکم ربک فانک باعیننا وسبح بحمد ربک حین تقوم ومن اللیل فسبحہ وادبار النجوم اس آیت مین جملہ وسبح بحمد ربک حین تقوم سے یہ مراد ہے کہ جونسا وقت قیام صلوۃ مفروضہ کے لئے تمہارا معہود و مقرر ہے اُسمین برابر نماز پڑھتے رہو کیونکہ صیغۂ مضارع استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے مگر اُسوقت کے تعیین سے یہ آیت ساکت ہے کہ وہ کونسا وقت ہے سو یہ بات پہلی دو آیتون سے واضح ہوگئے کہ وقت معہود قبل الطلوع اور قبل الغروب ہے سو اس آیت کا خلاصہ بھی وہ ہی ہوا جو پہلی دو آیت کا تھا اور اُسمین بھی پہلا امر ایجابی متعلق بفرائض ہے اور دوسرا امر متعلق بتطوع ہے۔ یہان پر ادبار السجود اور ادبار النجوم کے متعلق بھی کچہ لکھدینا خالی از منفعت نہوگا سو سنئیے کہ لفظ (السجود) مین دو احتمال ہین یا مصدر معرف باللام ہے اور یہی اظہر احتمال ہے اور یا اسکو ساجد کی جمع تصور کیا جاوے پہلی صورت مین الف ولام تعریف عہد خارجی کے لئے ہوگا یعنی شمس مذکور کا سجدہ اس سے مراد ہوگا جو بمعنی غروب ہے اور یہ معنی کچہ مستبعد نہین ہین کہ قرآن مجید سے شمس وقمر اور نجم وشجر کا سجدہ کرنا ثابت ہے اور حدیث سے بھی عند الغروب شمس کا ساجد ہونا محقق ہے اس صورت مین معنی آیت یہ ہین کہ قبل الغروب تو فرض عصر ادا کرو اور بعد غروب نماز تطوع پڑھو جیسا کہ اوقات لیل مین تطوع ادا کیجاتی ہے اور یہ ہی معنی اس صورت مین اصوب وارجح ہین بعض مفسرین نے اس سے فرض مغرب مراد سمجھی ہے مگر یہ ٹھیک نہین اسلئے کہ اس آیت کے نزول کے وقت نماز مغرب ہرگز فرض نہ تھی جیسا کہ گذشتہ تقریر مین یہ مرحلہ طے ہوچکا ہے سو لامحالہ اسکو تطوع پر ہی حمل کرنا

Marfat.com

ٹھیک ہے اس بنا پر یہ دعوی بھی بیجا ہوگا کہ آپ وقت مغرب بھی اوّل سے ہی نماز پڑھا کرتے
تھے مگر نہ فرضاً بلکہ تطوعاً چنانچہ امام المفسرین ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مین نقل فرماتے
ہین۔ حدثنا بشر قال حدثنا یزید قال حدثنا سعید عن قتادۃ وسبح بحمد ربک
قبل طلوع الشمس لصلوۃ الفجر قبل غروبہا للعصر پارہ ۲۶ ص ۱۰۱ وحدثنا ابو کریب قال
حدثنا ابو فضیل عن رشدین کریب عن ابیہ عن ابن عباس قال قال لی رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم یا ابن عباس رکعتان بعد المغرب ادبار السجود پارہ ۲۶ ص ۱۰۱ اس حدیث مین
بعد المغرب بمعنی بعد الغروب ہے نہ بمعنی نماز مغرب کیونکہ اسوقت مین یہ نماز فرض ہی نہ تھی۔ اگر دوسرا
احتمال مراد لیا جاوے یعنی السجود جمع ساجد مانی جاوے تو یہ صفت نجوم کی ہوگی یعنی ادبار
النجوم الآفلین المختفین اس صورت مین آیت قاف اور آیہ طور بالکل ہم معنی ہونگی جس سے دو
رکعت تطوع بعد الفجر مراد ہونگی جیسا کہ ادبار النجوم سے یہی دو رکعت مراد ہین تفسیر مذکور مین
ہے۔ حدثنی محمد بن سعد قال حدثنی ابی قال حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن
ابیہ عن ابن عباس قولہ فسبحہ وادبار النجوم قال ہما السجدتان قبل صلاۃ الغداۃ۔
وحدثنا ابن بشار قال حدثنا ابن ابی عدی وحماد بن مسعدۃ قالا حدثنا حمید
عن الحسن عن علی فی قولہ وادبار النجوم قال الرکعتان قبل صلوۃ الصبح پارہ ۲۶ ص ۱۰۱ مگر یہ
احتمال خلاف ظاہر ہے اور اسمین تکلف بھی کرنا پڑتا ہے اور پھر معنی سابق کا اعادہ ہے کسی جدید
معنی کا افادہ نہین اسلئے پہلا احتمال ہی ارجح و اصوب ہے کہ اسمین تطوع بعد الفجر اور بعد الغروب
کا ثبوت ہے اور اسمین ایک ہی تطوع کا ثبوت نکلتا ہے یعنی بعد الفجر تطوع کا واللہ اعلم۔

دلیل ششم

دلیل ششم علی ہذا سورہ ہود کی آیت اور ملاحظہ کیجئے واقم الصلوۃ طرفی النہار و زلفا
من اللیل ان الحسنات یذہبن السیئات ذلک ذکری للذاکرین واصبر فان اللہ
لا یضیع اجر المحسنین یہ سورۃ مکی ہی خاص اس آیت کے متعلق بعض مفسرین کا زعم ہے کہ
یہ مدنی ہے مگر یہ خیال نہ قرآن مجید کے سیاق سباق سے موجہ ہے اور نہ جس دلیل سے اسکا مدنی
ہونا ثابت کرتے ہین وہ قابل اطمینان ہے بناءً علیہ ارجح یہ ہے کہ یہ سورت مع اس آیت کے
سب کی سب مکی ہے ہان یہ احتمال ہے کہ یہ سورت بعد افتراض صلوات خمسہ مکہ مین نازل

Marfat.com

ہوئی ہو یا قبل الافتراض سو احتمال ثانی ہی اظہر ہے ورنہ اکتفا دو نمازون پر پانچ مین سے تاویلات
رکیکہ سے موجہ ہوگا بنائً علیہ ہم اپنے استدلال کا مبنی اسپر رکھکر کہ اس آیت کا نزول قبل المعراج
مکہ مین ہے مدعا دلی ظاہر کرتے ہین اگر یہ مبنی کسی کو مسلم نہو یا اسکو بنقل صریح کوئی باطل کرے
تو بیش برین نیست کہ یہ دلیل ناکافی ہوگی مگر ادلہ سابقہ و لاحقہ اثبات مدعی کے لیئے کافی و وافی
ہین سو سُنئے علامہ عینی شارح بخاری سورہ ہود کے تحت مین تحریر فرماتے ہین قال السدی قال
ابن عباس سورة هود مكية غير قوله اقم الصلوة طرفي النهار الآية وقال القرطبي عن
ابن عباس هي مكية مطلقا وبه قال الحسن وعكرمة ومجاهد وجابر ابن زيد وقتادة
اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ عند الاکثر اس آیت کا بھی مکّی ہونا ارجح ہے مدنی ہونا مرجوح ہے
ادھر سیاق آیت پر نظر کرنے سے بھی یہی نکلتا ہے کہ یہ مکّہ ہی مین نازل ہوئی ہے کیونکہ یہ جملہ
انشائیہ ہے اس سے پہلے دو جملہ انشائیہ ہین اُن پر اسکا عطف ہے اوّل جملہ فاستقم كما امرت الخ
دوسرا جملہ ولا تركنوا الى الذين ظلموا الخ پھر اسکے بعد جملہ فاصبر الخ ہے غرض سب جملات انشائیہ
باہم مربوط ہین جنکا خلاصہ یہ ہے کہ ای نبی تمکو اور تمہارے اتباع کو دین حق پر جمارہنا چاہیئے
اوامر و نواہی الٰہیہ سے سرتابی نہین چاہیئے اللہ تعالیٰ تمہارے بھلی بُرے کامونکا جاننے والا ہے اور
تم ان ظالم مشرکین کی طرف میلان قلبی نہ رکھو کہین تمکو اسپر قہر الٰہی کی آگ نجلادے اور اُسوقت
کوئی دوست و آشنا تمہارے کام نہ آوے نہین بلکہ صبح و شام فرض عبادت بجالانے پر جمے رہو اور
کچھ نہ کچھ رات کے وقت عبادت کرتے رہو ایسی نیکیان چھوٹے موٹے گناہون کو نابود کردیتی ہین
اور اعدا کی ایذا رسانی کو صبر و تحمل سے برداشت کرو اخلاص مندون کا کوئی کام بھی اللہ تعالیٰ ضایع
نہین کرتا ہے غرض یہ سب آیات اُسی دل تنگی کے متعلق ہین جو مشرکین مکہ کی دل آزار باتون سے
آپ کو پیش آتی رہتی تھی خصوصا نماز کے بارہ مین جو وہ تمسخر کیا کرتے تھے اور آپ کو بیحد افسردگی اسپر
لاحق حال ہوتی تھی اسکا دفعیہ اور علاج ان آیات مین آپکو بتایا گیا ہے سو یہ آیت اگر مدنی مانی
جاوے اور بعض مسلمانون کی خاص لغزشون کے بعد اسکا نزول مانا جاوے اور تکفیر سیئات ان
دو فرائض کا ثمرہ ہونا جتایا جاوے اور پہلی آیات متعلقہ بمشرکین مکّہ سے کوئی تعلق نہو تو آیات
قرآنی مین بے ربطی کا الزام عائد ہوگا جو بلاغت قرآنی کے سراسر منافی ہے اور پھر مورد نزول اور

Marfat.com

آیت مین چندان تناسب معنوی بھی نہوگا کیونکہ مدینہ مین تو پانچون نمازین فرض ہوچکی تھین پھر طرفین نہار کی نمازون کی تخصیص کیا ہے برخلاف اسکے کہ یہ آیت مکی ہو اور قبل المعراج ہو تو یہہ تخصیص موجہ ہے کیونکہ اُسوقت یہ ہی دو فرض تھے اور تکفیر صغائر فرض نمازون ہی کا خاصہ ہے نوافل نمازون کا اثر اور ہے کیونکہ حسنات مندرجہ آیت سے صلوات مفروضہ ہی مراد ہین نہ کہ تمام حسنات تفسیر ابن جریر صفحہ ۷۲ پارہ ۱۲ مین ہے عن الحسن قال قال اللہ لنبیہ اقم الصلوۃ طرفی النہار یعنی صلوۃ العصر والصبح۔ وعن قتادۃ قولہ اقم الصلوۃ طرفی النہار یعنی صلوۃ العصر والصبح۔ وعن محمد بن کعب مثلہ حدثنا سوید قال اخبرنا ابن المبارک عن سعید الجریری قال حدثنی ابو عثمان عن سلمان والذی نفسی بیدہ ان الحسنات التی یمحو اللہ بھن السئیات کما یغسل الماء الدرن الصلوات الخمس۔ وعن ابی محمد بن الحضرمی قال حدثنا کعب فی ھذا المسجد قال والذی نفس کعب بیدہ ان الصلوات الخمس لھن الحسنات التی یذھبن السئیات کما یغسل الماء الدرن صفحہ ۷۳ پارہ ۱۲ رہی وہ دلیل جسکی وجہ سے اس آیت کو مدنی خیال کیا جاتا ہی سو وہ یہ ہی ترمذی وغیرہ سے ثابت ہے کہ بعض اہل مدینہ کو کسی اجنبی عورت سے تقبیل ولمس کی نوبت آئی تھی پھر نادم ہوکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین وہ حاضر ہوا اس پر یہ آیت نازل ہوئی سو اسکا جواب یہ ہے کہ عبارت حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو سُنکر خاموش ہوگئے اور انتظار وحی مین سربجیب تفکر رہے جبرئیل امین حاضر ہوے پھر آپنے اُس شخص کو بلاکر یہ آیت سنائی سو اس سے یہ نہین نکلا کہ یہ آیت اسیوقت نازل ہوئی بلکہ یہ کہ جبرئیل امین نے آپکو تلقین کردیا کہ اس واقعہ کا حکم اس آیت مین ہے سو آپنے اُس شخص کو بلاکر یہ سُنا دیا چنانچہ تفسیر مذکور مین ہے صفحہ ۷۳ پارہ ۱۲ عن ابی الیسر قال اتتنی امراۃ تبتاع منی بدرھم تمرا فقلت ان فی البیت تمرا اجود من ھذا قد [illegible] فاھویت الیھا فقبلتھا فاتیت ابا بکر فسالتہ فقال استر علی نفسک وتب واستغفر اللہ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اخلفت رجلا غازیا فی سبیل اللہ فی اھلہ بمثل ھذا حتی ظننت انی من اھل النار حتی تمنیت انی اسلمت ساعتئذ قال فاطرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساعۃ فنزل جبرئیل فقال این ابو الیسر فجئت فقرأ

دلائل مدنیت کی تضعیف اور مکیت کی تصحیح

Marfat.com

علی اقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفا من اللیل الی ذکری للذاکرین قال انسان له یارسول الله خاصۃ ام للناس عامۃ قال للناس۔ وعن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ ان رجلا اصاب من امرأۃ مادون الجماع فاتی النبی صلی الله علیه وسلم یسأله عن ذلك فقرأ او انزلت اقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفا من اللیل الاٰیۃ فقال معاذ یارسول الله الہ خاصۃ ام للناس عامۃ قال ھی للناس عامۃ چنانچہ علامہ سیوطی نے اسکے امثلہ متعددہ نقل کرکے اس فرق لطیف کو یاد رکھنے کی وصیت کی ہے جلد اول اتقان مین صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے تنبیہ قد یکون فی احدی القصتین فتلا ویھم الراوی فیقول فنزل مثاله الخ پھر آخر فصل مین لکھا ہے تنبیہ تامل ما ذکرته لك فی ھذہ المسئلۃ واشدد به یدیك فانی حررته واستخرجته بفکری من استقراء صنیع الائمۃ ومتفرقات کلامهم ولم اسبق الیه علاوہ برین بعض آیت کا نزول مکرر بھی ہوتا ہے چنانچہ اتقان مین ہے الحال السادس ان لا یمکن ذلک (ای نزولها عقیب السببین) فیحمل علی تعدد النزول وتکررہ۔ پھر آیت وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به مین تین مورد نقل کئے اور اس طرح جمع کیا وقال ابن الحصار ویجمع بانها نزلت بمکۃ اولا قبل الهجرۃ مع السورۃ لانها مکیۃ ثم ثانیا باحد ثم ثالثا یوم الفتح ناظرین باانصاف سے امید ہے کہ دونون حدیثون مین غور فرماکر بندہ کی تصدیق فرماوینگے پہلے حدیث سے ہرگز اسوقت نزول آیۃ مفہوم نہین ہے دوسری حدیث اور بھی زیادہ موید بندہ ہے کیونکہ اسمین تردید شکی ہے کہ آیت کو اسوقت پڑھایا اسکا نزول ہوا معہذا احادیث اخری سے اسکا مورد نزول مختلف اشخاص معلوم ہوتے ہین اور ہر حدیث مین یہی مذکور ہے کہ فلان شخص کے بارہ مین یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر ہے کہ نزول آیت متعدد نہین ہے سو جو توجیہ بیان کیجاتی ہے کہ ایک کے حق مین نازل ہوئی اور دوسرے اشخاص اسکے ساتھ ملحق ہین وہی توجیہ اسکی کی مانتے مین جاری ہے کہ نزول اسکا مکہ مین بغرض اظہار فضل فرائض ہے کہ صغائر کو مٹاتی ہین اور پھر مدینہ مین جو جو مرتکب صغائر آپکی خدمت مین حاضر ہوئے بہ تلقین جبرئیل آپ یہ آیت انکو سناتے تھے اب آگے رواۃ حدیث کا ظن وتصرف ہے جس سے یہ وہم ناشی ہوگیا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے مگر حق الامر وہی ہے جو بندہ عرض کرچکا ہے والحق احق بالقبول ولو من اهل الخمول

علامہ سیوطی کی وصیت دربارہ نزول آیات یاد رکھنے کے قابل ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمۃ الحق ضالۃ المؤمن اینما وجدھا فھو احق بھا اب اس
مرحلہ سے تو فراغت ہوئی کہ یہ آیت مکہ ہی مین نازل ہوئی ہے اور وہ بھی قبل المعراج تو اب مدعا
دلی کا اظہار بھی ضروری ہے۔ سو خیال کیجیے کہ اس آیت سے بھی وہ بات نکلی جو ہر سہ آیات مذکورہ بالا
سے ثابت ہوئی تھی یعنی یہ کہ پانچون نمازون کی فرضیت سے پہلے صبح و عصر کی نماز فرض تھی باقی
یہان بھی مفسرین کی طرف سے خلط مبحث ہے کہ کھینچ تان کر طرفین نہار سے دن کی تین نمازین
نکالتے ہین اور زلفا من اللیل سے جمع کو بمعنی مثنّی مانکر مغرب و عشا نکالتے ہین اور بعض اس جمع کو
جمع ہی مانکر تیسری نماز وتر بھی اس سے نکالتے ہین مگر یہ سب اوہام ہین اُنکا قول جب ہی موجہ
ہو سکتا ہے کہ اسکا نزول افتراض خمس اور ایجاب وتر کے بعد بدلیل مسلم ثابت کر دین ورنہ عقلاً
منصف یہ ہی کہینگے کہ ؎ موذن بانگ بے ہنگام برداشت ✦ دلیل ہفتم۔ علیٰ ہذا سورہ دھر کی

دلیل ہفتم

آیات سے بھی یہی بات بلا کم و کاست نکلتی ہے تکرار و اعادہ کی حاجت نہین ہے سو سنئے فاصبر
لحکم ربک ولا تطع منہم اٰثما او کفورا واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا ومن
اللیل فاسجد لہ وسبحہ لیلا طویلا علامہ ابن جریر اپنی تفسیر مین اسکی شرح اس طرح
کرتے ہین۔ یقول تعالیٰ ذکرہ واذکر یا محمد اسم ربک فادعہ بہ بکرۃ فی صلوۃ الصبح
وعشیا فی صلوۃ الظہر والعصر ومن اللیل فاسجد لہ یقول ومن اللیل فاسجد لہ فی
صلوتک $\frac{\text{صہ ۱۲۱}}{\text{پارہ ۲۹}}$ مگر لفظ اَصیل کی تحت مین نماز ظہر کو داخل کرنا مبنی بر اشتباہ ہے اور ایک گونہ
خلط مبحث ہے کیونکہ لغۃ عرب مین لفظ عشی تو ایسا وسیع ہے کہ اُسکے تحت مین ظہر و عصر داخل
ہو سکتے ہین چنانچہ بعض حدیث مین آیا ہے صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدی
صلوتی العشی مگر لفظ اصیل ظہر کو شامل نہین ہے بلکہ بمعنی شام ہے چنانچہ خود مفسر مذکور نے نوین
پارہ کے صہ ۱۰۵ پر لغۃ سے تحقیق کیا ہے۔ واما الاصال فھی فیما یقال فی کلام العرب ما بین
العصر الی المغرب۔ اور اسی بناء پر سورہ احزاب کی تفسیر مین $\frac{\text{صہ ۲}}{\text{پارہ ۲۲}}$ پر لکھا ہے وسبحوہ بکرۃ
واصیلا یقول صلوا لہ غدوۃ صلوۃ الصبح وعشیا صلوۃ العصر اور اسکی تائید مین
یہ اثر قتادہ نقل کیا ہے حدثنا بشر قال حدثنا یزید قال حدثنا سعید عن قتادۃ
قولہ وسبحوہ بکرۃ واصیلا صلوۃ الغداۃ وصلوۃ العصر سو لا محالۃ سورہ دھر کی آیت سے

لہ لفظ اصیل لغت عرب مین وقت ظہر کو شامل نہین محمد ۱۲

بھی صبح اور عصر کی نماز کا حکم نکلیگا ظہر کا اُس سے نکالنا کسی طرح صحیح نہین ہی مگر یہ تقریر جب ہی صحیح ہو سکتی ہی کہ یہ سورۃ مکیہ ہو مدینہ نہو سو اسکا مکیہ ہونا ہی صحیح ہے اول تو اسوجہ سے کہ اسمین یہ آیت آیات سابقہ کے بالکل مطابق و موافق ہی اور انکا مکیہ ہونا پچھلی تقاریر سے مبرہن ہو چکا ہے دوسرے ناقلین مکیت زاعمین مدنیت سے اکثر و اقوی ہین صہ ج ۹ قال العینی ھی مکیۃ قالہ قتادۃ والسدی وسفیان وعن الکلبی انھا مکیۃ الا ویطعمون الطعام علی حبہ الی قولہ قمطریرا وعن الحسن انھا مکیۃ وفیھا آیۃ مدنیۃ ولا تطع منھم اثما او کفورا وقیل ما ھو فی ذلک قول الحسن و لا الکلبی وجاءت اخبار فیھا انھا نزلت فی شان علی و فاطمۃ وابنیھما رضی اللہ عنھم۔ مگر یہ اخبار بطور قصص تفاسیر مین درج ہین سند معتبر سے ثابت نہین اسی واسطے امام رازی نے تفسیر کبیر مین اس قول کو رد کیا ہے بر تقدیر صحت ان قصص کی یہ توجیہ ہے کہ گوی یہ آیت مکہ مین نازل ہوئی مگر اسکی مصداق قیامت تک ہوتی رہینگی سو حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسکی مصداق بنے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسوقت مناسب حال یہہ آیت پڑھی علاوہ برین اسمین یہ آیت ہے وسبحہ لیلا طویلا سو یہ آیت سورہ مزمل کی ابتدائی آیات سے مشابہ ہے جنمین فرضیت تہجد کا تذکرہ ہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ سورہ دہر کا نزول بھی سورہ مزمل کے قریب قریب ہے بلکہ نسخ فرضیت سے پہلے ہے جو ایکسال بعد ہوا تھا بالجملہ اس کا مکی ہونا بدلائل ثلاثہ مذکورہ احق واوفق ہی تو ہمارا استدلال اس سے صحیح رہا۔ دلیل ہشتم علی ہذا اور سُنئے سورہ روم مکی ہی معراج سے تقریباً چند برس پیشتر اسکا نزول ہے جیسا کہ پہلی تقریر مین مدلل ہو چکا ہے اسمین یہ آیت ہے فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات و الارض وعشیا وحین تظھرون۔ اسمین چار وقتون مین حکم نماز ہے اول مغرب دوم صبح سوم عصر چہارم ظہر اور ممکن ہی کہ حین تمسون سے مغرب وعشا کا وقت مراد ہو اس صورت مین پانچون وقت اس سے نکل سکتے ہین اسمین لفظ سبحان اللہ مفعول مطلق ہی اسکا فعل یعنی سبحوا محذوف ہی وہ صیغہ امر ہے مگر وہ ایجابی نہین ہے اسلئے کہ فرضیت صلوات خمسہ بشب معراج آیات واحادیث سے محقق ومسلم ہے اب اسکو یا پانچون اوقات کے حق مین استحبابی وارشادی مانین اور یا بعض اوقات کے حق مین استحبابی اور بعض کے حق مین ایجابی سمجھین پہلا احتمال تو اسلئے قابل تسلیم نہین ہے کہ ہم گذشتہ

دلیل ہشتم

آیات قرآنی سے ثابت کرچکے ہین کہ دو نمازین صبح وعصر اوّل سے فرض تھین پھر پانچون وقت کے
متعلق اسکو استحبابی کیسے کہہ سکتے ہین دوسرے احتمال مین یہ تامل ہے کہ ایک صیغہ کو کسی وقت کے
متعلق تو ایجابی اور کسی کے متعلق استحبابی کہین تو عموم مشترک یا جمع بین الحقیقۃ والمجاز لازم آتا
ہے جو محققین کے نزدیک باطل ہے مگر حق یہی احتمال ہے ہان تامل مذکور کی خلش دور کرنی ضروری
ہے سو سنئے علم نحو مین یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ ایک شے کو ایک شے پر عطف کرنا تکریر عامل کے
حکم مین ہوتا ہے سو اس آیت مین اگرچہ ظاہرا صیغہ امر واحد ہے مگر حکما متعدد ہین سو ان مین سے
ایک کو ایجابی اور دوسرے کو استحبابی کہین تو خرابی مذکور لازم نہین آتی ہے اسی بناء پر آیت قرآنی
ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ - مین ایک واجب اور دو مستحب کو
یامر کے تحت مین داخل کیا ہے علیٰ ہذا حدیث شریف امرنا برد السلام واجابۃ الداعی وابرار
المقسم ونصر المظلوم مین امور مستحبہ اور واجبہ کو جمع کیا ہے ہان اگر اس آیت مین تسبیح مذکور کو
بمعنی صلوۃ نمانین بلکہ ذکر لسانی خارج صلوۃ پر اسکو محمول کرین تو سب کے حق مین امر استحبابی ہوگا
اور اس صورت مین کسی توجیہ وتاویل کی بھی ضرورت نہوگی مگر آثار صحابہ سے یہی راجح ہے کہ اس
آیت سے صلوات مراد ہین نہ کہ تسبیح خارجی اسیوجہ سے اولاً یہ ہی لکھا گیا کہ اس سے اوقات اربعہ یا خمسہ
کی نمازین مراد ہین تفسیر ابن جریر مین ہے حدثنا بشر قال حدثنا یزید قال حدثنا سعید عن قتادۃ
فسبحان اللہ حین تمسون لصلوۃ المغرب وحین تصبحون لصلوۃ الصبح وعشیا الصلوۃ العصر و
حین تظہرون صلوۃ الظہر اربع صلوۃ ص۱/۱ وحدثنی یونس قال اخبرنا ابن وہب
قال قال ابن زید فی قول اللہ فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون وله الحمد فی السموات
والارض وعشیا وحین تظہرون قال حین تمسون صلوۃ المغرب وحین تصبحون صلوۃ
الصبح وعشیا صلوۃ العصر وحین تظہرون صلوۃ الظہر ص۱/۲ وعن ابی رزین قال سال
نافع بن الازرق ابن عباس میقات الصلوات الخمس فی کتاب اللہ قال نعم فسبحان اللہ
حین تمسون المغرب وحین تصبحون الفجر وعشیا العصر وحین تظہرون الظہر قال ومن
بعد صلوۃ العشاء ثلاث عورات لکم ص۱/۳ وعن ابی عیاض عن ابن عباس قال جمعت
ھاتان الآیتان مواقیت الصلوۃ فسبحان اللہ حین تمسون قال المغرب والعشاء و

حین تصبحون الفجر و عشیا العصر و حین تظہرون الظہر ان چار اثار مین سے پہلے تین اثار
یعنی قتادہ اور جابر ابن زید اور ابن عباس کے آثار متوافق المعنی ہین اور وہ چار اوقات کی نمازین
اس آیت سے نکالتے ہین اور ابن عباس کا اثر آخر اس آیت سے پانچون اوقات ظاہر کرتا ہے
بہر حال اس آیت سے ان اوقات اربع یا خمس کی عظمت بہ نسبت اور اوقات کی مفہوم ہوئی جو
پیش خیمہ ہے اوقات خمسہ کے نمازون مفروضہ کا اگرچہ وقت نزول آیت یا پانچون نمازین مفروض نہ
تھین واللہ تعالیٰ اعلم - بالجملہ ہمنے یہانتک گیارہ سورے سے یعنی سورہ مزمل و انعام و ہود و طہٰ و کہف
و روم و مومن و قاف و طور و معارج و دہر کی آیات سے ثابت کر دیا ہے کہ اول اسلام سے دو وقت
کی نماز یعنی صبح و عصر کی فرض تھین تین سورے سے مجملاً اور آٹھ سورے سے مفصلاً مدعائے بندہ ثابت و مدلل
ہوگیا پھر اسمین تین نمازون کی بیشی ہوکر بہ شب معراج پانچ نمازین مفروض ہوئین افتراض خمس سے
پہلے جو جو آیات متعلق باوقات نازل ہوئین اُن سے کھینچ تانکر پانچون نماز مراد لینی جیسا کہ بعض
مفسرین نے شیوہ اختیار کر رکھا ہے اوقات نزول سے ذہول پر مبنی ہے چنانچہ گذشتہ تقریر مین
ہمنے اسکی طرف کچھ اشارہ کیا ہے ہان جو سورہ کہ بعد از معراج نازل ہوئی ہو اور اسمین اس قسم کی
کوئی آیت ہو اُس سے پانچون نماز مراد لینا بالکل درست ہے چنانچہ سورہ بنی اسرائیل مین یہ آیت ہے-
اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل و قرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا یہ سورت
بعد از معراج نازل ہوئی کیونکہ اسمین واقعات اسرا سے خبر دی ہے اور اسمین پانچ نمازین فرض ہوئین
سو اسمین یہ آیت مذکورہ موجود ہی ہر چند کہ مفسرین کو دلوک شمس کے معنی مین اختلاف ہی بعض اس سے
غروب شمس مراد لیتے ہین اور بعض زوال شمس علی ہذا غسق اللیل کے معنی مین اختلاف ہے بعض کے
نزدیک اقبال اللیل یعنی آغاز شب مراد ہے اور بعض کے نزدیک اشتداد لیل یعنی تیرگی شب مگر
عند المحققین ہر دو لفظون مین احتمال دوم ہی حق ہی تفسیر ابن جریر مین ہے عن ابی مسعود عقبۃ
بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل علیہ السلام لدلوک الشمس
حین زالت فصلی بی الظہر اور علامہ نظام الدین نیشاپوری کی تفسیر غرائب القرآن مین قال
الکسائی غسق اللیل غسوقا ای اظلم و کان الظلام انہمل علی الدنیا و تراکم - اس صورت
مین ظہر سے لیکر عشا تک کی نمازین آیت کے پہلے حصہ مین داخل ہونگی اور صبح کی نماز قرآن الفجر سے

Marfat.com

مراد ہوگی سو پانچون نمازین فی الجملہ اجمال کے ساتھ اس سے مفہوم ہونگی غرض آیت فسبحان اللہ حین تمسون الخ سے جن اوقات کی فضیلت اولاً معلوم ہوئی تھی انجام کار انھین یہ نمازین فرض ہوئین اور اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قیامت تک یہ دستور العمل بنا دیا گیا مگر ان پانچون نمازون مین سے نماز صبح وعصر ہی اعلیٰ وافضل ہی کیونکہ انکی محافظت کرنے والون کو آخرت مین دیدار خداوندی کہ اجل النعم ہے روزانہ دو وقتہ نصیب ہوا کریگا جعلنی اللہ تعالیٰ منھم ترمذی شریف مین ہے اہل جنت کے حالات مین واکرمھم علی اللہ من ینظر الی وجھہ غدوۃً وعشیۃً ۳۱۲ اور فتح الباری شرح بخاری مین جریر بن عبد اللہ کی حدیث گذشتہ کی شرح مین فرماتے ہین قال الخطابی ھذا یدل علی ان الرویۃ قد یرجی نیلھا بالمحافظۃ علی ھاتین الصلوتین الحاصل طرفین نہار کی نمازون مین جو اختلاف تھا کہ آیا اوّل سے فرض ہین یا بہ ضمن صلوات خمسہ لیلۃ الاسراء مین فرض ہوئین وہ آٹھ آیات گذشتہ کی تحقیق وتوفیق سے رفع ہوگیا اور انکا پہلے سے ہی فرض ہونا ارجح واوفق مسلم ہوا اب اسکے بعد اسمین اختلاف باقی رہنے کی کوئی گنجایش نہین ہے اس بحث کو بندہ نے بالہام خداوندی جسقدر مشرح ومبین کر دیا ہے اسوقت تک شاید کسی نے نہ کیا ہوگا فالحمد للہ الذی علم بالقلم وعلم الانسان مالم یعلم فمنہ الھدایۃ ومنہ الاصابۃ الحاصل اولاً یہ ہی دو نمازین فرض رہین پھر جب نوبت شب معراج آئی اسوقت روزانہ پچاس نمازون کا حکم ہوا تھا مگر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی متعدد معروضات پر اللہ پاک کی طرف سے کچھ تخفیف ہوتے ہوتے پانچ نمازون کا افتراض باقی رہا سال وماہ معراج مین اختلاف عظیم ہے مگر اکثرین وجمہور کے نزدیک نبوۃ سے بارھوان سال ہی یعنی ہجرت مدینہ سے ایک سال پہلے ہی عینی جلد ثامن کے صفحہ ۸ پر ہے قیل کان قبل الھجرۃ بسنۃ فی ربیع الاول وھو قول الاکثرین حتی بالغ ابن حزم فنقل الاجماع علیہ اور جلد دوم کے صفحہ ۱۹۶ پر ہے وجمھور السلف والخلف علی ان الاسرا کان ببدنہ وروحہ امامن مکۃ الی بیت المقدس فبنص القران وکان فی السنۃ الثانیۃ عشرۃ من النبوۃ۔ مگر یہ پانچون نمازین ماسوا مغرب کے اوّل سے دو دو رکعتین تھین مغرب کی نماز علی الاصح اوّل سے ہی تین رکعات تھی ہجرت مدینہ کے بعد ظہر وعصر وعشاء مین دو دو رکعات کی بیشی ہوئی اور سفر کی نمازین بدستور حالت اولیٰ پر قایم رہین چنانچہ نسائی شریف مین بروایت عم

صبح وعصر کی نمازون پر مداومت سے آخرت مین دو وقتہ دیدار خداوندی حاصل ہوا کریگا ہر مسلمان اس دولت کو حاصل کرے ۱۲

تعین وقت معراج ۱۲

Marfat.com

بن الخطاب رضی اللہ عنہ بسند صحیح مروی ہو ج ۱ ص ۲۵۵ صلاۃ السفر رکعتان تمام غیر قصر علی لسان
نبیکم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فتح الباری پارہ دوم مین ص ۲۳۱ پر مذکور ہے۔ روی ابن
خزیمۃ وابن حبان والبیہقی من طریق الشعبی عن مسروق عن عائشۃ قالت فرضت صلاۃ
الحضر والسفر رکعتین رکعتین فلما قدم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المدینۃ واطمأن
زید فی صلاۃ الحضر رکعتان رکعتان وترکت صلاۃ الفجر لطول القرأۃ وصلوۃ المغرب
لانہا وتر النہار اور عینی جلد دوم ص ۲۱۱ مین ہے قال الدولابی نزل تمام صلوۃ المقیم
فی الظہر یوم الثلاثاء اثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شہر ربیع الاخر بعد مقدمہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بشہر۔ شب معراج سے پہلے اگرچہ مشرکین مکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کی ایذا رسانی
مین سرگرم تھے مگر انہون نے واقعات معراج سنکر تکذیب رسول اللہ پر بیحد کمر باندھی اور بہت سے ضعیف الایمان
مرتد ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا مین کوئی دقیقہ نچھوڑا جب سب طرف سے سوائے عناد
وشقاق کے کوئی بات نہ دیکھی تو لا محالہ باشارہ خداوندی ترک وطن پر مجبور ہوئے اور اقامت مکہ
سے معذور۔ آیت قرآنی وما جعلنا الرویۃ التی اریناک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ
فی القرآن ونخوفہم فما یزیدہم الا طغیانا کبیرا اسی شورش عامہ کے حق مین نازل ہوئی تھی
جو مشرکین مکہ مین معراج کے واقعات سنکر پیدا ہوئی تھی الغرض آپ نے بخیال ہجرت یہ تدبیر سوچی کہ
مواسم حج وعمرہ مین سرداران عرب اطراف واکناف سے آتے رہتے ہین ان سے درخواست کرون کہ
مجکو اپنی حفاظت مین لو اور کلام الٰہی کی منادی کرنے دو سو آپ نے مختلف قبائل کے سردارون سے
وقتاً فوقتاً یہ درخواست کی مگر اکثرون نے اسکو منظور نکیا اور یہ کہکر ٹالدیا کہ قوم الرجل علم بہ
یعنی ہر آدمی کا خاندان ہی اسکی بھلائی برائی سے واقف ہوتا ہے سو آپ مین اگر کوئی خوبی
ہوتی تو تمہاری قوم ہی کیون نہ تمہارا ساتھ دیتی مگر تقدیر الٰہی مین یہ نعمت عظمیٰ مدینہ کے دو
بڑے خاندان یعنی قبیلہ اوس اور خزرج کے لئے مخصوص ہو چکی تھی سو اور کوئی قبیلہ اس سے
کس طرح مستفید ہو سکتا تھا الغرض ہجرت مدینہ سے کچھ پہلے ایک گروہ ان دونون خاندانون کا
عمرہ کرنے کے لیئے ماہ رجب وارد مکہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی خبر ہوئی آپ ان کے
پاس تشریف لیگئے اور موعظۃ حسنہ اور تلاوت قرآن سے انکو محظوظ کیا ہدایت حق نے اسکے

Marfat.com

سینون کو منور کردیا فوراً اُسی مجلس مین مشرف باسلام ہوئے اور وعدہ کیا کہ اپنی قوم کو دعوت اسلام کرنے مین آپکی نیابت کرینگے سیرت ابن ہشام مین مروی ہے کہ وہ چھہ شخص تھے اُنکے نام یہ ہین۔ اسعد بن زرارہ۔ عوف بن مالک۔ رافع بن مالک قطبہ بن عامر۔ عقبۃ بن عامر۔ جابر بن عبداللہ۔ جب یہ لوگ مدینہ پہونچے تو اپنی قوم کو دعوت اسلام دینی شروع کی تو کوئی خاندان ایسا نرہا کہ جسمین با ورسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ نہوا اسلئے آیندہ موسم حج مین مدینہ سے بارہ شخص منتخب وسنجیدہ شریک حج ہوکر آپسے ملاقی ہوے اور مشرف باسلام ہوکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی مضمون بیعۃ وہی تھا جو بیعۃ النساء کا ہے ان بارہ اشخاص مین اسعد بن زرارہ اور عبادۃ بن الصامت بھی تھے اس بیعت کو محدثین بیعت اولی کہتے ہین عینی جلد ثانی مین بہ صفحہ ۱۹ مذکور ہے فجاء فی العام المقبل اثنا عشر رجلا الی الموسم من الانصار احدھم عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاجتمعوا برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی العقبۃ وبایعوہ وھی بیعۃ العقبۃ الاولیٰ جب یہ لوگ وطن کی طرف رخصت ہونے لگے تو اُنھون نے آپ سے درخواست کی کہ ایک شخص ہمارے ساتھ روانہ کیجیئے کہ ہمکو قرآن کی تعلیم اور اسلام کی تلقین کرسکے سو آپنے مصعب بن عمیر ہاشمی کو تجویز فرماکر اُنکے ساتھ روانہ کیا اور مدینہ پہونچکر اسعد بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہوئے اور تعلیم و تلقین کا کام شروع کیا جسکا نتیجہ خاطر خواہ روز بروز ظاہر ہونے لگا ایک روز اسعد بن زرارہ مصعب بن عمیر کو ہمراہ لیکر اس ارادہ سے نکلے کہ خاندان عبدالاشہل اور خاندان بنی ظفر کو اسلام کی خوبیون سے آگاہ کرین سو بنی ظفر والون کے ایک باغ مین پہونچے وہان مسلمانون اور مشرکون کا خاصہ مجمع فراہم ہوگیا ہدایت حق شروع ہوگئی پہلے خاندان مین سے دو شخص سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر اپنے خاندان کے سردار تھے اور اسوقت تک مسلمان نہین ہوئے تھے اُنکو یہ مجمع ناگوار ہوا۔ سعد بن معاذ چونکہ اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور اُنسے مقابلہ کرنا نامناسب سمجھتے تھے اسلئے اسید بن حضیر سے کہا کہ مین تو معذور ہون تم جاؤ اور اس مجمع کو منتشر کردو یہ لوگ ہمکو بیوقوف بتاتے ہین اور ہمارے نوعمرون کو بہکاتے ہین اور ہمارے معبودون کو ناسزا کہتے ہین اسپر اسید بن حضیر نیزہ ہاتھ مین لے وہان پہونچے اور غضبناک حالت سے از خود رفتہ ہوکر برا بھلا کہنا شروع کیا اسپر مصعب نے نرمی سے کہا

Marfat.com

کہ ذرا بیٹھئے اور سُنئے اگر پسند آوے منظور کیجیے ورنہ کوئی زبردستی نہین ہے بولے کہ بات تو انصاف
کی ہے اچھا سُنائے مصعب رضی اللہ عنہ نے وعظ شروع کیا اور آیات قرآنی سُنائی متاثر ہوکر
کہنے لگے یہ کیسے کچھ دلچسپ کلام ہے اور کیا شیرین بیان ہو یہ تو بتاؤ کہ جب کوئی اس دین مین
داخل ہوتا ہے تو اسکو اوّل کیا کرنا ہوتا ہے وہ بولے کہ نہا دھوکر پاک وصاف ہوتے ہین اور کلمہ توحید
پڑھکر نماز پڑھتے ہین فوراً وہان سے اُسیدم اُٹھکر اور غسل کرکے کلمہ شریف پڑھا اور دو رکعت نماز پڑھے اور
بولے مرے پیچھے ایک اور سردار ہے اگر وہ اس دین کا پیرو ہوگیا تو کوئی بھی اس دین سے گریز نکریگا
مین جاکر اُسکو بھیجتا ہون اُسکا نام سعد بن معاذ ہے سو اپنا نیزہ اُٹھا واپس ہوے وہان سعد بن معاذ
اور ساری محفل منتظر بیٹھی تھی سعد بن معاذ اُنکی صورت دیکھتے ہی بولے کہ اسکا رُخ تو وہ نہین رہا جس رُخ
سے گیا تھا خیر اُن سے پوچھا کیا کر آئے وہ بولے کہ مین نے اُنکو منع کردیا اُنھون نے مرا کہنا مان لیا
ہے مگر مین نے یہ بھی سُنا کہ قبیلہ بنی حارثہ جو تمہارا اور اسعد بن زرارہ تمہارے خالہ زاد کا قدیمی دشمن ہے
اس خیال سے کہ تم مین اور اسعد مین مذہبی ناچاقی ہے اسعد کے قتل پر آمادہ ہوکر وہان گئے ہین
سعد بن معاذ یہ بات سُنکر افروختہ ہوگئے اور قومی عصبیّت سے لبریز ہوکر کہنے لگے کہ بنی حارثہ کی کیا
مجال ہے کہ مرے خالہ زاد بھائی کو نگاہ اُٹھاکر بھی دیکھ سکے غرض بھائی کی مدد کے خیال سے وہان
پہونچے وہان کچھ بھی اُس بات کا پتہ ونشان نہ تھا اب سمجھے کہ اُسید نے مرے یہان پہونچنے کا یہ بھانہ
کیا ہے وہان پہونچکر اپنی خالہ زاد اور مصعب بن عمیر کو سب وشتم کرنا شروع کیا مصعب نے اُنکو ٹھنڈا
کیا اور بات چیت مین اُنکو لاجواب کیا اور آیات قرآنی سے اُنکو مسرور کیا الغرض سعد بن معاذ کو آخر وہ
ہی کرنا پڑا جو اُن سے پہلے اُسید کو پیش آیا تھا غسل کیا کلمہ پڑھا نماز ادا کی پھر اپنی مجلس کیطرف روانہ
ہوئے اہل محفل دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ اُنکی حالت بھی بدل گئی بھری مجلس سے مخاطب ہوکر کہا کہ جانتے
ہو کہ مین کس پایہ کا شخص ہون سب نے اُنکے فضل وکمال کا اعتراف کیا سو بولے کہ مین نے قسم کھائی ہے
کہ جب تک مری قوم کے مرد وزن اللہ ورسول پر ایمان نہ لائینگے مین ہرگز اُن سے مکالمت نکرونگا اسکو
سنکر شام نہونے پائی تھی کہ سعد بن معاذ کا تمام قبیلہ مسلمان ہوگیا مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ
شاداں وفرحاں اُس باغ سے واپس ہوے اور خدا کا شکر بجالائے اب تو ہر ہر قبیلہ سے مرد وعورت
مسلمان ہونے شروع ہوگئے قریب ایکسال کے یہ حالت رہی اب زمانہ حج قریب آگیا اس لئے

Marfat.com

مصعب بن عمیر اور جماعت انصار اور ایک بڑا غول مشرکین مدینہ کا بارادہ حج روانہ مکہ ہوا مصعب اور
جماعت انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اُنکی تعداد اس سال تہتر تھی
آپ نے فرمایا کہ تم لوگ بعد فراغ حج بارہ ذی الحجہ کو منا کی فلان پہاڑی پر نصف شب گذرنے پر
جمع ہو جائیو اسوقت اطمینان سے بات چیت ہوگی سو حسب وعدہ مسلمانان انصار اپنی قوم مشرکین
سے چھپ چھپا کر جائے معین پر جمع ہو گئے آپنے اُسوقت ایک نہایت پر اثر وعظ فرمایا سب کے
سب آپ کے صادق جانباز بن گئے آپنے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنے اپنے قبیلہ سے ایک ایک
شخص منتخب کرو اور وہ منتخب شدہ لوگ مجھسے بیعت کرین سو بارہ شخص منتخب ہوئے آپنے اُن سے
اقرار لیا کہ مین جب تمھاری طرف ہجرت کر آؤنگا تو میری ہر طرح سے مدد کیجیو اور دشمنان دین
کی مدافعت کیجیو سبھون نے سچے دل سے اقرار کیا اور آپنے اسپر سب سے بیعت لی اور فرمایا کہ تم اپنی
اپنی قوم کے ذمہ دار ہو اور تمھارا درجہ عند اللہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
حوارین کا تھا۔ اس بیعت کو بیعۃ العقبۃ الثانیۃ کہتے ہین اس بیعت کا مضمون پہلی بیعت سے
جدا گانہ ہے۔ سیرت ابن ہشام مین ان بارہ اشخاص کے نام حسب ذیل ہین۔ اسعدؓ بن زرارہ
سعدؓ بن الربیع۔ سعدؓ بن عبادۃ۔ سعدؓ بن خیثمہ۔ عبد اللہؓ بن رواحۃ۔ عبد اللہ بن عمرو بن حرام
عبادۃؓ بن الصامت۔ رافعؓ بن مالک۔ براءؓ بن معرور۔ منذرؓ بن عمرو۔ اُسیدؓ بن حضیر۔ رفاعۃ
بن المنذر۔ اس تحقیق مین یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عبادۃ ابن الصامت اور اسعد
بن زرارہ دونون بیعات مین شریک تھے تو عبادۃ بن الصامت کو دو دفعہ مکہ مین حاضر ہونیکا
اتفاق ہوا اور دونون دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل
کیا مگر اسعد بن زرارہ کو یہ شرف تین دفعہ حاصل ہوا کیونکہ وہ بیعت اولیٰ سے پہلی بھی بماہ
رجب بھی حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے سو انکو سہ گونہ یہ شرف حاصل ہے۔ بالجملہ اس بیعت ثانیہ
کے اڑھائی ماہ بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مجبوراً ہجرت اختیار فرمائی۔
یکم ربیع الاول کو مکہ سے روانہ ہوئے اور بارہ ماہ مذکور عوالی مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوئے
اُسوقت جو کچھ مسرت انصار پر طاری تھی اُسکا بیان زبان قلم سے دشوار ہے رضی اللہ عنہ
وعن انصارہ وعن ناظری اخبارہ و متبعی آثارہ۔

فصل - اب ہم یہان سے اُن تبدلات کو ذکر کرتے ہین جو خاص اعمال صلوۃ مین وقتاً فوقتاً پیش آئی ہین اور انجام کار ایک خاص شکل وصورت پر پہونچکر انکو قرار وثبات حاصل ہوا ہی ان آخری اشکال وصور کو سُننِ قائمہ کہنا چاہئیے اور حالات سابقہ کو سنن منسوخہ سمجھنا چاہئیے ان مین باہمی فرق وامتیاز نہونے سے ہی سلفاً وخلفاً اعمال نماز مین اختلاف چلا آیا ہی علم حدیث مین اس قسم کا خوض وفکر کرنا ایک مقصود اہم ہے جسکی بدولت بعض ائمہ مجتہدین نے بتوفیق خداوندی دین حق اگرچہ عند الثریا تھا حاصل کرلیا ہے فرضی اللہ عنہ وعن سائر المجتہدین - نماز مین اگرچہ بہت سے تبدلات اس قسم کے پیش آئے ہین مگر اس رسالہ مین خاص مبحث قرارت کو لیتے ہین اور دوسری ابحاث کو کسی اور مواقع پر حوالہ کرتے ہین اور خدای پاک سے التجا ہے کہ اُن ابحاث کو بھی لکھنے کی توفیق عنایت فرماوے وما ذلک علی اللہ بعزیز -

سو سُنئے احادیث متداولہ وغیر متداولہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابتداے نبوت سے ہی نماز کے لئے جیسے طہارت شرط تھی ایسے ہی قرأۃ فاتحہ بھی معمول بہا تھی امر اول کی دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن حجر نے شرح بخاری مین اور ابن ہشام نے اپنی سیرت مین لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نزول وحی کے ساتھ ہی آپکو وضو کی تعلیم فرمائی تھی علامہ ابن حجر کی عبارت یہ ہے عن عروۃ ان جبرئیل علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الوضوء عند نزولہ علیہ بالوحی - وھو مرسل ووصلہ احمد من طریق ابن لہیعۃ ایضا اور سیرت ابن ہشام مین یون ہی ۔ قال ابن اسحٰق وحدثنی بعض اہل العلم ان الصلوۃ حین افترضت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ جبرئیل وھو باعلی مکۃ فھمز لہ بعقبہ فی ناحیۃ الوادی فانفجرت منہ عین فتوضا جبرئیل علیہ السلام ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینظر الیہ لیریہ کیف الطہور للصلاۃ ثم توضأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما رای جبرئیل توضاء ثم قام بہ جبرئیل فصلی بہ وصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصلاتہ ثم انصرف جبرئیل علیہ السلام فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ فتوضاء لہا لیریہا کیف الطہور للصلاۃ کما اراہ جبرئیل فتوضأت کما توضأ لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم صلی بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وضو اول وحی کے ساتھ نماز کے لیے

کما صلیٰ بہ جبرئیل فصلت بصلاتہ۔ اس حدیث مین افتراض صلوۃ سے مراد یہ ہی کہ جب صبح اور عصر کی دو نمازین فرض ہوئی جسکی بحث مشرح پہلے گذر چکی ہے افتراض صلوات خمس مراد نہین ہے۔ علیٰ ہذا دیگر روایات سے بھی وضوء کا اوّل سے جاری ہونا معلوم ہوتا ہے چنانچہ مشکوٰۃ مین بروایت احمد مروی ہے مفتاح الصلوۃ الطھور۔ اور امر دوم کا ثبوت یہ ہے کہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر اتقان مین اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری مین اور علامہ بدر الدین نے عینی مین تحریر فرمایا ہے کہ نزول فاتحہ مین اختلاف ہے کہ آیا سورہ اقرء کے بعد نازل ہوئی یا اس سے پہلے حدیث حراء جو بخاری وغیرہ مین مروی ہی اسکا مقتضی یہی ہے کہ اقرء مالم یعلم تک تمام قرآن سے پہلے نازل ہوئی اسکے بعد الحمد وغیرہ اپنے اپنے وقت پر نازل ہوئین چنانچہ جمہور کا مذہب یہی ہی اور صاحب کشاف وغیرہ بعض مفسرین کا مسلک یہ ہے کہ سورہ الحمد سب سے پہلے نازل ہوئی انکی حجت یہ ہے کہ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ مین اور مفسر واحدی نے اپنی کتاب مین عمرو بن شرحبیل سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ سورہ الحمد سب سے پہلے آپ پر نازل ہوئی ہے یہ روایت اتقان صفحہ ۲ مین اس طرح سے ہے عن ابی میسرۃ عمرو بن شرحبیل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لخدیجۃ انی اذا خلوت وحدی سمعت نداءً فقد واللہ خشیت ان یکون ھذا امرا فقالت معاذ اللہ ما کان اللہ لیفعل بک فواللہ انک لتؤدی الامانۃ وتصل الرحم وتصدق الحدیث فلما دخل ابو بکر ذکرت خدیجۃ حدیثہ وقالت اذھب مع محمد الیٰ ورقۃ فانطلقا فقصا علیہ فقال اذا خلوت وحدی سمعت نداء خلفی یا محمد یا محمد فانطلق ھاربا فی الارض فقال لا تفعل اذا اتاک فاثبت حتی تسمع ما یقول ثم ائتنی فاخبرنی فلما خلا ناداہ یا محمد قل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین حتی بلغ ولا الضالین الحدیث ھذا مرسل رجالہ ثقات۔ قال البیہقی ان کان محفوظا فیحتمل ان یکون خبرا عن نزولھا بعد ما نزلت علیہ اقرأ والمدثر۔ اب بندہ کہتا ہے کہ اگرچہ جمہور کا مذہب بنظر ظاہر اس بارہ مین ارجح معلوم ہوتا ہے مگر بفکر غائر مسلک مفسرین اصح ہی کیونکہ آیت قرآنی وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء سے ثابت ہے کہ انبیاء کی طرف کلام الٰہی تین طرح پہونچتی ہے اول الہام و منام کے ذریعہ سے دوم پس پردہ صوت

سورۂ فاتحہ سورۂ اقرأ سے پہلے نازل ہوئی اسکا یہ نام اسم بامسمی ہے ۱۲

ذرائع الہام وحی ۱۲

مسموع کے ذریعہ سے سوم بواسطہ فرشتہ مرسل کے سو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اوّل اوّل آپکو رویاء صادقہ نظر آتی تھی اور حدیث مرسل عمر بن شرحبیل مذکور سے ثابت ہے کہ الحمد کی تعلیم بذریعہ صوت مسموع من وراء الحجاب ہوئی اور بخاری کی حدیث حراء سے ثابت ہے کہ نزول اقرا بواسطہ جبرئیل علیہ السلام ہوا سو دو قسم کا ثبوت تو اسی حدیث حراء سے ہو چکا باقی صوت مسموع سے یہ حدیث ساکت ہے اُسکا ثبوت حدیث عمر بن شرحبیل سے چلا بالجملہ حدیث حراء اور اس حدیث مین کوئی تعارض وتناقص نہین ہے کہ ایک کو لیا جاوے اور ایک کو چھوڑا جاوے بلکہ دونون صحیح ہین وحی بواسطہ ملک کے ابتدا بے شک سورہ اقرا سے ہے اور وحی بصوت مسموع کی ابتدا الحمد سے ہے اور وحی منامی کی ابتدا ان دونون سے پہلے ہے چنانچہ یہ بھی حدیث حراء سے ثابت ہے باقی کوئی یہ زعم رکھے کہ وحی بصوت مسموع کسی قسم کی وحی نہین ہے تو اسکا کوئی علاج نہین آیت قرآنی گذشتہ سے یہ ثابت ہے اور مسلم شریف کی روایت سے بھی یہ محقق ہے لیجئے قال ابن عباس رضی اللہ عنہما مکث علیہ الصلوٰۃ والسلام بمکۃ خمس عشرۃ سنۃ یسمع الصوت ویری الضوء سبع سنین و لا یری شیئاً وثمان سنین یوحی اللہ شاید اس حدیث کو دیکھکر کسی کو یہ خلجان پیش آوے کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ سات برس تک آپکو صرف آواز مسموع ہوتی تھی اور کوئی چیز نظر نہین آتی تھی اور بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے نزول اقرا کے وقت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا حالانکہ اسکا نزول آغاز نبوت مین ہوا ہے تو پھر دونون مین توفیق کی شکل کیا ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ ابن عباس کی مراد اس سے یہ ہے کہ اوّل سات سالون مین وحی بسماع صوت غالب رہی اور آخر کے آٹھ سالون مین وحی بواسطہ ملک غالب رہی اگرچہ ہر حصہ مین وحی اور طرح سے بھی ہوئی ہے تفریق حتمی مقصود نہین ہے اس صورت مین تعارض باہمی مرتفع رہیگا اور اس طرح سے جمع بین الحدیثین اکثر احادیث مین معروف ومشہور ہے اہل حدیث پر پوشیدہ نہین ہے الغرض آیت واحادیث کے ملانے سے یہ امر محقق ہے کہ آپکی طرف وحی کی ابتدا اوّلاً منامی رویاء صادقہ سے ہوئی پھر سماعی اصوات سے پھر ملکی مشاہدہ سے اور مقتضائے حکمت بالغہ بھی یہی تھا کہ اسیطرح ہو تاکہ پہلے قلب بشر مین اشراق نوری بذریعہ منامات پیدا کیجاوے پھر جب اسکی مناسبت حاصل ہو جاوے تو پھر غیبی آوازون کے سننے کی برداشت کر سکے پھر جب اسکا خوگر ہو جاوے تو مشاہدہ ملکی کا تحمل کر سکے

Marfat.com

پھر بھی باینہمہ مشاہدہ ملکی سے جو کچھ حالت آپ پر پیش آتی تھی وہ اہل حدیث پر پوشیدہ نہین ہو اگر یہ آہستہ آہستہ ترقی حاصل نہوتی اور دفعۃً مشاہدہ ملک پیش آتا تو یقیناً انبیاء علیہم السلام جانبر نہوسکتی بالجملہ نزول فاتحہ بوحی مسموع ہوا ہے جو عقلاً و نقلاً پہلے ہی اور نزول اقرأ بنزول ملک ہوا جو پیچھے ہے سو دونون حدیثین جداگانہ اعتبار سے صحیح ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ وحی سماعی کے لحاظ سے الحمد شریف بے شک مقدم ہے اور وحی ملکی کے لحاظ سے سورہ اقرأ بہ نسبت دیگر سور کے مقدم ہے مگر الحمد کا تقدم حقیقی ہے اور اقرأ کا تقدم اضافی ہی جو بہ نسبت دیگر سور کے ہے نہ کہ بہ نسبت الحمد کے کہ یہ غلط ہو اور یہ غلطی اسوجہ سے اور بھی موجہ ہے کہ کسی روایت صحیحہ سے یہ ثابت نہین ہوا کہ نزول فاتحہ بتوسط ملک ہوا ہے سو لامحالہ اسکا نزول بوحی مسموع ہی ہوگا جو روایۃً و درایۃً مقدم ہو الحمد للہ کہ یہ مرحلہ بخیر و خوبی طی ہوا مگر[۵۱] شاید بعض قاصر النظر بخاری پر دلدادہ اسکے تسلیم کرنے مین متامل ہون اور فرمادین کہ حدیث عمرو بن شرحبیل اول تو مرسل ہو دوسرے امام بیہقی نے اسپر یہ اعتراض کیا ہو کہ اگر یہ صحیح بھی ہو تو ممکن ہو کہ یہ قصہ مزمل و مدثر کے نزول کے بعد کا ہو سو ہم کیون تسلیم کرین کہ نزول فاتحہ سب سے پہلے ہے اور حدیث بخاری کی تاویل کیون کرین کہ اسمین ابتدا اضافی ہے حقیقی نہین سو سنئے کہ اوّل تو مرسل کا قبول کرنا نکرنا خود مختلف فیہ ہے اگر دلائل فریقین پر نظر کیجاے تو یقیناً مراسیل ثقات قابل قبول ہین اُنکو نامقبول خیال کرنا بے دلیل ہے جس کی تشریح و تفصیل یہان ایک گونہ مبحث سے باہر ہونا ہے اور نیز بے سود بھی ہے نخبہ وغیرہ مین اسکی تفصیل قابل ملاحظہ ہے دوسرے مانا کہ یہ حدیث مرسل ہے مگر حدیث[۵۲] حرا جو بخاری مین بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے وہ بھی مرسل ہے کیونکہ جس واقعہ کو وہ بیان کرتے ہین اسوقت وہ خود پیدا بھی نہین ہوئی تھین اور یہ بھی نہین کہتے ہین کہ یہ واقعہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا بلکہ احتمال ہو کہ بعد سن تمیز اپنی مان باپ سے سُنا ہو یا اور کسی سے سُنا ہو یا بعد نکاح خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو بہر نہج اصطلاحاً تو یہ حدیث مسند نہین ہے مرسل ہو مگر نفس الامر مین یہ حدیث صحیح قابل قبول ہو سو ہمارے مسلک کے موافق تو یہ بھی مقبول ہے اور دوسرے مراسیل ثقات بھی مقبول ہین اور دوسرے مسلک کے موافق نہ یہ مقبول ہونی چاہئے نہ وہ پھر بخاری کے مرسل کو تو مانو اور دوسرے مرسل صحیح کو نمانو تو بجز ہٹ دھرمی کے اور کیا ہے اور اگر کسی کے نزدیک حدیث

۵۱ تقریر شبہ کہ بمقابلہ حدیث بخاری کے بیہقی کی مرسل روایت کو کیون تسلیم کیا جاوے اور حدیث بخاری کی کیون تاویل کیجاوے ۱۲

۵۲ حدیث حرا بخاری کی مرسل صحیح ہے نہ کہ مسند ہے

Marfat.com

بخاری کا مرسل ہونا محض میرے بیان پر قابل پذیرائی نہو تو سند بھی لیجے شارح عینی نے اسکے بابت یہ تحریر کیا ہے ج ۱ ص۵۵ ھذا الحدیث من مراسیل الصحابۃ رضی اللہ عنہم فان عائشۃ رض لم تدرک ھذہ القضیۃ فتکون سمعتھا من النبی صلے اللہ علیہ و سلم او من صحابی باقی رہا اعتراض امام بیہقی کا سو وہ خود اسقدر لچر ہے کہ جواب دینے کی حاجت نہین کیونکہ جو احتمال انہون نے نکالا ہے اسکو بخاری کی حدیث حرا رد کرتی ہے کیونکہ اُس مین یہ جملہ بھی ہے ثم لم ینشب ورقۃ ان توفی و فتر الوحی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ان ایات اقرأ کے نازل ہوتے ہی ورقہ کچھ زیادہ دیر زندہ نرہ سکے اور وحی بند ہوگئی اور نزول مدثر بعد فترۃ الوحی ثابت ہی اور مقدار فترۃ علی اصح الاقوال تقریباً تین سال ہے اور سورۂ مزمل بعد مدثر نازل ہوئی وہ بھی اس طرح کہ شروع کی آیات ایکسال قبل نازل ہوئین اور آخری آیات جسمین نسخ قیام اللیل مذکور ہے ایک سال بعد نازل ہوئی اس حساب سے مدثر کے بعد نزول مزمل مین ایک سال کا وقفہ تو لامحالہ ہے اور زیادہ ہو تو تعجب نہین ہے تو پھر نزول الحمد اسکے بعد مانو تو گویا اقرأ کے بعد چار سال گذرنے پر الحمد نازل ہوئی اور ظاہر ہے کہ موافق روایت عمرو بن شرحبیل ورقہ بن نوفل وقت نزول الحمد زندہ تھے تو یہ کہنا پڑیگا کہ ورقہ اقرأ کے متصل نہین مرے بلکہ چار پانچ سال بعد مرے جو روایت حرا کے سراسر مخالف ہے کیونکہ بڑی حدیث حرا نزول اقرأ کے قریب ہی اُنکا مرنا ثابت ہے تو امام بیہقی کی تجویز کہ الحمد کا نزول بعد مزمل و مدثر ہے سراسر نامعقول ہے اور اگر نزول الحمد اقرأ سے پہلے مانا جاوے جیسا کہ روایت عمرو بن شرحبیل کا مقتضی ہے تو حدیث بخاری کے ذرا خلاف نہین ہے علاوہ اسکے امام بیہقی کی تجویز درایۃً بھی غلط ہے اسلیئے کہ عمرو بن شرحبیل کی روایت مین مذکور ہے کہ آپ اسوقت آواز غیبی سُنکر رعب زدہ ہوکر بھاگتے تھے ورقہ کے مشورہ کے موافق آپنے استقلال اختیار کیا اور آواز کو سُنا تو حکم خداوندی ہوا کہ یہ پڑھو الحمد للہ رب العالمین آخر تک اس سے معلوم ہوا کہ نزول الحمد ایسے وقت ہوا کہ مشاہدہ ملک کی طاقت تو درکنار آواز غیبی سننے کی بھی ہمت نہ بندھتی تھی اور ظاہر ہے کہ یہ حالت منامی رویاء کے بعد اور مشاہدہ ملکی سے قبل تھی چنانچہ ایسا ہی ہونا بھی مقتضی حکمت ہے اس سے ثابت ہوا کہ نزول الحمد بذریعہ صوت مسموع وحی ملکی سے پہلے ہے اور حسب تجویز امام بیہقی یون کہنا پڑیگا کہ گوی آپ کو مشاہدہ ملکی نزول اقرأ کے وقت حاصل ہوا اور پھر نزول مدثر کیوقت جدا اور مزمل کے نزول پر جدا اور اسیطرح چند سور صغیرہ و کبیرہ کے نزول کیوقت جدا غرض متعدد دفعہ مشاہدہ ملکی ہو چکا پھر بھی بعد اُسکی نزول الحمد کے وقت آواز غیبی جو سُنی تو تاب سکون و قرار آپ کو نرہی یہ کہتے نا

له تاویل بیان بیہقی علیہ الرحمۃ بنا بر تجویز محض شرح ... تردید لطیف صریح بخاری کی حدیث حراء سے ... ۱۲ منہ

Marfat.com

بیہودہ خیال ہے بالجملہ روایۃً ودرایۃً نزول فاتحہ اقرأ سے پہلے ہے اگرچہ اکثرین کا خیال اسکے برعکس ہے قلت وکثرت پر نظر نہین چاہیے دلیل اقوال پر لحاظ ہونا چاہیے مقولہ مشہور ہے انظروا الی ما قال ولا تنظروا الی من قال - امام بیہقی کے اِس اعتراض سے ارباب فہم کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ حامل الحدیث ہونا اور چیز ہے اور عالم الحدیث ہونا اور چیز اور کیون نہو خود ارشاد نبوی ہے رُبّ حامل فقہٍ غیر فقیہٍ الحاصل اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ جیسے وضوء کی تعلیم آپکو اوّل سے ہی ہو چکی تھی ایسے ہی الحمد شریف کی تلقین بھی جو نماز کا لب لباب اور سارے قرآن کا عطر ہے پہلے ہی سے ہوئی ہے بلکہ عجب نہین کہ قصہ تعلیم وضوء کا نزول الحمد کے بعد ہو کیونکہ وضوء کی تعلیم حسب روایات گذشتہ خود جبرئیل علیہ السلام نے کی ہے اور ظاہر ہے کہ انکا نزول رسول اللہ کی خدمت مین اسوقت ہوا ہوگا کہ جب آپ کو اصوات غیبی کی سماع کا تحمل حاصل ہو چکا تھا اور نزول الحمد باواز غیبی ہوا ہے جو نزول ملکی سے پہلے ہے خیر ہرچہ بادا باد الحمد شریف کا نزول بہت ہی پہلے ہے اسکے نزول کے بعد کوئی نماز آپنے ایسی ادا نکی ہوگی جسمین الحمد نہ پڑھی ہو کیونکہ اس سورہ کے بہت سے نام ہین منجملہ اسکے سورۃ الصلوۃ بھی ہے چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت مین آیا ہے قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین الی اخرہ جب غرض اصلی اسکی نزول سے یہ ہوئی کہ وقت مناجات رب العباد کے سامنے یہ کلام پاک پڑھی جاوے تو کیسے خیال مین آسکتا ہے کہ آپکی کوئی نماز اس سے خالی ہو قال السیوطی فی الاتقان لا خلاف فی ان فرض الصلوۃ کان بمکۃ ولم یحفظ انہ کان فی الاسلام صلوۃ بغیر الفاتحۃ ذکرہ ابن عطیۃ وغیرہ ج ۱ صہ ۱۲ اور اس سورت کی خصوصیت نماز سے اور اسکی فضیلت بھی اسی کو مقتضی تھی کہ کوئی نماز اس سے خالی نہو - علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر مین بروایت عبادہ بن الصامت روایت کیا ہے - ام القران عوض من غیرھا ولیس غیرھا منھا عوض - ھذا حسن رواہ الدار قطنی والحاکم اور کنز العمال مین بحوالہ ترمذی عبداللہ بن احمد بن حنبل روایت کیا ہے والذی نفسی بیدہ ما انزل فی القران ولا فی الزبور ولا فی الانجیل ولا فی الفرقان مثلھا یعنی ام القران وانھا سبع من المثانی والقران العظیم الذی اعطیتہ رواہ ابوھریرۃ اور تفسیر اتقان مین ہی صہ ۱۲ عن علی قال نزلت فاتحۃ الکتاب بمکۃ من کنز تحت العرش بالجملہ یہ سورت جب سے نازل ہوئی برابر نماز مین پڑھی جاتی

تھی اور اُسکے ساتھ کوئی اور سورت یا آیات بھی شامل کیجاتی تھی امام و مقتدی و منفرد سب قرات کرتے تھے اور یہ حکم برابر اسوقت تک جاری رہا جب تک سورہ اعراف کی آخری ایت واذا قرأ القران الخ نازل نہین ہوئی تھی اُسکے نزول کے بعد مقتدی ممنوع القرأت ہوا امام و منفرد بدستور سابق اسکے عامل رہے اسکی دلیل سُنئے امام مسلم کے شیخ سعید بن منصور نے اور امام الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم نے اور امام بیہقی نے قرأت مین نقل کیا ہے - عن محمد بن کعب القرظی قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا قرأ فی الصّلوۃ اجابہ من وراءہ اذا قال بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قالوا مثل ذلک حتی تنقضی الفاتحۃ والسورۃ فلبث ماشاء اللہ ان یلبث ثم نزلت واذا قرئ القران فاستمعوا لہ فقرء وانصتوا - اس سے تین امر معلوم ہوے - اوّل یہ کہ امام و مقتدی فاتحہ اور سورت جہراً پڑہتے تھے - دوم یہ کہ امام کی ہر ایک آیت کے بعد اُسی آیت کو مقتدی بھی پڑہتے تھے مع الامام نہین پڑہتے تھے یا ایکدم سے نہین پڑھ لیتے تھے سوم یہ کہ یہ طریقہ مقتدیون کا بعد نزول آیت موقوف و منسوخ ہوا - اور حافظ اصبہان ابو الشیخ نے روایت کیا ہے عن ابن عمر قال کانت بنو اسرائیل اذا قرأت ائمتھم جاوبوھم فکرہ اللہ ذلک لھذہ الامۃ فقال واذا قرئ القران الایۃ اور امام بیہقی اور ابو الشیخ نے روایت کیا ہے عن ابی العالیۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلے باصحابہ فقرأ قرأ اصحابہ فنزلت ھذہ الایۃ فسکت القوم وقرأ النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ و بیہقی نے روایت کیا ہے عن ابن مسعود انہ صلے باصحابہ فسمع ناسًا یقرؤن خلفہ فلما انصرف قال اما آن لکم ان تفقھوا ان تعقلوا واذا قرئ القران فاستمعوا لہ - ان آثار چہارگانہ کے سوا اور بھی آثار ہین جو انکے ہم مضمون ہین سب کے لکھنے کی حاجت نہین مگر شاید کوئی حجتی لاامتی یہ خدشہ نکالے کہ اس آیت کے اسباب نزول مین اختلاف عظیم ہے چند آثار سے تو یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت قرأت مقتدی کے بارہ مین نازل ہوئی اور بعض اثر سے معلوم ہوا کہ سماع خطبہ مین نازل ہوئی اور بعض سے معلوم ہوا کہ مقتدی لوگ خلف رسول اللہ رفع اصوات کیا کرتے تھے جنت و دوزخ کا ذکر سنکر اس سے منع کرنے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی اور بعض اثر سے معلوم ہوا منع عن التکلم کے لئے نازل ہوئی وغیرہ

دیکھو امام الکلام

ذکر آثار جن سے مقتدی کا ممنوع القرأت ہونا ثابت ہے اور اسکے آیت استماع کا شان نزول معلوم ہونا ۱۲

وغیرہ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک احتمال کے آثار کو لیکر اپنے استدلال کا مبنی ٹھہرالیا اور باقی آثار احتمالات کو نظر انداز کردیا سو اسکا جواب یہ ہے کہ جو احتمال ہمنے لیا ہے وہ اکثر محدثین کے نزدیک ارجح ہی اور باقی احتمالات مخدوش و مرجوح ہین - اخرج البیہقی عن احمد انہ قال اجمع الناس علی ان ہذہ الایۃ نزلت فی الصلوۃ اور محدث کامل ابن عبد البر مالکی نے اپنی کتاب استذکار مین تحریر فرمایا ہے - ہذا عند اہل العلم عند سماع القرآن فی الصلوۃ لا یختلفون ان ہذا الخطاب نزل فی ہذا المعنی دون غیرہ علاوہ برین یہ احتمال روایۃً تو ارجح ہی ہے درایۃً بھی ارجح ہے کیونکہ اس سبب کو بیان کرنے والے عبد اللہ بن مسعودؓ ہین جو ابتدائے اسلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر باش تھے اور قرآن کی آیات و سور کے مواقع نزول اور موارد تنزیل سے پورے واقف تھے بخاری شریف مین صفحہ ۷۴۸ج۲ پر یہ روایت مذکور ہے - عن مسروق قال قال عبد اللہ واللہ الذی لا الہ غیرہ ما انزلت سورۃ من کتاب اللہ الا انا اعلم این انزلت ولا انزلت آیۃ من کتاب اللہ الا انا اعلم فیم انزلت ولو اعلم احدا اعلم منی بکتاب اللہ تبلغہ الابل لرکبت الیہ برخلاف دوسرے احتمالات کی رواۃ کے کہ وہ تابعین یا تبع تابعین ہین جو اصل واقعہ کے وقت موجود نہ تھے معہذا انکی سندون مین سقم جارح بھی ہے بنائً علیہ جو آثار عبد اللہ بن مسعود کے اثر کے ہم معنی ہونگے اگرچہ ضعیف ہون پر وہ دوسرے آثار سے ارجح ہونگے خصوصاً اس آیت کو استماع خطبہ یا ممانعت عن التکلم کے بارہ مین ماننا تو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ دونون باتین بعد الہجرت مدینہ منورہ مین پیش آئی ہین اور آیت مذکورہ سورہ اعراف کے بالاتفاق مکہ مین نازل ہوئی ہے رہا احتمال رفع اصوات سو وہ قرأت مین بھی ہوتا تھا کیونکہ پہلے ہم لکھ چکے ہین کہ مقتدی بھی قرأت جہراً کرتے تھے اور قرأت آیات مین ذکر جنت و دوزخ کا ہوتا تھا سو یہ احتمال اثر عبد اللہ ابن مسعود کے کچھ منافی نہین ہی جب قرأت بالجہر ممنوع ہوئی رفع اصوات کی خود ممانعت ہوگئی بالجملہ یہ اثر تو اثر عبد اللہ بن مسعود کے موافق ہی ہی مگر استماع خطبہ کو اسکا سبب نزول بیان کرنا احادیث صحاح کے خلاف ہے ایسے ہی نہی عن التکلم کو سبب نزول قرار دینا یہ بھی غلط اور خلاف صحاح ہی کیونکہ نماز مین تکلم مدینہ شریف مین بھی جائز تھا جب سورہ بقرہ کی یہ آیت جو مدنی ہے حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین نازل ہوئی تب کلام نماز مین حرام ہوئی

Marfat.com

غرض یہ دونون اثر اجتہادی خطا پر مبنی ہین الحاصل یہ آیت مقتدی کے حق مین مانع قرأت و رافع رفع الصوت ہوئی اب یہان پر دو امر لایق غور ہین - اوّل یہ کہ وقت نزول آیت مذکورہ آیا سب نمازین جہری تھین یا کچھ جہری اور کچھ سری دوم یہ کہ اسکا نزول آیا قبل فرضیت صلوات خمسہ ہے جو شب معراج مفروض ہوئین یا بعد اُسکے ہے - سو آیات قرآنی اور احادیث و آثار مین غور کرنے سے یہ امر معلوم ہوا ہے کہ بوقت نزول آیت مذکورہ صرف دو نمازین مفروض تھین اور دونون جہری تھین اور اُسکا نزول شب معراج سے پہلے ہے پھر جب معراج مین پانچ نمازین فرض ہوئین اُسوقت تین نمازین جہری اور دو نمازین سری قرار پائی ہین اسکا ثبوت کہ اوّل دو نمازین فرض تھین ہم اوراق گذشتہ مین نہایت مدلل شرح و بسط کے ساتھ لکھ چکے ہین مکرر ملاحظہ ہو یہان صرف ایک آیت اور ایک اثر پر اکتفا کرتے ہین سورہ طہ مین جو ہجرت حبشہ سے بھی پہلے نازل ہو چکی تھی اور وہ سنہ پانچ مین تھی مذکور ہے فاصبر علی مایقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبها یہان تسبیح سے مراد نماز ہے علامہ ابن جریر نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہے عن ابن عباس قال کل تسبیح فی القرآن فهو صلاة معهذا حدیث مرفوع سے بھی یہ بات ثابت ہے جو بخاری مین بروایت جریر بن عبد اللہ مروی ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ اول اول انہین دو نمازون کا حکم تھا اسکے متعلق آثار و احادیث بہت کچھ ہم پہلے لکھ چکے ہین اور کیون نہوان دو وقتون کی فضیلت اسی کو مقتضی تھی کہ اوّل یہ ہی دو نماز فرض ہون سکان آسمان و زمین کے لئے یہ ہی دو وقت مقرر ہین انبیاء سابقین کا یہی وقت عبادت تھا قرآن شریف مین ہے و للہ یسجد من فی السموات والارض طوعا و کرها و ظلالهم بالغدو والاصال اور حضرت زکریا علیہ السلام کو خطاب ہے واذکر ربک کثیرا وسبح بالعشی والابکار اور حکمت خداوندی بھی اسکو مقتضی تھی کہ جملہ صلوات کا بار عباد کے ذمہ ایکدم سے نہ ڈالا جاوے آہستہ آہستہ اسکا خوگر بنا کر انتہائے تکمیل کو پہونچایا جاوے پھر جو نمازین یا اوقات سب سے افضل ہون اُن سے آغاز فرضیت کیجاوے سو ایسا ہی ہوا کہ اوّل یہ دو نمازین فرض ہوئین اور نیز بعد فرضیت خمسہ کے انکی ترغیب و تاکید بدستور سابق شارع علیہ السلام کو آخر تک ملحوظ رہی ہے چنانچہ بخاری مین جریر بن عبد اللہ سے مروی ہے جو سنہ مین مسلمان ہوے تھے عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ قال کنا عند

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر الی القمر لیلۃ البدر فقال انکم سترون ربکم کما
ترون ہذا القمر لا تضامون فی رویتہ فان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوٰۃ قبل
طلوع الشمس وقبل غروبہا فافعلوا ثم قرء فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و
قبل الغروب اس سے دو فائدہ حاصل ہوئے اوّل یہ کہ مراد لفظ سبّح سے جو آیت مذکورہ بالا مین
واقع ہے نماز ہے دوم یہ کہ خاصّۃً ان دونون کی تاکید برابر آپ کو ملحوظ رہی ہے اور نیز ابو موسی
اشعری سے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی البردین دخل
الجنّۃ ابو موسی اشعری ۸ سنہ مین آپکی خدمت مین حاضر ہوئے تھے۔ علی ہذا اثر مذکور بھی ملاحظہ فرمائیے
وہ یہ ہے حدثنی علی قال حدثنا عبداللہ قال حدثنی معاویۃ عن علی عن ابن عباس
قال ثم قال یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال یقول یصلی لہ فیہا بالغداۃ والعشی یعنی
بالغدو صلوٰۃ الغداۃ ویعنی بالاصال صلوٰۃ العصر وہما اول ما افترض اللہ من
الصّلوٰۃ صلاتہا رواہ ابن جریر فی تفسیرہ۔ الغرض آیت مذکورہ اور اس اثر سے اتنی بات تو ثابت
ہوگئی کہ اول یہ دو نماز فرض تھین رہی یہ بات کہ یہ دونون جہری تھین نہ کہ سرّی سو اسکی دلیل
اوّل تو وہی آثار چہارگانہ ہین جو ابھی آیت اذا قری القرآن کے متعلق لکھ چکے ہین اُن مین یہ جملہ ہے
کان اذا صلی باصحابہ فقرأ فقرأ اصحابہ یہ جملہ اس حالت کی معتاد و مستمر ہونے پر دلالت کرتا ہے
اسمین فجر یا عصر کی کوئی تخصیص نہین ہے بلکہ دونون مین یہی معمول تھا کہ امام و مقتدی جہر پڑھتے تھین
دوسرے یہ کہ نمازون مین جہری و سرّی کی تفریق بعد شب معراج ہوئی ہے اُس سے پہلے سب یکسان تھین
اور نزول آیت مذکورہ اس سے پہلے ہولیا ہے امر اوّل یعنی تفریق مذکور کی دلیل تو حدیث دارقطنی ہے
جو بروایت انس بن مالک امامۃ جبرئیل کے باب مین ہے عن انس ان جبرئیل علیہ السلام
اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ حین زالت الشمس وامرہ ان یوذن للناس بالصلوٰۃ
حین فرضت علیہم فقام جبرئیل امام النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقام الناس خلف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی اربع رکعات لا یجہر فیہا بالقراۃ یاتم الناس برسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجبرئیل ثم امہل حتی
اذا دخل وقت العصر صلی بہم اربع رکعات لا یجہر فیہا بالقراۃ یاتم المسلمون برسول اللہ

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم ویاتم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بجبرئیل ثم امہل حتی اذا وجب الشمس صلی بھم ثلث رکعات یجہر فی رکعتین بالقراۃ ولا یجہر فی الثالثۃ ثم امہل حتی اذا ذہب ثلث اللیل صلی بھم اربع رکعات یجہر فی الاولین بالقراۃ ولا یجہر فی الاخریین بالقراۃ ثم امہل حتی اذا طلع الفجر صلے بھم رکعتین یجہر فیہما بالقراۃ اسی طرح زرقانی و فتح الباری و عینی مین یہ قصہ امامت جبرئیل کا نافع بن جبیر وغیرہ کی روایت سے ثابت ہے زرقانی مین ہے قال ابن عبد البر یختلف ان جبرئیل ہبط صبیحۃ الاسراء عند الزوال فعلم النبی صلے اللہ علیہ وسلم الصلوۃ و مواقیتہا وہیئتہا جب نمازون مین سرّی وجہری کی تفریق اُسوقت سے ہوئی تو لازم آیا کہ اس سے پہلے نمازین یکسان ہون سو فجر کا جہری ہونا قبل الاسراء تو قصہ استماع جن سے جو سال عاشر مین باغ عکاظ مین ہوا ہے ثابت ہی جسکی بابت آیت قرآنی واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القران فلما حضروہ قالوا انصتوا نازل ہوئی اور شب اسراء بقول جمہور بارہوین سال نبوّت سے ہوئی ہے تو لامحالہ اُسوقت عصر کا جہری ہونا بھی مسلم ہوگا ورنہ دونون کا یکسان ہونا کیسے متصور ہوگا پھر آثار چہارگانہ مذکورہ جو دونون کی جہریت پر دال ہین اور اُنکا کوئی معارض بھی نہین ہی ہر طرح قابل قبول ہونگے بالجملہ امامت جبرئیل سے پہلے دو نمازین فرض تھین اور دونون جہری تھین شب معراج مین بجائے دو نمازون کے پانچ نمازین مفروض ہوئین اور انمین سرّی وجہری کی تفریق ہوئی جو اب تک معمول بہ ہے رہی امر دوم کی دلیل یعنی اس امر کی کہ آیت قرآنی اذا قرئ القرآن الخ شب معراج سے پہلے نازل ہوچکی تھی تو سُنئے کہ اس آیت سے اگلی آیت یہ ہے واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجہر من القول بالغدو والآصال ولا تکن من الغافلین اس آیت مین مخاطب واذکر کا خواہ ہر فرد امت ہو اور خواہ علی وجہ التشریف رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہون چونکہ تقیید بالغدو والاصال ہر جو وقت فجر اور وقت عصر پر دال ہی اسلئے ماننا پڑیگا کہ یہ آیت اذا قرئ القرآن سے لیکر ولا تکن من الغافلین تک اُسی وقت تک نازل ہوچکی تھی جس وقت تک یہ دو نمازین مفروض تھین ورنہ اگر اسکا نزول بعد افتراض الخمس مانا جاوے تو اول تو اسکے کوئی دلیل نہین ہے دوم یہ کہ تقیید خلاف مقصود ہوگی اسلئے کہ اوقات خمسہ کو شامل نہوگی سوم یہ کہ اگر یہ تاویل کرکے کہ

Marfat.com

چونکہ یہ دونون اوقات منجملہ دیگر اوقات کے اعلےٰ و افضل تھے اسلیئے اسکی تخصیص اس آیت مین کیگئی
مگر مقصود اس سے تقیید نہین ہی بلکہ جملہ اوقات خمسہ مین یادگاری مکنون خاطر ہے تقیید بالغدو
والاصال کی کچہ توجیہ بھی کردیجاوے تو اسکو کیا کیجے کہ اسمین حکم ہی کہ علاوہ موقع قرأت کے کہ اسکا حکم پہلی
آیت مین فرض کر ہوچکا دیگر ارکان نماز مین ذکر اللہ صوت سری سے زاید اور صوت جہری سے کچہ کم ہونا چاہیئے یعنی درمیانی
جہر ہونا چاہیئے سو یہ بات قبل الاسراء تو موجبہ ہو سکتی ہے مگر بعد الاسراء ممکن نہین ہی کیونکہ گذشتہ
حدیث دارقطنی وغیرہ سے ثابت ہوچکا ہی کہ معراج سے اگلے دن ہی نمازون مین جہر و خفا کی تعلیم
ہوچکی تھی جسپر برابر مواظبت رہی ہے ہان اگر آیت واذکر ربک کو خارج صلوۃ پر حمل کیا جاوے تو
تو اس خرابی سے بچ سکتے ہین مگر اس صورت مین اوّل تو تقیید بالغدو والآصال کی توجیہ رکیک کرنی
پڑیگی دوسرے آثار منقولہ اس توجیہ کی معارض ہین تفسیر ابن جریر مین آیت مذکورہ کی تفسیر مین ہے
جزء تاسع طننا قال ابن جریج قال مجاھد قول بالغدو والاصال قال الغدو آخر الفجر صلوۃ
الصبح والآصال آخر العشی صلوۃ العصر علےٰ ہذا ابن عباس وقتادہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے
بالجملہ دھیمہ جہر کے ساتھ ارکان نماز مین ذکر اللہ ہونا اور اسکا غدوّ اور آصال کیساتھ مقید ہونا خود
بتا رہا ہے کہ یہ حکم جب ہی تھا کہ دو نمازین فرض تھین اور انمین قرأت وغیر قرأت جہراً ہوا کرتی
تھین سو پہلے آیت مین مقتدیون کو قرأت جہری سے منع کرکے سکوت محض کا حکم دیا اور دوسری آیت
مین امام و مقتدی کو جہر درمیانی کیساتھ ذکر اللہ کا حکم دیا پھر بعد شب معراج امام کو موقع قرأت مین
ستر و خفا کی تعلیم ہوئی اور جب قرأت مین ستر و خفا تجویز ہوچکا تو اور مواقع اذکار مین بالاولی خفا ہی
ہوگا الغرض اسکا نزول دلائل سہ گانہ پر نظر کرکے افتراض خمس سے پہلے ہی ہی اُسکے پیچھے نہین چنانچہ
اتقان مین بھی اعراف کا نزول سورہ جن سے پہلے ہے اور وہ سال عاشر مین نازل ہوئی تھی اور معراج
بارھوین سال ہوئی تھی جب یہ ہی تو آیت فاستمعوا و انصتوا سے جہری نمازون مین ہی مقتدیونکی قرأت کا منسوخ ہونا مفہوم
ہوگا سری نمازون مین قرأت مقتدی کا منسوخ ہونا اس سے ثابت نہوگا کیونکہ وقت نزول آیت کوئی نماز سری ہی نہ تھی اُسکے
منسوخیت اگر ثابت ہوگی تو اور کسی دلیل سے ثابت ہوگی چنانچہ اسکا ثبوت مدلل آگے آتا ہی منتظر
رہنا چاہیئے اس موقع پر پہونچکر سخت تعجب ہے کہ بہتسے اکابر علما جو علوم دینیہ مین بحر زخار تھے اور
ہم انکی کفش برداری ہم جیسے قاصر النظرون کے لیئے مایہ ناز ہے کیون اس امر کے پیچھے پڑے کہ آیت

Marfat.com

آیت سے نماز جہری مین قرأت مقتدی منسوخ ہوئی اور اسی آیت سے سری مین پہلے کا نسخ استمعوا سے ہے اور ثانی کا نسخ انصتوا سے ہے پھر اس دعوے کے ثبوت مین مناسبات عقلیہ اور اوضاع لغویہ سے کام لیا گیا جو اکثر مخدوش ہین اسی لئے فریق دوم کیطرف سے اس پر نقوض و معارضات کا ایک جھاڑ بندھ گیا پھر اسکی مدافعت مین ایک طول لاطائل پیدا ہو گیا غرض ہر فریق نے اپنے اپنے مزعوم کے موجہ کرنے مین پورا زور لگایا مگر آخر کار کوئی ایک پہلو جس سے خلش قلبی دور ہوتی اس بحث مین پیدا نہوئی اب ہم ایک مختصر بات جس سے یہ مرحلہ آسانی سے طے ہو سکے لکھتے ہین ارباب فہم و فراست سے اُمید ہی کہ اسکو بغور و تامل سنینگے وہ یہ ہے کہ جو فریق اسکا مدعی ہو کہ اس آیت سے جہری و سری نماز مین قرأت مقتدی منسوخ ہوئی ہے اُسکے ذمہ یہ امر لازم ہے کہ پہلے اسکا ثبوت پیش کرے کہ وقت نزول آیت پانچون نماز فرض ہو چکی تھین اور انمین سری و جہری کی تفریق ہو چکی تھی اور اسوقت مقتدی لوگ جہری نماز مین جہراً پڑھتے تھے اور سری مین سراً کیونکہ امر منسوخ کے لئے پہلے سے رائج ہونا ضروری ہی اور ناسخ کے لئے اُس سے موخر ہونا لابدی ہے سو ہم پوچھتے ہین کہ وہ کونسی احادیث مرفوعہ یا آثار مقبولہ ہین جن سے یہ پتہ چلے کہ یہ آیت بعد افتراض صلوات خمسہ نازل ہوئی ہے اگر یہ ثابت ہو جاوے تو آیت مذکورہ کو ناسخ قرأت مقتدی خواہ جہراً ہو یا سراً قرار دیسکتے ہین اگرچہ پھر بھی انصتوا سے مقتدی کی سری قرأت کا منسوخ ہونا محل تامل رہیگا ہان اور دلائل سے اُسکا منسوخ ہونا بیشک ہوجہ ہے چنانچہ آگے آتا ہے مگر جہانتک تلاش کیا گیا اس آیت کا نزول افتراض خمس کے بعد ثابت نہین ہوا بلکہ اُس سے قبل نازل ہونا بقرائن و شواہد مذکورہ بالا ثابت ہوتا ہی تو پھر کیونکر کہہ سکتے ہین کہ یہ آیت مقتدی کی سری قرأت کے لئے بھی ناسخ ہے کیا مقدم النزول آیت کسی حکم موخر الافتراض کے لئے ناسخ ہو سکتی ہے کوئی منصف فہمیدہ اسکو تسلیم نہین کر سکتا ہے ہان اتنی بات بیشک محقق و مبرہن ہے کہ سورۂ اعراف مکی ہی اور یہ آیت مکہ ہی مین نازل ہوئی جو شخص اسکا نزول مدینہ مین تجویز کرے وہ خیال باطل اور دعوی مردود ہے مگر کلام اسمین ہے کہ اسکا نزول مکہ مین آیا بعد افتراض خمس ہے یا اُس سے قبل ہے سو بعدیت تو ثابت نہین ہی تو اسکا ناسخ ہونا بھی مطلقاً کیسے مسلم ہو سکتا ہی ہان قبلیت کا پتہ چلتا ہے اور اسوقت دو نمازون کا جہری ہونا بھی معلوم ہو چکا ہے اسلئے اس آیت کو

Marfat.com

جہری نمازون مین ناسخ قرأت مقتدی کہنا ہر طرح موجہ ہے باقی سری نمازون مین مقتدی کی قرأت
کا منسوخ ہونا نہونا اور دلائل سے ثابت ہوجاویگا بالجملہ وقت نزول آیت مذکورہ کوئی نماز سری نتھی
بلکہ دو نمازین جہری تھین اسلئے اس آیت کو مقتدی کی سری قرأت کے لئے بھی ناسخ کہنا درست
نہین ہو ومن ادعی فعلیہ البیان خلاصہ اس طویل الذیل بیان کا یہ ہو کہ اول اول دو نمازین
فجر وعصر فرض تھین اور دونون جہری تھین دونون مین امام ومقتدی قرأت ودیگر اذکار جہراً کرتے
تھے پھر آیت قرآنی اذا قرئ القران الخ فرضیت صلوات خمس سے پہلے نازل ہوئی
اور مقتدی کا جہر جو قرأت ودیگر اذکار نماز مین معمول بہا تھا منسوخ ہوا ہان امام کا جہر قرأت و
اذکار مین بدستور سابق باقی رہا پھر شب معراج مین پانچ نمازین فرض ہوئین اور اگلے روز سے تعلیم
جبرئیل علیہ السلام تین نمازین جہری اور دو نمازین سری قرار پائین مگر یہ جہر وسر قرأت امام سے
متعلق تھا اذکار وادعیہ جو نماز مین معمول بہا تھی اسمین جہر امام جائز ورائج تھا اور فی الجملہ ضرورت
سے زاید کسیقدر شدید تھا علی ہذا صلوات جہریہ مین بھی قرأت بجہر شدید تھی پھر سورۃ الاسراء
یعنی سورہ بنی اسرائیل کی آخری آیت نازل ہوئی اور شدت جہر کی ممانعت ہوئی اور درمیانی
جہر کی تعلیم ہوئی وہ آیت یہ ہے ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک
سبیلا چنانچہ بخاری شریف وغیرہ مین اسکا نزول بروایت ابن عباس رض تو متعلق بقرأت ہے
اور بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا متعلق بادعیہ صلوۃ ہے سو دونون مین کچہ تعارض نہین ہے
چونکہ اسوقت قرأت ودیگر ادعیہ مین جہر شدید جاری تھا دونون مین خفت کی تعلیم ہوئی ایک راوی
نے ایک امر کو بیان کیا اور دوسرے نے دوسرے امر کو سو دونون بیان نفس الامر مین صحیح ومعتبر
ہین کسی بیان کی رد وتاویل کی حاجت نہین ہے بخاری شریف مین ہو عن ابن عباس فی قولہ
تعالیٰ ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا قال نزلت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مختف بمکۃ کان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقران فاذا سمع المشرکون سبوا القران و
من انزلہ ومن جاء بہ فقال تعالیٰ لنبیہ ولا تجہر بصلوتک ای بقراتک فیسمع المشرکون
فیسبوا القران ولا تخافت بہا عن اصحابک فلا تسمعہم وابتغ بین ذلک سبیلا
وعن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت انزل ذلک فی الدعاء صفحہ ۱۱۶۵ علامہ ابن جریر طبری

Marfat.com

طبری نے یہ بھی دونون اثر معہ آثار آخری نقل کرکے اثر ابن عباس کو ارجح سنداً فرمایا ہی چنانچہ فرماتے ہین - واولی الاقوال فی ذلک بالصحۃ ماذکرنا عن ابن عباس پھر آگے چلکر دونون مین جمع فرماتے ہین اور لکھتے ہین - ولا تجھر یا محمد بقرائتک فی صلوتک ودعائک فیھا ربک ومسئلتک ایاہ وذکرک فیھا فیوذیک بجھرک بذلک المشرکون ولا تخافت بھا فلا یسمعھا اصحابک وابتغ بین ذلک سبیلا ولکن التمس بین الجھر والمخافتۃ طریقا - اس خلاصہ کے ذہن نشین کر لینے سے یہ امر خود محقق ہوجاویگا کہ آیت مذکورہ جہری نمازون بحق مقتدی ناسخ قرأت ہی مگر سری نمازون مین اسکو ناسخ قرأت مقتدی کہنا مبنی براشتباہ وذہول ہی ایسا لکھنے والون نے یہ خیال کرلیا کہ بوقت نزول آیت مذکورہ سری نمازین بھی فرض ہوچکی تھین حالانکہ یہ بات حسب تحقیق بالاخلاف واقع ہی - اب ایک خدشہ کا ذکر کردینا بھی خالی از فائدہ نہین ہی اگرچہ مبحث مذکور پر اسکا کوئی اثر نہین ہے وہ یہ ہے کہ روایت انس سے جو اوپر بحوالہ دارقطنی منقول ہوئی یہ ثابت ہوتا ہے کہ معراج سے اگلے روز ہی ظہر وعصر وعشا مین چار چار رکعات قرار پائین چنانچہ اُسیقدر رکعات کیساتھ جبرئیل علیہ السلام نے امامت کرکے تعلیم دی اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو بخاری وغیرہ مین بسند صحیح مروی ہی ثابت ہے کہ ان تینون نمازون مین دو دو رکعات کی بیشی بعد الہجرۃ مدینہ منورہ مین ہوئی ہے چنانچہ امام بخاری نے باب الہجرۃ مین اسطرح نقل کیا ہے - عن عروۃ عن عائشۃ قالت فرضت الصلوۃ رکعتین ثم ھاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ففرضت اربعا اور علامہ بدرالدین عینی نے اپنی شرح بخاری مین بیہقی سے نقل کیا ہے عن عامر عن عائشۃ قالت افترض اللہ الصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکۃ رکعتین رکعتین الا المغرب فلما ھاجر الی المدینۃ زاد الی کل رکعتین رکعتین الا صلوۃ الغداۃ اور علامہ ابن حجر نے اپنی شرح فتح الباری مین بحوالہ ابن خزیمۃ وابن حبان وبیہقی نقل کیا ہے عن عائشۃ قالت فرضت صلوۃ الحضر والسفر رکعتین فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ واطمأن زید فی صلوۃ الحضر رکعتان رکعتان وترکت صلوۃ الفجر لطول قرأتہ وصلاۃ المغرب لانہ وتر النھار - بیہقی کی ان دونون روایات سے معلوم ہوا کہ نماز مغرب اول سے ہی تین رکعات تھی

ف جواب خدشہ نمبر ۱۲۹

ہان ظہر و عصر و عشا مین بعد ہجرت دو دو رکعات کی بیشی ہوئی ہی جمہور محدثین کا یہی مسلک ہے کہ ان
تینون نمازون مین دو دو رکعات آخری اول سے نہ تھی بلکہ یہ بعد مین زائد کی گئی ہین جواب خدشہ
یہ ہے کہ اگر یہ بیشی بعد مین ہوئی ہے تو حدیث انس رضی اللہ عنہ کا کیا جواب ہے اُس سے تو یہ معلوم
ہوتا ہے کہ معراج کے اگلے دن سے ہے ان تینون نمازون مین چار چار رکعات تھین سو اسکا جواب یہ ہے
کہ ہر چند کہ حدیث انس اور حدیث عائشہ دونون مرسل ہین کہ اصل واقعہ مکی عنہما کے دونون مدرک
نہین ہین مگر مراسیل صحابہ بالاتفاق حجت ہین بخاری شریف وغیرہ ایسی حدیثون سے بھری ہوئی
ہین اس لحاظ سے تو ایک کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہین ہی ہان حدیث عائشہ متعدد طرق سے
مروی ہے اور بخاری و مسلم وغیرہ مین بسندات صحیحہ مروی ہے اور حدیث انس مین یہ بات نہین ہے
جمہور محدثین کا مسلک حدیث عائشہ کے موافق ہی اور حدیث انس کو بھی وہ رد نہین فرماتے ہین
بلکہ اسکی توجیہ کرتے ہین کہ انس رضی اللہ عنہ چونکہ صغیر السن صحابی ہین وقت ہجرت رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کے دس برس کے تھے اور مدنی ہین اور مکہ جانے کا ہجرت سے پہلے اُنکو اتفاق نہین ہوا تھا ادھر
اُن تینون نمازون مین دو دو رکعات کی بیشی ہجرت سے کچھ بعد ہو چکی تھی چنانچہ اس بارہ مین شارح
عینی نے دو قول نقل کئے ہین اوّل یہ ہی کہ ہجرت سے ایکماہ بعد یہ بیشی واقع ہوئی۔ قال الدولابی
نزل اتمام صلوۃ المقیم فی الظہر یوم الثلاثاء اثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شہر
ربیع الآخر بعد مقدمہ صلے اللہ علیہ وسلم بشہر ص۲۴۶ ج ۳ دوسرا قول یہ ہے کہ تقریباً ایکسال
بعد یہ بیشی ہوئی ہے۔ وممن رواہ ھکذا الحسن والشعبی ان الزیادۃ فی الحضر کانت
بعد الہجرۃ بعام او نحوہ ص۲۱۱ ج ۲ بندہ کے نزدیک یہ قول ثانی ارجح ہی کہ اسکے ناقلین تابعین ہین
اور پہلے قول کا ناقل دولابی وغیرہ موخر الزمانہ ہین اور اسکی ایک توجیہ بھی جو قول ثانی کے موافق
ہو ممکن ہی یعنی مراد اُس سے یہ ہی کہ ماہ ہجرت یعنی ربیع الاول سے اگلے ماہ ربیع الثانی مین یہ اتمام واقع
ہوا مگر سال آیندہ کے ربیع الثانی مین نہ کہ اُس ربیع الثانی مین جو ماہ ہجرت سے بالکل متصل ہے
اس توجیہ کے موافق ایکسال اور ایکماہ بعد یہ اتمام ہوگا اور دوسرے قول مین لفظ بعام او نحوہ
کی توجیہ بھی ہو جاوے گی خیر ہر چہ بادا باد جو قول بھی ان مین سے صحیح ہو مدینہ مین پہونچکر یہ بیشی رکعات
ان تینون نمازون مین ہو چکی تھی پھر بابرابر عملدر آمد رہا سو حضرت انس رضی اللہ عنہ کو وقت روایت

یا تو یہ اشتباہ پیش آیا کہ ان تینون نمازون کو ہمیشہ سے چار چار رکعات کی سمجھتے تھے اسلئے امامت
جبرئیل کے قصہ بیان کرنے مین ہر نماز کی رکعات کو حسب حالت معتاد بیان کر گئے اور یا اس تبدیلی کی
بعدیت سے واقف ہون مگر وقت روایت اس سے انکو ذہول و نسیان پیش آیا بہر حال اس
اشتباہ یا ذہول سے بقیہ مضمون انکی روایت کا مستردنہو گا کیونکہ مقصود اصلی روایت مذکورہ کا جسکو
مصطلح اصول کیموافق ماسیق لہ النص کہتے ہین یہ ہے کہ فلان نماز بقرأت سری ادا ہوئی اور فلان
بقرأت جہری غرض نمازون مین سری و جہری کی تفریق اور ہر دو قسم کی تعیین و تشخیص مدنظر تھی سو یہ
غرض اس سے بخوبی حاصل ہو گئی اگرچہ ظہر و عصر و عشا کی تفصیل رکعات مین دو دو رکعات اشتباہاً یا
ذہولاً زیادہ بیان کر گئے باقی مغرب تو پہلے ہی سے تین رکعات تھی اُسکی بیان مین کوئی اشتباہ و ذہول
نہین ہوا برخلاف حدیث عایشہ رضی اللہ عنہا کی کہ اوّل تو وہ مکّی ہین امامت جبرئیل کے وقت وہ مکہ
مین موجود تھین پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خصوصیت انکو حاصل تھی دوسرے کو حاصل نہ تھی
دوسرے جو مضمون انکی روایت کا ہے اسکے حق مین وہ روایت عبارۃ النص ہے کوئی تاویل اس مین
چل نہین سکتی اسلئے کہنا پڑیگا کہ ماسیق لہ الکلام انکی روایت کا یہی ہے پہلے نمازون مین اسقدر
رکعات فرض ہوئین اور بعد ہجرت مدینہ کی اسقدر اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا ماسیق
لہ الکلام یہ ہے کہ فلان نماز سری قرار پائی اور فلان جہری رہی تفصیل رکعات ہر نماز کی سو وہ انکو
مقصود بالذات نہ تھی اور اسمین ہے انکو اشتباہ و ذہول پیش آیا سو لامحالہ چونکہ دونون حدیثون کو
اپنی اپنی مدلولات مقصودہ مین کوئی تعارض و تخالف نہین اسلئے دونون کا ماننا ضروری ہوا اور
انس رضی اللہ عنہ کی روایت مین جو ایک امر غیر مقصود تھا اور اسمین ذہول پیش آگیا سو اسکو نہ ماننا
لازم ہوا ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب یہانتک جو تحقیق گذری اسکا خلاصہ یہ ہے کہ
وقت نزول آیت قرآنی اذا قری القرآن فاستمعوا لہ الخ صرف دو نمازین فرض تھین اور دونون جہری
تھین اور امام و مقتدی الحمد و سورت جہراً پڑہتی تھی اس آیت سے مقتدی کی قرأت منسوخ ہوئی اور
سکوت محض کا اسکو حکم ہوا پھر جبکہ شب معراج پانچ نمازین فرض ہوئین اور اُنمین دن کی دو نمازین ظہر
و عصر سری قرار پائین اور شب کی تین نمازین مغرب و عشا و فجر جہری ٹھہرائی گئین تو اب غور طلب یہ امر ہے
کہ آیا شارع علیہ السلام کی طرف سے سری نمازون مین مقتدیون کو حکم قرأت ہوا یا بدستور سابق حکم سکوت

Marfat.com

قائم رہا سو اس بارہ مین احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ کرام اسقدر متعارض و متناقض ہین کہ انکو سرسری نظر سے دیکھنے والے ایک عجیب حیرت و پریشانی مین پڑجاتے ہین اسی وجہ سے اس مسئلہ مین قرن اوّل سے لیکر اختلاف مسالک چلا آیا ہے اور غالبا آیندہ قیامت تک چلا جائیگا اور کیون نہ چلے اختلاف اُمتی رحمۃ ارشاد نبوی ہے اسکا باقی رہنا ہے اُمت کے لئے بہتر ہے اس لحاظ سے تو اسبارہ مین تحریرات فریقین بے سود ہین ایک جانب کو حق کہنے سے گویا دائرہ رحمت کو تنگ کرنا ہے مگر کیا کرین آج کل کے مدعیان حدیث بجائے اسکے کہ وسیع النظر عالی خیال ہوتے اپنی تنگ نظری اور کوتہ فہمی سے ائمہ عظام کو تارک سُنت قرار دیتے ہین اور اپنے آپ کو متبع سُنت کہتے ہین اسلئے انکی ہفوات قلع و قمع کرنے کو ہمین بھی کچھ لکھنا پڑا ورنہ اس تحریر سے حاشا و کلا کسی ائمہ سلف کے تنقیص و تسقیم مدنظر نہین ہے۔ سو سنئے اس مسئلہ کے متعلق تصنیفات قدیمہ اور تالیفات جدیدہ نہایت مبسوط موجود ہین ان مین رواۃ حدیث کے متعلق جداگانہ مباحثہ ہے اور مدلولات حدیث کے متعلق علیحدہ مناقشہ ہے اور پھر وہ اسقدر طویل الذیل ہین کہ انکا سمجھنا ہر کس و ناکس کا کام نہین اور باینہمہ انمین بعض ابحاث طویلہ اصل مدعی سے بے لگاؤ بھی ہین اسلئے بندہ اس مسئلہ کو ایک جداگانہ طرز سے شروع کرتا ہے اور کارآمد ابحاث کو مختصر پیرایہ مین ظاہر کرتا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ ہر تفصیل کے لئے ایک اجمال ہوتا ہے اور ہر کثرت کے لئے ایک وحدت ہوتی ہے سو یہان بھی اس مبحث کا کوئی خلاصہ و عطر ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ جہری نمازون مین تو قرأت مقتدی آیت معلومہ سے منسوخ ہو چکی تھی اسکے بعد جہری نمازون مین آیا کبھی مقتدی کو حکم قرأت ہوا کہ نہین اگر ہوا تو وہ ایجابی امر تھا یا غیر ایجابی پھر وہ امر آخر تک قایم رہا کہ نہین علی ہذا سری نمازون مین مقتدی کو حکم قرأت ہوا کہ نہین اور ہوا تو آخر تک باقی رہا کہ نہین سو ہم اس بحث کو تین فصلون مین لکھینگے فصل اوّل ان احادیث کے بیان مین جنسے استدلال صحیح نہین ہے

فصل ثانی ان احادیث مین جنسے استدلال صحیح ہے مگر وہ ثابت الحکم نہین منسوخ الحکم ہین۔

فصل ثالث ان احادیث مین جو ناسخ ماقبل ہین۔

فصل اوّل علماء مین سے ایک فریق کا خیال ہے کہ مقتدی کے ذمہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہر نماز مین واجب ہے خواہ سری ہو اور خواہ جہری ان کے دلائل بہت سی احادیث ہین از انجملہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے عن عبادۃ بن الصامت

Marfat.com

قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب یہ
حدیث صحیح ہی مگر مقتدی کے بارہ مین اس سے استدلال صحیح نہین ہی کیونکہ مبنی استدلال صرف
یہ ہی کہ اس حدیث مین لفظ من آیا ہی جو بالاتفاق الفاظ عموم سے ہے سو خلاصہ حدیث یہ ہوا کہ جو کوئی
نماز مین الحمد نہ پڑھے اُسکی نماز نہوگی منفرد ہو یا امام ہو یا مقتدی ہو کسیکی نماز نہوگی سو ہم کہتے ہین
کہ یہ استدلال اُن لوگون کا کام ہے جو آگے پیچھے کی خبر نہ رکھتے ہون اور دوسری احادیث و آیات
اُنکی پیش نظر نہون اصل حقیقت اگر سُننا منظور ہے تو بغور سُنئے اس حدیث مین لفظ من بیشک عام
ہے مگر یہ حدیث مختصر ہے پوری حدیث یون ہی - لاصلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعدا
چنانچہ مسلم ونسائی وابوداود مین بسندات صحیحہ یہ حدیث بزیادت لفظ صاعداً مروی ہے سو اب مطلب
یہ ہوا کہ تینون قسم کے مصلے کو الحمد اور زائد از الحمد پڑہنا ضروری ہے حالانکہ یہ اس فریق کے مسلک کے
خلاف ہے کیونکہ یہ لوگ زائد از الحمد کو جہری نمازون مین بحق مقتدی واجب توکیا جائز بھی نہین تبلاتے
اگرچہ ان مین سے بعض کے نزدیک سری نماز مین زائد از الحمد بھی جائز ہے مگر حدیث کا مقتضائے تو
یہ ہی ہے کہ ہر مصلے پر ہر نماز مین یہ دونون واجب ہون خواہ جہری ہو یا سری سو یہ لوگ خلاف
حدیث کا الزام جو اورون پر لگاتے تھے اِن پر بھی رہا مگر یہ فریق اسکا جواب اس طرح پر دیتے ہین کہ
بیشک اس حدیث کا مقتضی تو یہ ہی ہے کہ مقتدی پر بھی الحمد و سورت دونون واجب ہون مگر
حدیث عبادۃ لا تفعلوا الا بام القرآن جو آگے آتی ہے اُس سے مقتدی کی تخصیص دربارہ
سورت ہوگئی کہ وہ زائد از الحمد نہ پڑھے اسلئے ہمپر خلاف حدیث کا الزام عائد نہین ہوسکتا ہے کیونکہ
جو بات دونون حدیثون کے ملانے سے حاصل ہوئی اُسکو ہمنے اختیار کیا ہے مگر ارباب فہم جانتے
ہین کہ یہ جواب بھی کم فہمی پر مبنی ہی کیونکہ یہ دعوائے تخصیص جب ہی صحیح ہوسکتا ہے کہ پہلے اس امر
کو بنقل صحیح ثابت کردین کہ عبادۃ رض کی پہلی حدیث تو مقدم تھی اور دوسری حدیث لا تفعلوا الا بام
متاخر تھی تاکہ دوسری حدیث سے پہلے کی تخصیص و تنسیخ ممکن ہو کیونکہ اگر ایسا ثابت ہوجاوے
تو یہ کہنا ممکن ہی کہ جب تک آپنے دوسری حدیث لا تفعلوا الا بام القرآن ارشاد نہین
فرمائی تھی تو پہلے حدیث کے موافق مقتدی بھی الحمد و سورت پڑھتے تھے پھر جب آپنے یہ دوسری
حدیث ارشاد فرمائی تو مقتدیون پر سورت پڑہنا حرام ہوگیا اور صرف الحمد پر اکتفار رہا مگر ہم

Marfat.com

کہتے ہین کہ ان دونون حدیثون مین یہ تقدم و تاخر کا قصہ محض خیالی ہو نقل صحیح سے ہرگز ثابت
نہین اگر مدعیان حدیث مین سے کسی کو اسکا دعویٰ ہو تو ثابت کرے اور جب ثابت نہین تو
یون کہو کہ اس فریق نے محض اپنی رائے و خیال سے پہلے حدیث کو بحق مقتدی دربارہ قرأت
سورت منسوخ سمجھ لیا تو عمل بالحدیث کیا خاک ہوا عمل بالرائے ہوا جسکو اِم و مذموم سمجھتے تھے
اور دوسرون پر اسکا طعن کرتے تھے صدق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قال ھلک الناس
فھو اھلکھم بالجملہ یہ تخصیص کا دعویٰ محض من گھڑت ہے کوئی مستند صحیح اُنکے پاس نہین ہے
اگر خیالی جمع بھی شرع مین معتبر ہو تو انکے مقابل کوئی کہنے والا دعویٰ کر سکتا ہے کہ حدیث لا
تفعلوا الا بام القران مقدم تھی اور اسوقت تک مقتدی صرف الحمد پر اکتفا کرتا تھا پھر
جب یہ ارشاد فرمایا کہ لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعدا تو مقتدی کے
ذمہ الحمد و سورۃ کا پڑھنا واجب ہوگیا تو فریق اوّل اسکو کس طرح رد کرینگے اگر یہ کہین کہ یہ تجویز
بے دلیل ہی تو مدعی دوم بھی یہی کہیگا کہ تمہاری تجویز کونسی با دلیل ہے الغرض یہ دونون تجویزین
عقلاً محتمل تو ہین مگر انمین سے ایک کا معتبر ہونا اور دوسرے کا مسترد ہونا کسی دلیل معتبر کا محتاج ہو
سو وہ نہ فریق اوّل کے پاس ہے اور نہ فریق ثانی کے پاس اب ہم فریق اول کی غلطی کا منشا
کھولتے ہین جسکے کھلنے پر اُنکے استدلال کا فساد ظاہر ہو جاویگا وہ یہ ہے کہ اول حدیث مین
لفظ من بیشک الفاظ عموم سے ہے مگر لفظ عام لسان عرب ہی مین نہین بلکہ ہر زبان مین کبھی
لفظاً و مراداً عام ہوتا ہے یعنی اُسکے جملہ افراد و مصادیق متکلم کو مراد ہوتی ہین اور کبھی لفظاً تو عام
ہوتا ہے مگر مراداً عام نہین ہوتا پہلے کی مثال رب العالمین یا رب السموات ہے دونون مین مضاف
الیہ بصیغہ جمع وارد ہے اور اُنکے جمیع افراد حتماً مراد ہین اور دوسرے کی مثال قاتلوا المشرکین
کافۃ اور یا فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ہے جملہ اول مین لفظ المشرکین لفظاً تو عام ہے
مگر مراداً عام نہین کیونکہ اُسمین سے ذریات اور نساء اور اشیاخ سقیم الحال کا خروج اوّل سے ہی
یقینی ہے اور دوسرے جملہ مین لفظ ما ذکر اگرچہ لفظاً جملہ حیوانات کو شامل ہے مگر اول سے ہی
اُس سے مراد حلال جانور ہین اب اگر کوئی مدعی اجتہاد یہ دعویٰ کرے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے
کہ ہر قسم کا جانور جسپر اللہ کا نام لیا گیا ہو حلال ہو تو تم ہی کہو کون اُسکو تسلیم کر سکتا ہے اسکی وجہ

جو شخص لوگون کو بد دین بناکر وہ اورون سے زیادہ بد دین ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

یہی ہی کہ انُہنے دوسری آیات سے نظر بند کرلی ہے سو یہی وجہ مسئلہ زیر بحث مین ہی کہ لفظ من کے
عموم پر نظر کرتے ہوے دوسری آیات واحادیث سے نظر بند کرلی ہی اس صورت مین اس فریق
پر یہ بڑا الزام شرعاً عاید ہے کہ انہون نے اپنی کم فہمی سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ اتہام
باندھا کہ حدیث لاصلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعداً فرماتے وقت آپکو مقتدی
بھی مراد تھا حالانکہ یقیناً شمول مقتدی آپ کو ہرگز مراد نہین تھا کیونکہ اس حدیث فرمانے
سے بہت پہلے آیت قرآنی واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا نازل ہوچکی تھی اور
صراحۃً وعبارۃً مقتدی کو قرأت سے منع کرچکی تھی چنانچہ اسکا بیان بنہایت شرح وبسط کے ساتھ
پیچھے گذرچکاہے یہانسے ایک قاعدہ سمجھ مین آیا جسکے ملحوظ رکھنے سے بیشمار خطاؤن سے نجات
ملیگی وہ یہ ہے کہ اگر پہلے سے ایک خاص شے کا کوئی حکم مثل حلت وحرمت کے شرع مین آچکا ہو پھر
ایک اور امر عام کے متعلق جو لغۃً پہلے خاص شے کو شامل ہو کوئی حکم پہلے حکم کے مخالف وارد ہو تو اس
عام کے حکم سے وہ شئی خارج رہیگی اور وہ عام اُس خاص کو متناول نہوگا مثلاً قرآن مجید مین اولاً
نساء محرمات کا حکم بیان ہوچکا کہ فلان فلان عورات سے نکاح حرام ہی پھر یہ آیت وارد ہوئی فانکحوا
ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث ورباع سو اس آیت مین لفظ ما اور لفظ نساء عام ہی اور
لغۃً محرمات سابقہ کو شامل ہی اور اسکا حکم پہلے حکم کے خلاف ہے یعنی اسمین حکم حلت ہے اور محرمات سابقہ
کا حکم حرمت تھا تو بالاتفاق عقلاً ونقلاً اس ماطاب لکم من النساء سے وہ محرمات سابقہ خارج ہی رہینگے
اور یہ لفظ عام ہرگز ان محرمات کو متناول نہوگا ایسے عام کو اصطلاحاً (عام غیر متناول للبعض) کہتے
ہین- اور اگر پہلے سے کوئی حکم عام آچکا ہو اور پھر اسمین سے بعض افراد کو نکالکر اسکے لئے کوئی دوسرا
حکم شرعاً تجویز ہوا ہو تو اُس عام کو اصطلاحاً (عام مخصوص البعض) کہتے ہین مثلاً پہلے یہ آیت نازل ہوئی
تھی والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء اسمین لفظ مطلقات معرف باللام الفاظ عموم
سے ہے اور حاملہ وغیر حاملہ کو شامل ہی اور مدتون یہ ہی حکم رہا کہ مطلقہ کی عدت خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ
تین حیض ہین پھر سورہ طلاق کی یہ آیت نازل ہوئی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن
سو اس آیت کیوجہ سے حاملات کو عام سابق مین سے علیحدہ کرکے انکی عدت وضع حمل قرار پائی۔
علیٰ ہذا عدت وفات بھی پہلے سے چار مہینہ دس دن تھی خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ پھر اسی آیت

Marfat.com

مذکورہ کے بعد حاملہ کو علیحدہ کیا گیا اور اُسکی عدت بھی وضع حمل قرار دیگئی غرض یہ آیت ثانیہ پہلی آیات طلاق ووفات کے لئے من وجہٍ مخصص ہے اسلئے لفظ والمطلقات جو عدت طلاق مین مذکور ہے اور لفظ والذین یتوفون منکم جو عدّت وفات مین مذکور ہی عام مخصوص البعض کہلاویگا الغرض خلاصہ قاعدہ یہ ہے کہ جس عام کے بعض افراد ورود عام سے پہلے ہے جُداگانہ حکم رکھتے ہون تو وہ عام انکو ہرگز شامل نہوگا اور وہ (عام غیر متناول للبعض) کہلاویگا اور جس عام کے ورود کے بعد اُس مین سے بعض افراد کو جُدا کرلیا گیا ہو تو وہ عام پہلے سے ضرور اس بعض کو شامل ہوگا مگر بعد مین اُسکو شامل نہ رہیگا اور اسکو عام مخصوص البعض کہینگے تو اب غور طلب یہ ہی کہ حدیث عبادۃ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعدا بحق مقتدی عام غیر متناول ہی یا عام مخصوص البعض ہے کہ بحدیث دوم لا تفعلوا الا بام القران مقتدی کی تخصیص ہوئی سو ہم کہتے ہین کہ حدیث اوّل مقتدی کو شامل ہی نہین ہی کیونکہ اُس سے پہلے مقتدی بآیت قرآنی واذا قرئ القران فاستمعوا لہٗ وانصتوا ممنوع القرات ہوچکا تھا تو لامحالہ یہ حدیث مقتدی کے حق مین عام غیر متناول یقینًا ہے اور جب یہ حدیث مقتدی کو شامل ہی نہین تو حدیث دوم کو اسکا مخصص کہنا خود غلط ہوگا کیونکہ مخصص کے لئے ضروری ہی کہ فرد مخصوص کو نص سابق شامل ہو اور ظاہر ہے کہ حدیث اوّل مقتدی کو جب ہی شامل ہوتی اگر اُس سے پہلے وہ ممنوع القرات نہوچکا ہوتا اور جب وہ پہلے سے ممنوع القرات ہوچکا تو بقاعدہ مسلمہ بالا یہ نص عام موخر الورود یعنی حدیث عبادۃ پہلے فرد خاص مخالف الحکم کو یعنی مقتدی کو ہرگز ہرگز شامل نہوگی ورنہ اگر کوئی شخص قاعدہ مذکورہ کو تسلیم نکرے تو اُسکو کہنا چاہیئے کہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء محرمات کو بھی شامل ہی علیٰ ہذا اس قسم کی دیگر آیات و احادیث مین بھی اُسکو ایسا ہی کہنا ہوگا بالجملہ قاعدہ مذکورہ نہایت محکم و مبرہن قاعدہ ہے اُسکا خلاف کوئی عاقل نہین کرسکتا ہان جو اسقدر سمجھ ہی نرکھتا ہو وہ جو کچھ کہے لائق تعجب نہین ہی خود ارشاد نبوی ہی رُبّ حامل فقہٍ غیر فقیہٍ الحاصل آیت مذکورہ مانع قرات مقتدی چونکہ مکّہ مین نازل ہوئی تھی اور وہ بھی حسب تحقیق بالا شب معراج سے پہلے اور حضرت عبادۃ کا ان احادیث کو سننا ظاہر تو یہ ہے کہ مدینہ منورہ مین بعد الہجرت سنا ہو جیسا کہ اکثرون کا خیال ہے مگر یہ بھی بعید نہین کہ مکہ معظمہ مین ہی سُنا ہو کیونکہ حضرت عبادۃ نقباء اثنا عشر مین سے ہین اور ہجرت سے پہلے دو دفعہ حاضر خدمت ہوئے اور اوّل دفعہ ہی

Marfat.com

مشرف باسلام ہوچکے تھے اور دوسری دفعہ مشرف بہ نقابت ہوے بہرحال جہان کہین بھی سُنا ہو
بعد نزول آیت مذکورہ کے سُنا ہی کیونکہ اسکا نزول معراج سے بھی بہت پہلے ہی اور عبادہ کا مکہ جانا بعد معراج یقیناً ہی اور اُس مین
مقتدی ممنوع القرأت ہوچکا تھا تو لامحالہ یہ حدیث مقتدی کو اوّل سے ہی شامل نہوگی اور جب شامل
نہوئی تو اسکی تخصیص حدیث لاتفعلوا سے خیال کرنا بھی خود بخود غلط ہوگا چہ جائیکہ اس حدیث کا پہلی
حدیث سے موخر ہونا بھی ثابت نہین ہی سو اسکو مخصص ٹھرانا کیسے صحیح ہوسکتا ہے معہ ہذا اس
توجیہ مین یہ خرابی بھی ہی کہ قرأت مقتدی جو ابتداے سے معمول بہا تھی آیت معلومہ سے منسوخ ہوئی
اور پھر عبادہ کی پہلی حدیث عام لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بام القران فصاعدا سے بزعم اس فریق
کی وہ آیت محرّمہ منسوخ ہوئی پھر اس حدیث مین جو الحمد و سورت کا ضروری ہونا مقتدی و غیر مقتدی
کے ذمہ معلوم ہوا تھا دوسری حدیث لا تفعلوا الا بام القران سے مقتدی کے حق مین سورت
منسوخ ہوئی سو نسخ کیا ہوا ایک کھیل ہوگیا پھر آیت قرآنی جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ تھی حدیث
احاد سے جو نہ قطعی الثبوت ہی اور نہ تناول مقتدی مین قطعی الدلالۃ منسوخ ہوئی جو اہل حق کے نزدیک
کسی طرح جائز نہین پھر اس حدیث کی تخصیص جس حدیث سے کرتے ہین اُسکا تاخر ثابت نہین اگر
بالفرض اُسکا تاخر بھی مان لیا جاوے اور اسکو پہلے حدیث کا مخصص بھی سمجھ لیا جاوے تو وہ خود دوسری
احادیث متاخرہ سے منسوخ ہی جسکا ثبوت مدلل ہم آیندہ دینے والے ہین - اس حساب سے قرأت مقتدی
مین چار دفعہ نسخ پیش آیا جو حکمت خداوندی کے سراسر مخالف ہے اور اُسکی نظیر بھی کسی دوسرے
حکم مین ملنی دشوار ہے ایسی لچر توجیہ تو کسی فہمیدہ انسان کے کلام مین کرنا بھی عند العقلا مذموم ہے
تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا غرض اس فریق نے اپنی حماقت و سفاہت سے قرآن و حدیث
مین اس طرح جمع کیا کہ اللہ و رسول کی مراد کا حُسن ذاتی جاتا رہا اور انکی دستمالی سے اُسپر ایک
مسخ شدہ رنگ و نقشہ قایم ہوگیا اب شاید کوئی یہ کہے کہ اگر یہ جمع بین الآیت والحدیث درست
نہین ہی تو پھر کس طرح انمین جمع کیا جاوے سو ہم کہتے ہین کہ آیت مذکورہ تو خاص مقتدی کے بارہ
ہی مین ہی اُس سے وہ ممنوع القرات ہوچکا اسکے بعد حدیث عبادہ بلفظ عام وارد ہوئی اسمین مقتدی
داخل نہین ہی کیونکہ اسکا حکم بہت پہلے سے بذریعہ آیت مذکورہ معلوم ہوچکا ہے اس حدیث کو آیت
کا مخصص کہنا سخت غلطی کا ارتکاب ہے مثلاً یہ بات ابتداے اسلام سے معین ہے کہ کفار و

Marfat.com

مشرکین پر جنت حرام ہے اُسکے بعد ارشاد نبوی صادر ہوا من انفق زوجین فی سبیل اللہ[له]
دعی من ابواب الجنۃ سو اس حدیث مین لفظ من ایسا ہی عام ہے جیسا کہ حدیث عبادۃ مین
سو کون بیوقوف کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث مین کفار و مشرکین بھی داخل ہین اور وہ بھی انفاق
زوجین پر ابواب جنت سے مدعو ہونگے سو جیسے یہ حدیث اُن آیات کی مخصص نہین ہو سکتے جن مین
حرمت جنۃ علی الکفار کا ذکر ہے ایسی ہی حدیث عبادۃ اُس آیت کی مخصص نہین ہو سکتی جسمین قرأت
مقتدی کی ممانعت ہے اور وجہ اسکی دونون جگہہ وہ ہی امر ہے کہ ان حدیثون مین لفظ من (عام
غیر متناول للبعض) ہے مقتدی اور کافر و مشرک کو ہرگز ہرگز شامل نہین ہر اور جب حدیث عبادۃ
مقتدی کو شامل ہی نہین بلکہ منفرد و امام کو شامل ہر تو یہ حدیث اپنی مراد و مدلول مین قایم الحکم
ہے اُسکی تخصیص و تنسیخ کسی حدیث سے ہرگز نہین ہوئی ہان اگر یہ حدیث مقتدی کو بھی شامل ہوتی
تو اسکی تخصیص بحدیث لا تفعلوا الا بام القرآن بحق مقتدی متصور ہو سکتی تھی مگر جب یہ بات
ہی نہین تو یہ حدیث دوم پہلی حدیث کی مخصص بھی نہین بن سکتی اب ارباب فہم کو معلوم ہو گیا ہوگا
کہ حدیث لا تفعلوا الخ کو پہلی حدیث کا مخصص کہنا کسقدر بیہودہ اور سراپا غلط ہے باقی اس حدیث
کا جو کچھہ منشا و مطلب ہے اُسکو ہم آگے مفصل لکھینگے منتظر رہنا چاہیئے تو اب آیت معلومہ اور پہلی حدیث
عبادۃ مین کوئی تعارض و تخالف نہ رہا تاکہ جمع کی ضرورت پڑتی بلکہ دونون اپنی مدلول و مراد مین
قایم الحکم ہین آیت منع قرأت مقتدی مین نازل ہوئی وہ اسوقت تک قایم الحکم ہے۔ اور حدیث
عبادۃ منفرد و امام کے بارہ مین ارشاد ہوئی اور انکے حق مین قایم دایم ہے کوئی تخصیص اُس مین
نہین ہوئی بالجملہ ارباب فہم سے اُمید ہے کہ (عام غیر متناول للبعض) اور (عام مخصوص البعض) کا
فرق خوب ذہن نشین کرلین اسکے سمجھہ لینے پر آیات و احادیث کے بہت سے شبہۃ ابحاث آسانی
سے طے ہو جاوینگے پہلی قسم مین وہ بعض فرد مراد متکلم ہی نہین ہوتا اسلئے وہ عام اُسکو شامل بھی
نہین ہوگا اور دوسری قسم مین وہ بعض مراد متکلم ہوتا ہے مگر آیندہ کسی نص سے وہ علیحدہ کر لیا جاتا
ہے اور اُسکا کوئی جدا حکم قرار دیا جاتا ہے سو حدیث عبادۃ مقتدی کے حق مین عام غیر متناول ہے
مخصوص البعض نہین ہر اور آیت قرآنی والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء عام
مخصوص البعض ہی کہ دوسری آیت موخرۃ النزول سے اُسمین تخصیص واقع ہوئی عام غیر متناول نہین ہے

[له] جو کوئی شخص براہ خدا دو دو چیزین خرچ کریگا اُسکی بلاؤ جنت کے ہر دروازہ سے ہوگی ۱۲

Marfat.com

وقس علی ہذا النصوص الاخر۔ اس جگہ پہونچکر ایک شبہ کا ذکر کر دینا ضروری ہی وہ یہ ہے کہ بعض مدعی علم کہہ سکتا ہے کہ آپ کے اس جواب کا ماحصل یہ ہی کہ حدیث عبادۃ جو مستدل نے پیش کی تھی اُسکو تمنے یہ کہکر کہ یہ مختصر ہے پوری حدیث وہ ہے جسمین لفظ فصاعدا مذکور ہے اُس سے استدلال کو ناتمام بتایا اور دوسری حدیث تام پر اپنی طویل الذیل تحقیق کا سنگ بنیاد جمایا سو درحقیقت یہ حدیث دوم جسمین لفظ فصاعدا مذکور ہے صحیح ہی نہین ہے کیونکہ امام المحدثین بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ جزء القراۃ مین اس پر دو اعتراض کئے ہین۔ اوّل یہ کہ زیادت فصاعدا کی معتبر نہین ہی کہ زہری کی شاگردون مین سے صرف معمر اس زیادت مین منفرد ہی دوم یہ کہ اگر یہ معتبر بھی ہون تو اسکے معنی وہ ہی ہونگے جو حدیث لا تقطع الایدی الا فی ربع دینار فصاعدا مین مراد ہین نہین یعنی قطع ید کیلئے ربع دینار تو ضروری ہی زائد ہو کہ نہو ایسے ہی یہان بھی نماز مین الحمد تو ضروری ہے زاید از الحمد ہو کہ نہو غرض سورت کا وجوب اس سے ثابت نہوگا پھر وہ مختصر حدیث اور یہ برابر ہی رہی سو اسکا جواب یہ ہی کہ اس حدیث عبادۃ کو جسمین لفظ فصاعدا ہی محض اس بنا پر کہ امام بخاری نے اسمین کلام کی ہی غیر صحیح سمجھہ لینا جمود علی التقلید نہین تو کیا ہی دیکھنا اسبات کا تھا کہ وہ اعتراض کچھہ وزن اور قوت رکھتا ہی کہ نہین سو سنئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دونون اعتراض ایک سندی اور دوسرا معنوی پایۂ درجہ سے گرا ہوا ہین اوّل اعتراض تو اس وجہ سے قابل التفات نہین کہ معمر اصحاب زہری سے ہے اور ثقہ و معتبر ہونے مین اورون سے فائق نہین تو کم درجہ بھی نہین ہی خود صحیحین کے رجال سے ہے اگر وہ متفرد بھی ہوتا تو اُسکی زیادہ بقاعدہ جمہور محدثین جو خود امام بخاری کو بھی مسلّم ہے معتبر و مقبول ہوتی کہ زیادۃ الثقۃ مقبولۃ جملہ محدثین کے نزدیک مسلمہ قاعدہ ہے مگر درحقیقت وہ اس زیادت مین متفرد بھی نہین عبدالرحمن بن اسحق تو خود جزو القراۃ مین اُسکا متابع ہے مگر امام بخاری کو اُنکی متابعت پر اطمینان نہین ہے اور سفیان بن عیینہ ابو داؤد مین اُسکا متابع ہے لفظ فصاعدا کی زیادت مین تو لامحالہ یہ حدیث بزیادت لفظ فصاعدا بلا غبار صحیح ہی شاید اسی وجہ سے کہ یہ اعتراض چندان جاندار نہین ہی امام بخاری نے اسپر زیادہ زور نہین دیا بلکہ معنی حدیث مین گفتگو شروع کر دی بالجملہ یہ حدیث معہ زیادت لفظ فصاعداً جب بلا غبار صحیح ثابت ہو چکی تو امام بخاری کے دوسرے اعتراض معنوی کا جواب دینا ضروری ہی سو سُنئے حدیث عبادہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا اور حدیث حد السرقہ لا تقطع

اہلحدیث کا شبہ اور اسکا جواب قابل غور ہے

امام بخاری کے دو اعتراض

شبہ مذکورہ کا جواب

Marfat.com

الا ایدی الا فی ربع دینار فصاعدا مین بہت بڑا فرق ہی امام بخاری کا دونون جگہ لفظ صاعدا
کو موٗدی و مطلب مین یکسان خیال کرنا صحیح نہین ہے یہ خیال تسویہ قلت تتبع یا قلت تدبر سے
ناشے ہے منشاء غلطی کا اولاً سمجھ لینا ضروری ہی سو سنئے[له] لسان عرب مین لفظ صاعدا موارد استعمال
مین دو طرح مستعمل ہوتا ہے کہین تو اس طرح کہ مدلول صاعدا اور مدلول ماقبل یعنی معطوف علیہ اور معطوف
دونون کسی کل مجموعی کے اجزاء خارجیہ یا کسی کلی کے جزئیات عینیہ ہون سو اس صورت مین وہ اجزاء
و جزئیات اگرچہ اندراج تحت الکل یا اندراج تحت الکلی مین ایک دوسرے کے متماثل ہوتے ہین
مگر اپنے اپنے وجودات خاصہ مین متمایز و متبائن ہوتے ہین مثلاً قرآن پاک ایک کل مجموعی ہے اور
فاتحہ و دیگر سور اُسکے اجزاء ہین اور تمام سُور قرآنی مندرج فی القرآن ہونے مین باہم متماثل ہین مگر ہر
ہر سورت اپنے اپنے وجود تالیفی مین ایک دوسرے سے ممتاز و متبائن ہی ایک سورت کا اطلاق
دوسری سورت پر نہین ہو سکتا ہے علیٰ ہذا انسان ایک مفہوم کلی ہی اور زید عمرو بکر وغیرہ اُسکے جزئیات
ہین اور اندراج تحت الانسان مین باہم متماثل ہین مگر ہر ہر جزئی اپنی اپنی وجود عینی مین ایک دوسرے
سے ممتاز و متبائن ہی زید کا اطلاق بکر پر اور بکر کا اطلاق زید پر نہین ہو سکتا ہے سو جس کلام مین لفظ
صاعدا واقع ہو اور اُسکو اپنے ماقبل کیساتھ یہ نسبت ہو کہ وہ دونون کسی کل مجموعی کے اجزا ہون یا
وہ دونون کسی کلی کی جزئیات ہون تو وہان لفظ صاعد بمعنی شیٔ آخر ہوتا ہے بمعنی قدر اکثر نہین ہوتا
ہے اور مقصود متکلم اسوقت دونون اجزا یا دونون جزئیات پر علی وجہ الاجتماع حکم لگانا ملحوظ ہوتا ہے
یعنی وہ حکم بالانفراد معطوف علیہ یا معطوف سے حاصل نہین ہو سکتا ہے بلکہ حصول حکم مقصود مین
دونون کے وجود کی ضرورت ہے اس صورت مین حکم مقصود معطوف علیہ و معطوف کے مقادیر و کمیات پر
نہین ہوتا ہے بلکہ اُنکی وجودات خاصہ پر ہوتا ہے اور کہین اُسکا استعمال اس طرح ہوتا ہے کہ مدلول صاعد
اور مدلول ماقبل کسی مقدار کمی کے مراتب متفاوتہ ہون یعنی ماقبل صاعد بمرتبہ ادنیٰ ہو اور مدلول صاعد بمرتبہ
اعلیٰ ہو تو اس صورت مین گو کہ وجود ماقبل وجود مابعد کو مستلزم نہین ہوتا ہے مگر وجود مابعد وجود ماقبل
کو مستلزم و مجامع ہوتا ہے کیونکہ ہر مقدار اکثر اپنے سے اقل مقدار پر مشتمل ہوتی ہی اُسکا تحقق بدون اقل
کے ناممکن ہے سو جس کلام مین لفظ صاعد واقع ہو اور اُسکو اپنے ماقبل سے یہ نسبت حاصل ہو کہ وہ اکثر
من الاقل ہو اور ماقبل اقل من الاکثر ہو تو وہان لفظ صاعد بمعنی قدر اکثر ہوتا ہے بمعنی شیٔ آخر نہین ہوتا ہے

[له] امام بخاری کو لفظ صاعد کے معنی مین خطا فہمی کیون لاحق ہوئی یہ تحقیق جدید ہے اہل فہم اسکو بغور ملاحظہ فرماوین ۱۲

Marfat.com

اور مقصود متکلم اسوقت یہ ہوتا ہے کہ جو حکم ماقبل پر علی وجہ الانفراد ہوتا وہی حکم مابعد پر ہوتا ہے
اگرچہ وہ مشتمل بر زیادت ہو اس صورت مین حکم مذکور کے لئے وجود اقل کی ضرورت ہوتی ہے وجود
اکثر کی ضرورت نہین ہوتی ہان اگر اکثر متحقق ہوا تو چونکہ اُسکے ضمن مین وجود اقل جو مدار حکم تھا
متحقق ہی تو حکم مذکور بھی ثابت ہوگا اس صورت مین حکم مقصود معطوف علیہ کی مقدار و کمیت پر
ملحوظ ہوتا ہے نہ کہ اُسکے وجود مشخص اور حقیقت خاصہ پر اس صورت مین صاعدا کا عطف اپنے
ماقبل پر از قسم عطف الکل علی الجزء ہے کیونکہ ہر اقل اپنے سے اکثر کا جزء ہوتا ہے اور اکثر اپنے سے
اقل کا کل مشتمل ہوتا ہی اور پہلی صورت مین صاعد کا عطف اپنے ماقبل پر یا از قسم عطف جزءِ
علے جزءٍ من الکل ہوتا ہے اگر وہ دونون کسی مجموع کے اجزا ہون اور یا از قسم عطف جزئی علے
جزئی ہوتا ہے اگر وہ دونون کسی کلی کے جزئیات ہون۔ اور نیز ایک اور فرق بھی ہر دو موارد
استعمال مین ہی وہ یہ ہے کہ صورت اولیٰ مین ماقبل صاعد سے ایک شئے معین و مشخص مراد ہوتی
ہے اور صاعد سے کوئی شئے آخر لا علی التعیین مراد ہوتی ہے پھر دونون کے مجموعہ پر حکم مطلوب لگایا
جاتا ہے یعنی وہ حکم بلا دونون کی اجتماع کے متصور نہین ہوسکتا ہے اور صورت ثانیہ مین ماقبل
صاعد سے اگرچہ مقدار معین تو مراد ہوتی ہے مگر وہ شئے مشخص الوجود مراد نہین ہوتی ہے بلکہ وہ
مقدار معین کسی دوسرے مادہ مین بھی پائی جاوے تو حکم مذکور ثابت ہو جاویگا اور صاعد سے
مراد کوئی مقدار زائد غیر معین اور غیر مشخص المادہ مراد ہوتی ہے اور حکم مطلوب ماقبل صاعدہ کے
وجود سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اور خود صاعد کے وجود سے بھی حاصل ہو سکتا ہی مثلاً ربع دینا
کی مالیت قطع ید کے لئے ضرور ہے سو یہ مالیت اگر بضمن دینار متحقق نہو بلکہ بضمن دراہم و فلوس
و عروض متحقق ہو تو قطع ید کا حکم پھر بھی متحقق ہوگا کیونکہ دیناریت کو قطع ید مین دخل نہین ہے
بلکہ مالیت مقررہ کا سرقہ قطع ید کو مقتضی ہی اگرچہ وہ کسی اور مادہ مال مین متحقق ہو سو لامحالہ اس
صورت ثانیہ مین ماقبل صاعد بقدرہ تو مراد ہوتا ہے مگر بشخصہ و حقیقتہ مراد نہین ہوتا ہے اور
مدلول صاعد نہ بقدرہ المعین مراد ہوتا ہے اور نہ بذاتہ المشخص بلکہ وہ قدراً و ذاتاً غیر معین ہوتا ہے
برخلاف صورت اولیٰ کے کہ اسمین ماقبل صاعد سے ایک جزو معین یا ایک جزئی مشخص مراد متکلم
ہوتی ہے اور صاعد سے کوئی جزو آخر یا جزئی مغائر غیر معین مراد ہوتی ہے اور اس معین و غیر معین

Marfat.com

کے مجموعہ پر حکم مطلوب موقوف ہوتا ہے یہان اگر معطوف علیہ و معطوف بذات خاص موجود نہون بلکہ
اور کسی مادہ مین متحقق ہون اگرچہ بمقدار مین اصلی معطوفین کی برابر ہون تو حکم مقصود ہرگز متحقق نہوگا
مثلاً نماز مین اگر کوئی شخص بمقدار فاتحہ و سورت کوئی کلام آخر پڑھ لیوے جو جزو قرآن نہو تو اُسکی نماز
ہرگز نہوگی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ یہان مقصود شارع کوئی مقدار معین نہین ہی بلکہ قرآن کا ایک جزو
معین اور جزو آخر غیر معین کا مجموعہ مقصود ہے برخلاف صورت ثانیہ کے کہ وہان ایک مقدار معین
مالیت کی مقصود ہی تشخص دیناری و درہمی وغیرہ مقصود نہین ہی اسی واسطے وہ مالیت معینہ جس مادہ
مالی مین متحقق ہوگی حکم قطع ید عائد ہوگا اب اہل فہم سے اُمید ہے کہ اس تفاوت استعمال اور فرق باہمی کو
خوب ذہن نشین کرکے بندہ ناچیز کی عرض و معروض بگوش دل سُنین حدیث صلوٰۃ لا صلوٰۃ لمن لم یقرا
بفاتحۃ الکتاب فصاعدا مین چونکہ مدلول صاعد کوئی حصّہ قرآنی علاوہ فاتحہ کے یقیناً مراد
شارع ہی اور ظاہر ہے کہ فاتحہ اور حصّہ اخری قرآنی دونون کے دونون اجزاء قرآنی ہونے مین متساوی ہین
اور اپنے وجود تالیفی مین ایک دوسرے سے متمائز و متبائن ہین ایک کا اطلاق دوسرے پر صحیح نہین ہے
اور نہ ایک کا وجود دوسرے کے وجود کو مستلزم ہی ممکن ہے کہ ایک شخص فاتحہ پڑھے اور دوسرا حصہ نہ پڑھے
یا دوسرا کوئی حصہ قرآنی پڑھے اور فاتحہ نہ پڑھے تو یہان عطف صاعد علی الفاتحہ از قسم عطف جزءٍ
علی جزءٍ آخر ہے اسلئے یہان لفظ صاعد بمعنی شیءٍ آخر من القرآن مغائرٍ للفاتحہ ہی تو یہان مقصود
شارع علیہ السلام یہ ہوا کہ جو شخص نماز مین فاتحہ کو علی التعیین اور دوسرے کسی حصّہ کو لا علی التعیین نہ پڑھے
تو اُسکی نماز نہوگی سو لامحالہ نماز مین اس حصّہ معینہ کا پڑہنا اور دوسرے حصّہ غیر معینہ کا پڑہنا ضروری
و لازم ہوا سو اس حدیث سے دونون کا وجوب کالشمس فی نصف النہار ظاہر و باہر نکلا نہ کہ صرف
فاتحہ کا برخلاف حدیث سرقہ کے جسکے یہ الفاظ ہین لا تقطع الایدی الا فی ربع دینار
فصاعدا کہ اسمین مدلول صاعد کوئی مقدار زائد از ربع دینار ہے اور ظاہر ہے زائد از ربع ربع پر
ضرور مشتمل ہوتا ہے اور اُسکا وجود بلا وجود رُبع کے ہرگز متحقق نہین ہو سکتا ہے اور نیز ظاہر ہے کہ
یہان مقصود شارع تحدید مالیت ہی عام ہے کہ بضمن دینار ہو یا بضمن دیگر نقود و عروض ہو تو یہان
معطوف علیہ اور معطوف کی ذوات خاصہ ملحوظ شارع نہین ہے بلکہ مقدار معطوف علیہ مقصود ہے جو
خود بلا زیادت متحقق ہو یا بزیادت عام ہے کہ مادہ دینار مین ہو یا غیر دینار مین کہ ذکر دینار تمثیلاً ہے

سے فرق بالا ذہن نشین کرکے حدیث صلوٰۃ و سرقہ مین لفظ صاعد کی تفریع ملاحظ عجیب ۱۲

Marfat.com

نہ کہ تعیینًا اسلئے یہان لفظ صاعد بمعنی قدر اکثر مشتمل علی ربع دینار ہے تو یہان عطف صاعد علی ربع دینار از قسم عطف الکل علی الجزء ہوا اور حدیث صلوۃ مین عطف الجزء علی الجزء تھا اور وہان معطوفین کی ذوات خاصۃ مقصود شارع تھی نہ کہ اُنکی مقادیر اسی لئے وہان تبدیل مادہ صحت صلوۃ کے منافی تھا اور یہان تبدیل مادہ قطع ید کے منافی نہین ہے کیونکہ یہان معطوفین کی ذوات خاصہ مقصود شارع نہین ہین بلکہ مقدار معطوف علیہ مقصود ہے جو خود متحقق ہو یا بضمن اکثر اور یہ قاعدہ ابھی گذر چکا ہے کہ جہان جزء کا عطف جزء پر ہو یا جزئی کا جزئی پر تو وہان حکم مقصود دونون کی مجموعہ پر ہوتا ہے بلا دونون کے وجود کے حکم مقصود متحقق نہین ہوسکتا ہے اور جہان مقدار اکثر کا عطف مقدار اقل پر ہو تو وہان حکم مقصود صرف معطوف علیہ کی مقدار پر موقوف ہوتا ہے بلا اُسکے وجود کے حکم مقصود متحقق نہین ہوسکتا ہی مگر مقدار معطوف کی حاجت نہین ہے مگر جیسے وہ محتاج الیہ نہین ہی منافی حکم بھی نہین ہے اگر معطوف کی مقدار اکثر بھی متحقق ہو تو چونکہ وہ معطوف علیہ کی مقدار اقل پر مشتمل ہی جو درحقیقت مدار حکم ہے اسلئے حکم مذکور اب بھی متحقق ہوگا غرض یہان دونون مقادیر کے مجموعہ پر حکم مقصود موقوف نہین ہوتا ہے بلکہ مقدار اول پر موقوف ہوتا ہے مگر چونکہ وہ مقدار ثانی مین لامحالہ پائی جاتی ہے اسلئے حکم مذکور زائد مقدار مین بھی پایا جاتا ہے کہ وجود العلۃ یوجب وجود المعلول۔ یہان پر اکثر کو اقل پر عطف کرنے سے مقصود اعظم یہ ہوتا ہے کہ حکم مقصود مقدار اقل پر ہے محصور نہ رہے بلکہ مقدار اکثر پر بھی متجاوز ہو جاوے یعنی تعمیم بعد التخصیص حاصل ہو جاوے اور صورت اولی مین چونکہ عطف المتبائنین ہوتا ہے ایک دوسرے کو شامل نہین ہوتا ہے اسلئے وہان مقصود متکلم یہ ہوتا ہے کہ بلا ان دونون کے فلان حکم حاصل نہین ہوتا ہے اسلئے نماز مین تو فاتحہ اور غیر فاتحہ دونون واجب ہوئے اور قطع ید مین قدر ربع دینار تو ضروری ہوا اور زائد غیر ضروری رہا بالجملہ دونون حدیثون مین جو لفظ صاعد واقع ہے وہ مفہوم و مراد اً مختلف ہی حدیث صلوۃ مین وہ بمعنی غیر ہے اور حدیث سرقہ مین بمعنی اکثر ہے اور اوّل مین عطف الجزء علی الجزء الآخر ہے اور ثانی مین عطف الکل علی الجزء ہے اور اول مین مراد صاعد سے کوئی فاتحہ کا مبائن ہی جو اسکو ہرگز شامل نہین ہے اور ثانی مین مراد صاعد ماقبل کا مجامع ہی جو اسکو لامحالہ شامل ہے اور اوّل مین مقصود شارع صحت صلوۃ کو دونون کی قراءت پر

Marfat.com

موقوف کرتا ہے اور ثانی مین وجوب قطع الید کو مقدار ربع دینار پر مرتب کرتا ہے اور زائد کو غیر مقتضی اور غیر منافی ٹھہراتا ہے اور اول مین مقصود شارع یہ ہی کہ صحت صلوٰۃ مقدار فاتحہ پر موقوف نہین ہے بلکہ خود ذات فاتحہ پر موقوف ہے ورنہ اگر مقدار فاتحہ پر صحت صلوٰۃ موقوف ہوتی تو چاہیے تھا کہ اگر کوئی شخص اور جگہ سے سات آیات پڑھ لیوے تو قرأت فاتحہ سے سبکدوش ہوجاوے حالانکہ یہ بات ہرگز نہین ہی علی ہذا دوسرے حصہ قرآنی کی قرأت پر صحت صلوٰۃ موقوف ہے نہ کہ اُسکی مقدار پر ورنہ چاہیے تھا کہ بقدر اُس حصۂ اخری کے غیر قرآن مین سے کوئی کلام پڑھ لینے سے اُس حصہ سے سبکدوشی حاصل ہوجاتی حالانکہ یہ بھی ہرگز صحیح نہین ہے بلکہ یہان مقصود شارع یہ ہے کہ نماز مین فاتحہ علی التعیین پڑھی جاوے اور حصہ اُخری قرآن مین سے کچھ نہ کچھ پڑھا جاوے بلا ان دونون حصون کے پڑھے نماز نہوگی غرض یہان ہر دو حصص کے ذوات مدار صحت صلوٰۃ ہین نہ کہ اُنکی مقادیر اور حدیث ثانی مین مقصود شارع بالکل اسکے برعکس ہی یعنی وجوب قطع الید مقدار ربع دینار پر موقوف ہے نہ کہ ذات ربع دینار پر ورنہ دراہم وفلوس وعروض کی چوری مین قطع ید واجب نہوتا کیونکہ یہان ذات دینار متحقق نہین ہی حالانکہ یہ بالاتفاق باطل ہے تو معلوم ہوا کہ یہان مقصود شارع مقدار مالیت ہے نہ کہ ذات دینار اُسکا ذکر تمثیلاً ہے نہ کہ تعیینا مگر حدیث صلوٰۃ مین ذات فاتحہ اور ذات حصہ اخری مقصود شارع ہے نہ کہ اُنکی مقدار ورنہ جیسے سرقہ مین وہ مقدار معین اگر دوسرے مادہ مین علاوہ دینار کے متحقق ہو تو قطع ید واجب ہوتا ہے ایسی ہی نماز مین وہ مقدار علاوہ فاتحہ کے اور کسی مادہ مین اگر متحقق ہوتی تو صحت صلوٰۃ حاصل ہوجاتی مگر ہرگز نہین ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ یہان مقادیر مطلوب نہین ہین بلکہ ذوات مطلوب ہین۔ غرض یہ وجوہات خمس تفرقہ بین الحدیثین کے لئے کافی ووافی ہین خصوصاً وجہ خامس ایسی لاجنب ہے کہ اُسکی تسلیم سے کسی فقیہ ومحدث کو مفر نہین ہی جب استقدر وجوہ فارقہ ان دونون حدیثون مین موجود ہین تو کونسا ہٹ دہرم ہے کہ اب بھی یہی کہی کہ دونون حدیثون مین لفظ صاعد یکسان معنی مین مستعمل ہی رہا امام بخاری علیہ الرحمۃ کا ایسا خیال کرنا وہ سرسری نظر پر مبنی ہے غور وفکر وظیفہ فقہا ہے اور نقد رجال وظیفہ محدثین ہے پھر بشر ہین کسی خاص امر مین مصیب حق نہونا موجب منقصت نہین ہے خود ارشاد نبوی ہی رُبّ حامل فقہ غیر فقیہ و رُبّ حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ علاوہ برین اگر حسب خیال امام بخاری یہ تسلیم کرلیا جاوے

کہ دونون حدیثین یکسان ہین تو سورت کا وجوب تو غیر ثابت ہی رہیگا فاتحہ کا وجوب بھی ہاتھ سے جاتا رہیگا تفصیل[له] اس اجمال کی یہ ہے کہ جیسے حدیث سرقہ مین مدلول صاعد غیر ضروری ہو ایسے ہی یہان بھی وہ غیر ضروری ہوگا تو سورت کا وجوب تو اس طرح رخصت ہوا پھر جیسے وہان مقدار ربع دینار تو ضروری ہو مگر ذات دینار ضروری نہین اسیواسطہ دیگر اموال کے سرقہ مین بھی حد قطع واجب ہے بشرطیکہ اُسکی مالیت بقدر ربع دینار ہو ایسے ہی یہان مقدار فاتحہ تو ضروری ہوگی پر ذات فاتحہ ضروری نہوگی سو جیسے وہان غیر دینار کے سرقہ مین اگر بقدر ربع دینار ہو حد قطع واجب تھی ایسے ہی یہان غیر فاتحہ کے ضمن ہین اگر سات آیات جو مقدار فاتحہ ہی پڑہ دے جاوین تو صحت صلوٰۃ متحقق ہوگی سو قرأت فاتحہ بعینہا واجب نہوے بلکہ مقدار فاتحہ واجب رہے خواہ فاتحہ کی ضمن مین پائی جاوے خواہ غیر فاتحہ کے ضمن ہین جیسے وہان سرقہ خواہ بضمن دینار ہو خواہ بضمن غیر دینار قطع ید واجب ہوگا اگر بقدر ربع دینار ہو ایسے ہی یہان اگر قرأت بقدر فاتحہ ہوے خواہ بضمن فاتحہ ہو خواہ بضمن غیر فاتحہ فرض قرات ادا ہوجاویگا اس صورت مین جیسے ذات سورت واجب نہوئی ذات فاتحہ بھی واجب نہوئی بلکہ قدر سبع آیات کیف ما اتفق واجب رہے سو وجوب فاتحہ بعینہا بھی اس طرح رخصت ہوا پھر یہ توجیہ تو مذہب احناف کی موید ہوئی کہ اُنکے نزدیک نہ فاتحہ فرض ہو اور نہ کوئی سورت خاص بلکہ مطلق قرأت قرآن فرض ہے ہان تعیین فاتحہ و سورت اخری واجبات سے ہے پھر جب دونون کا وجوب نرہا تو یہ مسلک تو مذہب احناف سے بھی دو قدم آگے رہا کیونکہ اُنکے نزدیک گو کہ قرأت فاتحہ و سورت فرض نہین ہو مگر واجب تو ہے پر اس توجیہ کے موافق نہ فاتحہ واجب ہو اور نہ سورت ہان قدر فاتحہ واجب ہے تو اُس مقدار کے موافق اگر غیر قران سے کچھ محامد و مثانی یا تسبیحات و تہالیل پڑہ دیجاوین تو فرض قرات ادا ہوجاویگا اس صورت مین یہ مسلک اُن مذاہب شاذہ کے موافق ہوجاویگا جو بعض صحابہ و تابعین سے منقول ہین جنکے نزدیک قرأت قرآن اصلا نماز مین فرض نہین ہے الغرض امام بخاری کا حدیث صلوٰۃ کو حدیث سرقہ کے مماثل ٹھرانا اسی کو مقتضی ہو کہ قرأت فاتحہ و سورت دونون واجب نہون اگرچہ خود انکا بھی یہ مذہب نہین ہے مگر یہ بات ہی بےسوچے سے کہدی ہے کہ اُسکا انجام نہ اپنے مسلک کے موافق ہو اور نہ دیگر مذاہب مشہورہ کے مطابق ہے سو یہ تمام خرابی کیون لازم آئی صرف اسلیے کہ اسمین تدبر نکیا اور حدیث صلوٰۃ کو مماثل حدیث سرقہ کردیا

[له] امام بخاری کی توجیہ [illegible]

سو لامحالہ یہ قصہ مماثلت ہی غلط ہے تو اب اہل فہم کو کہنا پڑیگا کہ حدیث صلوۃ مین ذات فاتحہ اور ذات سورت اخری پر صحت صلوۃ کو موقوف کرنا مقصود شارع ہے نہ کہ انکی مقادیر پر اور حدیث سرقہ مین مقدار ربع دینار پر ترتب قطع مقصود ہے نہ کہ ذات دینار پر اسی لئے نماز مین تو ہر دو حصص قرآنی ہی پڑھ سکتے ہین نہ کہ اس مقدار کے موافق غیر قرآن کو اور سرقہ مین اس مقدار کے موافق غیر دینار مین بھی حد واجب ہوتی ہے کیونکہ یہان ذوات دینار و درہم مقصود شارع نہین ہین بلکہ مقدار معین مالی مقصود ہے جو ہر قسم اموال مین پائی جاسکتی ہے اسی واسطے ہر مال کی سرقہ مین حد واجب ہے اور صلوۃ مین ذوات حصص قرآنی مطلوب ہین نہ کہ انکی مقادیر فوضح الحق و صحص الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ بعض قاصر الفہم مدعی حدیث نے ایک رسالہ مین جو بنارس مین طبع ہوا ہے چند عبارات موطا امام محمد اور ہدایہ سے نقل کر کے بڑی طمطراق سے احناف پر الزام قایم کیا ہے کہ صاعدا کے معنی جو امام بخاری نے سمجھے ہین وہی فقہاء احناف نے بھی سمجھی ہین سو سخت تعجب ہے کہ احناف اپنے گھر کی خبر نہین رکھتے ہین اور امام بخاری پر خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہین سو اب مناسب ہے کہ وہ عبارات بھی ہم لکھدین اور اسکا جواب بھی ہدیہ ناظرین کردین وہ عبارات یہ ہین باب الضحایا مین امام محمد تحریر فرماتے ہین۔ اما العوراء فانکان بقی من البصر الاکثر من النصف اجزات وان ذھب النصف فصاعدا لم تجزیء۔ اور باب صدقۃ الزیتون مین ہے بھذا تاخذ اذا خرج خمسۃ اوسق فصاعدا اور باب زکوۃ المال مین ہے وتلک مأتا درھم او عشرون مثقالا ذھبا فصاعدا اور باب زکوۃ العسل مین ہے واما العسل ففیہ العشر اذا اصبت منہ الشیء الکبیر خمسۃ افراق فصاعدا۔ اور باب الضحایا ہدایہ مین ہے ویجزیء من ذلک کلہ الثنی فصاعدا ان جملہ عبارات مین استعمال صاعدا اسی معنی مین ہے جسمین بحدیث سرقہ مستعمل ہے یعنی ان مسائل خاصہ مین بھی حد شرعی تو ما قبل صاعد ہی ہے اور وجود صاعد زائد از حد ہے وہ ہو کہ نہو حکم مسئلہ بہر صورت متحقق ہوگا تو ایسی ہی حدیث صلوۃ مین بھی قرات واجبہ تو فاتحہ ہی ہونی چاہئے اور زائد از فاتحہ کا ہونا نہونا برابر ہونا چاہئے جس سے خود لازم آجائیگا کہ قرات سورت واجب نہین ہے ہان سنت و مستحب کہو تو کچھ حرج نہین ہے پھر کوئی وجہ نہین ہے کہ حدیث صلوۃ مین صاعد کے کوئی اور معنی اختراع کئے جاوین سو اسکا جواب یہ ہے کہ معترض مذکور نے ان عبارات کو لکھکر اپنے رسالہ کی ضخامت تو بیشک بڑھائی

صح
بعض اہل حدیث
کے الزام
احناف و
بائید امام
بخاری مین
کے معنی
یہ بحث
بجز اقل
ثوب مع
"
صح
بحدیث سرقہ
جواب سے

مگر اپنی کوتہ فہمی کے اظہار سے اپنی رہی سہی وجاہت بھی گھٹائی ہی تفصیل اسکی یہ ہی کہ ہم اوپر قاعدہ لکھ چکے ہین کہ جہان ماقبل صاعد اور وہ خود از قسم مقادیر و کمیات ہون تو وہ بمعنی اکثر ہوتا ہے اور از قسم عطف الکل علی الجزو ہوتا ہے اور وہان حکم دونون کے مجموعہ پر نہین ہوتا ہے بلکہ تحدید حد صرف معطوف علیہ سے ہوتی ہی اور صاعد معطوف مین بوجہ اشتمال علی الاقل حکم مقصود بالاولی پایا جاتا ہے اور جہان ماقبل صاعد اور وہ خود کسی مجموع کے اجزا یا کسی کلی کے جزئیات ہون یعنی معطوف علیہ اور معطوف متبائن الوجود ہون وہ بمعنی آخر و مغائر ہوتا ہی اور از قسم عطف الجزء علی الجزء ہوتا ہی اور حکم مقصود دونون کے ذوات خارجیہ پر ہوتا ہے اُنکے مقادیر پر نہین ہوتا ہے اسی واسطے یہان تبدیل مادہ درست نہین برخلاف پہلی قسم کے کہ وہان حکم مقادیر پر ہوتا ہے کسی مادہ مین کیون نہ پائے جاوین اب اس قاعدہ پر نظر کرکے دیکھو کہ یہ عبارات موطا و ہدایہ ایسی ہین کہ ان مین صاعد اور اُسکا ماقبل دونون از قسم مقادیر و کمیات ہین تو یہان لفظ صاعد بمعنی اکثر ہے اور مماثل حدیث قرع ہے کہ تحدید حد ماقبل صاعد سے ہوگی اور اُس سے زائد مین حکم مقصود بالاولی پایا جاویگا مگر حدیث صلوۃ مین معطوفین از قسم کمیات نہین ہین بلکہ فاتحۃ الکتاب علم شخصی ہی ایک سورت کا اور صاعد سے مراد اور کوئی سورت ہے جو مبائن فاتحہ ہو اور مقصود شارع یہ ہے کہ بلا اس سورت معینہ اور کسی دوسرے حصہ قرانی کی نماز نہوگی تو یہان دونون کے مجموعہ پر صحت صلوۃ کو موقوف کرنا ہے تو یہان عطف المبائن علی المبائن المشخص ہے معطوف علیہ بضمن صاعد ہرگز نہین پایا جاتا ہے اور نزاع مذکور اگر ہے تو ایسی معطوفین مین ہی امام بخاری تو یہان بھی معطوف علیہ کو ضروری اور مدلول صاعد کو غیر ضروری فرماتے ہین اور جماعت احناف اس شکل مین دونون کو ضروری کہتے ہین تو معترض کو چاہیئے تھا کہ کتب فقہ سے ایسے محل نقل کرتا جن مین صاعد کا عطف اپنے مبائن مشخص پر ہوتا اور وہان پہلا تو عند الاحناف ضروری ہوتا اور دوسرا غیر ضروری تو اسوقت اُسکا اعتراض بھی لاجواب ہوتا اور امام بخاری کی تائید بھی ہوتی کیونکہ خلاصہ نزاع یہ ہے کہ جہان معطوف علیہ مشخص پر عطف صاعد ہو وہان دونون ضروری ہوتے ہین یا وہان بھی پہلا ضروری اور دوسرا غیر ضروری شق اوّل مسلک احناف ہے اور شق دوم مذہب امام بخاری ہی سو عبارات مذکورہ اس قسم سے نہین ہین بلکہ از قسم حدیث سرقہ ہین کہ اُن مین صاعد اپنے ماقبل کا مبائن نہین ہے اور حدیث صلوۃ مین صاعد اپنے ماقبل کا مبائن ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ معترض مذکور نے یہ نظائر عدیدہ

Marfat.com

درحقیقت بلا تدبر بمحل نقل کردی ہین اور اصل لم کو جو دونون مین مابہ الافتراق ہی اصلا نہین سمجھا ہے حدیث صلوۃ ایسی ہی جیسے کوئی یون کہے لا صلوۃ الّا برکوع فصاعدا سو کون عقل کا دشمن ہی کہ اس کلام سے یون سمجھے کہ نماز مین ماسوا رکوع کے جملہ اعمال وارکان واجب نہین ہین سنّت ومستحب مین بلکہ اس سے ہر شخص یہی سمجھے گا کہ نماز مین علاوہ رکوع کے اور بھی کچہ اعمال ضروری ہین جسکی تفصیل یہان مقصود نہین ہے ایسے ہی حدیث صلوۃ مین ہر فہمیدہ یہی سمجھیگا کہ علاوہ فاتحہ کے اور بھی کسی حصّہ قرآنی کی ضرورت ہے جسکی تعیین وتشخیص یہان مقصود نہین ہی اور لم اسکی یہی ہی کہ یہان تحدید مقدار مقصود شارع نہین ہی بلکہ تعیین ذات معطوف علیہ اور اطلاق ذات معطوف مقصود ہے اور مطلب یہ ہے کہ بلا اس حصّہ معینّہ اور دوسرے حصہ مطلقہ کے نماز نہوگی سو دونون حصص نماز مین ضروری ہوئی ہان اول کی تعیین من جانب الشارع ہی اور دوسرے حصّہ کی تعیین من جانب المصلے ہے مگر اکتفا ایک پر جائز نہین ہے بالجملہ جس جگہ صاعد کا معطوف علیہ امر مشخص ہو از قسم مقدار نہو وہان مدلول صاعد ماقبل کو شامل نہین ہوتا ہے بلکہ اسکا کوئی مماثل مبائن ہوتا ہے اور دونون کے مجموعہ پر کسی حکم خاص کو مرتب کرنا مقصود ہوتا ہی اور جس جگہ صاعد کا معطوف علیہ کوئی مقدار معیّن ہو از قسم ذوات مشخصہ نہو تو وہان مدلول صاعد ماقبل کو شامل ہوتا ہے اسکا مبائن نہین ہوتا ہے وہان صرف معطوف علیہ کسی حکم خاص کی حد ہوتی ہے اور زائد مین وہ حکم بالاولیٰ پایا جاتا ہے اور مقصود عطف تعمیم بعد التخصیص ہوتی ہے سو حدیث سرقہ اور عبارات موطا وہدایہ اسی قسم کی ہین اسلئے وہان حدّ حکم ماقبل صاعد ہی ہوئے اور مدلول صاعد کا ہونا نہونا برابر رہا مگر حدیث صلوۃ اس قسم سے نہین ہے وہ قسم اول سے ہے وہان ایک مبائن کا مبائن پر عطف ہے اسلئے وہان دونون مبائنین کی ضرورت ہے الحاصل ان عبارات سے نہ احناف پر کوئی اعتراض وارد ہوا اور نہ ان سے امام بخاری کی کوئی تائید ہوئی ہان اپنی کم فہمی کا اظہار ہے جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ یکمن علم رادہ من عقل باید۔ نقل عبارات اور چیز ہے اور فہم نکات اور ہی۔ جب یہ مرحلہ اعتراض وجواب کا ختم ہوگیا تو اصل مبحث کیطرف رجوع کرنا چاہئے کہ وہ دیر سے چھوٹی ہوئی ہے سو سنئے یہ حدیث عبادہ بزیادت فصاعدا اسنداً بھی صحیح ہی چنانچہ امام شوکانی نیل الاوطار مین اسکے معترف ہین اور لکھتے ہین زاد فیہ مسلم وابوداؤد وابن حبّان لفظ فصاعدا اور متناً دوسری صحاح سے موید بھی ہی چنانچہ امام بخاری نے جزء القراۃ مین اور امام احمد وابوداود وغیرہ نے حدیث ابی ہریرہ

بدین الفاظ نقل کی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یخرج فینادی لاصلوۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب وما زاد اور ابوداؤد وابویعلی وابن حبان نے حدیث ابی سعید بسند صحیح اس طرح روایت کی ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر۔ چنانچہ علامہ شوکانی نے بعد نقل حدیث عبادہ وغیرہ لکھا ہے وھذہ الاحادیث لاتقصر عن الدلالۃ علی وجوب قران مع الفاتحۃ سو یہ انکی انصاف پسندی ہے جو ہر طرح لائق مشکوری ہے اور نیز علامہ ابن حجر نے درایہ مین اور عینی نے بنایہ مین نقل کیا ہے عن عبادۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب وآیتین من القران اخرجہ الطبرانی۔ وعن ابی مسعود الانصاری مرفوعا لاتجزی صلوۃ لایقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب وشی معھا۔ اخرجہ ابونعیم فی ترجمۃ ابراہیم بن ایوب فی تاریخ اصبہان۔ وعن عمران بن حصین مرفوعا لاتجزی صلوۃ لایقرا فیھا بفاتحۃ الکتاب وآیتین فصاعدا اخرجہ ابن عدی وعن ابی سعید امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر۔ رواہ ابن حبان وابویعلی واحمد۔ وعن ابی سعید موقوفا لاصلوۃ الا بام القران ومعھا غیرھا رواہ ابن ابی شیبۃ واسحق بن راہویہ والطبرانی قال الدارقطنی فی علله ہذا یرویہ قتادۃ وابوسفیان مرفوعا ووقفہ ابونضرۃ۔ وعن ابن عمر رفعہ لاتجزی المکتوبۃ الا بفاتحۃ الکتاب وثلث آیات فصاعدا۔ اخرجہ ابن عدی درایہ وبنایہ کی یہ چند احادیث مرفوعہ وموقوفہ اگرچہ سنداً کیسی ہی ہون مگر بوجہ تایید بالصحاح المذکورہ حسن لغیرہ کے درجہ سے کم نہین ہین اور آرای رجال سے ہزار درجہ بہتر ہین اسلیئے ہمنے انکو بطور شواہد نقل کردیا ہے ان سب سے بقدر مشترک یہی ثابت ہوا کہ نماز مین فاتحہ کے علاوہ کچھہ اور آیات قرآنی بھی ضروری ہین باقی بعض محدثین کا سورت کے غیر ضروری ہونے پر ابوہریرہ کی روایت بخاری سے استدلال کرنا تعجب انگیز ہے اسکے الفاظ یہ ہین فی کل صلوۃ یقرأ فما اسمعنا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اسمعناکم وما اخفی عنا اخفینا عنکم وان لم تزد علی ام القران اجزأت وان زدت فھو خیر کیونکہ اول تو یہ اثر موقوف ہے بمقابلہ ان مرفوعات کثیرہ کے کیا معتبر ہوسکتا ہے دوسرے اثر ابی سعید اسکے معارض ہے جو ابھی مذکور ہوا یعنی لاصلوۃ الا بام القران ومعھا غیرھا

Marfat.com

تیسرے یہ راے ابی ہریرۃ اُس تعلیم کے خلاف ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی مسئ صلوۃ کو دی تھی ابوداؤد مین بروایت رفاعۃ بن رافع حدیث طویل مین ہی اذا قمت فتوجہت الی القبلۃ فکبر ثم اقرا بام القران وبما شاء اللہ ان تقرأ سو اسمین فاتحہ اور حصہ اخری کی نسبت صیغہ امر وارد ہے سو جیسے وہ بہ نسبت فاتحہ ایجابی ہے ویسے ہی بہ نسبت حصہ اُخری ایجابی ہوگا ورنہ تحکم بیجا اور استعمال المشترک فی معنیین یا جمع بین الحقیقۃ والمجاز لازم آئے گا جو بالاتفاق ممنوع ومذموم ہے چوتھے ابوہریرۃ کا یہ خیال شاید اسپر مبنی ہی کہ گوی انہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرأت مازاد کا امر سنا ہے مگر جیسے ترک فاتحہ سے نماز کا ناقص ومخدوج ہونا سنا ہے ترک سورت سے اُسکا ناقص ہونا نہین سنا ہے اسلئے یہ خیال کرلیا کہ فاتحہ تو ضروری اور سورت کا پڑہنا بہتر ہے مگر اہل فہم جانتے ہین کہ اوّل تو امر ایجابی کے بعد اسکے سننے نہ سننے کی حاجت ہی نہین ہے دوسرے انہون نے اگر نہ سُنا ہو تو ابومسعود انصاری اور ابوسعید خدری اور ابن عمر وعبادہ وعمران بن حصین وغیرہ نے تو سُنا ہی چنانچہ اُنکی روایات اوپر منقول ہوچکی تیسرے حدیث ندائے ابوہریرہ مین بلا فاتحہ ومازاد کی نفی صلوۃ خود انکو مسموع ہے غرض اُنکا یہ خیال کسی طرح موجہ نہین ہوسکتا ہے پھر جو لوگ اس سے استدلال کرتے ہین تعجب ہے کہ کیا سمجھکر کرتے ہین علی ہذا بعض محدثین سورت کے غیر ضروری ہونے پر ابن خزیمہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہین جو فتح الباری مین منقول ہے عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فصلے رکعتین لم یقرأ فیہما الا بفاتحۃ الکتاب - صفحہ ۱۵۱ جزو ۳ سو اوّل تو اسکی رجال سند کو دیکھنا چاہیئے کہ کسدرجہ کی ہین بندہ کو اسکی تحقیق نہین ناظرین رسالہ اسکی تحقیق کرین اگر سب ثقہ ہین تو اسکے بعد اسکی تحقیق چاہیئے کہ یہ حدیث اُن مشاہیر صحاح سے جنمین قرأت فاتحہ وسورت کا امر ہی مقدم ہے یا موخر اگر مقدم ہے تو حجت نہین ہے اور اگر موخر ہے تو ممکن ہے کہ یہ ترک سہواً ونسیاناً ہوا ہو آخر ارشاد نبوی ہی انسی کما تنسون اور وقایع نسیان بھی آپسے بسا اوقات پیش آئی ہین صلوۃ رباعیہ مین دو پڑھکر بظن اتمام سلام پھیر دیا ہے پھر اوروں کی یاد دہانی سے اُسکا تذکر ہوا یا بعض آیات قرآنی کا نسیان آپ کو پیش آیا اور کسی دوسرے شخص کی قرأت سے اُسکا تذکرہ ہوا اور ارشاد ہوا وکاین من ایۃ اذکرنیہا - دیکھو ابوداود سو اگر یہ ترک نسیاناً ہوا ہے تو کچھ حرج نہین فرض قرأت مطلق قرآن

ہے سووہ ادا ہو گیا چنانچہ احناف کا یہی مسلک ہے ہان اگر اسکا تذکر نماز ہی مین ہو جاتا تو سجدہ سہو سے اسکی تلافی فرما لیتے مگر یاد نہ آیا ہو اسلئے اسکی تلافی نفرمائی ہو کہ لا تواخذنا ان نسینا وعدہ الٰھی ہے معہذا حدیث مذکور اس سے ساکت ہے کہ سجدہ سہو کیا ہے یا نہین سو اسکو دلیل عدم فرضیت سورت قرار دینا درست نہین ہے علی ہذا کسی شب آپکا آیہ قرآنی ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم کے ساتھ تمام شب نماز ادا کرنا اگر وہ بلا فاتحہ ہو تو اسے محمل پر محمول ہوگا ورنہ کچھ اشکال نہین ہے چنانچہ اظہر بھی یہی ہے اور ظن غالب ہے کہ مقصود ابن عباس اس سے یہ ہے کہ کسی فرض رباعیہ مین آپنے تشہد درمیانی سے اٹھکر رکعتین مین صرف فاتحہ پر اکتفا فرمایا ہے اس صورت مین کسی مطول قصہ کا یہ حدیث اختصار ہے تو صحاح مذکورہ کی اصلا منافی نہوگی بہرحال ان احتمالات کا دفعیہ بذمہ مستدل مذکور اسوقت ہے کہ اس حدیث ابن عباس کا تاخر ہماری صحاح منقولہ سے ثابت کر دکھائے ورنہ درصورت تقدم باوجود ان احتمالات کے اسکی منسوخیت بھی استدلال مستدل کو مبطل ہے لہذا یہ استدلال بھی فاسد رہا اور ہمارا استدلال صحاح منقولہ سے بلا معارضہ صحیح رہا اب خلاصہ تقریر یہ ہے کہ حدیث عبادہ بزیادت صاعدا سنداً صحیح اور متناً دوسری صحاح سے مؤید اور معنیً شبہات رکیکہ سے منقّٰی ہے تو اب اس حدیث سے وجوب قرأت مقتدی پر استدلال ہرگز صحیح نہین کیونکہ لفظ صاعدا خود قرینہ جلیہ ہے اس پر کہ عموم من مین وہ لوگ داخل ہین جن پر فاتحہ و سورت لازم ہے سووہ امام و منفرد ہے نہ کہ مقتدی کہ اسکے ذمہ قرأت سورت بالاتفاق واجب نہین ہے اگر اسمین مقتدی کو بھی داخل مانین تو اسکے ذمہ بھی قرأت سورت ضروری ہوگی حالانکہ یہ کسی کا بھی فریقین مین سے مذہب نہین ہے باقی یہ کہنا کہ مقتدی اسمین داخل تھا مگر بحدیث عبادہ لا تفعلوا الا بام القرآن اسکی تخصیص ہوئی مونہہ سے کہدینا آسان ہے مگر اسکو مدلل کر دکھانا مشکل ہے دعوی تخصیص جب چل سکتا ہے جب اسکا تاخر پہلی حدیث سے ثابت کرلین مگر یہ ہرگز ان سے آج تک نہین ہو سکا محض زبانی دعوی ہے جو حمقا کی تسلی کیلئے کیا جاتا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ حدیث صاعدا چونکہ مدنی ہے اور آیت انصات کے نزول کے بعد ہے جسمین مقتدی ممنوع القرأت ہو چکا تھا اسلئے اسمین لفظ من مقتدی کو ہرگز ہرگز شامل ہی نہین ہے ہان امام و منفرد کو یقیناً شامل ہے جیسے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مین لفظ ما عام ہے مگر محرمات معلومہ کو ہرگز شامل نہین کیونکہ اسکا نزول بعد تعیین محرمات کے

ایسی ہی حدیث عبادہ بعد آیت استماع ہے جس سے مقتدی ممنوع القرأت ہو چکا ہے تو اُسکا لفظ من گو بھی
عام ہے مگر مقتدی کو شامل نہوگا ورنہ سوچکر جواب دو کہ کیا وجہ ہے کہ وہ لفظ ما تو محارم کو شامل نہو
اور یہ من مقتدی کو شامل رہے علاوہ اسکے خود حدیث مین لفظ صاعدا کا ہونا عدم تناول مقتدی کیلئے
زبردست قرینہ ہے غرض آیت مذکورہ کا تقدم حدیث عبادہ سے تو عدم تناول مقتدی پر قرینہ سابقہ
اور لفظ صاعدا کا خود اسمین ہونا قرینہ لاحقہ ہے تو حدیث مذکور کا مقتدی کو متناول نہونا دلائل سابقہ
اور قرائن لاحقہ سے ثابت و مبرہن ہو اب بھی کوئی اسکو نہ سمجھے تو آنکھ کا اندھا نہین ہے بلکہ دل کا اندھا
ہے فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور - اور بالفرض اگر ہم یہ مان لین
کہ حدیث عبادہ بزیادت صاعدا صحیح نہین ہے بلکہ وہ اسی قدر ہے لا صلوۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ
الکتاب تب بھی اس سے قرأت مقتدی پر استدلال صحیح نہین ہو کیونکہ اسکا ارشاد بعد نزول آیت ہے
یعنی بعد نسخ قرأت مقتدی ہو اور پہلے قاعدہ مبرہن کر چکا ہون کہ جب کسی فرد خاص کا کوئی حکم پہلے
سے معین ہو چکے پھر کوئی نص عام مخالف الحکم بعد مین آوے تو وہ عام اُس فرد خاص کو ہرگز شامل
نہین ہوتا ہے مثلاً مان بہن وغیرہ کی حرمت اولاً بیان ہو چکی پھر نص عام فانکحوا ما طاب لکم من
النساء وارد ہوے تو یہ نص عام اُن مان بہن کو ہرگز متناول نہوگی اگرچہ لفظ ما لغۃً انکو شامل ہو علیٰ ہذا
کل ما شئت والبس ما شئت مین لفظ ما حرام غذا اور حرام لباس کو متناول نہین علیٰ ہذا من
انفق زوجین دعی من ابواب الجنۃ مین لفظ من کفار کو متناول نہین ہے اسکی وجہ وہی ہے کہ ان
الفاظ عامہ مین سے جو جو افراد پہلے سے خارج ہو چکے انکو یہ الفاظ عامہ ارادۃً ہرگز متناول نہین ہین
اگرچہ لغۃً سب کو شامل ہین سو جو وجہ عدم تناول کی یہان ہے وہی وجہ حدیث عبادہ مین ہو ورنہ
کوئی وجہ معقول تو اس تفرقہ کی مدعیان حدیث بیان کرین انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک بیان نکر سکینگے
یہ ہمارا قاعدہ ایسا پختہ اور مضبوط ہو کہ کوئی مدعی باطل اسکو توڑ نہین سکتا ہے اور اس ایک قاعدہ کے
اہمال سے مدعیان حدیث ہزارون لغزشون کے مرتکب ہو رہے ہین اور ظاہر ہے کہ ذرا سے اصولی
اختلاف سے ہزارون فروعی اختلاف پیدا ہو جاتے ہین احادیث و آیات مین سب سے پہلے موارد ارشاد
اور اوقات نزول کی تحقیق و تفتیش ہونی چاہیے اس سے بہت سے تعارض دفع ہو جاتے ہین اور
نصوص عامہ کا کسی فرد خاص کی نسبت تناول و عدم تناول منقح ہو جاتا ہے اور ایک نص کا دوسرے

Marfat.com

نص کے لئے ناسخ ومخصص ہونا یا نہونا معین ہوجاتا ہے لہذا اس قاعدہ کا لحاظ ہر مباحث نزاعیہ مین نہایت ضروری اور اہم ہے اس حدیث کے متعلق مدعیان حدیث کو دس اغلاط لاحق ہین اوّل یہ کہ حدیث عبادہ بزیادت صاعدا سنداً صحیح نہین ہے دوم یہ کہ بعد تسلیم صحت اسکے معنی مماثل حدیث سرقہ مین یعنی جزو اوّل ضروری اور جزو دوم غیر ضروری ہے سوم یہ کہ یہ حدیث متناول مقتدی بھی ہے۔ چہارم یہ کہ یہ حدیث بحق مقتدی ناسخ آیت استمعوا وانصتوا ہے پنجم یہ کہ پھر اسکی تخصیص بحق سورت بحدیث لاتفعلوا الا بام القران ہے ششم یہ کہ حدیث لاتفعلوا حدیث صاعدا سے زماناً موخر ہے اسی لئے وہ مخصص حدیث سابق ہوئی۔ ہفتم یہ کہ حدیث لاتفعلوا سنداً صحیح ہے ہشتم یہ کہ لفظ صاعدا ہر جگہ بیک معنی مستعمل ہے نہم یہ کہ حدیث لاتفعلوا تا وفات نبوی علی صاحبہا التحیۃ دائم قائم غیر منسوخ الحکم ہے دہم یہ کہ حدیث منازعت ابی ہریرہ فانتہی الناس عن القراۃ مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ اور حدیث جابر من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ اور حدیث ابن عباس متعلق بمرض وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسمین یہ جملہ ہے واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القراۃ من حیث بلغ ابوبکر انمین سے کوئی بھی حدیث لاتفعلوا کی ناسخ نہین ہے سو یہ اغلاط کا مجموعہ عشرہ کاملہ مدعیان حدیث کو بوجہ تقلید جامد اور متعصبین کی تلبیس کا سدسے کابراً عن کابر لاحق ہوتا چلا آیا ہے متجسسانہ تحقیق اور منصفانہ تفتیش کی طرف توجہ نہوئی ورنہ اس اغلاطی انبار مین کچھ تو کمی پیدا ہوجاتی سو بحمد اللہ ہمارے اس ایک تحقیق سے اوّل کی آٹھ اغلاط کا قلع وقمع ہوگیا اسکو مکرر بغور ملاحظہ فرماوین اور نوین غلطی کا کشف شرح حدیث لاتفعلوا الا بام القران سے نہایت مبسوط ومدلل آئندہ آنے والا ہے منتظر رہنا چاہیئے اور دسوین غلطی کا اظہار آخر رسالہ مین بشرح احادیث ثلثہ مذکورہ مثل فلق الصبح انشاء اللہ تعالی ہوجائیگا وفقنا اللہ تعالی وایاہم لما یحب ویرضی وارشدنا الی ما ہو الاولی والادلی۔ از انجملہ یہ حدیث[لہ] ہے کل صلوۃ لا یقرء فیہا بام الکتاب فہی خداج جو ابن ماجہ مین بروایت عایشہ وعبد اللہ بن عمرو اور بیہقی مین بروایت علی کرم اللہ وجہہ اور جزء القراۃ مین بروایت ابی ہریرۃ منقول ہے اور از انجملہ یہ حدیث[عہ] ہے من صلی صلوۃ لم یقرء فیہا بام القران فہی خداج ثلثا غیر تمام جو مسلم مین بروایت ابی ہریرۃ اور جزء القراۃ مین بروایت عایشہ منقول ہے۔ یہ ایک حدیث ہے جو بتغیر یسیر کتب صحاح ومسانید مین متعدد صحابہ سے منقول ہے خواہ انھون نے

لہ حدیث دوم ناقابل واستدلال ۱۲

عہ حدیث سوم ۱۲

Marfat.com

ایک جلسہ مین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو یا مختلف جلسونمین کیونکہ آپ اس قسم کی تعلیم
بکرات ومرات فرماتے رہتے تھے کہ آپ کی خدمت مین لگاتار نوواردون کا ورود اور ہر طرف سے
قدوم وفود جاری رہتا تھا علاوہ برین بعد ایمان کے نماز ہی کا اہتمام آپکو زیادہ ملحوظ رہتا تھا اسلئے
ابتداے نبوت سے آخر وفات تک اسکی تعلیم جاری رکھی اسی لئے علی وعبد اللہ بن مسعود جیسے قدیم
الاسلام سے بھی آمین روایات منقول ہین اور ابو ہریرۃ ابو موسی اور جریر بن عبد اللہ جیسے متاخر الاسلام سے بھی
مروی ہین سو مدعیان قرأت مقتدی کا استدلال ان احادیث سے بھی اُسی قسم کا ہی جیسے عبادۃ کی گذشتہ حدیث سے
تھا فرق اسقدر ہی کہ پہلے حدیث مین لفظ من عام تھا جو منفرد وامام ومقتدی کو وضعًا شامل تھا اور انکے زعم مین
تینون افراد مراد شارع علیہ السلام بھی تھے اور ان احادیث مین یا تو لفظ (کل صلوۃ) ہی جو تینون افراد کی نمازونکو شامل ہے
اور یا لفظ (من صلّی) ہی جو مثل حدیث عبادۃ تینون مصلیون کو شامل ہی بہر نہج دونون لفظ الفاظ عموم سے
ہین خواہ جملہ صلوات کو شامل ہون خواہ جملہ مصلین کو انجام کار مطلب یہ ہوگا کہ ہر ایک نماز ہر شخص
کی بلا فاتحہ کے ناقص اور ادھوری ہی سو منفرد وامام کی نماز کا بلا فاتحہ کے ناقص ہونا تو متفق علیہ ہم
ہے مقتدی کی نماز بھی ناقص ہونی چاہیئے ورنہ اول تو وہ عام نرہیگا دوسرے ترک النص بالرائے
لازم آئیگا یہ ہی اُنکے استدلال کا خلاصہ اب اسکا جواب سنئے مقتدی کا دخول ان عمومات مین نہ
مراد شارع ہی اور نہ رواۃ مذکورہ کے نزدیک مقتدی آمین داخل اور نہ دوسرے دلائل سابقۃ الورود سے
اسکی تائید اور نہ اور کسی نصوص لاحقۃ البیان سے اسکی تقویت بلکہ اُسکا دخول محض ان مدعیان
حدیث کے زعم فاسد مین ہی اور منشا اس زعم فاسد کا اُنکی ایک غلط فہمی ہے جسکا احساس نہ اُنکے اکابر کو
ہوا اور نہ اصاغر کو وہ یہ ہے کہ اُنکے ذہن مین یہ بات نقش حجر کی طرح جمی ہوئی ہے کہ جو لفظ وضعًا و
لغۃً عام ہو اور قرآن وحدیث مین وارد ہو وہ عند اللہ والرسول بھی ارادۃً عام ہوتا ہے ہان آیندہ کو
اُسمین فی الجملہ تخصیص واقع ہو جاوے تو یہ امر آخر ہے مگر وقت التکلم وہ ارادۃً عام ہی ہوتا ہے سو ہم
کہتے ہین کہ یہ قاعدہ علی الاطلاق ہرگز صحیح نہین ہی بلکہ اسمین کچھ تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ جو عام ایسا ہو
کہ جسکے ورود سے پہلے اُسکے ماتحت افراد مین سے کسی فرد کا کوئی حکم حکم عام کے خلاف معین نہوا ہو
تب تو وہ عام جیسا وضعًا عام ہے ارادۃً بھی عام ہوگا ورنہ اگر اُس کے کسی فرد کا کوئی حکم آخر پہلے
سے متعین ہو چکا ہو تو وہ عام ارادۃً عام نہوگا بلکہ ماسوا اس فرد خاص کی بقیہ جملہ افراد کو شامل ہوگا

جواب استدلال ۱۷

Marfat.com

اور وہی افراد باقیہ اللہ و رسول کی مراد ہونگے پہلے عام کو (عام متناول للکل) کہتے ہین اور دوسرے کو (عام غیر متناول للکل) سمجھتے ہین قسم اوّل کی مثال یسبح للہ ما فی السموات ومافی الارض وللہ یسجد من فی السموات ومن فی الارض یا اور اس جیسی آیات کو خیال کرو کہ ان آیات مین لفظ ما و من واقع ہے اور انکے ماتحت افراد مین سے کسی فرد کا خروج پہلے سے ہرگز معلوم نہین ہوا بلکہ عقلاً نقلاً جمیع ممکنات کو یہ دونون شامل ہین سو ایسے الفاظ عامہ تو وضعًا و ارادۃً دونون طرح عام ہوتے ہین اور قسم دوم کی مثال انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم ہے اسمین ما تعبدون لفظ عام ہے تو کیا حضرت عیسٰی وعزیر علیہما الصلوۃ والسلام بھی اسمین ارادۃً داخل ہین ہرگز نہین بلکہ اوّل سے ہی وہ خارج ہین مگر شاید کوئی خوش فہم اسمین متامل ہو اور یہ کہے کہ وہ اسمین داخل تھے مگر اگلی آیت سے خارج ہوے جو یہ ہے ان الذین سبقت لہم منا الحسنے اولئک عنہا مبعدون تو اسکا جواب ہے کہ جمل اخباریہ مین نسخ یا تخصیص بالاتفاق ناجائز ہے ہان احکام انشائیہ مین یہ دونون جائز و واقع ہین مگر ہان کسی فرد کا اظہار خروج جمل اخباریہ مین بھی جائز ہے پر اخراج جائز نہین اور ظاہر ہے کہ اخراج اور اظہار خروج مین زمین و آسمان کا فرق ہے اخراج مین فرد مخرج کے لئے پہلے سے حکم عام ثابت ہوتا ہے پھر اُسپر کوئی دوسرا حکم لگایا جاتا ہے جیسے مطلقہ غیر مدخولہ پر پہلے سے مثل جملہ مطلقات کی عدت لازم تھی پھر اُسکو علیحدہ کر لیا گیا اور عدت سے بری کر دیا گیا اور اظہار خروج مین اس امر کا انکشاف ملحوظ ہوتا ہے کہ فلان فرد حکم عام مین اول سے داخل ہی نہین جیسے ان اللہ علی کل شیئ قدیر مین ذات باری عز اسمہ کا کل شی کے تحت داخل نہونا جتاتے ہین سو آیت مذکورہ ان الذین سبقت لہم منا الخ کو اگر مظہر خروج کہین تو کچھ حرج نہین پر مخرج نہین کہسکتے کیونکہ ان انبیا کا خروج اس آیت پر موقوف نہین ہے اگر یہ نازل بھی نہوتی تب بھی اُنکا خروج اول سے معلوم ہے بالجملہ آیت سابقہ مین لفظ ما تعبدون وضعًا تو عام ہے مگر ارادۃً عام نہین ہے ماسواے انبیا مذکورین کو وہ شامل ہے اور وہی افراد باقیہ مراد ہین نہ کہ کل افراد علیٰ ہذا اور دوسری مثال لیجئے سورہ مائدہ کے شروع مین محترمہ جانورون کا ذکر ہے اُسکے بعد کلاب معلمہ کی صید کو مباح کیا گیا اُس کے متعلق فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ وارد ہے سو اسمین لفظ ما امسکن عام ہے وضعًا تو جمیع جانورون کو حلال ہون یا حرام دونون کو شامل ہے مگر ارادۃً حرام جانورون کو شامل نہین

Marfat.com

ہے اور وجہ اس عدم شمول کی وہی ہی کہ جانوران محرمہ کا حکم پہلے سے معلوم ہوچکا تھا مگر آج کل کی مدعیان حدیث کے نزدیک تو یہ حرام جانورون کو بھی شامل ہونا چاہئے اور بسم اللہ کہکر اُنکو کھالینا چاہئے کیونکہ لفظ عام ہے اور ارادۃً بھی اُنکے زعم کے موافق عام ہونا چاہئے اور تیسری مثال لیجئے اول شرع مین نساء محرمات کا حکم معین ہوچکا تھا کہ اُنسے نکاح حرام ہے پھر یہ آیت سورہ نساء کی نازل ہوئی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث ورباع سو اسمین لفظ ما طاب وضعاً تو عام ہے مگر ارادۃً عام نہین بلکہ زنان حلال کو ہی ارادۃً شامل ہے اب قرآن شریف سے تو تین مثالین عام غیر متناول کی ہم لکھ چکے پر یہ بھی مناسب ہے کہ حدیث شریف سے بھی اسکی کچھ مثالین لکھین کیونکہ آج کل کے مدعیان حدیث کے ذہن مین قرآن مجید کی اتنی وقعت نہین ہی جسقدر حدیث کی ہی سو سُنئے بخاری ومسلم مین ابوہریرہ سے مروی ہے من اعتق رقبۃ مسلمۃ اعتق اللہ بکل عضوٍ منہ عضواً من النار حتی فرجہ بفرجہ سو اسمین من اعتق عام ہی کافر و مومن کو شامل ہی تو کیا کافر بھی اس اعتاق پر اس فضیلت کا مستحق ہوسکتا ہی ہرگز نہین اور کیا کافر بھی ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین داخل تھا ہرگز نہین علی ہذا بخاری ومسلم مین ابن عباس سے مروی ہے کل ما شئت والبس ما شئت ما اخطأتک اثنتان سرف ومخیلۃ تو کیا اس ما شئت مین حرام لباس بھی مراد شارع تھا ہرگز نہین علی ہذا بخاری ومسلم مین ابو ثعلبہ خشنی سے مروی ہے ما صدت بقوسک فذکرت اسم اللہ فکل سو اسمین لفظ ما صدت عام ہے تو کیا حرام جانور بھی مراد شارع ہین ہرگز نہین علی ہذا بخاری ومسلم مین ابوہریرہ سے منقول ہے من انفق زوجین من شی من الاشیاء فی سبیل اللہ دعی من ابواب الجنۃ تو کیا کافر بھی اس انفاق پر مدعو ہوگا اور کیا وہ بھی اس عموم مین مراد شارع تھا ہرگز نہین اور ابوداود مین بروایت عبداللہ بن عمرو مروی ہی الجمعۃ علی من سمع النداء تو یہ من کیا مریض ومسافر وغیرہ کو بھی شامل ہی اور کیا یہ سب اسمین مراد شارع تھی ہرگز نہین بلکہ یہ لوگ ابتداے فرضیت جمعہ سے ہی حسب بیان شارع خارج تھی بالجملہ یہ آٹھ مثالین تین قرآن مجید اور پانچ حدیث شریف سے تو عام غیر متناول للکل کی ہم دیکھ چکے اور اس سے زائد ہر منصف فہمیدہ خود تتبع کرکے نکال لیگا تو اب مدعیان حدیث کا یہ قاعدہ کہ جو لفظ عام قرآن وحدیث مین وارد ہوا اُسکے تمام افراد مراد شارع ہوتی ہی غلط نکلا بلکہ حسب تفصیل بالا کوئی عام جملہ افراد کو ارادۃً شامل ہوتا ہے اور کوئی نہیں اور یہ

Marfat.com

قاعدہ بھی اوپر معلوم ہو چکا کہ کس موقع مین جملہ افراد کو وہ عام شامل ہوگا اور کس موقع مین شامل
نہوگا تو لامحالہ محققان حدیث کے ذمہ یہ تجسس ضروری ہوگا کہ جب کوئی نص عام حدیث و قرآن
کی پیش نظر ہو تو غور کرین کہ آیا اس نص عام کی کوئی فرد پہلے سے جُداگانہ حکم رکھتی ہے یا نہین اگر
رکھتی ہو تو اُس عام کو مراداً عام نہ سمجھین اور اگر جُداگانہ حکم نہ رکھتے ہو تو اُس عام کو مراداً بھی عام سمجھین
جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو حدیث عبادہ و عایشہ و ابوہریرہ پر جو اوپر مذکور ہوئین متوجہ ہون
اور غور کرین کہ یہ احادیث آیا آیت استماع و انصات سے جو سورہ اعراف مین ہی موخر ہین یا مقدم اگر
یہ مقدم ہوتی تو لامحالہ جملہ افراد کو مراداً بھی شامل ہوتے کیونکہ اس صورت مین کسی فرد کا خروج پہلے
سے معلوم ہی نہوتا مگر چونکہ نزول آیت مذکورہ مکہ مین ہوا اور یہ احادیث مدینہ مین مسموع ہوئی ہین تو
لامحالہ یہ احادیث آیت سے موخر ہوئین اور آیت مقدمۃ النزول سے مقتدی ممنوع القرات ہو چکا تو
ان عمومات متاخرہ کی ایک فرد یعنی مقتدی کا خروج پہلے سے معلوم ہو چکا اور اسکے لئے ترک قرأت
وظیفہ مقرر ہو چکا تو لامحالہ یہ نصوص عامہ اُس فرد خارج کو مراداً ہرگز شامل نہونگی اور نہ یہ فرد خارج ان
نصوص عامہ مین مراد شارع ہوگی اور اگر کوئی عقل و فہم کا دشمن یہی کہے جاوے کہ یہ احادیث عامہ
بیشک مقتدی کو شامل ہین تو ہم پوچھتے ہین کہ گذشتہ آٹھون نصوص عامہ اُن بعض افراد معلومہ کو
کیون شامل نہین ہین اُنمین اور ان احادیث مین کیا فرق ہی سوچ سمجھکر فرق بیان کرین جس سے اُن کا
تو عدم الشمول بنا رہے اور ان احادیث کا شمول مقتدی کو موجہ رہسکے اگر یہ کہین کہ یہ احادیث موخرہ
آیت استماع کی ناسخ و مخصص ہین تو وہ نصوص ثمانیہ اُن بعض افراد معلومہ کے حکم سابق کی کیون ناسخ
و مخصص نہوئین بالجملہ جیسے وہ نصوص ثمانیہ بعض افراد مذکورہ کو شامل نہین ہین ایسے ہی یہ احادیث
عامہ بھی مقتدی کو شامل نہین ہے اور جو وجہ عدم شمول کی وہان تھی وہی وجہ یہان ہی یعنی جیسے
وہان اُن بعض افراد خارجہ کا حکم پہلے سے معین ہو چکا تھا اسلئے وہ اُن نصوص عامہ متاخرہ سے خارج
رہین بایسے ہی یہان چونکہ مقتدی بنص قرآنی محرم القرات ہو چکا تھا اسلئے وہ ان احادیث عامہ
متاخرہ سے خارج ہی رہیگا سو اب سنو کہ آجکل کے مدعیان حدیث کو جو منشا غلطی درپیش ہی وہ صرف
اسقدر ہے کہ ہر عام لفظی کو عام ارادی سمجھ لیتے ہین حالانکہ یہ کلیہ حسب تحقیق بالاسر اسر غلط ہی بلکہ بمقتضائے
ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ عام کے لئے بھی مواقع ہین کسی موقع مین وہ ارادۃً عام ہوتا ہے

Marfat.com

ہے اور کسی موقع مین ارادۂ عام نہین ہوتا چنانچہ امثلہ گذشتہ اس تفریق واقعی کے لئے شاہد عدل ہین اور سنو کہ اچھا ہمنے مانا کہ یہ احادیث عبادہ وغیرہ بوجہ اپنے عموم کے مقتدی کو شامل ہین اور آیت استماع جو یقیناً ان سے سابقۃ النزول تھی ان احادیث عامہ متاخرہ سے منسوخ ہوئی تو کیا وجہ ہی کہ حدیث ابی ہریرہ وابی موسیٰ واذا قرء فانصتوا جو الحمد وسورت دونون کو عام ہے اور حدیث عبادہ سے یقیناً موخر ہے حدیث عبادہ کے لئے ناسخ نہو یہان صدر حدیث یعنی اذا قرأ بحذف مفعول جملہ مقروات کو شامل ہی پھر یہ کہنا کہ یہ عام الحمد کو شامل نہین ماسوا الحمد کے اس سے مراد ہے کیونکر صحیح ہوگا مانعین قرأت مقتدی جب یہ کہتے تھے کہ حدیث عبادہ مین مقتدی داخل نہین تو اسقدر غیظ وغضب ہوتا تھا کہ خدا کی پناہ اب جبکہ اُنہون نے یہ حدیث عام ومتاخر پیش کی تو خود یہ کہنے لگے کہ آمین الحمد داخل نہین ہی سو یہ ہٹ دھرمی نہین تو کیا ہے یہ مقولہ تو مشہور تھا کہ ؎ ہرچہ برخود نہ پسندی بر دیگران مپسند مگر اب نہون نے آمین یہ اصلاح کی ہے کہ ؎ ہرچہ بر دیگران نہ پسندی برخود بہ پسند سو حدیث عبادہ کو تو اپنے عموم پر باقی رکھنا اور اُسکو ناسخ آیت قرآنی کہنا جب درست ہوا تو حدیث ابی موسیٰ کو اپنے عموم پر باقی رکھنا اور ناسخ حدیث عبادہ کہنا کیون درست نہوگا باقی یہ کہنا کہ حدیث ابی موسیٰ صحیح نہین ہے یا وہ حدیث عبادہ سے موخر نہین ہے قیامت تک بقاعدہ محدثین وہ ثابت نہین کر سکین گے اب وہ زمانہ لدگیا جسمین ایسے دعاوے باطلہ بھی رائج ہو جایا کرتے تھے بالجملہ کسقدر تعجب انگیز ہے کہ ایک حدیث متاخر تو آیت سابقہ کی ناسخ ہو جاوے اور دوسری حدیث صحیح جو اُس پہلی حدیث ناسخ سے موخر ہو وہ اُس کی ناسخ نہو یہ تعصب جاہلانہ نہین ہی تو کیا ہے اسی وجہ سے جس کسی نے کہا ہے سچ کہا ہے کہ ان مدعیون کے ذہن مین قرآن مجید کی اتنی قدر و منزلت نہین ہے جسقدر حدیث کی وقعت ہے الحاصل خلاصہ جواب یہ ہے کہ جسقدر احادیث اس بارہ مین بالفاظ عامہ وارد ہوئے ہین اور آیت استماع سے موخر ہین اُن عمومات مین مقتدی کو داخل ماننا ہرگز صحیح نہین ہی کیونکہ اُسکا حکم بذریعہ آیت پہلے سے متعین ہو چکا ہی سو وہ بقاعدہ مسطورہ بالا عمومات متاخرہ سے خارج رہیگا یہ ایک جواب ایسا محکم ہوسکتا ہی کہ اُنکے بیشمار استدلالون کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکتا ہے یک گیر ومحکم گیر ایسے ہی سخت گرفت کو کہتے ہین یا ہندی مثل (سو سنار کی

Marfat.com

نہ ایک لوہار کی) ایسے ہی جواب حاوی پر بولتے ہین ہان جو حدیث ایسی وارد ہو جسمین مقتدی کو صراحۃً حکم قرأت ہو اور آیت استماع سے یقیناً موخر ہو اسکا جواب یہ تقریر گذشتہ نہین ہو سکتے کیونکہ یہ تو اُن لوگون کا جواب ہے جو ظاہری عموم سے ارادی عموم سمجھتے ہین ایسی حدیث کا جواب دوسرا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ ابھی آیا چاہتا ہے منتظر رہیئے اب ایک بات اور سُننے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی دو طرح سے ہوتی ہے ایک یہ کہ نماز پڑھنے والا ادائے نماز مین دوسرے کا تابع نہو جیسے منفرد یا امام کہ ادائے نماز مین دوسرے کا تابع نہین ہوتا دوم یہ کہ نماز پڑھنے والا ادائے نماز مین دوسرے کا تابع ہو جیسے مقتدی کی نماز سو قسم اوّل کے نمازی کو مُصلی مستقل کہتے ہین اور دوسری قسم کے نمازی کو مصلی تابع بولتے ہین اب روزمرہ کی نمازون مین جو غور کیا جاوے تو قسم اوّل کی نمازین تعداد مین بہت زیادہ ہین جمیع نوافل اور سنن رواتب اور فرائض تنہا ادا کئے ہوئے اور امام کی نماز سب کی سب مستقل نمازین ہین اور قسم دوم کی نمازین تعداد مین بہت ہی کم ہین کیونکہ وہ صرف مقتدی کی نمازین ہین سو نمازون مین بھی مستقل نمازین بے تعداد ہین اور غیر مستقل نمازین معدودے چند ہین علیٰ ہذا نمازیون مین بھی مستقل نمازی بے تعداد ہین اور غیر مستقل نمازی بہت کم اور عام دستور ہے کہ بیان ضوابط و قوانین مین افراد کثیر الوجود اور صور کثیر الوقوع پیش نظر ہوتے ہین اور مجوز قانون کو وہی اشیاء و حالات کثیرہ تجویز قواعد مین اصل مقصود ہوتے ہین باقی بعض نادر الوقوع حالات اور اشیاء قلیل الوجود اُن قواعد عامہ سے مستثنے بھی ہوتے ہین اور اُنکے لئے جداگانہ ضوابط بھی ہوتے ہین مگر اُنکا بیان اسقدر مکرر سہ کرر نہین ہوتا جتنا قواعد عامہ کا اظہار بکرات و مرات ہوتا رہتا ہے اور اگرچہ قواعد عامہ بلحاظ وسعت الفاظ بادی النظر مین اُن مستثنیات نادرہ کو بھی شامل ہوتے ہین مگر ہر فہمیدہ قانون دان یقیناً جانتا ہے کہ وہ مستثنیات ہرگز ان قواعد عامہ مین داخل نہین ہین بلکہ انکے لئے دوسرے قواعد ہین جو کسی جگہ مذکور ہین سو یہی حال تجویز قواعد شرعیہ مین ملحوظ ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کی ضروریات بیان کرنے مین نماز مستقل اور نمازی مستقل تو اصل مقصود رہا ہے اور اسی کا بیان بکرات و مرات فرماتے رہے اور قسم دوم نماز کی چونکہ قلیل الوجود تھی اور اسکے متعلق پہلے سے آیت بھی نازل ہو چکی اور خود آپنے بھی اُسکا بیان فرمادیا اسلئے قواعد نماز بیان کرنے مین یہ قسم دوم اکثر نظر انداز رہی ہے اور پہلی قسم ہی زیادہ تر ملحوظ اور مکنون خاطر رہی ہے اور اس پہلی قسم

۱۲ یعنی امام حنفیہ کے مذہب مین ... زبان مین مروج ہے

کے بیان مین اگرچہ الفاظ عامہ کا استعمال ہوا مگر اُس سے مراد یہی قسم تھی اسپر بعض ظاہر بینون کو جو
اسالیب کلام سے ناواقف تھے ظاہری وسعت الفاظ سے یہ دھوکہ ہوا کہ مقتدی بھی ان مین
داخل ہین مگر جنکی نظر جملہ قواعد عامہ و خاصہ پر تھی وہ یہی سمجھے کہ مقتدی ان قواعد عامہ مین داخل
نہین بلکہ وہ دوسرے قواعد خاصہ مین داخل ہین اور یہی فہم دقیق اور صحیح واحق بالقبول ہی چنانچہ
گذشتہ تحقیق سے اس فہم کی متانت ورزانت معلوم ہوچکی ہی بالجملہ ان احادیث مذکورہ مین
مقتدی کو داخل سمجھنا سفہاء کا کام ہے اور خدای ورسول پر ایک گونہ افترا ہے خدا تعالیٰ اُنکی کم فہمی پر
نظر فرما کر معاف فرما دے فقہاء بالغ النظر جو ہر نص مین غور کرتے وقت نصوص ماقبل و مابعد پر نظر
رکھتے ہین وہ ایسی غلط کاری اور افترا پردازی سے بمراحل دور ہین اور کیون نہون وہ حسب قول امام
ترمذی وهو اعلم بمعانی الاحادیث اللہ ورسول کی مراد تک پہونچنے والے ہین اور دودھ کو پانی
سے علیحدہ کرنیوالے ہین فنوّر اللہ قبورهم و کثّر اجورهم اس تقریر کو سنکر شاید کسی دل مین یہ
خدشہ پیش آوے کہ علم اصول مین یہ بات طے ہوچکی ہی کہ جمہور محققین کے نزدیک عام متاخر خاص
مقدم کا ناسخ ہوا کرتا ہے جیسا کہ خاص متاخر عام مقدم کا مخصص ہوتا ہے اگرچہ بعض شوافع کے نزدیک
خاص ہر دو صورت مین معمول یہ رہتا ہے کہ الخاص یقضی علی العام انکا مسلّمہ ہے سو آیت
استماع بحق مقتدی نص خاص ہے اور مقدم ہے اور احادیث عبادہ وغیرہ نصوص عامہ متاخرہ ہین پھر
کیا وجہ ہے کہ یہ نصوص عامہ متاخرہ آیت متقدمہ خاص کی ناسخ نہون قاعدہ اصولی کا اقتضا تو یہی
ہے کہ یہ متاخرہ نصوص ناسخ آیت ہون اور مقتدی بھی مامور بقرأت ہو سو اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری
تقریر اس قاعدہ کے منافی نہین ہے کیونکہ یہ قاعدہ اُس عام متاخر سے متعلق ہے جسکا شمول خاص مقدم
کو بنص صریح آخر یا بقرائن و شواہد محقق ہو یعنی وہ عام ارادۃً بھی عام ہو سو ایسا عام تو لا محالہ خاص مقدم
کا ناسخ ہوگا مگر جو عام متاخر ایسا ہو کہ جسکا عدم شمول خاص مقدم کو ثابت ہوچکا ہو یعنی وہ ارادۃً عام نہو
تو وہ عام نص مقدم کا ناسخ نہوگا جیسا کہ امثلہ ثمانیہ مذکورہ مین انکا عدم شمول معلوم ہوچکا ہی اور
اور اسی لیے انکو عام غیر متناول للکل کہا گیا ہے سو ہماری تقریر گذشتہ ایسی ہی غیر متناول للکل
سے متعلق ہی اور وہ جمہور محققین کے ہرگز خلاف نہین ہی اور اگر کوئی مخاصم مجادل جمہور کا یہ قاعدہ
تسلیم نکرے اور شوافع کے قاعدہ پر چلے تو اس مسئلہ زیر بحث مین ہمکو اور بھی آسانی ہوگی اور جواب

اہل فہم کے نکتہ کی تقریر ۱۲

کی دردسری سے ہمکو نجات ملیگی کیونکہ آیت استماع نص خاص ہے وہ ہر طرح معمول بہ رہیگی اور حدیث عبادہ اسکے ماسوا کو عام وشامل رہیگی سو یہی ہمارا مدعی ہی - اب اس تقریر کے بعد ہر چند کہ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی مگر بمزید احتیاط اس مدعی کو دوسری طرح سے بھی ثابت کرتے ہین سو سُنئے حدیث عائشہ جو بدین الفاظ اوپر منقول ہوئی کل صلوۃ لا یقرأ فیھا بام الکتاب فھی خداج ابن ماجہ اور جزء القراۃ مین تو صرف اسیقدر ہے مگر ابن عدی نے اپنی کامل مین اور ابن عساکر نے اسکو بزیادت (وآیتین) روایت کیا ہے انکے الفاظ یہ ہین کل صلوۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب وآیتین فھی خداج اس سے معلوم ہوا کہ ابن ماجہ اور جزء القراۃ کی روایت مین اختصار ہے پوری روایت وہ ہی جو ابن عدی اور ابن عساکر نے نقل کی ہے سو یہ حدیث عائشہ گذشتہ حدیث عبادہ کی مشابہ ہوئی کہ اسمین بھی بروایت بخاری تو اختصار تھا اور بروایت مسلم و نسائی اسمین لفظ (فصاعدا) کی زیادت تھی اور جیسا وہان اس زیادت سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ حدیث بحق مقتدی نہین ہی بلکہ بحق منفرد وامام ہے ایسے ہی یہان بھی معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث عائشہ بھی بحق مقتدی نہین ہی بحق منفرد وامام ہے سو اس توجیہ سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ مقتدی اس حدیث مین مراد شارع ہرگز نہین سو ہمارا وہ دعوی جو ہمنے اس تقریر کے شروع مین کیا تھا کہ اسمین مقتدی ہرگز مراد شارع علیہ السلام نہین ہے مدلل ثابت ہو گیا دوسرا دعوی ہمارا یہ تھا کہ رواۃ حدیث کی نزدیک بھی مقتدی اسمین داخل نہین ہے سو اسکی دلیل یہ ہے کہ امام بیہقی نے سنن کبری مین عایشہ وابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما سے اس طرح نقل کیا ہی عن عاصم بن ذکوان عن عایشۃ وعن ابی ھریرۃ انھما کانا یامران بالقراۃ وراء الامام اذا لم یجھر اور یہی اثر بیہقی مین بتغیر الفاظ اس طرح پر ہے عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ وعایشۃ انھما کانا یامران بالقراۃ فی الظھر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب سنن کبری کے اثر مین دو ابہام تھے اوّل یہ کہ مراد قرأت سے آیا صرف فاتحہ ہے یا فاتحہ وسورت دونون - دوم یہ کہ غیر جہری نمازون مین آیا چارون رکعات مین پڑھے یا صرف دو اولیین مین سو یہ دونون ابہام دوسرے اثر بیہقی سے رفع ہو گئے یعنی وہ دونون اسکے آمر تھے کہ سری نمازون مین مقتدی صرف الحمد پڑھے وہ بھی صرف پہلے دو رکعات مین ان آثار سے معلوم ہوا کہ عائشہ وابو ہریرۃ جہری نمازون مین مجوز قرات مقتدی

Marfat.com

نہ تھے نہ الحمد کے اور نہ سورت کے ہان سری مین مجوز قرات مقتدی تھی وہ بھی صرف فاتحہ کے اولیین مین نہ اُخریین مین۔ علی ہذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس بارہ مین روایات متناقضہ مروی ہین بعض روایت سے معلوم ہوا کہ وہ سری وجہری مین اصلا مجوز قرات نہ تھی چنانچہ عبد الرزاق نے اپنی مصنف مین روایت کیا ہی دیکھو عینی جلد ثالث صـ۲۷ عن داؤد بن قیس عن محمد بن عجلان عنہ قال قال علی من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرۃ اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف مین اور دارقطنی نے بھی اسی اثر کو دوسری سندون سے روایت کیا ہے اور بعض سند مین کچھ دارقطنی نے کلام بھی کی ہے مگر سند عبد الرزاق اس کلام سے بری ہی بہر نہج قدر مشترک ان اسانید متعددہ کا ضرور ثابت ہی اسی واسطے علامہ ابن عبد البر مالکی نے اسکو اپنی تمہید مین تسلیم کیا ہے کما نقلہ العینی فی الجلد الثالث من شرحہ علی صـ۲۶ وفی التمہید ثبت عن علی وسعد وزید بن ثابت انہ لا قراۃ مع الامام لا فیما اسر ولا فیما جہر اور بعض روایت سے معلوم ہوا کہ وہ جہری مین تو مجوز قرأت نہ تھی مگر سری مین مجوز تھی چنانچہ دارقطنی مین بروایت صحیح مروی ہے عن علی انہ کان یأمر او یحب ان یقرأ فی الظہر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب خلف الامام۔ ہذا اسناد صحیح عن شعبۃ اس حدیث مین یہ جملہ یاد رکھنے کے قابل ہی (کان یأمر او یحب) کیونکہ فن حدیث مین یہ امر شایع ذائع ہے کہ بعض وقت راوی حدیث بیان مضمون مین دو لفظ مردد احتیاطًا ذکر کرتا ہے مگر مآل دونون کا ایک ہوتا ہے سو یہان دونون کے ملانے سے یہ معلوم ہوگیا کہ یہ امر استحبابی تھا نہ کہ ایجابی وہ بھی سری نمازون مین نہ کہ جہری مین سو اگر کوئی پہلے اثر علی کو تسلیم نکرے تو اس دوسرے اثر کو تو لا محالہ تسلیم کریگا تو پھر بھی یہی کہنا پڑیگا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی مثل حضرت عائشہ صدیقہ اور ابوہریرہ کی جہری نماز مین مجوز قرأت نہ تھے اب چوتھے راوی حدیث خداج مذکورہ کے عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہین سو وہ بھی سری نماز مین مجوز قرأت ہین چنانچہ جزء القراۃ اور طحاوی مین بسند صحیح مروی ہے عن مجاہد انہ قال سمعت عبد اللہ ابن عمرو یقرأ خلف الامام فی صلوۃ الظہر من سورۃ مریم۔ اسنادہ صحیح اس اثر اور اثر علی سے معلوم ہوا کہ یہ دونون حضرات ماسوا الحمد کے سورت پڑھنے کے بھی مجوز تھے مگر عائشہ وابوہریرہ وہ صرف فاتحہ کے مجوز تھے باقی دارقطنی مین ایک روایت مرفوع

عبداللہ بن عمرو سے منقول ہے جس سے جہری مین بھی فاتحہ پڑہنے کا امر معلوم ہوتا ہے مگر اول تو وہ حسب تحقیق دارقطنی صحیح نہین ہے دوسرے اگر وہ صحیح بھی ہوتی تو وہ منسوخ ہے ہم اسکو حدیث عبادہ لا تفعلوا الا بام القران کی تحت مین ثابت کرینگے وہ حدیث دارقطنی یہ ہے من صلی صلوٰۃ مع امام یجہر فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب فی بعض سکتاتہ فان لم یفعل فصلوتہ خداج غیر تمام۔ محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر ضعیف ابھی بالجملہ عبداللہ بن عمرو کی یہ حدیث مرفوع تو ضعیف ناقابل استناد ہے مگر انکا اثر مذکور صحیح ہے جس سے سری نماز مین جواز قرأت مفہوم ہوتا ہے اب ہماری اس تحقیق سے معلوم ہوگیا کہ حدیث خداج گذشتہ کی چار رواۃ ہین عائشہ وعلی وابوہریرہ وعبداللہ بن عمرو اور چارون کے نزدیک جہری نمازون مین قرأت مقتدی جائز نہین جیسا کہ گذشتہ آثار سے ثابت ہوا تو ہمارا شروع بحث مین یہ لکھنا کہ اس حدیث کی رواۃ کے نزدیک بھی مقتدی ان عمومات مین داخل نہین ہے جیسا کہ وہ مراد شارع علیہ السلام بھی نہیں ہے مدلل ثابت ہوگیا غرض مراد شارع نہونا تو ہم پہلے ثابت کر آئے ہین عندالرواۃ بھی اسکا داخل عموم نہونا ان آثار مذکورہ سے ثابت ہی اگر (کل صلوٰۃ یا من صلی صلاۃ) کی عموم مین جو شروع احادیث مذکورہ مین ہی عندالرواۃ بھی مقتدی داخل ہوتا تو جہری مین بھی وہ قرأت مقتدی کے قائل ہوتے کیونکہ اپنی مسموع حدیث کا خلاف کرنا ادنی مسلمان کا بھی شیوہ نہین ہوسکتا صحابہ کرام تو کس طرح سے اسکا خلاف کرسکتے ہین سولا محالہ یہی کہنا پڑیگا کہ انکے نزدیک بھی مقتدی اسمین داخل نہین ہے باقی سری مین انکا مجوز قرأت ہونا دوسرے وجوہ پر ہے جسکا ذکر ہم فصل سوم مین کرینگے اگر وہ ان احادیث کی وجہ سے مجوز ہوتے تو جہری مین بھی مجوز ہوتے کیونکہ الفاظ حدیث یقیناً عام ہین پھر کیا وجہ ہی کہ ایک قسم مین تو ناجائز بتائین اور ایک مین جائز ٹھہرائین اب دو باتین اور ثابت کرنی ہمارے ذمہ باقی ہین جنکا دعوی بھی ہمنے شروع بحث مین کیا تھا وہ یہ ہین کہ ان عمومات مین دخول مقتدی کی نہ دلائل سابقہ سے تائید ہے اور نہ لاحقہ سے اسکی تقویت سو سُنئے کہ یہ احادیث عامۃ الالفاظ جو اوپر مذکور ہوئین مدینہ مین بعد الہجرت ارشاد ہوئین اور آیت استماع جو سورہ اعراف کے آخر مین ہے اور مقتدی کے حق مین مانع قرأت ہے مکہ مین نازل ہوئی تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا مقتدی ان عمومات متاخرہ سے مستثنیٰ رہیگا جس طرح حرام جانور آیت قرآنی فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ کی عموم

Marfat.com

ظاہری سے مستثنےٰ ہین ورنہ وجہ فرق دونون مین مدعیان خام سمجھکر بیان کرین سو معلوم ہوا کہ یہ آیت
سابق النزول بھی ان احادیث عامہ مین مقتدی کو داخل ہونے سے مانع ہی اور علیٰ ہذا دوسری احادیث
جو احادیث مذکورہ سے موخر ہین جیسے حدیث ابوہریرہ جسمین فانتہی الناس عن القراۃ ہے اور حدیث
امامت رسول اللہ جو مرض الموت مین واقع ہوئی اور انکا بیان ہم آیندہ مشرح کرینگے وہ بھی مقتدی کو
ان عمومات سے علیحدہ رکھتے ہین غرض ہماری چارون دعاوی جو شروع بحث مین ہمنے کئے تھے بنقول
صریحہ ثابت ہوگئے اب ہمکو دوسرے دلائل کی طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ آیا وہ دعوائے قرأت مقتدی
کے لئے لایق اعتماد اور قابل استناد ہین یا نہین — ازانجملہ حدیث ابوہریرہ ہے جسکو بخاری و مسلم
و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و احمد و بیہقی وغیرہ نے باختلاف یسیر روایت کیا ہے لفظ
ابوداؤد کے یہ ہین قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن
فہی خداج فہی خداج فہی خداج غیر تمام قال قلت یا ابا ہریرۃ انی اکون احیانا وراء الامام قال
فغمز ذراعی وقال اقرأ بہا یا فارسی فی نفسک فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول قال اللہ عزوجل قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین فنصفہا لی ونصفہا
لعبدی ولعبدی ما سأل قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اقرؤا یقول العبد الحمد للہ رب
العالمین یقول اللہ عزوجل حمدنی عبدی یقول الرحمن الرحیم یقول اللہ عزوجل
حمدنی عبدی یقول الرحمن الرحیم یقول اللہ عزوجل اثنی علیّ عبدی یقول العبد مالک
یوم الدین یقول اللہ عزوجل مجدنی عبدی یقول العبد ایاک نعبد وایاک نستعین
فہذہ بینی وبین عبدی ولعبدی ما سأل یقول العبد اہدنا الصراط المستقیم صراط
الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فہؤلاء لعبدی ولعبدی ما سأل
اس حدیث کا پہلا حصہ تو وہی ہے جو ابھی گذر چکا ہے دوسرا حصہ وہ ہے جسمین ابوالسائب راوی کا
ابوہریرہ سے دریافت کرنا ہی کہ خلف الامام کیا کرین سو ابوہریرہ نے جواب دیا کہ فاتحہ اپنے جی مین
پڑھا کرو اور اس پڑھنے کی فضیلت مین یہ حدیث مقاسمۃ سنادی سو مدعیان حدیث کا استدلال
اس سے اس طرح ہی کہ صدر حدیث مین لفظ من صلی ہے جو ہر مصلی کو عام ہے پھر راوی حدیث نے
ابوہریرہ سے سوال کرکے اور جواب حاصل کرکے قصہ ہی طے کردیا کہ عام مذکور مین کوئی تخصیص نہین ہے

حدیث چہارم

Marfat.com

مقتدی و غیر مقتدی کو فاتحہ پڑہنا چاہئے اگر نہ پڑھیگا تو اتنی بیش بہا فضیلت ہاتھ سے جاتی رہیگی سو اب مقتدی کے ذمہ قرات فاتحہ لازم ہونے مین کیا تردد باقی رہا یہ ہے خلاصہ استدلال کا اب اسکا جواب سنئے ہمکو صدر حدیث کے عموم کے متعلق تو دوبارہ بحث کرنیکی ضرورت نہین ہے کافی سے زیادہ اسکو ہم پہلے لکھ چکے ہین ہان استفسار و جواب کے متعلق اور حدیث مقاسمۃ سے استدلال ابو ہریرہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے بغور سنئے افسوس ہے کہ آجکل کے مدعیان حدیث منکر تقلید ہوکر پھر بھی تقلید کے تیرہ و تار گڈھے مین گرنے کے شیدا ہین علامہ شوکانی نے اس سے جو استدلال کیا تو سب نے آنکھ بند کرکے انکا پیچھا لے لیا ہے اور کبھی غور نکیا کہ اُنکے استدلال مین کیا کیا نقائص ہین اب ہم اُن نقائص کو ظاہر کرتے ہین علامہ شوکانی کو اپنی جولانی طبعزاد سے اس بارہ مین تین غلطیان پیش آئین جنکا احساس نہ خود انکو ہوا اور نہ انکی خوش اعتقاد اتباع کو اول یہ کہ ابو ہریرہ کے جواب اقرأ بہا فی نفسک سے وہ یہ سمجھے کہ مقصود ابو ہریرہ کا اس سے یہ ہے کہ مطلق نماز مین خواہ سری ہو خواہ جہری فاتحہ خلف الامام پڑھا کرو مگر یہ فہم اُنکا فاسد ہے بلکہ اس امر سے مقصود انکا سری نماز مین حکم قرأت دینا ہے۔ دوم یہ کہ ابو ہریرہ نے مقتدی کو قرأت امام کیساتھ پڑہنے کا حکم دیا ہے سو یہ بھی غلط ہے اُنکا مقصود نفس الامر مین قرأت امام سے آگے پیچھے پڑہنا ہے۔ سوم یہ کہ مقصود ابی ہریرہ اس استدلال سے یہ ہے کہ مقتدی پر فاتحہ واجب ہے سو یہ بھی غلط ہے اُنکا مقصود اس سے استحباب فاتحہ ہے نہ کہ وجوب۔ اب ہمارے ان تینون دعاوی کے دلائل سُنئے راوی مستفسر کا یہ جملہ (انی اکون احیانا وراء الامام) بنظر اقسام صلوۃ بمنزلہ قضیہ مہملہ کی ہے جسمین کل افراد یا بعض افراد کا ذکر نہیں ہوتا مگر نیت قائل کے لحاظ سے اُسمین احتمال ہوتا ہے کہ کل افراد مراد ہون یا بعض افراد مگر بعض افراد کا مراد ہونا تو یقینی ہے کیونکہ اگر بالقصد بعض ہی مراد ہیں تب تو ظاہر ہے اور اگر کل افراد مراد لئے ہون تو اُسکے ضمن مین بعض افراد لامحالہ ضرور مراد ہونگے اسی واسطے علم منطق مین یہ قاعدہ مقرر و مبرہن ہو چکا کہ (المهملة تلازم الجزئية) سو ایسے ہی یہان احتمال ہے کہ مراد مستفسر کی جہری و سری دونون مین قرأت مقتدی کا حال دریافت کرنا ہو یا ایک مین اُنمین سے اور وہ بھی خاص سری مین اور یہی احتمال غالب ہے کیونکہ وہ بظاہر مطلقاً قرأت وراء الامام کا عادی نہ تھا اور اُس کی پیش نظر آیت اذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا تھی جس سے جہری نمازون مین تو قرأت مقتدی

Marfat.com

ممنوع معلوم ہوتی ہے سرّی مین فی الجملہ شبہ تھا کہ ممنوع ہے یا نہین اسلیئے استفسار کیا اسپر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی جواب بصورت قضیہ مہملہ دیا تاکہ جواب مطابق سوال رہے اگر سوال مین کچھ تشریح ہوتی تو جواب مین بھی کچھ تفصیل فرماتے مگر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قصد و نیت مین یہ تشریح ضرور ہے کہ سرّی مین مقتدی پڑھے اور جہری مین ساکت رہے لیکن جواب مین تشریح کی ضرورت اسلیئے معلوم نہو ئی کہ سائل بظاہر نظر قرأت مقتدی کا علی الاطلاق نافی تھا جو بمنزلہ سالبہ کلیہ کے ہے سو اسکا جواب ثبوت فی الجملہ ہی ہوا کرتا ہے اور ظاہر ہی کہ یہ جوابی جملہ بھی قضیہ مہملہ ہے جو ملازم موجبہ جزئیہ ہے سو ابوہریرہ کا جواب بالکل باقاعدہ ہے اور اہل لسان کے محاورات کے مطابق مگر معلوم نہین کہ امام شوکانی نے کس قاعدہ سے ان دونون قضایا مہملہ کو قضایا کلیہ سمجھ لیا حالانکہ مہملہ مین جزئیہ تو متیقن المراد ہوتا ہے اور کلیہ مشکوک المراد ہوتا ہے سو یقینی امر کو چھوڑ کر مشکوک امر کو لینا اہل فراست سے نہایت بعید ہے اب اس دعویٰ کی دلیل کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قصد و نیت مین یہ تشریح ہے کہ سرّی مین مقتدی پڑھے اور جہری مین ساکت رہے یہ ہے کہ اوّل تو وہ اثر ہے جو امام بیہقی نے بیہقی مین بسند معتبر روایت کیا ہی اور پہلے بھی منقول ہو چکا ہی اب پھر لکھتا ہون عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ وعایشۃ انہما کانا یامران بالقراۃ فی الظہر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب دوسری وہ حدیث ہے جسکو خود ابوہریرہ نے روایت کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جہری نماز مین قرأت مقتدی پر انکار فرمایا اور اُسوقت سے جملہ مومنین جہری نمازون مین قرأت خلف الامام سے باز رہے چنانچہ اُسکی بحث مشرح آیندہ آویگی یہان صرف الفاظ حدیث لکھتا ہون۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جہر فیہا بالقراۃ فقال ہل قرأ معی احد منکم آنفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتہی الناس عن القراۃ مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقراۃ من الصلوات حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الترمذی سو ایسی صریح ممانعت اور ناراضی کے بعد کیسے ممکن ہے کہ ابوہریرہ جہری نماز مین قرأت مقتدی کا حکم فرماوین مگر مدعیان حدیث آمین اپنے تعصب مذہبی سے کچھ تاویلات کرتے ہین جنکا قلع و قمع ہماری آیندہ بحث مین ہوگا منتظر رہنا چاہیئے مگر خیر آمین تاویل کرین تو کرین اثر مذکور بالا تو انکی تمام سعی کو باطل کرتا ہے تیسری آیت استمعوا وانصتوا ابوہریرہ کی پیش نظر تھی جو پہلے سے جہری

علامہ شوکانی کی پہلی غلطی کا اظہار

Marfat.com

نمازون مین مقتدی کو قرأت سے منع کر چکے تھے اُسپر التفات کرتے ہوئے کیسے ممکن تھا کہ کوئی اُسکے
خلاف حکم دیوے اثر مذکور مین عائشہ وابوہریرہ کو یہی آیت باعث ہوئی کہ جہری نمازون مین حکم قرأت نہین دیا
سرّی مین دیا بالجملہ ان تینون دلائل سے خوب محقق ہوگیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہرگز جہری نمازون مین مجوز
قرأت مقتدی نہ تھے پھر اُنکے اس مقولہ کو سُنکر کہ اقرا بہا فی نفسک یہ خیال کرنا کہ وہ دونون قسم کی
نمازون مین آمر بالقرات تھے اوّل تو ابوہریرہ پر افترا ہے وقد خاب من افتری دوم یہ خیال فاسد از قسم
توجیہ القول بما لا یرضی قائلہ ہے تیسرے یہ وہی غلط فہمی ہے جسکو ہم بار بار ظاہر کرتے آرہے ہین کہ عام لفظی
کو یہ لوگ عام ارادی ہی سمجھ لیا کرتے ہین جو علی الاطلاق صحیح نہین ہے چنانچہ اوپر مبرہن ہوچکا چہارم
اپنی کوتاہ نظری ہے کہ کتب آثار سے ابوہریرہ کا مسلک دریافت نکیا اگر یہ تجسس کر چکتے تو بہت سی
تاویلات مردودہ سے انکو نجات ملتی مگر کیسے ملتی اپنی فہم نارسا پر ناز بیجا اور ائمہ سلف پر طعن وتشنیع
اور اپنے مسلک جدید کی محبت اُنکو اپنے پوشیدہ معائب اور دوسرون کے کُھلے محاسن پر کب مطلع ہونے
دیتی ہے صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبک الشیء یعمی ویصم وصدق من قال بغضک
الشیء یعمی ویصم اس تحقیق کے بعد ہر منصف فہمیدہ کو قائل ہونا پڑیگا کہ محققین احناف کا فہم
کسقدر دور رس ہے کہ اس جملہ اقرا بہا فی نفسک کے متعلق انہون نے کس خوش اسلوبی سے یہ
دریافت کرلیا کہ مراد ابی ہریرہ اس سے سری نماز مین امر قرأت ہے اگرچہ خلاف متبادر ہے اور تعجب ہے
کہ مدعیان خام کو احناف کے اس دعوے صحیحہ پر اسقدر پیچ وتاب ہے کہ خدا کی پناہ اور خود حدیث
ابی ہریرہ وابی موسیٰ اذا قرا فانصتوا مین ایسا ہی خلاف متبادر دعویٰ کرتے ہین کہ اس سے مراد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا الحمد کے ہے جو محض خیالی دعویٰ ہے نقول صحیحہ سے ہرگز اسکو ثابت
نہین کر سکتے تو انکے نزدیک اثر صحابی کی تو اسقدر وقعت ہے کہ جو کوئی اُسمین دعوای تخصیص کرے
اگرچہ کیسا ہی موجہ ہو اُسپر تو آڑے ہاتون آدین اور حدیث رسول اللہ صلعم ایسی بے وقعت ہے کہ اُسمین خود
بے سروپا تخصیص کرلین تو ذرا باک نہو اعاذنا اللہ وایاہم عنہا اب ہم پوچھتے ہین کہ وہ بغض للّٰہی کا
غیظ وغضب جو دوسرون پر ہوتا تھا اپنے متعلق کہان جاتا رہا اور کیا تمہارا دعوائے تخصیص تو
کیسا ہی بے سروپا ہو داخل اتباع سنت رہے اور دوسرون کا دعوی کیسا ہی ثابت بالسنت ہو
داخل بدعت ہو سبحانک ہذا بہتان عظیم - خیر یہان تک علاوہ شوکانی کے پہلی غلطی کا

امام اعظم کے متبعین کا فہم کسقدر گہرا اور دلپذیر ہے

Marfat.com

علامہ شوکانی کی دوسری غلطی کا اظہار

اظہار تھا اب دوسری غلطی کا اظہار سُنئے علامہ شوکانی اس اثر ابی ہریرہ سے یہ سمجھے کہ منشا انکا اس سے یہ ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ پڑھ لیا کرے سو یہ بھی غلط ہے بلکہ انکے نزدیک یا قرأت امام سے پہلے پڑھے یا بعد سکوت امام کے اسکی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے جزء القراۃ میں بسند معتبر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ اثر روایت کیا ہے عن ابی ھریرۃ قال اذا قرأ الامام بام القران فاقرأہ واسبقہ فانہ اذا قال ولا الضالین قالت الملائکۃ امین من وافق ذلک قمن ان یستجاب لھم اور حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث مرفوع ابو ہریرۃ سے روایت کی اور اسکو مستقیم الاسناد کہا ہے اگرچہ دار قطنی نے اسکو ضعیف کہا ہے اور وجہ ضعف یہ بیان کی ہے محمد بن عبد اللہ بن عبید ضعیف مگر اثر بالا اسکا موید ہے علاوہ ازین ممکن ہے کہ سند حاکم دوسرے طریق سے مروی ہو۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوۃ مکتوبۃ مع الامام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب فی سکتاتہ ومن انتھی الی ام الکتاب فقد اجزاہ اور کنز العمال میں بحوالہ عبد الرزاق عبد اللہ بن عمرو سے مرفوعا روایت کیا ہے اور اُسکو حسن کہا ہے سو اس سے بھی روایت ابو ہریرۃ کی تائید ہی ہوتی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کنت مع الامام فاقرأ بام القران قبلہ واذا سکت اور دار قطنی نے عبد اللہ بن عمرو سے مرفوعا روایت کیا ہے من صلی صلوۃ مع امام یجھر فلیقرأ فاتحۃ الکتاب فی بعض سکتاتہ فان لم یفعل فصلوتہ خداج غیر تمام۔ محمد بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عمیر ضعیف ہر چند کہ یہ حدیث بوجہ راوی مذکور ضعیف ہے مگر بحدیث عبد الرزاق جو اس سے پہلے مذکور ہوئے موید ہے اور اسوجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہو گئے علی ہذا حدیث ابی ہریرہ جو حاکم نے روایت کی ہے وہ بھی اسی راوی مذکور کیوجہ سے بقول دار قطنی ضعیف تھی سو وہ بھی بحدیث عبد الرزاق موید ہو گئی تو اب حدیث ابی ہریرہ کے دو موید ہیں ایک انکا اثر مذکور جو جزء القراۃ سے منقول ہوا اور ایک یہ حدیث عبد الرزاق اس لئے اب یہ تینوں احادیث اور چوتھا اثر ابی ہریرہ مذکور باہم متوافق و متعاضد ہوئے اور حاکم اور دار قطنی کی ہر دو احادیث میں جو کچھ نقص سند تھا وہ بروایت عبد الرزاق رفع ہو گیا تو چاروں سے قدر مشترک یہ ثابت ہوا کہ قرأت مع الامام نہیں ہونی چاہیے سو اب سوچ لو کہ علامہ شوکانی کا فہم کہ مقتدی مع الامام پڑھ لیا کرے کسقدر دور از صواب ہے نہ ابو ہریرہ راوی کا یہ مسلک ہے اور نہ احادیث مرفوعہ سے یہ مدرک سو یہ

Marfat.com

دوسرا افترا ہے جو ابو ہریرہ کے ذمّہ لگایا جاتا ہے جیسا کہ پہلا افترا یہ تھا کہ ابو ہریرہ سری و جہری دونون مین مجوز ہین کہ مقتدی پڑھا کرے اب ارباب فہم سے اُمید ہے کہ علامہ شوکانی کی غلط کاری اور انکی اتباع کی کج رفتاری کو یاد رکھین اور انکے دام تحریر مین نہ پھسین کہ اُنکی لن ترانیان محض بانگ دہل ہین۔ یہان پہونچکر شاید کسی مانع قرأت کو یہ خلش پیدا ہو کہ اگرچہ احادیث و اثر مذکورہ بالا کی تصحیح و تحسین سے اور انمین باہم تطبیق و توفیق سے امام شوکانی کے زعم فاسد کا اظہار بدرجہ اتم ہو گیا مگر ہم پر بھی یہ الزام عاید ہو گیا کہ ہم لوگ کیون امام سے مقدم و موخر فاتحہ نہین پڑھتے آخر جب یہ احادیث حسن یا صحیح ہین تو انکے معمول بہا ہونے کے معنی کیا ہین سو سنئے چونکہ اپنا اور اپنے اساتذہ کا ایسے مسائل مختلف فیہا مین مسلک توسط ہے اور ہر طالب حق کے لئے ایسا ہی ہونا امثل و افضل ہے اسلئے یہ کبھی پسند نہین ہوا کہ فریق مقابل کے متمسکات مین اگرچہ ضعف سند ہو تو اُسکی تضعیف مین ہی ہمت لگائی جاوے اور اسکو اپنے غلبہ کی حجت ٹھہرائی جاوے بلکہ انصاف اسکو مقتضی ہے کہ چونکہ استدلال بالضعیف کچھ نہ کچھ ہر دو فریق مین مشاہد و مُعاین ہے تو جیسے اپنی متمسک ضعیف کی تائید و اعتضاد کی تلاش و فکر ہوتی ہے ایسے ہی دوسرے فریق کے مستدل ضعیف مین بھی ہونی چاہیئے ہان بعد اُسکے تقویت کے اگر اپنی طرف سے کوئی جواب بن سکتا ہے تو دیا جاوے اس طرح کا جواب نہایت ہی تشفی بخش اور دلپذیر ہوتا ہے سو ہمنے یہان بھی راہ اعتساف کو چھوڑ کر طریقہ انصاف اختیار کیا ہے اور اس خفیف سے ضعف سندی کو ترک حدیث کے لئے حجت کافی نہین سمجھی بلکہ اُس ضعف کو دوسری حدیث حسن کی تائید سے مرفوع سمجھا اور پھر چونکہ یہ احادیث و آثار فریق مخالف کے مقبول دلائل سے ہین اسلئے ہمنے انکو الزامی جواب دیا کہ ان دلائل سے تو مقتدی کا امام سے آگے پیچھے پڑھنا نکلتا ہے تمنے محض اپنی رائے سے امام کیساتھ کیون پڑھنا جائز رکھا پھر چونکہ یہ احادیث اُنکے نزدیک تو محکمہ غیر منسوخہ ہین اسلئے اُن پر تو ان احادیث کے ذریعہ الزام خلاف حدیث قایم ہوا مگر ہمارے نزدیک اگرچہ یہ احادیث حسن لغیرہ ہین مگر منسوخ الحکم ہین اسلئے ہمپر خلاف حدیث کا الزام عاید نہین ہو سکتا باقی اسکے نسخ کے دلائل شرح و بسط کے ساتھ تو آگے آوینگے مگر یہان اتنا اشارہ کافی ہے کہ یہ احادیث بلحاظ عموم الفاظ تو مطلق نمازون سے متعلق معلوم ہوتی ہین مگر سیاق عبارت کے لحاظ سے یہ جہری نمازون سے متعلق ہین سو جہری نماز مین تو خود ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو کے نزدیک

۵ اہلحدیث کی طرف سے ایک شبہ کی تقریر ۱۲

تمہید جواب ۱۲

۶ شبہ مذکورہ ... اضافہ ... نہین ...

Marfat.com

بھی جو ان احادیث کے راوی ہین یہ احادیث منسوخ ہین چنانچہ اثر ابی ہریرہ بحوالہ بیہقی اور اثر عبداللہ بن عمرو بحوالہ امام بخاری و طحاوی ہم اوپر لکھ آئے ہین جواب سابق مین انکو مکرر ملاحظہ کرو علاوہ برین حدیث ابی ہریرہ بھی جسمین جہری نماز مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اور لوگون کا نماز جہری مین وراء الامام قرأت سے باز آجانا مذکور ہے وہ بھی اوپر مذکور ہولی ہے سو وہ بھی نسخ مذکور کے لئے حجت کافی ہے باقی اُسکی بحث مبسوط آگے بھی آنیوالی ہی البتہ سری نماز مین قرأت مقتدی کا منسوخ ہونا ابوہریرہ کے نزدیک نہین ہی سو اسکا جواب ہم فصل ثانی کے بعد دینگے الحاصل چونکہ قرأت مقتدی مطلقاً نماز و نمین ہمارے نزدیک منسوخ ہی تو احادیث مذکورہ باقی الحکم نہین ہین تو ہمپر خلاف حدیث کا الزام ہرگز عاید نہین ہو سکتا ہی اب امام شوکانی کی تیسری غلطی کا اظہار لیجئے - وہ یہ سمجھے کہ ابوہریرہ کی غرض استدلال بحدیث مقاسمۃ سے یہ ہی کہ قرأت مقتدی واجب ہے سو یہ بھی علامہ مذکور کی غلط فہمی ہے ابوہریرہ کے نزدیک وہ ہرگز واجب نہین ہے بلکہ مباح و مستحب ہے انہون نے فضیلت مندرجہ حدیث مقاسمہ کے لئے پڑہنے کا حکم دیا ہے وہ بھی قرأت امام سے آگے پیچھے سو ابوہریرہ پر نہ آیت انصات کے خلاف کا الزام ہے اور نہ اپنی حدیث مروی اذا قرء فانصتوا کے خلاف کا الزام عاید ہے کیونکہ آیت مذکورہ اور اس حدیث سے مع الامام قرأت کی ممانعت نکلتی ہے اور ابوہریرہ امام سے مقدم و موخر پڑہنے کے مجوز ہین وہ بھی سری مین اور یہ تجویز خود اُنکا ایک اجتہادی امر ہے سماعی نہین ہی والمجتہد معذور بل ماجور اب ہمارے اس دعوے کی دلیل کہ ابوہریرہ کے نزدیک قرأت واجب نہین ہے ملاحظہ فرمائے کنز العمال مین ہی کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ مین ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کل صلوۃ لا یقرأ فیہا بام القران فہی خداج الا صلوۃ خلف الامام اور نیز ابوسعید خدری سے کتاب القراۃ مین اس طرح روایت کیا ہے سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل خلف الامام لا یقرأ شیئاً ایجزیہ قال نعم اگرچہ اُس حدیث کے امام بیہقی نے تضعیف کی ہے جسپر بلا ملاحظہ سند اطمینان نہین ہی مگر یہ اور دلایل کثیرہ سے بھی موید ہے جسکی تفصیل آیندہ آویگی یہان تو صرف ابوہریرہ کی روایت کی تائید مقصود ہے اور ظاہر ہے کہ ضعیف حدیث حدیث صحیح کی تقویت کے لئے کارآمد ہو سکتی ہے علاوہ برین اقرا بہا فی نفسک صیغہ امر ہے جسکا استعمال اباحت و استحباب و وجوب مین آتا ہے تو انکا یہ دعوی کرنا کہ یہ امر ایجابی ہے ایک اپنی رائے محض ہے اور حدیث ضعیف اسکو غیر ایجابی

Marfat.com

ثابت کرتی ہو تو بمقابلہ راے محض کے حدیث ضعیف تو ہر طرح قابل استناد ہو چہ جائیکہ اُسکے مویدات
احادیث صحاح ہون چنانچہ وہ صحاح آگے مذکور ہونگی بہرنہج یہ حدیث ابو سعید کیسی ہے کیون نہو اصل
مدعا کے ثابت کرنے کے لئے حدیث ابوہریرہ ہی کافی ہو سو جب ابوہریرہ نے خود رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہ سن لیا کہ بلا قرأت مقتدی کے اُسکی نماز ناقص نہین ہے تو قرأت مقتدی کو وہ واجب
کیسے کہہ سکتے تھے اور جب یہ ہے تو اُسکا امر ابوہریرہ کی طرف سے غایت استحباب کے لئے ہوگا
سو یہی ہمارا مدعی تھا کہ ابوہریرہ کے نزدیک واجب نہین ہے مباح یا مستحب ہے خیر امام شوکانی کی تینون
غلطیان جب مثل روز روشن آشکارا ہوگئین تو اس حدیث سے وجوب قرأت مقتدی پر استدلال اُنکا
کسی طرح صحیح نہوا نہ صدر حدیث سے جو بلفظ من صلی ہے کہ اُسکے متعلق ہم پہلی حدیث مین بہت کچھ
لکھ چکے ہین اور نہ آخر حدیث سے جسکی حقیقت اب ہمنے ظاہر کی والحمد للہ علی ما ھدانی لما اختلف
فیہ من الحق واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ازانجملہ یہ حدیث ہو جسکو امام بیہقی نے کتاب حدیث ہشتم
القراۃ مین نقل کیا ہو دیکھو جمع الجوامع علامہ سیوطی کی عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام۔ قال اسنادہ صحیح
والزیادۃ التی صححۃ فیہ مشھورۃ من اوجہ کثیرۃ ۔ تا وقتیکہ اسکی پوری اسناد پیش نظر نہو
معلوم نہین ہو سکتا کہ یہ دعوی صحت اسناد صحیح ہے کہ نہین ناظرین رسالہ اس سند کی تلاش فرماوین
بندہ بوجہ بے سروسامانی معذور رہے ہان یہ دعوی کہ یہ زیادت لفظ خلف الامام کی صحیح ہے اور طرق
کثیرہ سے مشہور ہے محل تامل ہے کیونکہ اگر اُس سے یہ مراد ہے کہ یہ زیادت عبادۃ کی حدیث مین طرق کثیرہ سے
ثابت ہے تو ہرگز صحیح نہین ہے کیونکہ یہ حدیث صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث مین اس زیادت سے خالی ہو
اس لحاظ سے تو یہ زیادت شاذہ ہوئی تو پھر یہ سند صحیح کیسے ہو سکتی ہو کیونکہ باتفاق محدثین حد صحیح
وحسن مین یہ قید ملحوظ ہے کہ شذوذ اور علت قادحہ مخفیہ سے وہ خالی ہو چنانچہ تعریف حسن وصحیح مین یہ
جملہ ذکر کرتے ہین وسلم عن شذوذ وعلۃ پھر معلوم نہین کہ باوجود اس شذوذ کے علامہ بیہقی نے
کیون اس سند کی صحت کا دعوی کیا شاید اسوجہ سے کہ انکے مذہب کی یہ حدیث موید ہے چنانچہ
جوہر نقی کے ملاحظہ سے اسکا پتہ چلتا ہے کہ امام بیہقی ایسے دعاوی سقیمہ تعصب مذہبی سے اکثر کرتے
ہین جسکی حقیقت صاحب جوہر نقی نے ظاہر کی ہے اور اگر علامہ کی یہ مراد ہے کہ یہ زیادت خلف الامام

حدیث عبادہ مین لفظ خلف الامام شاذ مردود ہے اور دعاوی بیہقی دیکھو کیسے ہین

Marfat.com

عبادہ کے سوا اور صحابہ کی روایت مین کثرت کے ساتھ مروی ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ صرف ابی امامہ کی روایت مین تو یہ زیادت معلوم ہوئی جسکا ذکر آگے آتا ہے اور کسی کی صحیح روایت مین اسکا پتہ نہین تو اُن صحابہ کثیرہ کی روایت پیش کرنی چاہیے مگر شاید اُنکی غرض یہ ہو کہ اس مضمون کی تائید اور بہت سی روایات سے ثابت ہو تو فی الجملہ یہ صحیح ہے مگر اصطلاح محدثین مین اس تائید سے کوئی متن خاص صحیح نہین کہلا سکتا ہے تاوقتیکہ اس متن کا طریق صحیح سے مروی ہونا ثابت نہو ہان اس قسم کی بحث وظیفہ فقہاء ہے جو اثبات مطالب مین وہ کیا کرتے ہین کیونکہ اُن کی نظر ثبوت نفس الامری پر ہوتی ہے اور محدثین کی نظر ثبوت سندی پر اور ظاہر ہے کہ ان دونون ثبوتون مین تلازم نہین ہے بلکہ عموم من وجہ کی سی شان ہے بالجملہ یہ حدیث اس زیادہ کے ساتھ بقاعدہ محدثین تو کسی طرح صحیح نہین ہوسکتی مگر اصل حدیث جو اسقدر ہے کہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب صحیح ہے مگر زیادت مذکورہ بوجہ جواز روایت بالمعنی کی اسمین داخل ہوگئی ہے کیونکہ عبادہ کی اصل حدیث وہ ہے جسکے یہ لفظ ہین لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا سو جن رواۃ نے جملہ اخیر کی عموم مین مقتدی کو بھی داخل سمجھا چنانچہ یہی متبادر ہے تو انہون نے یہ ظن کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ ہے کہ مقتدی کی نماز بھی بلا فاتحہ کے نہوگی اسلیئے وہ روایت بزیادت خلف الامام بیان کردی سو اُنکے ظن کے لحاظ سے اُن پر شرعاً کوئی الزام نہین ہے مگر یہ ظن اُنکا نفس الامر مین صحیح نہین ہو جسکا ثبوت ہم آیندہ حدیث عبادہ کی بحث مین نہایت مدلل دینگے تو یہ زیادت جیساکہ سنداً ثابت نہین ہو نفس الامر مین بھی ثابت نہین ہو تو اس سے استدلال بھی صحیح نہوگا نہ بقاعدہ محدثین اور نہ بقاعدہ فقہاء - از انجملہ یہ حدیث ہے جسکو بیہقی نے کتاب القراۃ مین روایت کیا اور کنز العمال مین وہ منقول ہے عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یقرأ خلف الامام فصلوتہ خداج یہ حدیث اور اس سے پہلے حدیث موجبین قرأت مقتدی کے نزدیک اپنے دعوی کے ثبوت مین نہایت معتبر و محکم دلیل ہے مگر پہلے حدیث کا حال تو ابھی معلوم ہوچکا ہے کہ وہ صحیح نہین ہے اب اسکا حال سنیئے اول تو بلا ملاحظہ سند اسکی صحت مین کلام ہے دوسرے اگر یہ ابی امامہ بن سہل ہے تو اُسکا سماع رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہو تو یہ حدیث مرسل ہوئی جو اہل حدیث کے نزدیک حجۃ نہین ہے تیسرے یہ حدیث بھی مثل حدیث سابق کے شاذ ہو اور زیادت

Marfat.com

خلف الامام بحسب ظن رواۃ ہے کہ روایت بالمعنی مین ایسا تغیر الفاظ حدیث مین کمیاب نہین ہی ماہران حدیث پر پوشیدہ نہین ہے اصل الفاظ اس حدیث کے وہ ہین جو خطیب بغدادی نے نقل کئے ہین عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج غیر تمام اور یہ وہی متن ہی جو عائشہ وابو ہریرہ وعلی وابن عمرو سے اوپر منقول ہو چکا ہے سو چونکہ بعض رواۃ نے اسکو مقتدی وغیر مقتدی کے حق مین عام سمجھا اسلئے اسکو بالفاظ بالا نقل کردیا مگر یہ ظن انکا ٹھیک نہین ہے کیونکہ خود بیہقی نے اسی کتاب القراۃ مین ابو ہریرہ سے مرفوعا نقل کیا ہے کل صلوۃ لا یقرأ فیھا بام القران فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام سو اس حدیث ابی ہریرہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ جن جن راوی نے اس حدیث کو بدین الفاظ عامہ نقل کیا ہے اسمین مقتدی داخل نہین ہے مگر جسنے اسکو داخل سمجھا اُسنے اپنے خیال کے موافق اسکو بزیادت لفظ خلف الامام بھی روایت کردیا سو استدلال قول رسول علیہ السلام سے تو بیشک درست ہے مگر کسی کے ظن وخیال سے اگرچہ وہ صحابی کا ظن وخیال ہو حجت نہین ہے معہذا یہ تغیر الفاظ معلوم نہین کہ ابی امامہ کی طرف سے ہے یا نیچے درجہ کی رواۃ مین سے کسی کی طرف سے ہے سو اسکو اثر صحابی بھی حتماً نہین کہہ سکتے تاکہ اسکو حکماً مرفوع کہہ سکتے الغرض یہ حدیث ابی امامہ یا اُس سے پہلے حدیث عبادہ بزیادت خلف الامام بقاعدہ محدثین صحیح نہین ہے کیونکہ یہ دونون شذوذ سے خالی نہین ہین حالانکہ حد صحیح مین یہ داخل ہی کہ وسلم عن شذوذ وعلۃ اسلئے اس سے استدلال ناتمام ہی اور اگر بالفرض یہ دونون حدیثین صحیح بھی ہون جیسا کہ زعم مستدلین ہے تب بھی یہ استدلال کے لئے کافی نہین ہین کیونکہ انکا معارض صحیح موجود ہے بیہقی نے کتاب المعرفۃ مین وہ حدیث ابی ہریرۃ مرفوع جو ابھی چند سطور پہلے گذر چکی ہی روایت کی ہے اور اسیوجہ سے ابو ہریرۃ کے نزدیک قرات مقتدی واجب نہین ہے نہ جہری مین اور نہ سری مین ہان سری مین جائز ہے وہ بھی بغرض حصول اُس فضیلت کے جو حدیث مقاسمۃ مین مندرج ہے اور ظاہر ہے کہ یہ انکا اجتہاد ہے اگر ابو ہریرہ سری نماز مین بھی انکار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سن لیتے تو سری مین بھی جائز نفرماتے مگر آپ کا انجام کار سری مین بھی انکار ثابت ہی اُسکے دلائل کثیرہ تو آگے ذکر ہونگے مگر یہان ایک حدیث ذکر کیجاتی ہی اسکو کنز العمال مین امام بیہقی کی کتاب القرأۃ سے نقل کیا ہے عن عمر بن الخطاب قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

یوماً صلوۃ الظہر فقرأ رجل من الناس فی نفسہ قال ہل قرأ معی احد منکم قال ذلک
ثلاثاً فقال لہ الرجل نعم یا رسول اللہ انا کنت اقرأ سبح اسم ربک الاعلی
قال مالی انازع القرآن اما یکفی احدکم قراۃ امامہ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا
قرأ فانصتوا یہ قصہ اور وہ قصہ جسکو عمران بن حصین نقل کرتے ہین اور صحیحین مین وہ منقول ہے جدا
جدا ہین اگرچہ دونون نماز ظہر مین سبح اسم ربک کے متعلق ہین کیونکہ اسمین سراً پڑھنا مذکور ہے اور
اسی واسطے یہان سوال بلفظ ہل قرأ معی منقول ہے اور اُس دوسری مین جہراً پڑھا تھا اسی واسطے
اُس مین ایکم قرأ یا ایکم القاری سے سوال ہوا اور ظاہر ہے کہ ہل ضرب احد اور ایکم ضرب مین یہ فرق
ہے کہ پہلی صورت مین سائل کو فعل مسند کا علم ہی نہین ہوتا ہے اور دوسری صورت مین فعل مسند
کا علم ہوتا ہے مگر تعیین فاعل مسند الیہ کی معلوم نہین ہوتی اسلئے بنابر تعیین فاعل ایکم سے سوال ہوتا
ہے چنانچہ علم المعانی والبیان مین یہ فرق مدلل و مشرح ہے سو اس قصہ مین چونکہ کسی نے سراً پڑھا تھا
پڑھنا آپکو معلوم نہوا اسلئے ہل قرأ سے سوال فرمایا اور وہان چونکہ جہراً پڑھا تھا تو پڑھنا تو معلوم ہو گیا
مگر تعیین قاری معلوم نہ تھی اسلئے بغرض تعیین فاعل ایکم قرأ سے سوال فرمایا پھر اصل حال معلوم ہونے
پر آپ نے انہین الفاظ سے انکار فرمایا جن الفاظ سے جہری نماز مین انکار فرمایا تھا چنانچہ ترمذی
وغیرہ مین وہ انکار بدین الفاظ ہی منقول ہے پھر قراۃ امام کی ناکافی سمجھنے پر انکار فرمایا جس سے خوب معلوم
ہوگیا کہ قراۃ امام خواہ فاتحہ ہو یا سورۃ سب مقتدیون کی طرف سے شرعاً کافی ہے پھر صراحۃً حکم فرمایا کہ
قرأت امام کیوقت سب مقتدی چپ رہین اسی واسطہ عمر فاروق کا مسلک علی الاصح یہی ہے کہ مقتدی
ہر قسم کی نماز مین ساکت یعنی صامت رہے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ مین یہ دو اثر صحیح منقول ہین کنز العمال
سے اسکو ہمنے نقل کیا ہے عن رجل قال عہد الینا عمر بن الخطاب ان لا نقرأ مع الامام وعن
عمر قال وددت ان الذی یقرأ مع الامام فی فیہ حجر۔ یہان ایک بات باور رکھنے کے قابل ہے
جو آیندہ مباحث مین نہایت کار آمد ہوگی وہ یہ ہے کہ مدعیان حدیث کا زعم ہے کہ امر استماع و انصات
وہان ہی ہوتا ہے جہان امام وغیرہ قرأت بالجہر کرتے ہون اور جہان امام وغیرہ قاری بالسر ہون
وہان امر استماع و انصات نہین ہوتا بلکہ اس حالت مین ایسے امر کو لغو و بیہودہ خیال کرتے ہین
اسی بنا پر حدیث ابی ہریرہ و ابی موسیٰ واذا قرأ فانصتوا مین وہ تمشیۂ مذہب کے لئے یہ تاویل

ط
یہ فرق بیانی عند البلغاء بدیہیات سے ہے اسکو ذہن نشین رکھو بہتیرا اہلحدیث اس سے ناواقف ہین ۱۲ منہ

Marfat.com

کہتے ہین کہ یہ جہری نماز کے متعلق ہے حالانکہ یہ تاویل خود مہمل و بیہودہ ہے خود ابو ہریرہ راوی حدیث کے نزدیک بھی یہ تاویل ناروا ہے اسی لئے وہ سری نماز مین امام سے مقدم و موخر پڑھنا جائز سمجھتے ہین نہ کہ مع الامام چنانچہ اوپر اُنکا یہ مسلک جزء القراۃ سے منقول ہوچکا ہے سو یہ اُنکا زعم فاسد اس حدیث عمری سے رد ہوتا ہے دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس قصہ مین قاری بالسر تھے کہ نماز ظہر تھی اور اُس نے بھی سراً پڑھا اور پھر بھی آپنے فاذا قرأ فانصتوا ارشاد فرمایا تو معلوم ہوا کہ امر انصات جہری و سری دونون صورت مین شرعاً ہوتا ہے اسکو بیہودہ بتانے والا خود بیہودہ ہے۔ دوسری بات اس سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ منازعت قرآنی جو موجب خلجان امام ہے مقتدی کے جہراً پڑھنے سے بھی حاصل ہوتی ہے اور سراً پڑھنے سے بھی تو امام شوکانی کا یہ ادعا کہ منازعت قرآنی جہر بالقرأت مین ہوتی ہے اور یہی شرعاً منہی عنہ ہے قرأت بالسر مین منازعت نہین ہوتی اور وہ شرعاً ممنوع نہین ہے محض غلط ہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے چنانچہ وہ نیل الاوطار مین لکھتے ہین۔ لان الکلام فی قراۃ الموتم خلف الامام سراً و المنازعۃ انما تکون مع جهر الموتم لا مع اسرارہ باقی مدعیان حدیث کا یہ کہنا کہ اس حدیث سے قرأت سورہ کا ممنوع ہونا معلوم ہوا نہ کہ فاتحہ کا خود تخصیص بالرائے ہے کیونکہ اس صورت مین قرأت بالسر آپکو موجب خلجان ہوئی اور بعد دریافت کے یہ معلوم ہوا کہ سبح اسم ربک پڑھتا تھا تو کیا فاتحہ بالسر پڑھنا موجب خلجان نہوگا ضرور ہوگا اسی وجہ سے آپنے صراحۃً علی الاطلاق حکم سکوت ارشاد فرما دیا اب امام شوکانی سے اگر ممکن ہو تو کوئی پوچھے کہ کیون اس قرأت سری پر انکار ہوا وہ تو موجب منازعت نہ تھی باقی دعوائے تخصیص ایک لفظ ہے کہ ان حضرات نے سن لیا ہے اُسکی حقیقت سے ہنوز نا آشنا ہین سو سنو کہ مخصص کے لئے موخر ہونا ضروری ہے سو مدعیان حدیث پہلے اپنے مزعومی مخصص کا موخر ہونا اس حدیث سے تو ثابت کرلین بعد مین تخصیص کا نام زبان پر لائین مگر لا یاتون بہ ولو کان بعضهم علی بعض ظهیرا اگر ہم خدا چاہے احادیث ممانعت کا موخر ہونا احادیث اباحت سے آیندہ شرح کر دینگے کیقدر منتظر رہنا چاہئے یہ قاعدہ امام بخاری و ابو داود و دیگر محدثین کا مسلمہ ہے کہ انما یوخذ من امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاخر فالاخر افسوس ہے کہ آج کل کے مدعیان حدیث اس قاعدہ کو بیان تو کرتے ہین مگر برتتے نہین ہین بلکہ

امام شوکانی کا یہ ادعا بھی غلط اور خلاف حدیث ہے

Marfat.com

بلکہ امام شوکانی تو اسکے خلاف اپنے نو ایجاد بے سند قاعدہ کے پابند ہین کہ لکھتے ہین الخاص یقضی علی العام اور یا بناء العام علی الخاص ضروری جسکا خلاصہ یہ ہے کہ خاص خواہ عام سے مقدم ہو یا موخر اُسپر عمل کرنا ضروری ہی عام کا اثر اسپر نہین ہوگا اُسکے ماسوا پر حکم عام پہونچیگا مگر یہ قاعدہ نہایت بیہودہ ہے قرآن و حدیث سے ہرگز مستنبط نہین ہے لیجئے آیت قرآنی والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قروء نص خاص ہے اور مقدم ہے اور آیت واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن نص عام ہے کہ معتدۃ الطلاق اور معتدۃ الوفات کو شامل ہے اور موخر بھی ہے تو چاہیے کہ اسکا اثر پہلے نص خاص پر عائد نہو اور بدستور سابق ہر مطلقہ حاملہ و غیر حاملہ کی عدت تین حیض ہی ہون حالانکہ یہ شوکانی کے مذہب کے بھی خلاف ہے فن حدیث مین علاوہ بحث رجال کے نصوص متعارضہ کا تقدم و تاخر دریافت کرنا فرض اہم ہے جسپر اصابۃ حق موقوف ہے مگر افسوس ہے کہ مدعیان زمانہ اوّل تو فہم و فراست سے خالی ہین دوسرے اوائل پر بھروسہ کرکے ایسی تحقیقات دقیقہ سے غافل ہین پھر اصابۃ حق حاصل ہو تو کیسے ہو

فصل دوم

یہانتک تو ہمنے وہ احادیث ستہ لکھین جنسے وجوب قرأت مقتدی پر استدلال صحیح نہین تھا کیونکہ مقتدی اُن احادیث کے حکم مین داخل ہی نہین تھا اب وہ احادیث لکھتے ہین جنمین صراحۃً حکم ہے کہ مقتدی کچھ پڑھا کرے اور وہ بعد نزول آیت استماع فرمودہ شارع علیہ السلام ہین مگر وہ احادیث درحقیقت منسوخ الحکم ہین اسلئے انجام کار ان سے بھی استدلال صحیح نہین ہوگا کیونکہ استدلال کے لئے وہ ہی آیات و احادیث کارآمد ہوسکتی ہین جو آخر تک منسوخ نہوئی ہون سو اوّل یہ حدیث ہے اسکو بیہقی و عبدالرزاق و احمد نے اپنی اپنی مؤلفات مین روایت کیا ہے۔ عن ابی قلابۃ عن محمد بن ابی عائشۃ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلکم تقرأون و الامام یقرأ مرتین او ثلاثا قالوا یا رسول اللہ انا لنفعل قال لا تفعلوا الا ان یقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب دوسرے یہ حدیث ہے اسکو بخاری نے جزء القرأۃ مین اور بیہقی کتاب القرأۃ مین اور دوسرون نے روایت کیا ہے۔ عن ابی قلابۃ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلے باصحابہ فلما قضی صلوتہ اقبل علیہم بوجہہ فقال أتقرأون فی صلوتکم خلف الامام والامام یقرأ فسکتوا فقالہا ثلاث مرات فقال قائل او قائلون انا لنفعل قال فلا

فصل دوم ... احادیث ... مقتدی ... قرأت خلف ...

حدیث اول

حدیث دوم

حدیث سوم تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ۔ سوم یہ حدیث ہے اسکو حاکم نے مستدرک مین
عبادۃ بن الصامت سے نقل کیا ہے اور طبرانی نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے۔ ھل تقرأون
حدیث چہارم القران اذا کنتم معی فی الصلوۃ فلا تفعلوا الا بام القران۔ چہارم یہ حدیث ہے جسکو طبرانی نے
بروایت ابن عمر عبادۃ الصامت سے روایت کیا ہے۔ ھل تقرأون خلفی شیئا من القران لا تفعلوا
حدیث پنجم الا بام القران سرا فی انفسکم۔ پنجم یہ حدیث ہے اسکو بیہقی نے کتاب القراۃ مین روایت کیا ہے
عن قتادۃ بن النعمان قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھل تقرأون القران اذا
حدیث ششم کنتم معی فی الصلوۃ قلنا نعم یا رسول اللہ قال فلا تفعلوا الا بام القران۔ ششم یہ حدیث
ہے اسکو احمد و عبد بن حمید و ابو یعلی و سعید بن منصور و بیہقی نے ابی قتادہ سے روایت کیا ہے اتقرأون
حدیث ہفتم خلفی فلا تفعلوا الا بام القران۔ ہفتم یہ حدیث ہے اسکو ابن عدی نے اپنی کامل مین اور بیہقی نے کتاب
القراۃ مین نقل کیا ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال صلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ ثم اقبل
بوجہہ علینا فقال اتقرأون خلف الامام بشئ فقال بعضہم نقرء وقال بعضہم لا نقرأ فقال اقرأوا
حدیث ہشتم بفاتحۃ الکتاب۔ ہشتم یہ حدیث ہے اسکو بیہقی نے کتاب القراۃ مین ابن عمر سے روایت کیا ہے عن رجاء
بن حیوۃ عن عبداللہ بن عمر قال صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھل
تقرأون القرآن معی اذا کنتم معی فی الصلوۃ قالوا نعم قال فلا تفعلوا الا بام القران
حدیث نہم نہم یہ حدیث ہی اسکو بھی بیہقی نے کتاب القراۃ مین روایت کیا ہے۔ عن عبداللہ بن عمرو بن
العاص قال صلینا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلما انصرف قال لنا ھل تقرأون
معی اذا کنتم فی الصلوۃ قلنا نعم قال فلا تفعلوا الا بام القران۔ دہم یہ حدیث ہے ابن
حدیث دہم ابی شیبہ نے اسکو اپنے مصنف مین روایت کیا ہے۔ حدثنا ھشیم قال اخبرنا خالد عن ابی
قلابۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ ھل تقرأون خلف امامکم فقال
بعض نعم وقال بعض لا فقال ان کنتم لا بد فاعلین فلیقرأ احدکم فاتحۃ الکتاب
فی نفسہ۔ اس قسم کی احادیث اور بھی ہین مگر تلک عشرۃ کاملۃ اثبات مدعی کے لئے کافی ہین انکو ہمنے
کنز العمال سے نقل کیا ہے اسمین تین امور غور طلب ہین اول یہ کہ بلحاظ سند یہ احادیث کیسی ہین
دوم یہ کہ ان احادیث سے قرات فاتحہ کی اباحت نکلتی ہے یا اسکا ایجاب سوم یہ کہ جو کچھ اس سے

ثابت ہوا وہ آخر تک دایم وقایم رہا یا ور منسوخ ہوا سوامر اول کی بابتہ گذارش ہے تا وقتیکہ
وہ کتابین پیش نظر نہون جنسے یہ احادیث لی گئین کوئی حتمی حکم نہین لگا سکتے کہ یہ صحیح ہین یا ضعیف
مگر چونکہ کنز العمال مین انکی تضعیف کی طرف کوئی اشارہ نہین اسلئے ظاہر یہ ہے کہ صحیح ہونگی البتہ
حدیث دوم یعنی حدیث ابی قلابہ عن انس کو بیہقی و دارقطنی نے غیر محفوظ بتایا ہی اور ابن حبان نے
اسکو اور اس سے پہلی کو دونون کو صحیح قرار دیا ہے اور وجہ اس اختلاف کی یہ ہے کہ اسکو ابو قلابہ سے
روایت کرنے والے دو ہین ایک خالد الحذاء اور ایک ایوب سو خالد نے اسکو ابی قلابہ عن محمد بن ابی
عایشہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرفوعا روایت کیا ہے اور نیز عن ابی قلابہ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم مرسلا بھی روایت کیا ہے اور ایوب نے عن ابی قلابہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا ہی روایت
کیا ہے چنانچہ ایوب کے اکثر تلامذہ ان سے مرسلا ہی روایت کرتے ہین مگر ایک تلمیذ ایوب کے عبید اللہ بن عمرو
الرقی ایوب سے عن ابی قلابہ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرفوعا بیان کرتے ہین سو بیہقی بوجہ تفرد
عبید اللہ رقی د خلاف دیگر تلامذہ ایوب کے اس مرفوع کو معتبر نہین سمجھتے ہین اور ابن حبان بوجہ ثقہ ہونے
عبید اللہ کے اس رفع کو معتبر جانتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ ایوب نے اسکو مرسلا بھی روایت کیا جو
دیگر تلامذہ نے سنا اور مسندا بھی روایت کیا جو عبید اللہ نے سنا محدثین کے نزدیک یہ مسلمہ ہے الثقة
قد یرسل مرة و یرفع اخرای سو دونون طریقے مرسل و مرفوع معتبر ہین خیر جو رائے بھی صحیح ہو اُسکے
مرسل صحیح ہونے مین قایل نہین بکثیر دیگر روایات مرفوعہ سے موید بھی ہے تو اُسکا معتبر و حجة ہونا ہی
ارجح ہے اور حدیث عاشر ابن ابی شیبہ کی مرسل صحیح ہے دارقطنی نے اسکو کتاب العلل مین صحیح
کہا ہے پھر یہ تینون روایات باعتبار متن حدیث کے ایک ہی ہین تعدد طرق سے تین حدیثین شمار
کیجاتی ہین سو ان مین سے ایک کا بھی صحیح ہونا نفس الامر مین تینون کی صحت کو مستلزم ہی بالجملہ یہ احادیث
ابی قلابہ و دیگر بقیہ روایات مذکورہ ظاہرا صحیح و حسن ہین اگر بعد تنقید کوئی ضعیف بھی نکلے تو سارے
تو ضعاف نہونگے تو ضعیف موید بالصحیح بھی درجہ حسن کو پہونچکر قابل اعتبار ہوجاتی ہی - رہا امر دوم
یعنی یہ کہ ان سے اباحت فاتحہ نکلتی ہے یا ایجاب فاتحہ سو اکثر مدعیان حدیث کا زعم تو یہ ہی ہے کہ
ان احادیث سے ایجاب فاتحہ مفہوم ہوتا ہے مگر یہ زعم سراسر غلط اور بے بنیاد ہے نہ قواعد لغت سے
یہ ثابت اور نہ آیات و احادیث سے یہ مستنبط محض حسن ظن مشربی ہے یہ خیال فاسد انکے ذہنو مین

۴ امر اول یعنی حال سند کا بیان ۱۴۰

۵ امر دوم یعنی اسکا کہ متون حدیث سے کیا مفہوم ہوتا ہے بیان ۱۴۲

جم گیا ہے اب ہم اسکی حقیقت کھولتے ہین۔ نحو کی چھوٹی کتابون سے لیکر بڑی کتابون تک سب مین یہ مشرح ہے کہ مستثنیٰ کا حکم مستثنیٰ منہ کے خلاف ہوتا ہے اگر مستثنیٰ منہ مثبت ہوتا ہے تو مستثنیٰ منفی ہوجاتا ہے اور اگر پہلا منفی ہو تو یہ مثبت بنجاتا ہے سو چونکہ اہل لسان کے نزدیک یہی دو حکم ہین اثبات و نفی اسلئے انہون نے اسیقدر تشریح کی کہ مستثنیٰ کا حکم اپنے ماقبل کے حکم سے اثبات و نفی مین مخالف ہوتا ہی مگر اصطلاح شریعت مین چونکہ اس حکم لغوی کے سوا اور بھی پانچ احکام ہین اباحت و استحباب و وجوب و حرمت وکراہت سو اگر آیات و احادیث مین کوئی کلام مشتمل بر مستثنیٰ وارد ہو تو اُسمین علاوہ اثبات و نفی کے اختلاف کے ان احکام خمسہ کے لحاظ سے بھی اختلاف ہوگا یعنی اگر مستثنیٰ منہ واجب ہوگا تو مستثنیٰ واجب نہوگا اور اگر پہلا حرام ہو تو دوسرا حرام نہوگا وقس علی ہذا سو اتنی بات تو ضروری ہے ادنیٰ طفل مکتب بھی اسکو سمجھتا ہی مگر غور طلب یہ ہی کہ نصوص شرعیہ مین چونکہ ہر مستثنیٰ منہ ضرور ان احکام خمسہ مین سے ایک حکم خاص رکھتا ہوگا تو مستثنیٰ کا یہ حکم خاص تو لامحالہ نہوگا مگر بقیہ احکام اربعہ مین سے کوئی حکم اُسکے لئے ثابت ہونا چاہئے سو وہ کونسا حکم ہے اسکا دریافت کرلینا ہر کس و ناکس کا کام نہین ہے اگر کوئی اُن احکام اربعہ باقیہ مین سے ایک حکم مستثنیٰ کے لئے ثابت کرے تو دوسرا شخص کہہ سکتا ہے کہ اسکے تعیین کی کیا وجہ ہے ہم تو دوسرا اور کوئی حکم اُسکے لئے ثابت کرتے ہین اسی طرح تیسرا شخص ان دونون کے خلاف تیسرا حکم اور چوتھا شخص چوتھا حکم ثابت کریگا تو عجب ایک خلافی کشمکش پیدا ہوگی اور ظاہر ہے کہ نفس الامر مین ایک کا قول ہے صحیح ہوگا سو بیوجہ تو کسی کا قول بھی قابل پذیرائی نہین ہے سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہی

نگفتہ ندارد کسے با تو کار + ولیکن چو گفتی دلیلش بیار +

ہان جسکا قول دلیل سے موجہ ہو تو سر آنکھون پر رکھنا چاہئے مگر اس امر کی پہچان کہ یہ قول موجہ ہے اور وہ قول موجہ نہین بلا کسی قاعدہ مقررہ کے ممکن ہے سو یہ قاعدہ علماء اصول نے موارد نصوص سے استنباط کرکے معین کردیا ہے کاش اگر فریقین اُسکے پابند ہوتے تو یہ خلاف بے ثمر اور جدال بی نراثر   معدوم نہوتا تو کم تو ضرور ہوجاتا مگر مدعیان کوتاہ نظر اسکے پابندی تو درکنار اسکو اپنی حماقت سے تسلیم ہی نہین کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم اہل الرائے کے قوانین کا پابند ہونا گناہ کبیرہ سمجھتے ہین کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا سو ہم اول وہ قاعدہ لکھنے ہین اُسکے بعد اُسکا ماخذ قرآن و حدیث سے لکھینگے تاکہ وہ محض اہل الرائے کا قاعدہ نرہے بلکہ اہل حدیث کا بھی وہ قاعدہ ہوجاوے اور اُسکا اتباع گناہ کبیرہ سے نکلکر داخل سنت

٥ ترجمہ بڑا بھاری بول ہے جو انکے منہ سے نکلتا ہے جھوٹ ہی سب بولتے ہین ۱۲

Marfat.com

ہو جاوے۔ سو سنو وہ قاعدہ یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ کے لئے جو حکم کسی جملہ مین ثابت ہو اُس حکم کی ضد مستثنیٰ
کے لئے ثابت ہوتی ہے سو اگر حکم مستثنیٰ منہ کے لئے نفس الامر مین ایک ہی ضد ہوتی ہے تب وہ ضد مستثنیٰ
کے لئے حتماً ثابت ہو جاتی ہے جیسے کل شی ھالک الا وجہہ مین کل شی مستثنیٰ منہ ہے اور اُسکے لئے
ہلاکی ثابت کی گئی ہے تو اُسکے ضد نفس الامر مین ایک ہی ہے یعنی بقا سو وہ ذات خداوندی کے لئے
ثابت ہوئی ایسے ہی چونکہ محاورات لسانی مین اثبات و نفی ایک دوسرے کے لئے بتعاکس ضد واحد
ہی ہین اسلئے استثنا مین اثبات سے نفی اور نفی سے اثبات ہو جاتا ہے اور اسی لئے نحویون نے اسی
تفاوت کے بیان پر اکتفا کیا ہی اور علماء اصول بھی اتنی بات مین اُنکے موافق ہین مگر انہون نے اس قاعدہ
کی تکمیل کے لئے کچھ اور بھی تشریح کی ہی وہ یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ منہ کے لئے نفس الامر مین اضداد کثیرہ ہون اور
وہ اضداد کثیرہ برنگ کلیات مشککہ درجات مین متفاوت ہون تو اس صورت مین مستثنیٰ کے لئے ضد ادنیٰ تو
حتماً ثابت ہوگی ہان اگر علاوہ استثنا کے اور کوئی قرینہ یا دلیل موجود ہو تو ضد اوسط و اعلیٰ بھی اُسکے لئے
ثابت ہو جاتی ہے مگر بلا قرینہ اُخری ضد ادنیٰ ہی ثابت ہوتی ہے مثلاً اگر کسی مستثنیٰ منہ کا حکم حرمت ہو
تو مستثنیٰ کا حکم حرمت تو نہوگا وجوب استحباب و اباحت مین سے جو حرمت کی اضداد متفاوتہ ہین حکم اباحت
مستثنیٰ کے لئے ثابت ہوگا ایسے ہی اگر کسی مستثنیٰ منہ کا حکم وجوب ہو تو مستثنیٰ کا حکم وجوب تو نہوگا حرمت
و استحباب و اباحت مین سے جو وجوب کے اضداد ہین اباحت اُسکے لئے ثابت ہوگی کہ جملہ اضداد
مین سے یہ ادنیٰ ہے بالجملہ جس حکم کی ضد واحد ہی ہو اُسمین تو کوئی جھگڑا نہین کہ مستثنیٰ کے لئے وہ
ضد ثابت ہوگی مگر جس حکم کے اضداد کثیرہ متفاوتہ ہون تو مستثنیٰ کی لئے ضد ادنےٰ تو بلا قرینہ
ثابت ہوگی پر دوسرے اضداد محتاج قرینہ ہونگے محض استثنا اُنکے لئے قرینہ و دلیل نہین بن سکتا
ہے اب اس قاعدہ کا ماخذ قرآن و حدیث سے ملاحظہ فرمایئے تا اُسکی واقعیت مین کوئی شبہ باقی نرہے
اول یہ آیت ہے ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا اسمین باریتعالیٰ نے
معتدات کے خطبہ یعنی منگنی کے قرارداد سے تا انقضاے عدت بصیغہ نہی ممانعت فرمائی پھر بحرف
استثنا اپنے منشا کے اظہار کو تعریضاً و کنایۃً مستثنیٰ فرمایا تو اب مدعیان حدیث سے پوچھتے ہین کہ
آیا یہ اظہار تعریضی واجب ہے یا مباح سو مباح ہی کہینگے تو یہ اباحت کیون مفہوم ہوئی اور وجوب کیون
مفہوم نہوا۔ دوم یہ آیت ہے لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین

قاعدہ مذکورہ کا ثبوت قرآن و حدیث سے ۱۲

پہلی آیت

دوسری آیت

ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیءٍ الا ان تتقوا منھم تقاۃ اسمین اوّل ممانعت کی گئی
ہے کہ کسی حالت مین مومنین کفار سے رابطہ دوستی وموالاۃ پیدا نکرین- اگر ایسا کرین تو اللہ کیطرف سے
کوئی توقع خیر نرکھین پھر اندیشہ ضرر کی حالت کو اس سے مستثنیٰ فرمایا اور ظاہرداری کے موالاۃ کو
جائز ٹھہرایا تو دفع ضرر کے لیئے یہ اظہار موالات بالاتفاق مباح ہی ہے نہ کہ واجب پھر یہ واجب کیون
نہوا مدعیان حدیث کچھ تو بتاوین مگر شاید انکے نزدیک یہ واجب ہو- سوم یہ آیت ہے یا ایھا
الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ۳ تیسری آیت
اسمین اوّلا بصیغہ نہی ممانعت کی گئی کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کا مال کسی ناجائز طریقہ سے نکھاوے
مگر باہمی رضامندی کے ساتھ معاملت ومبادلت کرکے کھاوین تو کچھ حرج نہین تو چونکہ اس آیت کے
جملہ مومنین مخاطب ہین اور سب کے حق مین اکل بالباطل حرام ہے تو اگر یہ کسب بالتجارۃ جو مستثنیٰ ہے
واجب ہوتا تو سب کے ذمہ یہ تجارت واجب ہوتی جو تجارت نکرتا تو تارک واجب ٹھہرتا سولامحالہ یہ استثنا ۴
بھی اباحت کے لیئے ہے اب اگر کوئی تجارت نکرے تو کچھ حرج نہین کہ مباح کا کرنا اور نکرنا شرعاً برابر ہین
کسی جانب پر مواخذہ نہین ہوتا ہان مدعیان حدیث کے زعم کیموافق تو غیر تجارت پیشہ تارک واجب قاعدہ مذکورہ کا احادیث سے
ہوکر سب گنہگار ہونگے- اب حدیث سے بھی اس قاعدہ کا ماخذ بیان کرنا چاہئیے کیونکہ مدعیان حدیث ثبوت ۱۲
کے اطمینان قرآن مجید سے اسقدر نہین ہوتی جسقدر حدیث سے ہوتی ہے سو سنئے ترمذی مین یہ حدیث
ہے- لا تنفق امراۃ من بیت زوجھا الا باذن زوجھا تو کیا بعد اجازت زوج کے زوجہ پر ۱ حدیث اول
انفاق مال واجب ہوجاتا ہے ہرگز نہین تو یہ استثنا بھی بعد نہی کی اباحت کے لیئے ہے علی ہذا ترمذی
مین ہے لا یتفرقن عن بیعٍ الا عن تراضٍ اوّل جملہ مین بحق متبایعین تفرق بلا تراضی کی حرمت
ہے تو کیا بعد تراضی طرفین کے وہ تفرق واجب ہوجاتا ہے اور وہان بیٹھے رہنا حرام ہوتا ہی ہرگز ۲ حدیث دوم
نہین تو یہ استثنا بعد النہی بھی اباحت کے لئے ہے علی ہذا ترمذی مین یہ حدیث ہے لا یؤم الرجل
فی سلطانہ ولا یجلس علی تکرمتہ فی بیتہ الا باذنہ تو کیا امام الحی کے اجازت کے بعد شخص ۳ حدیث سوم
مجاز کو امام بننا واجب ہوجاتا ہے یا صاحب خانہ کی اجازت کے بعد شخص زائر کو اسکے مکلف فرش پر
بیٹھنا واجب ہوجاتا ہے ہرگز نہین تو یہ استثنا بھی اباحت کے لئے ہوا علی ہذا یہ حدیث ہے من ۴ حدیث چہارم
نزل علی قوم فلا یصوم تطوعاً الا باذنھم تو کیا میزبان کی اجازت سے مہمان کے ذمہ

Marfat.com

صوم النفل واجب ہو جاتا ہے علیٰ ہذا یہ حدیث ہی لا تصوم المرأۃ وزوجہا شاہد یوماً من غیر
رمضان الا باذنہ تو کیا اجازت زوج سے زوجہ پر روزہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے بالجملہ ایسے
امثلہ قرآن وحدیث سے بہت ملینگے ہر طالب منصف اس سے زیادہ تلاش کرکے نکال سکتا ہی اثبات
مدعی کے لئے یہی دلائل ثمانیہ کافی ہین تو اب معلوم ہوگیا کہ علماء اصول کا یہ قاعدہ کہ استثنا بعد النہی
اباحت کے لئے ہوتا ہے نہایت مضبوط قاعدہ ہے اور حدیث وقرآن سے وہ مستنبط ہے نہ کہ رائے
محض سے تو اب امید ہے کہ مدعیان حدیث بھی اسکے انکار جاہلانہ سے پشیمان ہوکر اسکو بمجبوری تسلیم کرینگے
اور خدا کی جناب مین اس بیجا ہٹ دھرمی سے توبہ واستغفار کرینگے اب مناسب ہے کہ ایک ایسی مثال
بھی لکھدین جسمین استثنا بعد النہی وجوب کے لئے ہے مگر بوجہ قرینہ اخری کی نہ کہ بوجہ صرف استثنا کے سو سنئیے
ابوداؤد مین ہے۔ لا تحد المرأۃ فوق ثلاث الا علی زوج فانہا تحد علیہ اربعۃ اشہر وعشرا آئین
عورت پر زاید از ثلاث کسی میت پر سوگ کرنا حرام کیا گیا مگر اپنے خاوند پر سو اسپر چار ماہ دس دن کامل سوگ
کرے سو یہ خاوند پر سوگ کرنا واجب ہے مگر یہ وجوب استثنا سے مفہوم نہین ہوا بلکہ اگلے جملہ فانہا الخ سے
یا دوسری احادیث سے چنانچہ منجملہ ان احادیث کے یہ ہے عن ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال المتوفی عنہا زوجہا لا تلبس المعصفر من الثیاب ولا الممشقۃ
ولا الحلی ولا تختضب ولا تکتحل رواہ ابوداود یہانتک تو استثنا بعد الحرمت کے امثلہ
بیان ہوئے اب اسکی مثال بھی سن لیجئے جہان استثنا بعد الوجوب آیا ہو سو وہ بھی بلا قرینہ اخری اباحت
کے لئے ہوتا ہے نہ کہ حرمت کے لئے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الجمعۃ حق واجب علی کل
مسلم فی جماعۃ الا اربعۃ عبد مملوک او امرأۃ او صبی او مریض رواہ ابوداود سو یہان استثنا
بعد الوجوب واقع ہوا تو ان چارون کے حق مین جمعہ حرام تو نہین ہوا ہان مباح ہوگیا ہے کہ پڑھ بھی سکتے
اور ترک بھی کرسکتے ہین ترک پر ان سے مواخذہ نہین ہے الحاصل خلاصہ قاعدہ یہی ہے کہ نہی یا حرمت کے
بعد استثنا اباحت کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ بعد امر کے یا بعد وجوب کی اباحت کے لئے ہوتا ہی اسکا
اگر کسی جگہ خلاف ہوتا ہے تو کسی وجہ آخر سے ہوتا ہے جب یہ قاعدہ مبرہن ہوکر ذہن نشین ہوچکا تو احادیث
عشرہ مذکورہ کی طرف رجوع کرتے ہین سو سنئے ان مین سے سات حدیثون مین تو استثنا ہے سو بقاعدہ
مذکورہ وہ دلیل اباحت ہے نہ کہ دلیل وجوب باقی تین حدیثون مین صیغہ امر ہے سو وہ بھی امر اباحت ہے

Marfat.com

نہ کہ امر وجوب کیونکہ اُن تینون مین سے ایک حدیث تو ابو قلابہ کی ہے جو انس سے مرفوعاً روایت کرتے
ہین سو اوّل تو وہ بقول بیہقی و دارقطنی محفوظ ہے نہین دوسرے اگر وہ نفس الامر مین صحیح ہو بھی جیسا
کہ ہمارا خیال ہے تو یہ تصرف رواۃ ہے جو روایت بالمعنی سے پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ ابو قلابہ کی پہلی
حدیث مین جو صحیح ہے استثنا مذکور ہے اور حدیث عائشہ مین جو مرسل صحیح ہے صیغہ امر ہے مگر مقید بہ
انکنتم لابد فاعلین سو دونون دلیل اباحت ہین علاوہ برین جب اسکے ساتھ دیگر روایات سبعہ
کو جنمین استثنا مذکور ہے ملایا جاوے تو اور بھی کثرت بڑھ جاویگی تو اس صورت مین اقل کو اکثر کے تابع
کرنا ضروری ہوگا معہذا اگر کسی کو یہ توجیہ پسند نہو تو صیغہ امر کو وجوب پر حمل کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے
کیونکہ قرائن عدم وجوب کے یہان بہت کچھ موجود ہین اور ظاہر ہے کہ صیغہ امر کو اُس جگہ ہی وجوب پر
عمل کرتے ہین کہ اسکے خلاف قرائن نہون سو وہ قرائن اوّل تو حدیث ابی قلابہ مین یہ لفظ ہے۔
انکنتم لابد فاعلین فلیقرأ احدکم فاتحۃ الکتاب جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تمکو پڑھنا ہے
تو فاتحہ پڑھ لیا کرو اور ظاہر ہے کہ اس قسم کا امر ہرگز وجوب کے لئے انہین ہوتا ہے بلکہ ایسے امر سے اُس کام کا
نکرنا بہتر سمجھا جاتا ہے[ل] دوم یہ قرینہ ہے کہ اسی حدیث مین یہ جملہ بھی ہے قال بعضہم نعم وقال بعضہم لا
جو جواب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار کا سو اگر الحمد کا پڑھنا واجب ہوتا تو بعض صحابہ ہرگز
ترک نکرتے بلکہ سب کے سب پڑھتے اور ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُن پر انکار ہوتا
اور حکم اعادہ صلوۃ کا صادر فرماتے مگر شاید کوئی مدعی علم یہ کہے کہ اُسوقت تک تو پڑھنا مقتدی کا واجب
نتھا مگر جب آپنے حکم قرأت فرمادیا تو پڑھنا مقتدی کا اُسوقت سے واجب ہوگیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ
اوّل تو یہ بات اُنکے خیال کے مخالف ہے کیونکہ اُنکے نزدیک مقتدی پر اوّل زمانہ سے ہی قرأت فاتحہ
واجب رہی ہے نہ کہ اسوقت سے دوم یہ کہ اسوقت سے جو حکم آپنے فرمایا ہے وہ یہی تو ہے کہ انکنتم لابد
فاعلین فلیقرأ سو یہ یقیناً امر وجوب نہین ہے بلکہ اس سے تو نہ پڑھنا بہ نسبت پڑھنے کے بہتر معلوم
ہوتا ہے سو ابو قلابہ کے روایت مرفوع مین جو انس سے مروی ہے یہ صیغہ امر کہ ولیقرأ احدکم بفاتحۃ
الکتاب فی نفسہ اُسی معنی پر محمول ہوگا جو انکی دوسری حدیث انکنتم لابد فاعلین الخ سے مفہوم
ہوتا ہے سوم یہ کہ ابو ہریرہ کی روایت سے جو بیہقی نے کتاب المعرفۃ مین نقل کی ہے یہ معلوم ہوا کہ
مقتدی اگر فاتحہ نہ پڑھے تو نماز مین نقصان نہین ہے اس سے خوب مصرح معلوم ہوگیا کہ مقتدی کو امر

[ل] جیسا کہ حدیث ابی داود مین دربارہ امر بچا زاد ارشاد نبوی ہے انکنتم لابد فاعلین فاصنعوہا طعیمة

Marfat.com

قرأت وجوبی ہرگز نہین ہے وہ حدیث یہ ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعا کل صلوۃ لا یقرأ فیہا بام القران فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام بالجملہ ابو قلابۃ کی تین حدیثین اول جو سند محفوظ ہے اور محمد بن ابی عایشہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اُسمین توصیغہ امر نہین ہے بلکہ حرف استثنا ہے سو اُس سے تو اباحت ہی معلوم ہوئی حدیث دوم جو مرسل صحیح ہے اُس مین انکنتم لا بد فاعلین فلیقرأ ہے سو اُس سے بھی اباحت ہی معلوم ہوئی حدیث سوم اُنکے مرفوع ہے اُسمین لفظ ولیقرأ ہے بلا تقیید انکنتم لا بد فاعلین کے سو مطلق مقید پر محمول ہوگا کیونکہ واقعہ واحد اور راوی واحد ہے اور یہ بھی جب ہے کہ یہ روایت صحیح ہو ورنہ اُسکی صحت ہی مین کلام ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا الغرض دو حدیثین تو یہ ہین جنمین صیغہ امر وارد تھا رہی تیسری حدیث سو وہ ابو ہریرۃ کی ہے جو بدرجہ ہفتم مذکور ہوئی اُسمین بھی صیغہ امر ہے مگر اسمین بھی یہ جملہ ہے فقال بعضہم نقرأ وقال بعضہم لا نقرأ فقال اقرأوا بفاتحۃ الکتاب سو بعض کا پڑہنا اور بعض کا نہ پڑہنا خود قرینہ ہے اس امر کا کہ یہ حکم ایجابی نہین علاوہ برین خود حدیث ابی ہریرۃ جو ابھی کتاب المعرفۃ سے منقول ہوئی صاف بتا رہی ہے کہ مقتدی کے ذمہ فاتحہ عند الشارع واجب نہین ہے تو لا محالہ اگر کسی روایت مین امر شارع وارد ہو تو وہ ایجابی نہوگا باقی ان تین حدیثون کے سوا ساتون حدیثین ایسی ہین جنمین حرف استثنا مذکور ہے سو بقاعدہ مقررہ بالا وہ دلیل اباحت ہے نہ کہ دلیل وجوب تو انجام کار یہ احادیث عشرہ مدعیان حدیث کے حق مین ذرا مفید نہوئین کیونکہ ان احادیث سے اباحت فاتحہ مفہوم ہوئی جو اُنکے مدعی کے خلاف ہے وجوب فاتحہ جو اُنکا زعم ہے ایک خیال خالی رہگیا اُسکا ثبوت ہرگز ان احادیث عشرہ سے نہین ہو سکتا اور جب اُن سے ہی نہوا تو آگے اور دلائل سے کیا ہوگا یہانتک اُن احادیث عشرہ کے متعلق جو تین امور غور طلب تھے دو امر تو مذکور ہو لئے یعنی اول سندی بحث دوم یہ کہ ان سے اباحت نکلتی یا ایجاب سو معلوم ہوا کہ ان سے اباحت مفہوم ہوتی ہے نہ کہ ایجاب اب امر ثالث باقی ہے جو یہ ہے کہ آیا یہ اباحت مفہومہ آخر تک دایم وقایم رہی یا منسوخ ہوئی سو سنئے ہم گذشتہ تقریر مین جو ابو ہریرہ کے جملہ اقرا بہا فی نفسک کے متعلق تھے مدلل بحوالہ ثابت کر آئے ہین کہ یہ اباحت قرأت مقتدی کے حق مین اس طرح تھی کہ قرأت امام سے مقدم و موخر پڑھ لیا کرین سو جہری نماز مین تو اسکی رعایت فی الجملہ آسان بھی تھی کہ قرأت مسموع ہوتی ہے مگر سری نماز مین اسکی رعایت دشوار

Marfat.com

تھی خصوصاً اُنکے حق مین جو ابتدا سے تکبیر تحریمہ سے شریک نماز نہ تھی بعد مین آکر شامل ہوئی ہون سو
جب اُن سے جہری نمازون مین بھی اسکی رعایت نہو سکے اور مع الامام پڑہنا معمول بنا لیا تو آپنے
اس مع الامام پڑہنے پر بدین الفاظ ھل قرا معی احد منکم استفسار فرمایا اور پھر بعض کے اقرار
کرنے پر آپنے مالی انازع القران فرماکر انکار فرمایا سو سب صحابہ نے جنہون نے یہ انکار سنا اُسوقت سے
جہری نمازون مین پڑہنا ترک کردیا چنانچہ یہ حدیث ترمذی وغیرہ مین موجود ہے اسی واسطہ ابوہریرہ وغیرہ
نے بھی جہری مین پڑہنا ترک کردیا دلیل اس ترک کی یہ ہے کہ بیہقی نے سنن کبریٰ مین نقل کیا ہے عن
عاصم بن ذکوان عن عایشة وعن ابی ھریرة انہما کانا یامران بالقراۃ وراء الامام اذا لم یجہر
ہان سری نماز مین ابوہریرہ و دیگر بعض صحابہ پڑہتے رہے اسلئے کہ انہون نے اسپر انکار شارع نہین سنا
تھا مگر شارع علیہ السلام نے انجام کار اسپر بھی انکار فرمایا جنہون نے یہ انکار بھی سن لیا انہون نے سری
مین بھی ترک کردیا چنانچہ بیہقی مین یہ حدیث نقل کی ہی عن عمر بن الخطاب قال صلی رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم یوما صلوۃ الظہر فقرأ رجل من الناس فے نفسہ قال ھل قرأ معی احد منکم
قال ذلک ثلاثا فقال لہ الرجل نعم یا رسول اللہ انا کنت اقرأ سبح اسم ربک الاعلی قال
مالی انازع القران اما یکفی احدکم قراۃ امامہ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا قرأ فانصتوا
اور کنز العمال مین بحوالہ خطیب بغدادی عبداللہ بن مسعود سے مرفوعاً روایت ہے مالی انازع القران
اذا صلی احدکم خلف الامام فلیصمت فان قراتہ لہ قراۃ وصلوتہ لہ صلوۃ اس حدیث نے
سب قصہ ہی ختم کردیا کہ ارشاد پاک ہے کہ جب تم مین سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑہے خواہ جہری ہو یا
سری فاتحہ اور غیر فاتحہ کچھ نہ پڑھے بلکہ محض خاموش رہے کیونکہ امام کی قرأت اُسکی طرف سے بھی قرأت
ہے اور اُسکی فاتحہ اسکی طرف سے بھی فاتحہ ہی اس حدیث مین تخصیص بعد التعمیم ہے جیسے اس آیت مین
ہے من کان عدوا للہ وملٰئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال یعنی اول امام کی مطلق قرأت کو مقتدی کی
طرف سے بتایا پھر بالخصوص امام کی فاتحہ کو اُسکی طرف سے جتایا اور یہ خود سبکو معلوم ہی کہ سورہ فاتحہ
کے بہت سے نام ہین منجملہ اُنکے صلوۃ بھی ہے جیسا کہ ابوہریرہ کی گذشتہ حدیث سے ثابت ہے۔
قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین الخ باقی اگر کوئی شخص اس لفظ صلوتہ لہ صلوۃ کی
اور کچھ معنی تجویز کرے تو یہ اُسکی ظاہر پرستی ہی اسلئے کہ یہ جملہ اخیرہ مصدرہ بان فلیصمت کی علت و

Marfat.com

دلیل ہی سوا اُسکی علیت اور کوئی معنی لینے سے بن نہین سکتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر کسی کو معنی
متبادر ہی پسند ہون تو مطلب یہ ہوگا کہ عدم قرأت سے خداج و نقصان کا اندیشہ مت کرو امام کی
صلوۃ کامل اُسکے حق مین بھی صلوۃ کامل ہی ہی اس صورت مین ہمارا مدعی اور بھی پختہ ہوگا۔ علاوہ برین
اب ہم ابوہریرۃ کی وہ احادیث لکھتے ہین جو اس بحث سے متعلق ہین پھر ہر منصف فہمیدہ کے حوالہ کرتے
ہین کہ ان سے خود غور کر کے نتیجہ نکال لیوے کہ نسخ قرأت مقتدی ثابت ہوتا ہے کہ نہین۔ ابوداؤد
مین ابوہریرہ سے مروی ہے۔ من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القران فھی خداج فھی خداج
فھی خداج اسمین تردد تھا کہ آیا اسمین مقتدی بھی داخل ہے کہ نہین سو اُنکی دوسری حدیث نے کھولدیا
کہ اسمین وہ داخل نہین بلکہ یہ بحق منفرد و امام ہے وہ یہ ہے اسکو بیہقی نے کتاب المعرفۃ مین روایت
کیا۔ کل صلوۃ لا یقرأ فیہا بام القران فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام پھر ایک اور حدیث
ابی ہریرہ مین مقتدی کو امر قرأت ہے سو دونون کے ملانے سے یہ معلوم ہوگیا کہ اگرچہ اُسکے نہ پڑھنے سے
تو نقصان نہین ہے مگر اسکو پڑہنا مباح ہے وہ یہ ہے اسکو بیہقی نے کتاب القراۃ مین روایت کیا۔
صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ ثم اقبل بوجھہ علینا فقال اتقرأون خلف
الامام بشئ فقال بعضھم نقرأ وقال بعضھم لا نقرأ فقال اقرأوا بفاتحۃ الکتاب پھر
اسمین فی الجملہ ابہام تھا کہ مقتدی آیا مع الامام پڑھے یا اُس سے آگے پیچھے سو اسکو ابوہریرہ کی ایک اور
روایت نے کھولدیا کہ مع الامام نہ پڑھے بلکہ سکتات امام مین یا پہلے پڑھے وہ یہ ہے اسکو حاکم نے
مستدرک مین مرفوعاً روایت کیا اور مستقیم الاسناد کہا۔ من صلی صلوۃ مکتوبۃ مع الامام فلیقرأ بفاتحۃ
الکتاب فی سکتاتہ پھر اسمین تردد تھا کہ آیا یہ اباحت آخر تک باقی رہی یا منسوخ ہوئی سو اسکو
اُنکی ایک روایت نے جو ترمذی وغیرہ مین ہی کھولدیا کہ جہری نمازون مین مع الامام اور سکتات مین ہرگز
مقتدی کو قرأت نہین چاہیئے ترمذی مین ہی قال مالی انازع القران قال فانتھی الناس عن
القراۃ مع رسول اللہ فیما جھر فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر اسمین تردد تھا کہ ایا ابوہریرہ
کی یہ حدیث اُن سب سے موخر ہے یا اُن سے مقدم ہے اور آیا مسلک ابی ہریرۃ اس حدیث منازعت کے
موافق قرار پایا یا پہلے احادیث کے موافق سو اسکو اثر ابی ہریرۃ نے کھولدیا کہ یہ حدیث منازعت ہے
سب سے آخر کی حدیث ہے اور اسی کے موافق اُنکا انجام کار مسلک قرار پایا اگر اور کوئی حدیث متاخر

ابوہریرہ کی پانچ احادیث اور ایک اثر موقوف سے ثابت ہوا کہ مقتدی کی قرأت اولاً جواز اباحۃ تھی آخر کار جہری نمازون مین منسوخ ہوئی سری مین نسخ آگے آتا ہے اسکو فہمیدہ حضرات بغور و انصاف ملاحظہ فرمادین ۱۲

Marfat.com

ہوتی تو ابوہریرہ اُسکو ہی موافق اپنا مسلک قرار دیتے وہ اثر یہ ہے بیہقی نے اسکو سُنن کبری مین روایت کیا ہے عن عاصم بن ذکوان عن عایشۃ وعن ابی ہریرۃ انھما کانا یامران بالقراءۃ وراء الامام اذا لم یجھر سوان احادیث مین غور کرنے سے اتنی بات تو اظہر من الشمس ہوگئی کہ اگرچہ مدتون آپکے حکم سے قرأت وراء الامام جاری رہی مگر انجام کار جہری نمازون مین اُسکی قطعی ممانعت ہوگئی سو جس جس صحابہ نے یہ آخری ممانعت سن لی انہنے تو قرأت وراء الامام جہری نمازون مین چھوڑ دی باقی سِری نمازون مین اسوقت تک ممانعت نہین ہوئی تھی آگے کو ہونے والی ہے سو اسکا ثبوت یہان لکھنا بے محل ہے اسکو ہم آگے حسب موقع نہایت مدلل لکھینگے منتظر رہو اب یہ بات سمجھ لو کہ جن لوگون کا یہ خیال ہو کہ قرأت مقتدی واجب ہے اور مع الامام پڑھنا جائز ہے اور سری وجہری مین کوئی تفرقہ نہین ہے اور وہ آخر تک منسوخ نہین ہوئی وہ سراسر ان احادیث مذکورہ کے مخالف ہین اُنکو ہرگز اہل حدیث نہین کہنا چاہیئے اہل ہوی کہنا چاہیئے وہ اپنی سفاہت ونادانی سے بے راہ ہین اگرچہ اُنکو خبر نہین اللہ تعالی اُنکی معذوری پر نظر فرما کر اُنکو مواخذہ سے بچاوے آمین یارب العالمین اس جگہہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فہم خداداد قابل داد ہے کہ انہون نے اسبارہ مین جسقدر احادیث صحیحہ یا ضعیفہ تھین سب کو مانا کسی کو رد نہین کیا مگر اس طرح سے کہ جس حدیث سے جتنی بات معلوم ہوئی اسکو لیتے گئے پھر آخر مین جو بات قرار پائی اُسکو اپنا دستور العمل بنالیا اور اسی مسئلہ پر کیا منحصر ہے اور مسائل مختلف فیہا مین بھی امام اعظم جملہ احادیث مرویہ کو لیتے ہین مگر جو آخر مین کوئی امر قرار پایا اُسپر عملدرآمد کرتے ہین بخلاف دیگر مذاہب کے کہ اُنکو بہتسی احادیث صحاح وضعاف کو رد کرنا پڑتا ہے اس لحاظ سے تو جسقدر عامل بالحدیث امام ابوحنیفہ ہین دوسرا نہین ہوسکتا مگر یا للعجب وَلضیعۃ الادب اُنکو بعض تیرہ درون عامل بالرائے ٹھہراتے ہین کسی نے سچ کہا ہے ؎ حسدوا الفتی اذ لم ینالوا سعیہ ٭ فالناس اعداء لہ وخصوم ؂ ہا سعد اللہ ابن عمرؓ کو لیجئے انہون نے یہ حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنی قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھل تقرءون القران معی اذا کنتم معی فی الصلوۃ قالوا نعم قال فلا تفعلوا الا بام القران اسکو بیہقی نے کتاب القراۃ مین روایت کیا مگر چونکہ آخر کار انہون نے وہی حدیث منازعۃ بھی سُنی جو ابوہریرہ نے سُنی تھی اور وہ صلوۃ جہری سے متعلق تھی اور نیز اپنے باپ کی وہ روایت بھی جو صلوۃ ظہر کے متعلق تھی سُنی خواہ بلاواسطہ سنی ہو یا بواسطہ

ملہ ترجمہ وہ جنہین کسی جوان مردکا رتبہ حاصل نہ ہوسکا وہ اُسپر حسد کرتے ہین سو لوگ بہت سے اُسکے دشمن جھگڑالو بنگئے ہین ۱۲

ملہ ابن عمر کی احادیث کا ذکر اور اُسکا مطلب آخری نتیجہ ۱۲

اور اسکو ہم اوپر بیہقی کی کتاب القراۃ سے نقل کر آئے ہین جسکے آخری الفاظ یہ تھے - مالی اُنازع القران اما یکفی احدکم قراۃ امامہ انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا قرأ فانصتوا - مطلب انہون نے قرأت وراء الامام جہری وسری دونون مین ترک کردی اور اسی کو اپنا مسلک ٹھہرایا چنانچہ موطا امام مالک مین ہے عن ابن عمر انہ کان اذا سئل ہل یقرأ احد مع الامام قال اذا صلے احدکم مع الامام فحسبہ قراۃ الامام وکان ابن عمر لا یقرأ مع الامام سو خیال کرو کہ ابن عمر اتباع مین ایسے سرگرم تھے کہ اُنکا لقب ہی مجنون سنت ہو گیا تھا سو ان سے یہ ممکن ہو کہ اپنی مسموع حدیث کا خلاف کرتے ہرگز نہین بلکہ وجہ یہی ہے کہ اسکا ناسخ بھی سن لیا تھا تو پھر سنت متروکہ پر کیسے عمل کر سکتے

۵۱ عبداللہ بن عمرو بن العاص کی احادیث اور انکا نتیجہ ۱۲

تھے علیٰ ہذا عبداللہ بن عمرو بن العاص کو لیجئے انہون نے بھی یہ حدیث سُنی جو ابن عمر نے سُنی تھی چنانچہ انکی یہ حدیث بدرجہ تاسع اوپر مذکور ہوئی پھر بھی اسی وجہ سے جو ابو ہریرہ کو پیش آئی جہری نمازون مین تارک قرأت ہوے چنانچہ جزء القراۃ وطحاوی مین بسند صحیح مروی ہے - عن مجاہد قال سمعت عبداللہ بن عمرو یقرأ خلف الامام فی صلوۃ الظہر من سورۃ مریم علیٰ ہذا جابر بن عبداللہ کو لیجئے

۵۲ جابر بن عبداللہ کی احادیث اور انکا نتیجہ ۱۲

وہ پہلے قرأت وراء الامام کرتے تھے چنانچہ ابن ماجہ مین ہے عن جابر بن عبداللہ قال کنا نقرأ فی الظہر والعصر خلف الامام فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب - یہ قصہ اُسوقت کا ہے کہ ظہر وعصر وعشا مین دو دو رکعات کی بیشی ہو چکی تھی جو ہجرت سے علی الاصح ایکسال اور ایکماہ بعد ہی شارح عینی نے لکھا ہو ص ۲۱۱ ج ۲ وممن رواہ ہکذا الحسن والشعبی ان الزیادۃ فی الحضر کانت بعد الہجرۃ بعام او نحوہ اور اُسوقت جہری نماز مین صرف فاتحہ پڑھتے تھے اور سری مین فاتحہ وسورت دونون پڑھتے تھے مگر چونکہ انہون نے انجام کار سری وجہری مین شارع علیہ السلام کی طرف سے انکار سُن لیا جیسا کہ ابن عمر نے دونون مین سُنا تھا سو وہ بھی دونون قسم نمازون مین تارک قرأت ہوئے ترمذی مین ہے عن وہب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبداللہ یقول من صلے رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام اور مصنف عبدالرزاق مین ہے عن عبداللہ بن مقسم قال سألت جابرا ایقرأ خلف الامام فی الظہر والعصر قال لا - سو خیال کرو ایسے ایسے صحابہ جلیل القدر باوجودیکہ حکم قرأت بھی سُنے ہوئے تھے پھر بھی تارک قرأت ہوئے کیا محض اپنی رائے سے ہرگز نہین بلکہ حکم سابق کا ناسخ سُنکر تارک ہوئے ہین سو جو حضرت یہ خیال

Marfat.com

کرتے ہین کہ حکم قرات برابر باقی رہا منسوخ نہین ہوا وہ احادیث صحاح کے بھی مخالف اور انکے خیال مین اسقدر صحابہ کرام معاذ اللہ متبع ہوای نفسانی تھی۔ مدعیان حدیث نے اس بحث مین ایک سخت ٹھوکر کھائی ہی جسکی بدولت خطا کی دلدل مین دھنسے ہوئے ہین مگر باانیہمہ اپنے آپ کو مصیب سمجھتے ہین اور دوسرون کو خاطی کہتے ہین وہ غلطی یہ ہے کہ جن احادیث سے کوئی بات ثابت ہو تو اسکو دائم قائم سمجھ لیتے ہین حالانکہ یہ علی الاطلاق صحیح نہین ہے بلکہ ہر حکم مشروع مین تا حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتمال نسخ ہے سو تلاش کرنا چاہیے کہ ایا احادیث اُخری سے اسکا نسخ ثابت ہوتا ہے کہ نہین اگر اسکا پتہ احادیث مرفوعہ سے نہ چلے تو آثار صحابہ سے اسکی بقاو نسخ کو ڈھونڈنا چاہیے کہ آثار صحابہؓ ہر چند کہ ناسخ اخبار مرفوعہ نہین ہوسکتے مگر دال علی النسخ ہوسکتے ہین سو آہین زمین و آسمان کا فرق ہے چنانچہ ارباب فہم کے نزدیک یہ فرق ظاہر ہے مگر بمزید احتیاط اس فرق ظاہر کی لم اشارۃً لکھتا ہون کہ ناسخ حکم اُس حکم کا رافع ہوتا ہے کہ حکم شارع کا رافع شارع ہی ہوسکتا ہے دوسرا کوئی امت مین سے نہین ہوسکتا اسلئے آثار صحابہ و تابعین رافع حدیث مرفوع کے نہین ہوسکتے لہذا جو شخص اُنکو ناسخ کہے اُسکا قول مردود ہے ہان دال علی النسخ خود ناسخ نہین ہوتا ہے بلکہ نسخ شارع کا مخبر و مظہر ہوتا ہے سو اقوال و اعمال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ ہوائے نفسانی سے نہین ہوتی ہین اسلئے اِنسے ظاہر ہوجاتا ہے کہ فلان حکم سابق قائم رہا یا منسوخ ہوا سو اگر وہ آثار باہم متفق ہین تو اُنسے اُس حکم سابق کا بقا یا نسخ بالاتفاق معلوم ہوجاویگا اور اگر وہ آثار باہم مختلف ہین تو اُس حکم سابق کا بقاو نسخ بھی مختلف فیہ ہوجاویگا پھر اُن آثار مختلفہ مین جو راجح ہوگا اُس سے جو بات حکم سابق کی نسبت معلوم ہوتی ہو اُس بات کو اختیار کرنا ہی ارجح ہوگا سو آثار صحابہ کو اگر حکم سابق کے موافق ہون تو دال علی البقا کہسکتے ہین اگر اُسکے موافق نہون تو انکو دال علی النسخ سمجھ سکتے ہین کیونکہ وہ حکم معلوم الوجود اگر منسوخ نہوتا تو صحابہ کرام باوجود عالم حکم ہونے کے ہرگز اُسکا خلاف نکرتے اسلئے اُنکو دلیل نسخ جاننا ہر طرح سے صحیح ہے بالجملہ آثار صحابہ ناسخ حکم شرع نہین ہوسکتے مگر دال علی النسخ ہوسکتے ہین اور اسے نفع کے لئے اکابر محدثین نے آثار صحابہ کے لئے ضخیم مولفات تصنیف کئے ہین اگر مدعیان حدیث کے زعم مین تو یہ مولفات محض بیکار ہین اُن سے استدلال پکڑنے کو استدلال بالحدیث کے معارض سمجھتے ہین سو یہ اُنکی غلطی در غلطی ہے تعارض کا نام سُن لیا ہے پر اُسکی حقیقت نہین سمجھے سو سنو ہر حدیث مرفوع سے اسکا مضمون بیشک معلوم ہوجاتا ہے مگر اس سے یہ معلوم

صحابہ کے اقوال واعمال حکم شرعی کے ناسخ نہین ہوسکتے ہین مگر اُسکے نسخ کی دلیل ہوسکتی ہین یہ بحث قابل غور ہے
۱۲ ۱۲ ۱۲

Marfat.com

نہین ہوتا کہ آیندہ یہ حکم بدلا ہے کہ نہین سو اس بات کو دوسری احادیث یا آثار ثابت کر دینگے سو اُن
دوسری احادیث و آثار کو احادیث سابقہ کا معارض بتانا اپنی حماقت کا جتانا ہے تعارض کے لئے
اتحاد زمان شرط ہی اور یہان زمانہ مختلف ہے افسوس کہ اس ایک کوتاہ فہمی نے انکو بیشمار اغلاط
مین ڈالکر انکو اپنے خیالات مین مگن بنا رکھا ہے اور نیز اسی نے آثار صحابہ کو اُنکی نظرون مین بے وقعت
بنا دیا ہے - ایک دوسری غلطی پہلی غلطی کا تتمہ انکو اور بھی لاحق ہے اُسکا سُن لینا بھی ضروری ہے وہ یہ
ہے کہ یہ حضرات جہان کسی حدیث و اثر مین کچھ ضعف سندی پاتے ہین تو اس سقم کو ردّ حدیث کے لئے حجت
کافی سمجھ لیتے ہین خصوصًا جبکہ وہ احادیث و آثار اُنکے مشرب کے خلاف ہون حالانکہ یہ رویّہ سخت مذموم
ہے کیونکہ حدیث ضعیف نہ اسقدر موثوق بہ ہے جسقدر حدیث صحیح ہوتی ہے اور نہ اسقدر متروک ہوتی
ہے جسقدر حدیث موضوع ہوتی ہے بلکہ بلحاظ اپنی سند خاص کی بین المعمول والمتروک ہوتی ہے سو
اگر اُسکا کوئی موید آیت و حدیث صحیح ہو تو اُسکا معمول بہ ہونا ارجح ہو جاتا ہے اور صحیح لغیرہ کہلاتی ہے
اور اگر اُسکا کوئی موید نہو تو غیر معمول بہ ٹہرائی جاتی ہے کہ اُسکے لئے صحت لغیرہ بھی حاصل نہوئی جیسا کہ
صحت لذاتہ اُسکو حاصل نہ تھی سو اب ہر طالب حق کو زیبا ہے کہ جب حدیث ضعیف پیش نظر ہو تو غور کرے
کہ آیا اُسکے لئے کوئی موید معتبر ہی کہ نہین اگر ہو تو اُسکو استدلال کے لئے حجت کافی سمجھے اور اُسکے موافق
عمل کرے ورنہ اُسکو ناقابل استدلال سمجھے اور غیر معمول بہ ٹہراوے غرض ضعیف کو متروک العمل ہی نہ سمجھ
لیوے بلکہ وہ بسا اوقات محدثین کے نزدیک معمول بہ ہی ہوتی ہے ایک مثال اسکی لکھدینی کافی سمجھتا ہون
دیکھو ترمذی مین ہی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل نکح امرأة فدخل بها اولم یدخل بها
فلا یحل لہ نکاح امہا - قال ابو عیسے ہذا حدیث لا یصح من قبل اسنادہ والعمل علی ہذا عند
اہل العلم دیکھو یہ حدیث اگرچہ اسنادًا غیر صحیح ہے مگر آیت قرآنی وامہات نساءکم وربائبکم اللاتی
فی حجورکم من نسائکم اللاتی دخلتم بہن فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم اسکے لئے موید
تھی جمہور اہل علم کے نزدیک یہ حدیث ضعیف معمول بہ ہوئی اس سے یہ کلیہ حاصل ہوا کہ ضعف سندی
بحالت تقویت بالغیر کے سقم قادح نہین ہے سو مسئلہ زیر بحث مین ہم آیندہ ایسی احادیث و آثار سے
استدلال لائینگے جن مین سے بعض سندًا ضعیف ہونگے مگر موید بالصحاح سو مدعیان حدیث اپنے جی مین
خوش نہون کہ ہمارا استدلال قوی نہین ہے نہین بلکہ بقاعدہ معلومہ بالا ہمارا استدلال نہایت محکم ہوگا

۱۵۷ اصطلاحًا حدیث ضعیف محتمل القبول والرد ہوتی ہے محض ضعف سندی سے فورًا اسکو رد نہین کرنا چاہئے بلکہ قرائن خارجی سے ایک جانب کو مرجح کرنا چاہئے ۱۲

Marfat.com

ذرا ہوش مین آکر موہنہ سے بات نکالین بات کا کہدینا آسان ہی مگر اُسکا پورا کر دکھانا مشکل ہے ہماری آیندہ استدلال مین دو قاعدے ملحوظ ہونگے انکو یاد رکھنا چاہیئے اوّل یہہ ہے کہ اگر کسی راوی کی روایت مرفوعہ ہم تک سند ضعیف پہونچی ہو مگر اُسکا اثر موقوف جو اُس روایت مرفوعہ کے موافق ہو بسند صحیح ہم تک پہونچا ہو تو اُسکی حدیث مرفوع بھی نفس الامر مین صحیح ہوگی اور وہ صحیح لغیرہ کہلاویگی اور استدلال کے لئے کافی ہوگی دوم یہہ کہ اگر کسی راوی کا اثر موقوف بسند ضعیف مروی ہو مگر کسی حدیث صحیح مرفوع سے وہ موید ہو تو وہ اثر نفس الامر مین صحیح ہوگا اور استدلال کیلئے کارآمد ہوگا اور اگر اُس راوی سے کوئی دوسرا اثر بسند قوی مروی ہو مگر احادیث صحاح کے خلاف ہو تو وہ نفس الامر مین صحیح نہوگا اور استدلال کے لئے کافی نہوگا۔ ۱۵ دو قاعدہ … یاد رکھنا نہایت ضروری ہے

بالجملہ مدعیان حدیث کا استدلال ان احادیث عشرہ مذکورہ سے بھی صحیح نہ نکلا کیونکہ اول تو اُن سے قرأت مقتدی کا وجوب نہین نکلا بلکہ اباحت نکلتی ہے دوم اُس اباحت کا نسخ بھی دوسری احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ ابھی اوپر گذرچکا ہے اور ظاہر ہے کہ استدلال کے لئے ضروری ہے کہ حدیث معتبر السند متعین المعنے قائم الحکم ہو سو احادیث مذکورہ سنداً اگرچہ بذاتہ یا بغیرہ معتبر ہین مگر محتمل المعنی ہین وجوب قرأت مقتدی اور اُسکی اباحت کا سب مین احتمال ہے پر وجوب قرأت اُن سے سمجھنا اتباع ہوای نفسانی ہے ہان اباحت کا اُن سے مفہوم ہونا بقواعد و شواہد مدلل ہی جیسا کہ اوپر معلوم ہوا مگر اس اباحت کا نسخ بھی انجام کار دوسری احادیث سے مبرہن ہوچکا تو اب اُن سے استدلال مدعیان حدیث کا استدلال باینعے الغیر المراد اور استدلال بالمنسوخ ہے جو کسی طرح عقلاً و نقلاً مسموع نہین ہوسکتا اب طالبان انصاف پسند سے اُمید ہے کہ اس تحقیق کو بغور و فکر مکرر ملاحظہ فرماوین اور دوسرے کوتاہ فہمون کو اسکا خلاصہ سمجھا دین واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ ازانجملہ یہ حدیث ہی جو جلد خامس مسند امام احمد مین صفحہ ۳۲۲ پر مذکور ہے اور دارقطنی و ابوداؤد و ترمذی و جزء القرأۃ وغیرہ مین بھی مذکور ہے۔ عن ابن اسحق حدثنی مکحول عن محمود بن الربیع الانصاری عن عبادۃ بن الصامت قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القرأۃ فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلوتہ اقبل علینا بوجھہ فقال انی لاراکم تقرأون خلف امامکم اذا جھر قال قلنا اجل واللہ یارسول اللہ ھذا قال فلا تفعلوا الا بام القران فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بھا۔ اس حدیث مین دو امر بحث طلب ہین اوّل یہ کہ باعتبار سند کے یہ کس درجہ کے ہے ۱۶ حدیث عبادہ

Marfat.com

دوم یہ کہ متن حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے سو اولاً حال سند ملاحظہ ہو ہمارے مدعیان حدیث ہر چند کہ منکران تقلید ہین مگر امام شوکانی و ترمذی وغیرہ کی کورانہ تقلید کرکے اس حدیث کو صحیح یا حسن سمجھتے ہین حالانکہ عند التحقیق یہ حدیث بلحاظ اس سند خاص کے نہ صحیح ہے اور نہ حسن بلکہ اقسام ضعیف مین سے یہ حدیث شاذ ہے اگرچہ امام ترمذی نے اسکو حسن کہا ہے اور شوکانی علیہ الرحمۃ وغیرہ اسکو صحیح کہتے ہین مگر دونون قول بلا دلیل ہین کیسے ہی بڑے کا قول کیون نہو جب تک دلیل سے موجہ نہو قابل قبول نہین سو سنئیے ہم ان دونون اقوال کا خلاف قواعد محدثین ہونا ثابت کرتے ہین اور اس حدیث کا شاذ ہونا بدلائل موجہ کرتے ہین - اس حدیث مین ایک راوی تو محمد بن اسحق بن یسار ہے جو مکحول کے تلامذہ مین سے ہے سوا اکابر محدثین جو ائمہ جرح و تعدیل ہین اُسکی توثیق و تجریح مین اسقدر مختلف الاقوال ہین کہ کچھ ٹھکانا نہین طالب فہمیدہ ان اقوال متناقضہ کو دیکھکر حیران رہجاتا ہے کہ کسکا قول باور کرے اور کسکا قول رد کرے مگر اتنی بات ہر صاحب عقل سلیم تسلیم کریگا کہ اگر ہم کسی شخص کے محاسن ظاہرہ پر مطلع ہون اور عیوب باطنہ سے بیخبر ہون تو ہم اُسکی تعدیل و توثیق کرینگے اور اگر اُسکے عیوب باطنہ پر بھی ہم مطلع ہو جاوین تو وہ کیسا ہی محاسن ظاہرہ کیون نرکھتا ہو ہم اُسپر جرح و قدح ہی کرینگے غرض مدار تعدیل جہل معائب اور علم محاسن پر ہی جو سہل الحصول ہے اور مدار جرح علم معائب پر ہے جو صعب الحصول ہے علم معائب اُنہین کو حاصل ہوسکتا ہی جو اُس شخص کا ہمراز و ہم نوالہ ہو وقت بیوقت اُسکے ساتھ مخالطت و مجالست رکھتا ہو برخلاف علم محاسن کے کہ وہ ہر کس ناکس کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ ؎ ہر کرا جامہ پارسا بینی * پارسا دان و نیک مرد انکار - اب اگر کسی راوی کی جرح و تعدیل مین اختلاف ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اُسکے ہمعصر ہموطن ہم جلیس اُسکو کیسا بتاتے ہین اور دیگر اشخاص اجانب بعید الوطن غیر معاصر اُسکو کیسا ٹھہراتے ہین سو ظاہر ہے کہ اول قسم کے اشخاص کا قول ہی لائق قبول ہی اور بمقابلہ اُنکے دوسرونکا قول نامقبول ہی اب اُسی قاعدہ کے موافق محمد بن اسحاق کی جرح و تعدیل کا بھی فیصلہ ہونا چاہیے سو سنئیے امام مالک اور ہشام بن عروہ اور یحیٰی بن ابراہیم وغیرہ محمد بن اسحق کے ہمعصر و ہموطن ہین مدینہ منورہ مین سب کا اجتماع رہا ہے علامہ ابن سید الناس اپنی کتاب عیون الاثر مین اور منذری اپنی کتاب ترغیب و ترہیب مین اُسکی جرح و تعدیل مین اقوال ذیل نقل کرتے ہین روی القطان عن ہشام انہ ذکرہ فقال عدو اللہ الکذاب یروی عن امراتی این راٰہا - وقال مالک کذاب نحن نفیناہ

Marfat.com

عن المدینة وقال احمد قال مالك وذكره فقال دجال من الدجاجلة وقال مكی بن ابراہیم
جلست الی محمد بن اسحق وكان یخضب بالسواد فذكر احادیث فی الصفة فلم اعد الیه
وقال تركت حدیثه - اور سنئے بے تعداد محدثین مدینہ نے کسی مجلس حدیث مین محمد بن اسحق کا ذکر
آتے ہی اسکی حدیث سننے سے بھی انکار کیا اور اسکی تعدیل کرنے والے کے جوابات کو قبول نہین کیا
روی الساجی عن المفضل بن غسان قال حضرت یزید بن ہارون وہو یحدث بالبقیع
وعنده ناس من اہل المدینة یسمعون منه حتی حدثہم عن محمد بن اسحق فامسكوا
وقالوا لا تحدثنا عنه نحن اعلم به فذہب یزید یحاوبہم فلم یقبلوا اور لیجیے یحیی بن معین
اور یحیی بن سعید القطان اور ابن ابی حاتم جملہ محدثین کے نزدیک جو ائمہ الجرح والتعدیل مسلم ہین اور انکی ہی
تحقیق پر امام بخاری وغیرہ جیسے اکابر محدثین کا اکثر اعتماد ہے انکے اقوال سنئے یہ تینون اعلام اگرچہ محمد
بن اسحق کے معاصر نہین ہین مگر بہ نسبت دیگر محدثین کے تحقیق رجال مین سر بر آوردہ ہین - قال الفلاس
كنا عند وہب بن جریر فانصرفنا من عنده فمررنا بیحیی بن جریر یعنی نقرأ علیه كتاب المغازی
عن ابیه عن ابن اسحق فقال تنصرفون من عنده بكذب كثیر اور اس سے بڑھکر لیجیے کہ یحیی بن
سعید القطان اسکے کذب پر کسدرجہ کی شہادت موکدہ خدا کا واسطہ درمیان مین دیکر دیتے ہین وقال
یحیی القطان ماتركت حدیثه الا لله اشہد انه كذاب - علی ہذا یحیی بن معین اور ابن ابی حاتم کے
اقوال ملاحظہ فرمائیے روی المیمونی عن ابن معین ضعیف وروی عنه غیره لیس بذاك وعن ابن
معین ما احب ان احتج به فی الفرائض وقال ابن ابی حاتم لیس بالقوی ضعیف اور امام احمد بن
حنبل کا قول سنئے - قال عباس الدوری سمعت احمد بن حنبل وذكر ابن اسحق فقال اما فی
المغازی فیكتب حدیثه واما فی الحلال والحرام فیحتاج الی مثل ہذا ومد یده وضم اصابعه
وقال ابو داؤد سمعت احمد بن حنبل ذكره فقال كان رجلا یشتہی الحدیث فیاخذ كتب
الناس فیضعها فی كتبه وقال احمد كان یدلس - علی ہذا امام نسائی اور دارقطنی کے اقوال دیکھیے
وقال النسائی لیس بالقوی - وقال البرقانی سالت الدارقطنی عن محمد بن اسحق بن یسار
وعن ابیه فقال لا یحتج بهما وانما یعتبر بهما مگر تعجب ہے کہ دارقطنی[1] باوجود اپنے اس فرمانے کے
اس حدیث محمد بن اسحاق کو حسن کہتے ہین کیا جس سند مین کوئی راوی ناقابل احتجاج ہو وہ بھی حسن

[1] علامہ دارقطنی اپنی تحقیق کے خلاف اس حدیث ابن اسحق کو ازراہ تعصب حسن کہتے ہین ۱۲

Marfat.com

اصطلاحا ہوسکتی ہی بالجملہ معاصرین محمد بن اسحق نے اُسپر یہ جروح کیئے ہین کہ وہ کذاب و دجال ہے اور صفات خداوندی کے متعلق احادیث باطلہ روایت کرتا ہے اور محدثین مدینہ جو اُسکے معاصر یا قریب الزمان تھے اُسکی احادیث کو سننا بھی جائز نہین سمجھتے تھے باقی متاخرین ائمہ جرح و تعدیل جو تحقیق رواۃ مین ید طولیٰ رکھتے تھے اُسکو غیر قوی اور ضعیف ناقابل احتجاج اور دوسرون کی احادیث کو اپنی طرف نسبت کر لینے والا بتاتے ہین فرائض و سنن اور حلال حرام کے بارہ مین اُسکی احادیث کو نامعتبر ٹھہراتے ہین ہان مغازی و سیر مین اُسکی احادیث کو لکھ لینا جائز کہتے ہین کیونکہ اُسمین بے احتیاطی چندان قابل التفات نہین کہ اُس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہین ہوتا مورخ محدث کی سی احتیاط نہین کرسکتا ہے چنانچہ مغازی ابن اسحق ایسی بے احتیاطیون سے مملو و محشو ہے منذری ترغیب و ترہیب مین فرماتے ہین - حالہ عندی ذنب الا ما قد حشاہ فی السیرۃ من الاشیاء المنکرۃ المنقطعۃ - اب ہمکو

۷ معدلین ابن اسحق کا ذکر اور انکی تعدیل کا معتبر نہونا

محمد بن اسحق کی معدلین کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے سو سنئے محمد بن شہاب زہری مدنی امام المحدثین جو محمد بن اسحق کے معاصر و ہموطن بھی ہین اُنکے مداح ہین کہ جب تک یہ مرد احول مدینہ مین ہے ایک بڑا علم باقی رہیگا عیون الاثر مین ہے عن الزہری انہ رآہ مقبلا فقال لا یزال بالحجاز علم کثیر ما دام ھذا الاحول بین اظہرھم مگر ابن شہاب کی وفات ابن اسحق کی وفات سے پچیس برس پہلے ہو چکی بعد کی اُنکو کیا خبر کہ کیا ہوگا باایہمہ اُنکی مراد علم منکر سے شاید علم انساب و کنی و علم مغازی و سیر ہو جسمین وہ معروف و مشہور تھے - اور سفیان بن عیینہ کوفی فرماتے ہین کہ اسوقت سے کچھ اوپر ستر برس ہوئے کہ مین مدینہ مین اُنکا ہم جلسہ رہا ہون مینے اہل مدینہ مین سے کسی کو نہین سنا کہ اسکو کچھ تہمت یا عیب لگاتا ہو - سمعت سفین بن عیینۃ سئل عن محمد بن اسحق فقال جالستہ منذ بضع و سبعین سنۃ و ما یتھمہ احد من اھل المدینۃ ولا یقولون فیہ شیئا مگر ابن عیینہ کی وفات ۱۹۸ھ مین ہے اور ابن اسحق کی ۱۵۰ھ مین تو ۴۸ برس کا تو یہ فرق ہے اب اگر فرض کیا جاوے کہ ابن عیینہ کا یہ مقولہ آخر حیات ہی مین تھا تاکہ اُنکی تعدیل کا کوئی منافی موخر نہ نکل سکے اور کچھ اوپر ستر کو ۷۵ فرض کر لو تو ۴۸ مین ۲۷ اور ملاؤ تاکہ ۷۵ ہو جاوین پھر ۷۵ کو ۱۹۸ سے منہا کرو تاکہ سال مجالست معلوم ہو سو وہ ۱۲۳ سال ہجری ہے پھر اس ۱۲۳ کو ۱۵۰ سے منہا کرو تو ۲۷ رہیگا اس سے معلوم ہوگا کہ محمد بن اسحق کی وفات سے ۲۷ برس پہلے یہ مجالست واقع ہوئی اُسوقت کوئی تہمت و عیب لگانے والا نہ تھا مگر اسکے

Marfat.com

بعد کی جرح وتہمت کی اس سے نفی نہین ہو سکتی اور اگر یہ مقولہ اخر حیات سے پہلے مانا جاوے تو یہ مجالست اور بھی زیادہ مقدم ہوگی بالجملہ ایک خاص وقت مین متہم ومجروح نہونے سے آخر تک متہم ومجروح نہونا لازم نہین ہے - ایک وجہ اُسکی تعدیل کی یہ بھی قرار دیتے ہین کہ سفیان ثوری وشعبہ وابن جریج وہر دو حماد وغیرہ اُس سے روایت کرتے ہین سو سُنئیے یہ وجہ اُسکی تعدیل کی نہین ہو سکتی کیونکہ کمّل محدثین جنکو فن رجال مین بصیرت ومہارت تامہ حاصل ہوتی ہی وہ ہر قسم کی رواۃ سے خواہ ثقات ہون یا ضعاف روایت کیا کرتے ہین مگر خذ ما صفا ودع ما کدر پر عامل ہوتے ہین دیکھو خود سفیان ثوری اورون کو روایت عن الکلبی سے منع کرتے ہین اور خود اُس سے روایت کرتے ہین عیون الاثر مین ہے قال لیلی بن عبید قال لنا سفیان الثوری اتقوا الکلبی فقیل له انك تروی عنه قال انا اعرف صدقه من کذبه - سو یہ کوئی وجہ تعدیل کی نہین ہو سکتی - علی ہذا اُسکی تعدیل مین امام بخاری کے قول کو بھی پیش کرتے ہین وقال البخاری ینبغی ان یکون له الف حدیث ینفرد بها لا یشارکه فیها احد - سو اس قول سے تعدیل وتوثیق معلوم نہین کیونکہ نکلے اگر انفراد بتعداد کثیر موجب توثیق ہو تو یون کہو کہ جسکی حدیث مین جسقدر تفرد زیادہ ہوگا اُسیقدر وہ اوثق ہوگا نہین بلکہ غرض امام بخاری کی اس سے فی الجملہ بے اطمینانی کا اظہار ہے اسیواسطہ وہ انکو درجہ حسن مین تو رکھتے ہین پر درجہ صحیح مین نہین ٹھہراتے اور اسی وجہ سے علامہ بیہقی نے باب قتل ماله روح مین لکھا ہی والحفاظ یتوقون ما ینفرد به ابن اسحق - اور حافظ ابن حجر نے درایہ مین اُسکے متعلق کتاب الحج مین لکھا ہے -

وابن اسحق لا یحتج بما انفرد به من الاحکام فضلا عما اذا خالفه من هو اثبت منه -

علی ہذا شعبہ بن الحجاج کا قول بھی اُسکی تعدیل کے لئے پیش کرتے ہین - روی یونس بن بکیر عن شعبة محمد ابن اسحق امیر المحدثین فقیل له لم قال لحفظه مگر یہ قول اُنکی ثقاہت کیلئے دلیل ناتمام ہے کیونکہ ثقہ اصطلاح محدثین مین وہ ہے کہ جامع بین العدالة والحفظ والضبط ہو سو امام مالک وغیرہ معاصرین ابن اسحق کا جرح اُسکے حفظ وضبط کی بابت نہین ہے آمین تو وہ بھی اُسکو ایسا ہی سمجھتے ہین اُنکا جرح عدالت کے متعلق ہی کہ وہ منتحل الاحادیث ہے کہ وہ دوسرون کی مسموعات کو اپنی طرف نسبت کرنے مین باک نہین رکھتا یعنی کذب سے مجتنب نہین ہے اور ظاہر ہے کہ راوی کاذب کی حدیث نہ صحیح ہو سکتی ہے اور نہ حسن اگرچہ اُسکا کذب ایکدو حدیث مین ہی ثابت ہوا ہو - اصل بات یہ ہے کہ جب

Marfat.com

اسکا کذب اہل مدینہ مین مشہور و مشہود ہوا اُسوقت سے اپنے عیب چُھپانے کو اُسنے حدیث بیان کرنے مین انتحال و کذب کو چھوڑ دیا سو جن جن اکابر نے اُسوقت سے اُسکی احادیث سُنی اور اختبار و اعتبار کے بعد وہ ٹھیک نکلے سو لامحالہ وہ اسکو صدوق حافظ امام المحدثین کہنے لگے اور جرح جرح مذکورہ یا تو انکو پہونچی نہین یا اُنکی تاویل و توجیہ حسن ظن سے کر لی مگر غور طلب یہ ہے کہ وہ تاویلات بقاعدہ محدثین اور بمقتضائے عقل سلیم اُن جروح کو رافع ہو سکتے ہین یا نہین سو ہم کہتے ہین کہ وہ تاویلات ہرگز رافع جروح نہین ہین اسکی تفصیل سنئے امام مالک کے کذاب و دجّال کہنے کی یہ تاویل کرتے ہین کہ امام مالک اپنے آپ کو خاندان ذی اصبح سے بتاتے تھے جو ملک یمن مین خاندان شاہی سمجھا جاتا تھا اور محمد بن اسحق چونکہ علم انساب مین ماہر تھے وہ امام کو اُس خاندان کے موالی یعنی معتقین سے جتاتے تھے اسپر امام کو ناگواری پیش آئی اور اُسکو دجال و کذاب کہا سو غور کیجے کہ یہ تاویل میزان عقل مین کیا وزن رکھتی ہے امام مالک جیسا شخص جو زہد و تقوی اور اتباع سنت اور جلالت شان مین سر دفتر محدثین ہین اتنی سی بات پر محض نفسانیت سے اُسکو مرتے دم تک دجّال و کذاب فرماتے رہے ہون کونسی عقل سلیم ہے کہ اسکو تسلیم کرے اور کونسا قاعدہ محدثین ہے جسکی رو سے اسکو باور کیجے اگر یہی ہے تو خود امام کو دجال و کذاب کہنا چاہیئے اور انکی مرویات کو کتب احادیث سے نکال پھینکنا چاہیئے ایسا نفس پرور بھی امام المحدثین ہو سکتا ہے - اور بعض کہتے ہین کہ امام مالک نے انجام کار اس جرح سے رجوع کیا - اسکا قصّہ یہ ہے کہ امام مین اور اسمین مدّتون نوک جھوک رہی جب محمد بن اسحق نے یہان سے تنگ دل ہو کر عراق جانیکا قصد کیا تو امام مالک اور ابن اسحق نے باہم مصالحت و آشتی کر لی اور امام نے اپنی طرف سے پچاس دینار اور نصف ثمر اپنے باغ کا انکو ہدیۃً دیا - اب غور کیجئے اسکا نام رجوع عن الجرح ہے یہ تو ایک میل ملاپ اور احسان و کرم ہے جو وقت وداع مسلمانون مین ہونا چاہیئے اسمین کوئی لفظ امام مالک کی طرف سے ہے کہ مین تمہاری جرح و قدح مین خاطی تھا اب اُس سے معافی مانگتا ہون ہرگز نہین بلکہ امام بعد اسکے بھی اُسکی جرح کرتے رہے عیون الاثر مین ہے قال ابن ادریس قلت لمالک و ذکر المغازی فقلت قال محمد بن اسحق انا بیطارہا فقال نفیناہ عن المدینۃ سو یہ جملہ امام مالک کا اُسکے چلے جانے کے بعد ہے اس سے غور کرو کہ اس سے ناپسندیدگی نکلتی ہے یا رضامندی بالجملہ امام مالک نے اُسکی جرح سے ہرگز رجوع نہین کیا بلکہ برابر اُس سے متنفر رہے اب خواہ اس تنفر کو نفسانیت پر

۵۷ امام مالک کی جروح کی تاویل مجیب المحدیث اور اس تاویل کی تعلیل ۱۲

محمول کرو یا بغض للٰہی پر سو ہر منصف امام مالک کے حالات کو پیش نظر رکھکر خود اپنے جی مین فیصلہ کر لے کہ اُن دونون وجوہ مین سے یہ تنفر کس وجہ سے تھا لفظ دجّال و کذاب صیغہ مبالغہ ہے کوئی محدث بلا اطمینان کامل اور بلا تحقیق تام کسی راوی کے حق مین استعمال نہین کر سکتا۔ علیٰ ہذا ہشام بن عروہ کا اسکو کذاب کہنا اس طرح دفع کرتے ہین کہ محمد بن اسحق نے ایک حدیث دربارہ تطہیر ثوب جو دم حیض سے ملطخ ہو فاطمہ بنت المنذر سے بدین الفاظ روایت کی دخلت علی فاطمۃ فحدثتنی الخ سو چونکہ یہ فاطمہ ہشام بن عروہ کی زوجہ تھی اسلئے انکو یہ بیان فرط غیرت مین ناگوار گذرا اور اسیوجہ سے انہون نے اس کو یہ کہا۔ عدو اللہ الخبیث الکذاب یروی عن امراتی این رآہا لقد دخلت بہا وہی بنت تسع سنین وما رآہا مخلوق حتی لحقت باللہ۔ عیون الاثر۔ سو ایسا کہنا بشریت سے غیور المزاج سے ہو جاتا ہے مگر صحابہ و تابعین جب ازواج مطہرات کے پاس جاتے تھے اور ان سے احادیث سنتے تھے تو محمد بن اسحق کا فاطمہ کے گھر مین جانا اور پس پردہ ان سے کوئی حدیث سننا کیا مستبعد ہے سو ہشام کا اتنی بات پر کاذب و خبیث کہنا شرعًا و عقلًا ٹھیک نہین یہ ہے دافعین جرح کی تقریر۔

اب ہم کہتے ہین کہ یہ تقریر بظاہر خوش کُن ہے مگر بباطن محض دھوکہ و سفسطہ ہے سو سنو بیشک محمد بن اسحق کا فاطمہ کے گھر جانا اور کچھ سننا ہرگز مستبعد نہین ہے اور شرعًا اسمین ذرا عیب نہین ہے مگر اسمین کلام نہین ہے کلام اسمین ہے کہ محمد ابن اسحق تو مدعی دخول و سماع بلا واسطہ ہے اور ہشام اسکو دروغ محض بتاتا ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ آیا ہشام بن عروہ عوام کالانعام مین سے ہین یا خواص اعلام مین سے اگر قسم اوّل سے ہین تو بے انکی جرح کو نفسانیت و غیرت بے پر حمل کرنا دور از عقل نہ تھا اور اگر قسم دوم مین سے ہین تو انکی جرح کو کیون اُن قواعد پر مبنی نہین کرتے جو کملاء محدثین کے درمیان رائج ہین سو سنئے ہشام بن عروۃ رجال صحیحین مین سے ہین اُنکی ثقاہت فقاہت مثل آفتاب مشہور و معروف ہے سو کیا کسی کی عقل سلیم اسکو باور کرتی ہے کہ انہون نے باانہمہ رفعت شان بلا تحقیق حال اُسکو کاذب کہدیا اور عمر بھر اسی پر جمے رہے نہین بلکہ انہون نے بقاعدہ محدثین مروی عنہ سے جو خود انکی زوجہ تھی تحقیق کیا ہوگا اور بعد اطمینان کامل اسکو دروغ گو کہا اور اسیوجہ سے اُسکو برابر کاذب کہتے رہے کبھی اس سے رجوع نہین کیا ورنہ وہ غیرت بھی کیا بلا تھی کہ اُسنے عمر بھر بھی کبھی انکو تحقیق حق کی طرف متوجہ نہونے دیا اور انہون نے کبھی اتنا نہ سوچا کہ مین نے سوءظن سے اُسکو کاذب کہدیا ہے آؤ اسکی کچھ تحقیق تو کرلین صداقت مین شبہہ ہو تو اُسکے مروی عنہ سے

ملکر اُسکے سماع و عدم سماع کی تحقیق کرتے ہین سو اگر عروہ رضی اللہ عنہ نے انکار واثق کیا کہ مین نے اُس سے بیان
نہین کیا تو اُس راوی کو کاذب ٹھہراتے ہین سو کیا ہشام نے اس قاعدہ کو نہ برتا ہوگا اور محض نفسانیت سے
اُسکو کاذب کہتے رہے سبحانك هذا بهتان عظيم اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن
اثم باقی اگر کوئی کہے کہ محمد بن اسحق کی نسبت کیون بدگمانی اختیار کرکے اُسکو کاذب ٹھہرایا جاتا ہے سو
اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو اُسکے درجہ اور ان ہر دو کے درجات مین بشہادت محدثین زمین و آسمان کا
فرق ہے دوسرے اُسکا کذب اور بے احتیاطی مغازی مین معروف و مشہور تو ان متنازع فیہ مواقع مین وہ
کاذب ہو تو کیا بعید ہے تیسرے مکی بن ابراہیم اور دیگر اہل مدینہ اُسکے اباطیل دیکھکر اسکی احادیث
کو ترک کر چکے اور اُسکے سُننے تک سے بیزار ہو چکے تھے چوتھے بشہادت احمد بن حنبل جیسا کہ اوپر منقول ہوا
یہ بات ثابت ہے کہ وہ لوگون کی کتابین لیکر اُنکی احادیث کو اپنی مسموع بنا لیتا ہے تو باینہمہ اُسکو تو
صادق سمجھا جاوے اور دوسرے معتبرین کو جنکے کذب کا نہ کوئی قرینہ نہ اُن پر کسی کی طرف سے کوئی
معتبر جرح ہو اُنکو کاذب قرار دیا جاوے اُسکو کسکی عقل سلیم تسلیم کر سکتی ہے۔ فاطمہ رض کے قصہ مین بھی
بات وہی ہے کہ فاطمہ سے کوئی اُسکا عزیز و اقارب بلکہ خود ہشام بن عروہ حدیث معلومہ روایت کرتے
ہین اُسکو محمد بن اسحق نے سنکر اپنی جبلی عادت کے موافق اُسکو اپنا مسموع بنا لیا پھر جب اُسکا کذب
اس بارہ مین ظاہر ہوا تو آیندہ سے احتیاط اختیار کی اور اپنی احادیث مسموعہ ہی جسمین انتحال و
کذب کی آمیزش نہتھی روایت کرنا شروع کیا سو جن اکابر نے اُنکو سُنا اور انمین کوئی سقم نہ پایا تو
انہون نے اُسکو صدوق حافظ کہا مگر ان اقوال سے وہ عیب کذب رفع نہین ہو سکتا جسکا پتہ معاصرین
معتبرین لگا چکے تھے۔ اب اگر یہ ہی مان لو کہ امام مالک اور ہشام کا جرح مبنی بر نفسانیت تھا تو
مکی بن ابراہیم اور دیگر اہل مدینہ اور امام احمد اور یحییٰ القطان وغیرہم کی جروح کس طرح رفع ہو سکتے
ہین جنکا اظہار انہون نے بشہادات موکدہ کیا ہے اور کیا یہ سب امام مالک کی تقلید مین ایسی جمی کہ گناہ
کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور معاذ اللہ کبھی انکو احساس نہوا کہ ہم بلاوجہ معتبر اُسکو مجروح و متروک ٹھہرا رہے
ہین ہمکو اس سے توبہ کرنی چاہیے پھر تعجب ہے کہ ایسے محتاط متقی متبع سنت معاصرین کا جرح تو نا معتبر
ہو اور اُسکی تاویل وہ کیجائے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ اگر یہ تاویلات نفس الامر مین صحیح ہین تو
ان ائمہ جرح سے بڑھکر کوئی نفس پرور بدگمان بے احتیاط جہان مین نہوگا اور تعدیل کسکی معتبر ہو

محمد بن اسحاق کو حسن ظن سے صادق ٹھرانا اور بہت سے ائمہ حدیث کو متعصب بتانا ہے جو مسموع نہین ہو سکتا ہے

Marfat.com

جو نہ اُسکے معاصر ہون نہ ہموطن صدہا سال اُس سے زمانا موخر ہون دیکھئے امام بخاری جو وفات
محمد بن اسحق سے ایکسو چھ برس بعد اور دارقطنی جو دوسو پینتیس ۲۳۵ برس بعد اور حاکم جو دوسو پچپن برس
بعد اور امام بیہقی جو تین سو آٹھ برس بعد اور ابن ہمام جو پانسو اکتیس برس بعد راہی آخرت ہوے
ہین اُسکی توثیق کرتے ہین سو ہم پوچھتے ہین کہ وہ کون شرعی و عقلی قاعدہ ہے جسکی روی سے
ان متاخرین غیر معاصرین کی توثیق تو معتبر کیجاوے اور ائمہ معاصرین کی جرح نامعتبر ٹھرائی جاوے حالانکہ
ہر دو فریق کی جرح و تعدیل مین تعارض بھی نہین ہے کیونکہ جارحین عیب کذب اور سقم انتحال اُسپر
عائد کرتے ہین اور حفظ و ضبط کا قصور نہین بتاتے اور معدّلین اُسکے حفظ و ضبط کی تعریف کرتے
ہین سو دونون باتین صحیح ہین مگر اس مدح سے اسپر سے عیب کذب رفع نہین ہوا باقی رفع جرح کی جو تاویلات
کرتے ہین اُسکی حقیقت اوپر معلوم ہو چکی کہ بیت عنکبوتی کی برابر بھی اُسمین جان نہین نہ قاعدہ محدثین
اُسکی مساعدت کرتا ہے اور نہ قانون عقل کیونکہ جارحین عالم عیب ہین اور معدّلین جاہل عیب اور ظاہر
ہے کہ عالم بالشی کا قول جاہل عن الشی سے مقدم ہوتا ہے دیکھو بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ مین نماز پڑھی اور ابن عباس کہتے ہین کہ نہین پڑھی سو محدثین نے بلال کی
قول کو باور کیا کہ وہ عالم باداء الصلوۃ تھے اور ابن عباس کے قول کو تسلیم نہین کیا کہ وہ اس سے بیخبر تھے غرض جانکار کا قول انجان کے
قول سے شرعًا و عقلًا مقدم ہو سو محمد بن اسحق کی جارحین کا قول چونکہ وہ اُسکے معاصر اور واقف عیب تھے مقبول ہوگا اور معدّلین
کا قول چونکہ وہ اُسکے عیب سے ناواقف تھے مردود ہوگا اب اس سند کو صحیح یا حسن کہین تو کس طرح
کہین کیونکہ عدالت دونون کی حد مین شرط ہے اگرچہ ضبط کی فی الجملہ کمی حسن مین ہوتی ہے اور ظاہر ہے
ارتکاب کذب عدالت کی منافی ہے شرح نخبہ مین ہے المراد بالعدل من لہ ملکۃ تحملہ علی ملازمۃ
التقوی والمروۃ والمراد بالتقوی اجتناب الاعمال السیئۃ من شرک او فسق او
بدعۃ سو کذب اقسام فسق سے ہے جو محمد بن اسحق مین بشہادت عدول موجود تھا تو وہ عدل ہرگز
نہوا تو اسکی سند نہ صحیح ہوئی اور نہ حسن وذاک ما اردناہ - اب ہم ایک اور بات کہتے ہین جسکو مدعیان
حدیث غالبًا مسرت کیساتھ سُنینگے وہ یہ ہے کہ ہماری اس تحقیق کو ہر چند کہ قواعد محدثین اور شواہد
عقل کے مطابق ہے نہ مانو مگر اتنا تو ضرور مانوگے کہ ابن اسحق کی بعضون نے تعدیل کی اور بعضون نے
جرح تو ایسی ہی راوی کو تو متہم کہتے ہین اگرچہ بعضون تہمت پایہ ثبوت کو نہ پہونچا ہو تو محمد بن اسحق جیسا کہ

Marfat.com

بزعم معدلین متیقن الجرح نہین ہے ایسا ہی متیقن العدالۃ بھی نہین ہے کیونکہ مختلف فیہ امر مین دونون جانب تردد رہتا ہے تو لامحالہ اُسکو متہم بالکذب ضرور کہینگے اگرچہ متیقن الکذب نہین اب دیکھو کہ امام ترمذی نے حسن کی تعریف یون کی ہے ۔ ھو ما لا یکون فی اسنادہ متھم و لا یکون شاذا و یروی من غیر وجہ نحوہ سو جب اس سند مین ابن اسحق متہم بالکذب ہے تو یہ سند حسن بھی ہرگز نہوگی سو اب غور کرو کہ امام ترمذی کا اسکو حسن کہنا خود انکی تعریف مصطلح کے خلاف ہے سو ہمارا دعوی کہ اسکو حسن کہنا بھی خلاف اصطلاح ہے مبرہن ہوگیا اور اگر گہری نظر سے خوب غور کرو تو اگلی دونون شرائط بھی اس سند مین مفقود ہین یعنی یہ طریق سند شاذ بھی ہے اور اس طریق کی تائید بھی اور کسی طریق سے نہین ہے یعنی محمد بن اسحق کے سوا کوئی تلمیذ مکحول اس سند سے اُسکو روایت نہین کرتا ہے دلیل شذوذ تو یہ ہے کہ ابن اسحق کی سند تو یون ہے مکحول عن محمود بن الربیع الانصاری عن عبادۃ بن الصامت اور زید بن واقد جو مکحول کی تلمیذ ہین اُسکی سند یون ہی عن مکحول عن نافع بن محمود بن الربیع قال نافع ابطأ عبادۃ الخ اس سند سے ابوداود اور دارقطنی اور جزء القراۃ مین یہ روایت مذکور ہے اور زید بن واقد محمد بن اسحق سے اوثق ہے تقریب مین ہی زید بن واقد القرشی الدمشقی ثقۃ اور محدثین کا قاعدہ ہے کہ جس راوی کا خلاف اُس سے اوثق نے کیا ہو تو اُس راوی کی حدیث شاذ مردود ہوتی ہے ابن الصلاح اپنے مقدمہ مین فرماتے ہین اذا انفرد الراوی بشیء نظر فیہ فان کان ما انفرد بہ مخالفا لما رواہ من ھو اولی منہ بالحفظ لذلک و اضبط کان ما انفرد بہ شاذا مردودا اور حافظ ابن حجر درایہ مین لکھتے ہین و ابن اسحق لا یحتج بما انفرد بہ من الاحکام فضلا عما اذا خالفہ من ھو اثبت منہ اور دلیل اسکی کہ یہ سند اور کسی وجہ سے موید نہین یہ ہے کہ تمام کتب صحاح اور غیر صحاح کو ڈھونڈ ڈالا تو مکحول کے تلامذہ سے ایک بھی تلمیذ ایسا نہین جو اس سند کے بیان مین اُسکا متابع ہو سو جب یہ سند حدیث حسن کی ہر سہ شرائط سے خالی ہی تو تعجب ہے کہ اسکو حسن کیسے باور کرلیا جاوے اب غور کرلو کہ امام ترمذی و امام بخاری و دارقطنی اور حاکم اور بیہقی کا اس سند کو حسن کہنا کہا تک صحیح ہے ان حضرات کی بڑائی اور میری پستی پر نظر نکرو بلکہ اس مقولہ پر عمل کرو انظروا الی ما قال و لا تنظروا الی من قال بالجملہ یہ سند صرف محمد بن اسحق کی وجہ سے ہی اگرچہ اگلے رواۃ سے قطع نظر کیجاوے صحیح ہونا تو درکنار حسن بھی نہین ہوسکتی کیونکہ وہ کم ازکم

ف امام ترمذی کا اسکو حسن کہنا خود انکی تعریف کے خلاف ہے ۱۲

Marfat.com

متہم تو ضرور ہے اور متفرد مخالف ثقہ ہے اور غیر مؤید ہر طرح سے ہے تو پھر حسن کی تعریف اسپر کیونکر صادق آتی ہے ہر چند کہ یہ ایک نقص ہے اس حدیث کی تضعیف مین کافی ووافی تھا مگر مزید اطمینان کے لئے اور بھی دوسرا سقم اس سند مین ظاہر کرتے ہین وہ یہ ہے کہ اس سند مین محمد بن اسحق سے آگے دوسرا راوی مکحول ہے سو وہ ہر چند کہ ثقہ ہین مگر مدلس کثیر الارسال ہین تقریب مین ہے مکحول الشامی ابو عبد اللہ ثقة فقيه كثير الارسال اور طبقات الحفاظ مین ہے یرسل کثیرا ویدلس عن ابی بن کعب وعبادة بن الصامت وعايشة والكبار اور قاعدہ محدثین یہ ہے کہ جو راوی مدلس ہو اُسکے معنعن روایت نامقبول ہے اگرچہ وہ مدلس عدل وثقہ بھی ہو سو یہ روایت مکحول کی محمود بن الربیع سے معنعن ہے اگر بلفظ حدثنا واخبرنا وغیرہ ہوتی تو عند المحدثین مقبول ہوتی مگر اب مقبول نہین ہے حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ مین تحریر کیا ہے وحكم من ثبت عنه التدليس اذا كان عدلا ان لا يقبل منه الا ما صرح فيه بالتحديث على الاصح خود امام بخاری کو جزء القراءة مین تسلیم کرنا پڑا ہے کہ مکحول وغیرہ نے یہ حدیث محمود بن الربیع سے روایت کی ہے مگر کسی نے یہ بیان نہین کیا کہ اُسنے محمود سے سُنا سو مدلس کا عنعنہ جملہ محدثین کے نزدیک نامقبول ہے سو یہ دوسری وجہ اس سند کے ضعیف ہونے کی حاصل ہوئی اور تیسری وجہ اسکے ضعف کی اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ مکحول اپنی مروی عنہ کی بیان مین مضطرب ہے کبھی تو محمود بن الربیع عن عبادہ بیان کرتا ہے اور کبھی نافع بن محمود عن عبادہ اور کبھی خود عبادہ سے مرسلا بلا ذکر وسائط بیان کرتا ہے اور کبھی عن محمود عن ابی نعیم عن عبادة بیان کرتا ہے چنانچہ یہ سب اسانید دارقطنی وغیرہ مین موجود ہین ملاحظہ کرو اور ظاہر ہے کہ حدیث مضطرب اقسام ضعیف مین سے ہے سو یہ حدیث بوجہ محمد بن اسحق تو شاذ ہے اور بوجہ مکحول کی تدلیس کے مردود اور بوجہ اُسکے اضطراب کے ضعیف ہے سو جو حدیث شاذ اور مردود اور ضعیف ہو وہ بھی کسی طرح صحیح یا حسن ہو سکتی ہے ہرگز نہین یہانتک تو ہمنے سند کے متعلق لکھا تاکہ اس شدید غلطی کی حقیقت منکشف ہو جاوے جو بہت سے محدثین کو اس حدیث کی تصحیح یا تحسین مین لاحق ہوئی ہے سو یہ انکا خالی قول ہے نہ خود انکی اصطلاح اسکی مساعدت کرتی ہے اور نہ عقل سلیم اُسکی موافقت کرتی ہے ذلكم قولكم بافواهكم والله يقول الحق وهو يهدي السبيل مگر اس تضعیف سے ہماری غرض یہ نہین کہ یہ واقعہ نفس الامر مین بھی صحیح نہین بلکہ ہم پہلے نہایت مشرح لکھ چکے ہین

کہ صحت اصطلاحی کو صحت نفس الامری لازم نہین اور ضعیف اصطلاحی کو غلطی نفس الامری ضروری نہین ہے اگر حدیث ضعیف کی تائید اور دلائل سے ہوجاوے تو وہ معتبر ہوجاتی ہے سو اس سند کی کوئی تائید کسی طریق سے نہین ہو مگر متن حدیث کی تائید بہت سی احادیث سے محقق ہے مگر ہماری پہلی تحقیق کا مدعی صرف اسقدر تھا کہ یہ سند اصطلاحًا حسن و صحیح ہرگز نہین جو اسکو ایسا کہے وہ اصطلاحًا غلط ہے سو یہ بات بحمد اللہ ثابت ہوگئی سو بعد فرض صحت اب عـه ہم متن حدیث کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور لکھتے ہین کہ اُس سے کیا کیا امور ثابت ہوتے ہین سو سنئے اس حدیث مین چند امور غور طلب ہین اوّل یہ کہ جنکی قرأت سے آپکو ثقل قرأت پیش آیا آیا وہ گروہ نووارد تھا یا روزمرہ کے معمولی نمازی تھے دوم یہ کہ اُنکی قرأت جو موجب ثقل ہوئی جہرًا تھی یا سرًّا- سوم یہ کہ اُنکی یہ قرأت کی عادت بامر الرسول علیہ السلام تھی یا کسی اشتباہ و اجتہاد پر مبنی تھی- چہارم یہ وہ لوگ اپنی قرأت وراء الامام مین ہذ و تعجیل کیون کرتی تھی- پنجم یہ کہ جملہ لا تفعلوا الا بام القرآن سے وجوب فاتحہ مفہوم ہوا یا اُسکی اباحت ششم یہ کہ حدیث مذکور مین جملہ اخیرہ فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بھا آیا مقولہ نبی علیہ السلام ہو جو اسوقت مع ماقبل کے ارشاد فرمایا یا حدیث کا اختتام تو الا بام القرآن تک ہو چکا مگر عبادہ رضی اللہ عنہ یا کسی نیچے درجہ کے راوی کا یہ مقولہ ہے جس سے غرض علت استثناء کو ظاہر کرنا ہے بحوالہ حدیث آخر کے جسکو رسول علیہ السلام نے کسی دوسرے وقت ارشاد فرمایا تھا- ہفتم یہ کہ یہ واقعہ مندرجہ حدیث مذکور آیا مکہ مین قبل الہجرۃ پیش آیا یا بعد الہجرۃ مدینہ مین ہشتم یہ کہ حدیث ابی ہریرۃ مالی انازع القرآن فانتہی الناس الخ آیا حدیث مذکورہ عبادہ سے موخر ہے یا مقدم ہے- نہم یہ کہ حدیث مذکور بسند محمد بن اسحق اور حدیث منقول بسند زید بن واقد آیا ایک واقعہ کی حکایت ہین یا دو وقایع کی حکایت ہین- دہم یہ کہ حدیث مذکور کی رواۃ یعنی عبادہ و مکحول جو قرأت وراء الامام کے عادی تھے جیسا کہ ابوداؤد سے ثابت ہو آیا باعتقاد وجوب پڑھتے تھے یا بخیال استحباب و اباحت- یازدہم یہ کہ رسول علیہ السلام نے خلاف قرآن فاتحہ کے کیون اجازت دی- اب ہم ان ابحاث احدی عشرہ کو ترتیب وار تحقیق کرتے ہین بغور کامل سُنئے- امر اوّل عـه کی بابت گذارش ہے کہ اُس جملہ مین غور کرنے سے جو آپنے اُنکی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخاطبین اس کلام کے ساری جماعت نہ تھے بلکہ وہ چند

عـه یہان سے بحث متن شروع ہے اسکو بغور ملاحظہ فرماوین ۱۲

عـه امر اول کی تحقیق ۱۲

Marfat.com

اشخاص تھے جو آپ کے پیچھے ابھی شریک ہوے اور کسی اور امام کے پیچھے نماز پڑہنے کے عادی تھے اور جہری وسرّی نماز مین قرأت خلف الامام کے عامل تھے - آپکا ارشاد یہ ہے انی لاراکم تقراون خلف امامکم اذا جھر یعنی مجکو گمان ہے کہ تم لوگ اپنے امام کے پیچھے جب وہ باواز بلند پڑہتا ہو پڑھا کرتے ہو - سواس جملہ مین لفظ تقرأون صیغہ مضارع ہے جو استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے اور خلف امامکم فرمایا خلفی نہین فرمایا خلاصہ ارشاد یہ ہے کہ تم لوگ پہلے سے قرأت کے عادی معلوم ہوتے ہو کہ اب بھی مرے پیچھے تمنے پڑھا اگر یہ لوگ وہ ہوتے جو روزمرہ آپ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے تو اوّل تو یہ ثقالت آج ہی کیون پیش آئی اس سے پہلے کیون نآئی دوسرے اسوقت یون آپ ارشاد فرماتے اراکم تقراون خلفی نہ کہ خلف امامکم سو معلوم ہوا کہ یہ اشخاص نووارد نو شریک جماعت تھے نہ کہ روزمرہ کے نمازی مقتدی -

امر دوم کی تحقیق

امر دوم۲ کی بابت یہ عرض ہے کہ ان لوگون نے جو کچھہ اسوقت پڑھا تھا سرًّا پڑھا تھا جہرًا نہین پڑھا تھا ورنہ آپ کو پڑہنے کا یقین ہوتا نہ کہ گمان دوسرے اگر جہرًا پڑہتے تو پھر اس استفسار کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ استفسار تو مجہول شی سے ہوا کرتا ہے نہ کہ معلوم شے سے تیسرے یہ کسقدر مستبعد ہے کہ ساری جماعت تو ساکت کہڑی ہو اور چند اشخاص پکار کر کے پڑھین جو تھے یہ قصہ آیت استماع والصافات کے نزول کے بعد کا ہے جو شب معراج سے بھی پہلے نازل ہو چکی تھی چنانچہ اسکی تحقیق اوراق گذشتہ مین ہم مفصل کر چکے ہین سو اُسوقت سے مقتدی لوگ خاموش کہڑے ہوتے تھے سو جنہون نے اب سرًّا پڑھا تھا وہ سنت مستمرہ الصافاتی سے ناواقف تھے اسی وجہ سے اب شارع نے

امر سوم کی تحقیق

اُنسے استفسار کیا - امر سوم۳ کی حقیقت یہ ہے کہ ان لوگون کی قرأت خلف الامام جو معتاد تھے بامر الرسول علیہ السلام نہ تھے ورنہ لعلکم تقرأون یا اراکم تقراون کا کیا موقع تھا جسکی تعلیم آپ خود فرما چکے ہوتے اُسمین اشتباہ آپ کو کیون ہوتا آخر رکوع وسجدہ وغیرہ کی تعلیم بھی تو آپ کی طرف سے قولاً وفعلاً ہو چکی تھی تو اُسمین کبھی آپکو اشتباہ پیش نآیا اور کبھی یون نہ پوچھا کہ لعلکم ترکعون خلفی یا تسجدون خلفی مگر اُنکی قرأت وعدم قرأت مین آپکو تردد اشتباہ پیش آیا سو اسکی وجہ یہ ہی تھی کہ جب آپ اسکا خیال فرماتے تھے کہ قرآن شریف جہر امام کے وقت مقتدیون کو ممنوع القرأت کر چکا ہے تو خیال فرماتے تھے کہ انہون نے قرأت نہین کی ہوگی اور جب اسکا دہیان فرماتے تھے کہ پھر آخر مجکو ثقل قرأت کیون لاحق ہوا تو گمان ہوا کہ انہون نے قرأت کی ہوگی سو یہی پہلو چونکہ آپ کے خیال مین غالب تھا

Marfat.com

اسلئے آپ نے یہ استفسار فرمایا اور انکو اقرار کرنا پڑا کہ ہان بیشک پڑھتے ہین مگر جلد جلد پڑھ لیتے ہین سو جب محقق ہو گیا کہ اُنکی یہ عادت قرات بامر الرسول علیہ السلام نہ تھی تو سوچنا چاہئے کہ آخر کیون تھی سو اسکی وجہ واللہ اعلم یہ معلوم ہوتی ہے کہ عبادہ بن الصامت آپکی خدمت مین ہجرت سے پہلے دو دفعہ حاضر ہوے ایکدفعہ بارہ آدمیون کے ساتھ بموسم حج حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اور آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور ظاہر ہے کہ اسلام کے بعد نماز سے زیادہ کوئی عمل مہتم بالشان نہین ہی تو نماز کی تعلیم و تلقین ضرور اسوقت ہوئی ہوگی اور کیون نہوتی آپکا معمول بھی یہی تھا مسلم شریف مین بروایت ابی مالک الاشجعی ہے قال کان رجل اذا اسلم علمہ النبی صلی اللہ علیہ و سلم الصلوٰۃ ثم امرہ ان یدعو الخ مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۵ سو اس اثنا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بھی ارشاد فرمائی ہوگی کہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب فصاعدا تو انکے خیال مین یہ ہے جمگیا کہ یہ حدیث بحق مقتدی بھی ہے جیسا کہ اب تک بہت سون کا یہی خیال ہی حالانکہ یہ فہم انکا ٹھیک نہین ہے چنانچہ ہم اسی حدیث کی تحقیق مین اوّل بہت کچھ لکھ آئے ہین مکرر ملاحظہ کرو سو وہ مدینہ پہونچکر اپنے فہم کے موافق بحالت انفراد و امامت و اقتدا تینون مین الحمد و سورت پڑھتے رہے مگر چونکہ آیت انصات بھی سُن چکے تھے تو آیت و حدیث مین جمع اس طرح کیا کہ جلد جلد پڑھ لو اور بقدر امکان استماع و انصات بھی کرلو سو مکہ مین وہ مکرر حاضر خدمت ہونے تک برابر اسکے عادی رہے اسیواسطہ آپ کے پیچھے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر اگلے سال موسم حج مین حضرت عبادہ کو مکرر جانیکا اتفاق ہوا اسدفعہ تہتر آدمی قوم انصار سے آپکی خدمت مین حاضر ہوے اور حسب ایمائے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب لوگ منا کی ایک پہاڑی پر آخر شب مین جمع ہوے اور اپنی ہمراہی مشرکین سے چھپ چھپا کر وقت معین پر یہان حاضر ہوے باطمینان تمام بات چیت ہوتی رہی آخر کار بارہ آدمی اس مجمع مین سے منتخب کئے گئے اور انکو اپنی اپنی قوم کا سردار بنایا گیا اور انکا لقب نقیب ٹھرایا گیا انھین سے ایک عبادہ بھی تھی اور ہر نقیب سے نیابۃً عن القوم بیعت لیگئی اس بیعت کو بیعت ثانیہ کہتے ہین پھر اس سے اڑھائی ماہ بعد آپنے مکہ کو چھوڑا اور مدینہ کو دار الہجرت بنایا الغرض عبادہ رضی اللہ عنہ چونکہ متواتر دو سال شریک حج ہوے اول سال تو مسلمان ہوئے اور تلقین صلوٰۃ مین حدیث مذکور سُنی ہوگی اسلئے الحمد و سورت ہر نماز مین پڑھنے کے عادی ہوئے پھر دوسرے سال چونکہ آخر شب مین آپکی خدمت مین حاضری ہوئی تو اظہر یہ ہے کہ

Marfat.com

نماز صبح بھی ان لوگون نے آپکے پیچھے پڑھی ہوگی اور حسب عادت خلف الامام قرأت بھی کی ہوگی پر آپنے فرمایا ہوگا انی اراکم تقرأون خلف امامکم اذا جہر اس صورت مین یہ واقعہ قبل الہجرت ہوگا اور اسوقت یہ ارشاد نبوئی نہایت ہی موجہ اور نقش بر نگین ہوگا کیونکہ یہ جماعت درحقیقت اور ہی کسی امام کے پیچھے پڑھنے والے تھے آپ کے ساتھ تو ابھی شریک ہوے - یہ احتمال دلپذیر تو بہت ہے مگر یقینی نہین ہے ممکن ہے کہ یہ واقعہ مدینہ مین پیش آیا ہو مگر اسکو اگر مدینہ ہی مین مانا جاوے تو ابتدائی ہجرت مین ہی ماننا پڑیگا زیادہ مدت بعد کا نہوگا ورنہ کہنا پڑیگا کہ اگرچہ مدتہاے دراز تک مقتدیان رسول قرأت خلف الامام کرتے رہے مگر آپ کو ثقالت پیش نہ آئی اور نہ کبھی آپ کو اسکا احساس ہوا پھر کیا وجہ ہوئی کہ آج ثقل قرأت پیش آیا سو یہ بات ایسی نامعقول ہے کہ ادنی عقل والا بھی اسکو تجویز نہین کر سکتا بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ آپ کے مدینہ پہونچتے ہی سب لوگ آپکے پیچھے نماز پڑھنے کے شایق ہوئے سو جو مہاجرین سابقین آپ کے انداز و منشا سے واقف تھے وہ تو نماز مین ساکت وصامت کھڑے رہتے تھے اور جنکو احادیث کے عموم ظاہری سے اشتباہ وجوب قرأت تھا وہ پڑھتے تھے سو اس قسم کے لوگ جب پہلے پہل آپ کے پیچھے شریک جماعت ہوے تو آپ کو ثقل قرأت پیش آیا اور بعد استفسار یہ اصلاح فرمادی کہ صرف الحمد پڑھ لیا کرو سورت مت پڑھا کرو

اب غور طلب یہ ہو کہ یہ اجازت قرأت فاتحہ کی آیا امام کی جہر بالقرأت کیوقت آپ نے دی ہے یا امام کے سکتات کے وقت سو مدعیان حدیث جو فہم و فقاہت سے بمشتر عاری ہین انکا زعم تو یہی ہے کہ آپنے جہر امام کیوقت فاتحہ خوانی کی اجازت فرمادی اور اسکی دلیل یہ ہے کہ آپکا سوال جہر امام کیوقت انکے پڑھنے سے تعلق تھا سو انکی اقرار کے بعد فرمادیا کہ بحالت جہر امام سواے الحمد کے کچھ مت پڑھو سو یہ دلیل مدعی بظاہر تو دلپسند ہے مگر درحقیقت ابلہ فریبی ہے اسکی وجہ سنئے اس جملہ تقرأون خلف امامکم اذا جہر مین قید اذا جہر ہے اسمین دو احتمال ہین یا تو بمقابلہ اذا اسر یہ مذکور ہے اور یا بمقابلہ اذا سکت یہ ملحوظ ہے اول صورت مین مطلب یہ ہوگا کہ سری نمازون سے سوال نہین ہے بلکہ پوچھنا ہو کہ جہری نمازون مین پڑھتے ہو کہ نہین اور دوسری صورت مین مطلب یہ ہوگا کہ سکتات امام مین پڑھنے کا سوال نہین ہے بلکہ عین جہر امام کیوقت پڑھتے ہو کہ نہین سو مدعیان خام جنکو آگے پیچھے کی خبر نہین ہے اس قید اذا جہر کو اذا سکت کے مقابلہ مین سمجھتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ منشار سول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کا اس سوال سے یہ ہے کہ آیا تم عین جہر امام کیوقت پڑھتے ہو کہ نہین سو انھون نے اقرار
کیا کہ ہان پڑھتے ہین اِس پر آپنے ارشاد فرمایا کہ صرف الحمد پڑھا کرو اور زیادہ نہ پڑھا کرو
سو عین جہر کیوقت مقتدیون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت فاتحہ کی اجازت
فرمادی اس صورت مین یہ حدیث بحق فاتحہ آیت استماع کی مخصص ہوگئی مگر یہ اُنکا وہم سراسر
فاسد ہے اور منشاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بمراحل دور ہے اسکی حقیقت سُنئے ہم شروع
بحث مین یہ مرحلہ طے کر آئے ہین کہ آیت اعراف اذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا
مکہ معظمہ مین قبل فرائض الخمس نازل ہوئی اُسوقت دو نمازین صبح و عصر فرض تھین اور دونون
جہری تھین اور مقتدی لوگ فاتحہ و سورت دونون پڑھا کرتے تھے اور جہراً پڑھتے تھے مگر سکتات
امام مین جو ہر آیت پر وقف کرنے سے پیدا ہوتے ہین پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو عند جہر الامام
استماع و انصات کا حکم ہوا سو اُس وقت سے تمام مقتدی خاموش محض کھڑے رہا کرتے تھے
چنانچہ بیہقی اور سعید بن منصور و ابن ابی حاتم نے یہ روایت نقل کی ہے عن محمد بن کعب القرظی
قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ فی الصلوۃ اجابہ من ورائہ اذا
قال بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا مثل ذلک حتی تنقضی الفاتحۃ والسورۃ فلبث
ماشاء اللہ ان یلبث ثم نزلت واذا قری القران فاستمعوا لہ فقرأ وانصتوا سو معلوم
ہوا کہ مقتدیون کا پڑھنا اول سے ہی اِس طرح تھا کہ امام نے ایک آیت پڑھ لی تو مقتدی نے
وہی آیت بحالت سکوت امام پر پڑھی پھر اسی طرح سے آخر تک پڑھتے تھے تو حالت جہر امام مین
اسوقت بھی قرأت مقتدی نہ تھی پھر بعد نزول آیت مذکورہ تو کسی طرح کی بھی قرأت مقتدی باقی
نرہی نہ عند الجہر اور نہ عند السکوت سو اب اگر اس حدیث مین زعم مدعیان خام صحیح ہو تو ماننا
پڑیگا کہ عبادہ رضی اللہ عنہ اور انکے ہمراہیون کا پہلے سے معمول تھا کہ عند جہر الامام الحمد و سورت
پڑھتے تھے مگر اسوقت سے حسب ہدایت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت سورت چھوڑ دی سو
اول تو عبادہ وغیرہ صحابہ کرام پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ خلاف قرآن اور خلاف جملہ صحابہ انھون نے
اپنا یہ معمول کیون ٹھہرایا دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت قرأت خلاف آیت کسطرح
موجہ ہوگی سو اس ساری خرابیون کی جڑ ایک غلط فہمی ہے جو ظاہر بینان حدیث کو خلفاً عن سلف

Marfat.com

لاحق ہو وہ یہ ہے کہ اس حدیث مین سوال وجواب جو بدین الفاظ ہے انی لا راکم تقرأون خلف امامکم اذا جھر قال قلنا اجل واللہ یا رسول اللہ ھذّا سو آمین نہ سوال کے مدعا کو سمجھے اور نہ جواب کے منشا کو اسکو ہم سمجھاتے ہین بغور سنو۔ اگرچہ بہت سے علماء احناف آمین زور لگاتے ہین کہ آیت استماع وانصات سے جہری و سرّی نمازون مین قرأت مقتدی منسوخ ہوئی مگر حق یہ ہو کہ یہ خالی دعویٰ ہے دلیل اسکی مساعدت نہین کرتی یہ دعویٰ جب ہی مبرہن ہوسکتا ہے کہ اوّل یہ ثابت کرلین کہ یہ آیت بعد شب معراج جسمین پانچ نمازین فرض ہوئین اور اگلے دن سے اُن مین سری وجہری کی تفریق قایم ہوئی تھی نازل ہوئی سو یہ بات ہرگز دلائل سے ثابت نہین ہے بلکہ اُسکا نزول قبل المعراج ثابت ہے چنانچہ ہم اسکو اوپر مدلل کر آے ہین سو جب وقت نزول آیت کوئی نماز سرّی ہی نہ تھی تو اس آیت سے اسکا نسخ کس طرح سمجھہ مین آسکتا ہے ہان سرّی نماز مین جیسا اوّل زمانہ مین جواز قرأت مقتدی احادیث سے ثابت ہے ایسا ہی اُسکا نسخ بھی احادیث اخری سے ثابت ہے چنانچہ یہ ابحاث سب آگے آتے ہین بالجملہ بعد شب معراج دن کی دو نمازین ظہر وعصر سرّی قرار پائین اور رات کی تین نمازین جہری قائم ہوئین تو جہری نمازون مین تو بدستور قدیم مقتدی لوگ ممنوع القرأت رہے ہان سری نمازون مین چونکہ اس آیت کی وہ زیر اثر نہ تھین اسلئے اوّل اوّل مقتدیون کی قرأت بامر الرسول علیہ السلام معمول بہا تھے چنانچہ جابر بن عبداللہ جو قرأت مقتدی کے انجام کار مجوز نہین ہین ابتدائی قصہ یون بیان کرتے ہین ابن ماجہ مین یہ روایت بسند صحیح مروی ہے عن جابر بن عبداللہ قال کنا نقرأ فی الظہر والعصر خلف الامام فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب یہ حدیث یقیناً مدنی ہے وہ بھی ہجرت سے ایکسال بعد کے کیونکہ مکہ مین اور نیز بعد ہجرت کے ایکسال اور ایک ماہ تک ظہر وعصر وعشا صرف دو دو رکعات کی نمازین تھین پھر ہر ایک مین دو دو رکعات کی بیشی ہو کر چار چار رکعات ہوئین سو یہ قصہ اس بیشی کے بعد کا ہے پہلے کا تو کسی طرح نہین ہوسکتا سو معلوم ہوا کہ ان دو نمازونمین مقتدی لوگ اولیین مین بھی پڑہتے تھے اور آخرین مین بھی سو جب تک انمین اولیین ہی رکعات تھین تو مقتدی اُن دو ہی مین پڑہتے ہونگے اور جب آخرین کی بیشی ہوئی تو انمین بھی پڑہنے لگے غرض سری نماز مین قرأت مقتدی کا معمول بہا

زعم احناف کہ آیت انصات سے سرّی نمازون مین قرأت مقتدی منسوخ ہوئی ہے بے دلیل ہے بلکہ اُسکا نسخ احادیث متاخرہ سے ہوا ہے ۱۲

Marfat.com

ہونا اس سے ثابت ہوا اگرچہ یہ معلوم نہوا کہ یہ معمول کب سے قایم ہوا اور کب تک باقی رہا اور اس سے
اشارۃً یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اُسوقت جہری نمازون مین قرأت نہوتی تھی ورنہ تخصیص ظہر وعصر
کی بےسود رہیگی اور نیز اس سے اسکا بھی پتہ چلا کہ حدیث عبادہ حدیث جابر سے پہلے ہے کیونکہ
اسمین جہریہ نمازمین بین السکتات قرأت فاتحہ کی اجازت ہے اور حدیث جابر سے اُسکی موقوفی جہریہ
نمازون مین مطلقاً مفہوم ہے اور کیون نہو حدیث عبادہ واقعہ مکیہ ہے یا آغاز ہجرت کا واقعہ مدنیہ ہے
اور حدیث جابر بیشی رکعات کے بعد کا واقعہ ہے جو ایکسال سے زیادہ بعد الہجرت کا واقعہ ہے سو
حدیث عبادہ خواہ مکہ مین مانو یا مدنیہ مین یقیناً بعد معراج ہے اور اُسوقت سے سری نمازون مین
قرأت مقتدی جاری تھی نہ کہ جہری مین ادھر عبادہ وغیرہ کی قرأت نماز صبح مین خلاف توقع آپکے
پیچھے واقع ہوئی اور آپکو ثقالت پیش آئی سو پوچھا کہ تم لوگ جہری نمازون مین بھی پڑھنے کے
عادی ہو سو وہ اقراری ہوئے سو اسوقت سے جہریہ نمازمین اجازت فاتحہ ہوئی مگر بین السکتات
پھر قصہ جابر سے پہلے وہ منسوخ بھی ہوگئی اور خاموشی محض جہریہ نمازون مین سنت قائمہ ہوگئی چنانچہ اسکا
ثبوت مدلل آگے آتا ہے بالجملہ آپ کے جملہ سوالیہ مین جو قید اذا جہر ہے بمقابلہ اذا اسر ہے یعنی سری
نمازون مین تو قرأت مقتدی جاری ہی ہے کیا تم لوگ جہری مین بھی پڑھا کرتے ہو سو اُنکے جواب سے اتنا
معلوم ہوا کہ جہری مین بھی پڑھتے ہین مگر یہ جواب اس سے ساکت ہے کہ عین جہر امام کیوقت پڑھتے
ہین یا بوقت سکتہ اور ایسے ہی آپکا ارشاد کہ صرف الحمد پڑھا کرو سورت نہ پڑھا کرو وہ بھی اس سے
ساکت ہے کہ عین جہر امام کیوقت پڑھو یا بوقت سکتہ مگر نفس الامر مین اُنکی قرأت خلف الامام جہری
نمازون مین ان دونون مواقع سے ضرور ایک موقع مین ہوگی سو اگر کوئی کہے کہ اسکا کیا قرینہ ہے کہ عین
جہر کیوقت وہ نہین پڑھتے تھے بلکہ سکتات امام مین اور آپ کے ارشاد کا بھی یہی منشا ہے کہ امام
کی سکتات مین پڑھا کرو نہ کہ جہر امام مین سو ہم کہتے ہین کہ اسکے تین قرائن ہین اوّل تو جواب عبادہ
دوم آیت استماع سوم احادیث نبوی - دیکھو اس جواب مین لفظ ہذا ہے اور دارقطنی مین یہ جواب
بدین الفاظ ہے قلنا نعم نهذّه هذًّا وندرسه درسًا یعنی اسکو جلد پڑھتے ہین اور اسکو
تھوڑا تھوڑا کرکے پڑھتے ہین کیونکہ لغت عرب مین درس اُس تعلیم و تعلم کو کہتے ہین جو شیئاً فشیئاً
ہو سو انکا جلد جلد پڑھنا اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے پڑھنا کیون تھا اسلئے کہ اُنکو دو فرائض ضروریہ کا

Marfat.com

ادا کرنا تھا اوّل یہ کہ وقت قرأت امام استماع و انصات کا عامل ہونا دوم یہ کہ سن چکے تھے کہ لا
صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا اور بزعم خود اسمین مقتدی کو بھی داخل جانتے
تھے سو لامحالہ عند جہر الامام تو مُستمع و مُنصت رہتے تھے اور عند السکتات جسقدر ممکن ہوا جلد جلد
پڑہ لیتے تھے تاکہ اگلی آیت مین امام کا استماع ہاتھ سے نہ جاتا رہے اور یہی وجہ تھی کہ اُنکی قرأت
علی الاتصال نہین ہوتی تھی بلکہ اُسمین تقطیع پیدا ہو جاتی تھی سو آپ نے فرمادیا کہ اس طرح
صرف الحمد پڑہ لیا کرو سورت کی ضرورت نہین ہے قرینہ دوم آیت قرانی اذا قرئ القران
فاستمعوا لہ وانصتوا ہے جو اس واقعہ سے پہلے مکہ مین نازل ہو چکی تھی اور سب صحابہ اُسکے
عامل تھے اُسکا خلاف کیسے کر سکتے تھے قرینہ سوم وہ احادیث ہین جنمین برخلاف حدیث عبادہ
کے کہ یہ موقع قرأت کے حق مین مجمل ہے بالتصریح قرأت عند السکتات کا حکم ہے اول حدیث ابی ہریرہ
ہے جسکو حاکم نے مستدرک مین روایت کیا اور اسکو مستقیم الاسناد کہا ہے قال رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم من صلی صلوٰۃ مکتوبۃ مع الامام فلیقرأ بفاتحۃ فی سکتاتہ دوم حدیث
عبداللہ بن عمرو بن العاص ہے جسکو کنز العمال مین بحوالہ عبدالرزاق روایت کیا ہے اور اسکو حسن کہا
ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا کنت مع الامام فاقرأ بام القران قبلہ و اذا
سکت۔ اور دار قطنی نے اسکو اس طرح نقل کیا ہے من صلی صلوٰۃ مع امام یجہر فلیقرأ
بفاتحۃ الکتاب فی بعض سکتاتہ۔ اور سب جانتے ہین کہ یہ قاعدہ جملہ محدثین کا مسلمہ ہے
کہ الاحادیث یفسر بعضہا بعضاً سو حدیث عبادہ جو مجوز فاتحہ بحق مقتدی ہی محل قرأت
مین مجمل ہے کہ عین جہر امام کیوقت پڑھے یا اُسکی سکتات مین اور احادیث ابی ہریرہ و عبداللہ
بن عمرو محل قرأت مقتدی مین مفسر ہین تو لامحالہ حدیث عبادہ کے معنی وہی مراد شارع ہونگے جو ان
احادیث کے ہین اور اس صورت مین یہ حدیث بالکل مخالف قرآن نہوگی اور نہ عبادہ وغیرہ پر
خلاف قرآن معمول ٹھہرانیکا اعتراض اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خلاف آیت استماع کی
اجازت فاتحہ کا الزام۔ اب ہر منصف فہمیدہ اپنے دل مین انصاف کر لیوے کہ یہ معنی اس حدیث
کے عمدہ ہین یا وہ معنی جو محدثین خام زعم رکھتے ہین جسمین یہ حدیث مخالف قرآن ٹھہرتی ہے اور صحابہ
کرام اور رسول علیہ السلام مورد الزام بنتے ہین الغرض قید اذا جہر جو اس حدیث مین ہی بمقابلہ

Marfat.com

اذا أسر ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ کیا تم جہری نمازون مین پڑہتے ہو سری نمازون مین تو پڑہنا رائج ہی ہے اور بمقابلہ اذا سکت نہین ہے جسکا مطلب یہ ہوتا کہ کیا تم بحالت جہر امام پڑہتے ہو حالت سکتہ سے مین استفسار نہین کرتا اس صورت مین اُنکا خلاصہ جواب یہ ہوتا کہ ہان عین جہر امام مین پڑہتے ہین پھر اسپر آپ کے ارشاد کا یہ خلاصہ ہوتا کہ عین جہر امام کیوقت استماع و انصات کیا کرو الحمد پڑہ لیا کرو سو ہر عاقل جانتا ہے کہ یہ فہم کسقدر فاسد اور یہ زعم کسقدر کاسد ہے نعوذ باللہ من سوء الفہم وظن السوء۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ اذا حدثتکم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فظنوا بہ الذی ہو اہناہ و اہداہ واتقاہ۔ رواہ ابن ماجۃ۔ اب ایک حدیث لکہتا ہون جس سے تقابل اذا جہر کا اذا اسر سے مشاہد ہو جاوے نیل الاوطار مین بحوالہ دارقطنی اسکو ابی ہریرہ سے نقل کیا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالی انازع القرآن اذا اسررت بقرائتی فاقرؤا معی واذا جہرت بقرائتی فلا یقرأن معی احد اسکے متعلق ہم آگے بحث مبسوط کرینگے یہان تو اتنا مقصود ہے کہ اذا جہرت سے صلوات جہریہ مراد ہین اور اذا اسررت سے صلوات سریہ سو ایسا ہی حدیث عبادہ مین اذا جہر سے قسم جہری نماز کی مراد ہین نہ کہ عین جہر امام کی حالت علی ہذا یہ آیت قرآنی بھی ملاحظہ ہو واسروا قولکم او اجہروا بہ انہ علیم بذات الصدور۔ اسمین بھی جہر و سر متقابلین ہین۔ سو افسوس ہر کہ باوجود اتنے قرائن کی اذا جہر کو اذا سکت کے مقابل سمجہنا اور اذا اسر کے مقابل نہ جاننا کسقدر کوتہ فہمی ہے اب غور کرو کہ حدیث عبادہ مین جو لفظ اذا جہر ہے اُسمین دو احتمال تھے سو جو احتمال محدثین ظاہر بین نے اختیار کیا اُسکی تائید دلائل سابقہ سے ہے نہ لاحقہ سے بلکہ مستلزم چند مفاسد کو ہے سو یہ عمل بالحدیث نہوا بلکہ عمل بالرأے ہوا کہ مراد شارع کو چھوڑ کر غیر مراد شارع کو مراد شارع بتایا سو اتنی ذرا سی غلطی مین بے شمار مسائل فروعیہ مین اختلاف عظیم برپا ہو گیا مگر ہم تو خاطی اوّل کو معذور و ماجور سمجہتے ہین خواہ وہ خاطی صحابہ و تابعین مین سے ہو یا ائمہ مجتہدین سے یا علما متاخرین سے اور اسمین کچہ استبعاد نہین ہے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکی پیشین گوئی فرما گئے ہین رب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ہو افقہ منہ ہان جو متاخرین پہلون کے اقوال کو بلا سوچے اپنا مستند ٹہراتے ہین اُن پر البتہ افسوس آتا ہے کہ

لہ ترجمہ جب رسول علیہ السلام سے کوئی روایت ہو تو اُسکے وہ معنی لو جو اور معانی سے زیادہ دلپذیر اور صواب اور ہدایت والے ہون ۱۲

[illegible]

اُن اقوال کی صحت وعدم صحت مین اولاً کیون غور نہین کر لیتے کورانہ تقلید سے کیون کام لیتے ہین سو یہ حال ہی ہمارے بیشتر محدثین زمانہ کا۔ اور ہمنے جو احتمال کیا ہے وہ راے محض سے نہین لیا بلکہ قرآن وحدیث سے موید ہے سو جب اُسکے معنی ہی وہ نہین ہوئے جو اُنکا زعم تھا تو اس حدیث کو مخصص قرآن سمجھنا خود غلط ٹھہرا افسوس کہ اپنے زعم فاسد سے قرآن کی تخصیص جائز کرتے ہین اور ابلہ فریبی کے لئے حدیث کی آڑ پکڑتے ہین واللہ اعلم وحکمہ احکم۔

امر چہارم کی تحقیق

امر چہارم کی بابت عرض ہے کہ اسکی وجہ امر سوم کی بحث مین گذر چکی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ یہ لوگ آیت استماع اور حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب فصاعدا سُن چکے تھے اسلئے عین جہر امام کیوقت نہین پڑہتے تھے بلکہ سکتات مین پڑہتے تھے سو چونکہ وہ سکتات زیادہ طویل نہین ہوتے تھے اسلئے ضرورت عجلت کی پیش آتی تھی تاکہ استماع وانصات بھی بجا نے پائے اور قرأت فاتحہ وسورت بھی فوت نہو۔

امر پنجم کی تحقیق

امر پنجم کے متعلق گذارش ہے کہ اس حدیث مین ایک یہ جملہ ہے کہ لا تفعلوا الا بام القرآن اور دوسرا جملہ یہ ہے فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بہا سو پہلے جملہ سے تو اباحت فاتحہ مفہوم ہوتی ہے نہ کہ ایجاب فاتحہ کیونکہ استثنا، بعد النہی مفید اباحت ہوتا ہے کہ اس قاعدہ کا ثبوت عقل ونقل اور قرآن وحدیث سے نہایت مشرح ہم پہلے لکھ چکے ہین اگر یاد نہو تو گذشتہ احادیث عشرہ کی تحت مین جو بلحاظ الفاظ ومضمون حدیث عبادہ کی ہمرنگ ہین پھر دیکھ لو اور اگر دوسرے جملہ سے اُسکا وجوب ثابت کیا جاوے تو اُس سے بھی ثابت نہین ہے چنانچہ اگلے نمبر ششم مین اسکی حقیقت کھلتی ہے۔

امر ششم کی تحقیق

امر ششم کی حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث مین یہ آخری جملہ فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بہا اسمین تردد ہے کہ آیا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ ہے جو ماقبل کیساتھ آپنے ہی وقت ارشاد فرمایا ہے یا حدیث مذکور تو الا بام القرآن تک ختم ہو چکی مگر عبادہ یا اور نیچے کے کسی راوی نے اس استثناء کو موجہ کرنیکی غرض سے یہ حدیث جو کسی اور وقت کے فرمودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے یہان بطور دلیل استثنا کے ذکر کی ہے اور وجہ تردد یہ ہے کہ محمد بن اسحق نے تو اس جملہ کو ذکر کیا ہے مگر اُسکے ہمدرجہ جسقدر تلامذہ مکحول ہین کوئی اس جملہ کو ذکر نہین کرتا ہے چنانچہ اُن تلامذہ کی حدیثین امر ہشتم کی تحقیق مین ہم لکھینگے ذرا منتظر رہئے اور یہ تردد ایسا ہی ہے جیسا کہ ابو ہریرہ کی حدیث منازعت مین جملہ فانتہی الناس عن القرأۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تردد

ہے کہ آیا مقولہ ابوہریرہ ہے یا مقولہ زہری فرق اسقدر ہے کہ اس حدیث ابوہریرہ مین راوی آخر اور راوی متوسط کے درمیان تردد ہے کہ کسکا مقولہ ہے اور یہان یہ تردد ہے کہ یہ جملہ بھی یہان آپکا فرمودہ ہے یا راوی اخیر وغیرہ کا مقولہ ہے جسکی غرض یہ ہے کہ اس استثناء کو آپکے دوسرے ارشاد سے موجہ کرے بالجملہ اس جملہ کا حدیث رسول اللہ ہونا تو محقق ہے مگر تردد اسمین ہے کہ یہان اس حدیث کو لفظ فانہ کیساتھ ذکر کرنا آیا آپ کی طرف سے ہے یا کسی راوی کی طرف سے بطور استشہاد ہے اور یا یہ تردد ایسا ہے جیسے حدیث ابی امامہ مین الاذنان من الراس آیا ہے اُس مین بعض کو تردد ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ ہے یا ابوامامہ کا یا جیسے ابواب تعبیر مین حدیث ابوہریرہ مین یہ جملہ ہے یعجبنی القید واکرہ الغل اسمین تردد ہے کہ فرمودہ رسول ہے یا ابن سیرین وغیرہ کا مقولہ ہے غرض اس قسم کا تردد فن حدیث مین کچھ کمیاب نہین ہے جو ہمارے اس تردد کو بیوجہ اور یا بیموقع خیال کیا جاوے اگرچہ متقدمین کو اسطرف التفات نہین ہوئی مگر یہ بات ضرور غور طلب ہے ہان بعد تحقیق کے جو جانب راجح ہو اُسکو قبول کر لیا جاوے۔ سو ہم کہتے ہین کہ یہ جملہ اگرچہ فرمودہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر یہان آپکا فرمودہ نہین بلکہ عبادہ یا مکحول یا محمد بن اسحق کا مقولہ ہے بغرض توجیہ استثنا کے اُسنے ذکر کیا ہے اغلب یہی ہے کہ محمد بن اسحق ہی کا یہ تصرف ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ محمد بن اسحق اسمین بلحاظ سند بھی متفرد ہے اور باعتبار متن بھی کیونکہ دیگر تلامذہ مکحول اسکی سند عن مکحول عن نافع بن محمود الربیع بیان کرتے ہین نہ کہ عن مکحول عن محمود بن الربیع اور متن حدیث بھی اُن تلامذہ کا اور ہے اور محمد بن اسحق کا اور ہے پھر یہ جملہ زیر بحث اُنکے متون مین مذکور نہین ہے محمد بن اسحق کے متن مین مذکور ہے محمد بن اسحق سند حدیث اور متن حدیث اور اس جملہ کے بیان مین متفرد ہے بلکہ تینون امور مین وہ دیگر ثقات معتبرین کا مخالف ہے اور ہم پہلے ابن حجر کا قول درایہ سے نقل کر آئے ہین کہ جس حدیث مین ابن اسحق متفرد ہو وہ لائق احتجاج نہین خصوصاً جبکہ اور ثقات نے اُسکا خلاف کیا ہو اور ایسا ہی دارقطنی نے بھی اسکے حق مین کہا ہے چنانچہ وہ بھی پہلے منقول ہو چکا ہے سو یہان تو تفرد بھی ہے اور خلاف ثقات بھی ہے تو یہ حدیث ہی قابل احتجاج نرہی خصوصاً زیادت جملہ مذکورہ کی تو بقاعدہ محدثین ہرگز معتبر نہونی چاہئے کیونکہ یہ زیادہ مدلس غیر ثقہ کی بمقابلہ ثقات ہے جو

لہ یہ جملہ استثنائیہ یہان پر بے محل ہے راوی نے مدرج کیا ہے یہان فرمودہ شارع علیہ السلام نہین ہے۔۱۲

عند المحدثین مردود ہوتی ہے جب یہ زیادت ہی ثابت نہین تو اسکے پیچھے پڑنا کہ اس جملہ سے وجوب فاتحہ نکلتا ہے یا اباحت ایک امر فضول ہے بلکہ اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہ حدیث صرف اسقدر ہے لا تفعلوا الا بام القرآن تو مختلف طرق سے ثابت ہے اور جملہ مذکورہ ثابت نہین ہے تو اس سے اباحت فاتحہ نکلی نہ کہ اسکا وجوب پھر یہ اباحت بھی آگے کو منسوخ ہونے والی ہے چنانچہ ہم اسکو آگے ثابت کرینگے سو جو حضرات اسپر عمل کرتے ہین وہ عامل بالمنسوخ ہین اور یہ وہ ہی غلطی ہے جو ان حضرات کو بیشتر لاحق ہوتی ہے کہ ایک حدیث دیکھی اور فوراً خیال کرلیا کہ یہ دائم قائم ہے اور اُسکے معارضات کی طرف اصلا التفات نکیا اور نہ انمین باہم تقدم و تاخر کی تلاش کی حقیقت[١] حال یہ ہے کہ عبادہ بن الصامت تین مضمون کے راوی ہین۔

ایک[١] یہ کہ نماز مین فاتحہ اور زاید از فاتحہ کی ضرورت ہے اور یقیناً یہ حدیث بحق منفرد و امام ہی مقتدی اس سے خارج ہے اسکا سننا بظن غالب مکہ مین قبل الہجرت ہے سو اس حدیث کا راوی تو محمود بن الربیع ہے جو عبادہ سے روایت کرتے ہین چنانچہ بخاری و مسلم و نسائی و ابو داود و ترمذی وغیرہ مین ابن شہاب زہری اسکو عن محمود بن الربیع عن عبادۃ روایت کرتے ہین پھر ابن شہاب کے تلامذہ مین سے معمر وغیرہ تو پوری حدیث روایت کرتے ہین جو اسقدر ہے لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا اور بعض تلامذہ زہری کے اسکو مختصر بیان کرتے ہین جو یون ہے لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بہر نہج یہ دونون ایک ہی حدیث ہین اختصار و تطویل کا فرق ہے جو احادیث مین کثیر الوقوع ہے۔ اور دوسرا[٢] مضمون عبادہ کا یہ ہے کہ آپ کے پیچھے لوگون نے پڑھا اور آپ کو ثقالت پیش آئی سو آپ نے فرمایا کہ سوائے الحمد کے اور کچھ نہ پڑھو کہ جسنے فاتحہ نہ پڑھی اُسکی نماز نہین ہوتی ہے مگر اسکا ثبوت سوائے محمد بن اسحق کے طریق کے اور کسی طریق سے نہین ہے سو حدیث زیر بحث اسی طریق سے مروی ہے جسمین محمد بن اسحق سنداً و متناً منفرد[٢] ہے۔ تیسرا[٣] مضمون عبادہ کا یہ ہے کہ ہم کسی نماز جہریہ مین خلف الرسول شریک ہوئے اور آپکو قراۃ مین تشابہ لگا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا کسی نے کچھ پڑھا ہے تو بعض نے اسکا اقرار کیا اسپر آپنے فرمایا کہ جہری نماز مین سوائے الحمد کے نہ پڑھو سو اسکا راوی محمود بن الربیع نہین ہے بلکہ نافع بن محمود بن الربیع ہے چنانچہ ابو داود اور نسائی اور دار قطنی

[١] عبادہ رض بن صامت سے تین مضمون منقول ہین اُنکو ایک سمجھنا غلط ہے"

[٢] سر اسکو عن مکحول عن محمود بن الربیع روایت کرتا ہے اور کوئی اسکا متابع نہین ہے"

Marfat.com

ہین یہ روایت مذکور ہے سو بعض محدثین کا خیال ہے کہ مضمون دوم اور سوم ایک ہی واقعہ ہے مکحول شامی اسکو محمود بن الربیع سے بھی بیان کرتا ہے اور نافع بن محمود سے بھی سو محمد بن اسحق تو عن مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بیان کرتا ہے اور زید بن واقد عن مکحول عن نافع بن محمود عن عبادۃ روایت کرتا ہے سو یہ اُن محدثین کا ایک خالی خیال ہی دلیل سے ہرگز ثابت نہین ہے کیونکہ اوّل تو ہر دو مضمون مین غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک واقعہ نہین ہے دو وقائع ہین چنانچہ ہم امر نہم کی تحقیق مین اسکی تعدد کو مدلل کرینگے دوسرے مکحول کا محمود بن ربیع سے اسکو نقل کرنا ثابت نہین محض اس بنا پر کہ محمد بن اسحق ایسا کہتے ہین اسکا نام ثبوت نہین ہے کہ وہ اس بیان مین منفرد ہے کوئی تلمیذ مکحول اسمین اُسکا متابع نہین ہے بلکہ اُسکے مخالف ہین کہ بجائے محمود کے وہ نافع بن محمود سے روایت کرتے ہین اور وہ محمد بن اسحق سے اوثق ہین سو بقاعدہ محدثین غیر اوثق کا قول بمقابلہ ثقات کے مردود ہے سو مکحول کا محمود بن ربیع سے روایت کرنا ایک خالی ادعا ہے سو اب کہنا پڑیگا کہ محمد بن اسحق نے عمداً یا خطاءً حدیث محمود بن ربیع کو جو لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ہے اور حدیث نافع بن محمود کو جسمین مضمون ثالث مروی ہے خلط ملط کر دیا ہے اس طرح سے کہ پہلے نافع بن محمود بن الربیع کے مضمون ثقالت کو لیا اور سند مین یہ خطا کی کہ نافع کو ساقط کیا اور محمود بن الربیع کو اُسکی جگہ قایم کیا اور پھر اپنی طرف سے لفظ فانہ بڑھا کر مضمون محمود بن الربیع کو جو لاصلوۃ لمن لم یقرأ بہا ہی ذکر کیا ورنہ مکحول کی روایت مین جو نافع سے روایت کرتے ہین یہ جملہ فانہ الخ ہرگز نہین ہے بلکہ لا تفعلوا الا بام القرآن تک وہ روایت ختم ہو چکی ہے سو مکحول کا اس حدیث کو محمود بن الربیع سے معہ اس جملہ اخیرہ کی روایت کرنا ہرگز ثابت نہوا بلکہ یہ تصرف ہے محمد بن اسحق کا ورنہ کوئی تلمیذ مکحول تو اسکو اس سند سے اور معہ اس جملہ کی روایت کرتا بلکہ یہ محقق ہے کہ زید بن واقد اسکو عن مکحول عن نافع عن عبادۃ بلا جملہ اخیر کے بیان کرتا ہے اور وہ عند المحدثین نہایت ثقہ ہے اور محمد بن اسحق غیر ثقہ سو اوثق کی روایت مقبول ہے اور ابن اسحق کی روایت نامقبول سو اسمین جملہ اخیرہ کا اگرچہ حدیث رسول اللہ ہونا مسلم مگر اس جگہہ آپ کا فرمودہ ہونا پایہ ثبوت کو نہ پہونچا بلکہ راوی کی طرف سے بطور استناد اسکا ذکر کرنا محقق ہوا سو اس خلط ملط سے ناواقفون کو یہ دھوکا لگا کہ یہان بھی یہ مقولہ نبی علیہ السلام

ہے مقتدی پر قرأت فاتحہ واجب کرنے کی غرض سے اسکو آپ نے یہان ذکر کیا ہے حالانکہ یہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسجگہہ پر مقولہ ہے اور نہ مکحول نے اسکو محمود بن الربیع سے روایت کیا اور نہ محمود بن الربیع نے اسکو عبادہ سے کبھی نقل کیا ہاں اُس نے حدیث لاصلوۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب فصاعدا کو بیشک عبادہ سے روایت کیا ہے مگر قصہ ثقالت سے جُدا اور اُس قصہ کا راوی ہے تو نافع بن محمود بن الربیع ہے نہ کہ محمود بن الربیع الغرض اس خلط ملط کا بار عظیم اگر ہے تو غالبًا محمد بن اسحق پر ہے اور پر والے سب اس سے بری الذمہ ہین الغرض یہان پر محمد بن اسحق کی طرف سے دو اتہام ہین ایک مکحول پر کہ وہ اس قصہ ثقالت کو محمود بن الربیع سے روایت کرتے ہین حالانکہ وہ اسکو نافع بن محمود سے ناقل ہین جیسا کہ مکحول کے دیگر تلامذہ ثقات نے ایسا ہی روایت کیا ہے اور دوسرا اتہام محمود بن الربیع پر ہے کہ وہ اس قصہ ثقالت کے راوی ہین حالانکہ وہ اسکے ہرگز راوی نہین ہین بلکہ وہ صرف اس قدر کے راوی ہین کہ لاصلوۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب فصاعدا جو کسی اور موقع پر آپنے ارشاد فرمایا ہے اب اگر کوئی محمد بن اسحق پر سے ان اتہامات کو رفع کرنا چاہے تو اُسکے ذمہ ضروری ہے کہ ثابت کرے کہ مکحول کا محمود بن الربیع سے اسکو روایت کرنا علاوہ محمد بن اسحق کی اور کسی معتبر تلمیذ مکحول سے بھی ثابت ہے سو اسکو ہرگز ثابت نکر سکینگے ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا اور ایسے ہی ثابت کرے کہ محمود بن الربیع کا اس قصہ ثقالت کو روایت کرنا کسی تلامذہ محمود بن الربیع کی روایت سے ثابت ہے سو اُس طریق کا ثبوت دیوے مگر یہ بھی اُنسے ہرگز ثابت نہوگا۔ الحمد للہ کہ محمد بن اسحق کا خلط ملط نہایت مشرح اور مدلل ہمنے کر دکھایا جو کوئی جواب دیوے ذرا سوچ سمجھکر دیوے ہمارے پاس اپنے دعوے کے ثبوت مین اور بھی دلائل ہین جو دوسرے موقع کے لئے رکھ لئے ہین۔ یہ تردد[1] جو ہمکو پیش آیا وہ پہلے بھی بعض محققین کو پیش آیا ہے مگر اُسکو ناتمام چھوڑ گئے ہین چنانچہ علامہ ابن حبان کو یہ خلجان لاحق ہوا مگر اُسکا فیصلہ نکر سکے وہ اپنی کتاب الثقات مین تحریر فرماتے ہین نافع بن محمود بن ربیعۃ من اہل ایلیا یروی عن عبادۃ وعنہ حرام بن حکیم۔ ومتن خبرہ فی القراۃ خلف الامام یخالف متن خبر محمود الربیع عن عبادۃ کانہما حدیثان احدہما اتم من الآخر وعنہ

[1] تعدد وقائع کا تردد پہلے محدثین کو بھی پیش آیا ہے مگر رفع نکر سکے ۱۲

Marfat.com

مکحول الخبران جمیعا عن محمود بن الربیع و نافع بن محمود بن ربیعۃ - وعند الزہری الخبر
عن محمود بن الربیع مختصر غیر مستقصے - اب دیکھیئے ابن حبان نے نافع بن محمود اور محمود بن الربیع کے
متن کو مختلف تو سمجھا مگر لفظ کان کے ساتھ یہ کہہ گئے کہ شاید یہ دونون ایک ہی حدیث ہین ایک
مطول ہو اور ایک مختصر مگر مقام تحقیق مین شاید سے کام نہین چلتا ہی باید چاہیے پھر مکحول کو نافع اور محمود سے
دونون مطول و مختصر مضامین کا راوی قرار دیا حالانکہ اُسکا محمود سے راوی ہونا صرف محمد بن اسحق کے طریق سے
معلوم ہوتا ہے سو وہ سنداً و متناً متفرد ہے اور دیگر ثقات اُسکے مخالف ہین تو اُسکا قول مردود ہے اور دیگر
ثقات کا قول مقبول ہے سو مکحول کا محمود سے روایت کرنا ہے پایہ ثبوت کو نہ پہونچا تو یہ کہنا کہ مکحول دونون
سے راوی ہے ٹھیک نہین ہے پھر زہری کو محمود بن الربیع کی حدیث مین اختصار کنندہ بتانا قول بلا دلیل ہے
یہ تو جب کہسکتے تھے کہ زہری کبھی اسکو علی وجہ الکمال بھی روایت کرتا حالانکہ زہری نے کبھی مضمون لاصلوۃ الخ
سے زاید بیان نہین کیا صحاح ستہ وغیر صحاح کو دیکھ ڈالو اس مضمون سے زاید کہین نہین پاوگے اور بڑی دلیل اس
زعم کے بطلان کی یہ ہے کہ اگر زہری محمود بن الربیع سے پورا مضمون سنے ہوئے ہوتے تو اُنکا مذہب بھی اسکے موافق ہوتا
مگر اُنکا مذہب اس حدیث کے خلاف ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ انکو یہ حدیث علی وجہ الکمال پہونچے مگر اُس پر
عمل نکرین تفسیر ابن جریر پارہ نہم مین ہے حدثنا المثنی نا سوید انا ابن المبارک عن یونس
عن الزہری قال لا یقرؤن وراء الامام فیما یجہر بہ من القراءۃ تکفیہم قراءۃ الامام و
ان لم یسمع صوتہ ولکنہم یقرؤن فیما لم یجہر بہ سرا فی انفسہم ولا یصلح لاحد خلفہ
ان یقرأ معہ فیما یجہر بہ سرا ولا علانیۃ قال اللہ تعالیٰ واذا قرئ القران فاستمعوا لہ و
انصتوا لعلکم ترحمون مگر شاید کوئی حجتی لاامتی یہ کہے کہ ممکن ہے کہ زہری نے محمود بن الربیع سے
حدیث عبادہ علی وجہ الکمال سنی ہو مگر وقت روایت اسکو مختصر کردیا ہو اور مذہب اپنا اسکے موافق
اسلیئے نہین رکھا کہ انہون نے ابن اکیمہ لیثی سے حدیث ابوہریرہ سُنی تھی جسمین جملہ فانتہی الناس الخ
ہے سو اُنکے مذہب کا خلاف حدیث عبادہ ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ حدیث مطول محمود
بن ربیع سے سنی ہے نہو سو ہم کہتے ہین کہ یہ امکان مسلم ہے مگر نہ سُننے کا بھی امکان ہے کسی شئے کے
امکان سے اُسکی فعلیت لازم نہین مگر یہ دعوی کہ انہون نے اُسکو سُنا مگر روایت کیوقت اسکو
مختصر کردیا یہ تو بلا دلیل ہی رہا بلکہ اگر مان لین کہ انہون نے محمود سے پوری حدیث سُنی اور اسکو

۱۷ ترجمہ ابن شہاب زہری نے فرمایا ہین کہ کوئی امام کے پیچھے جہری نمازون مین ہرگز نہ پڑھے امام کی قرات اُنکو کافی ہے اگرچہ وہ امام کی آواز نہ سنتے ہون مگر سری نمازون مین وہ آہستہ پڑھین اور یہ درست نہین کہ کوئی جہری نمازون مین آہستہ پڑھا کرے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اذا قرئ القرآن الخ ۱۲

Marfat.com

مختصر کر دیا مگر اُسپر عمل نہین کیا بلکہ حدیث ابوہریرہ پر عمل کیا تو یہ تو ہم کو اور بھی مفید ہوے کہ اُنہون نے بھی حدیث ابوہریرہ کو حدیث عبادہ کا ناسخ سمجھا اور اُسکو موخر جانا بالجملہ ابن حبان کا تینون حدیثون کو ایک خیال کرنا اور مکحول کو نافع اور محمود کا راوی سمجھنا اور زہری کا محمود کی روایت مین اختصار در اختصار کرنا دعاوی بے سروپا ہین جسکا ثبوت بقاعدہ محدثین ہرگز نہین ہے ایسی بے بنیاد جمع کو خواب پریشان کہنا چاہیئے نہین بلکہ یہ تینون احادیث وقائع جُدا گانہ ہین اور مکحول کا محمود سے قصۂ ثقالت کو روایت کرنا ہرگز ثابت نہین ہے ہان محمود سے قصہ ثقالت کو روایت کرنا سوائے محمد بن اسحق کے کسی طریق سے محقق نہین ہے پھر ابن حبان کا یہ جمع کرنا کیا خاک ہوا بلکہ حق و باطل مین خلط ملط ہوا حق یہی ہو کہ محمد بن اسحق کی طرف سے یہ تدلیس وتلبیس ہے ورنہ مکحول ومحمود اس سے بری الذمہ ہین - علی ہذا محمد[ط] بن اسحق کی روایت مین امام ترمذی کو بھی فی الجملہ خلجان پیش آیا جسکی طرف انہون نے اپنی جامع مین اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہین قال ابو عیسیٰ حدیث عبادۃ حدیث حسن وروی ھذا الحدیث الزہری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا صلوۃ لمن یقرا بفاتحۃ الکتاب وھذا اصح - باقی امام ترمذی کا حدیث عبادہ کو بطریق ابن اسحق حسن کہنا ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ خود اُنکی تعریف حسن کے خلاف ہے جو سخت تعجب انگیز ہے ہان زہری کی روایت کو اصح کہنا ہر طرح سے صحیح ہے اسمین اشارہ ہے کہ محمد بن اسحق کی روایت محل کلام و مناقشہ ہے اسی لئے اُسکو صحیح بھی نہین کہا ہان اُسکو دوسری روایات سے اگرچہ سنداً ومتناً اُس سے توافق نہین ہے مگر معنوی فی الجملہ تطابق ہے اسلئے شاید اُسکو حسن کہا ہو مگر یہ اصطلاح کے موافق نہین ہے الحاصل محمد بن اسحق کا اسحدیث کو محمود بن ربیع سے روایت کرنا اور اسمین جملہ اخیرہ کی افزایش کرنا باطل ہے کسی طریق آخر سے اسکی تائید نہین ہے بلکہ اُسکی تردید ہے سو یہ حدیث بقاعدہ محدثین مردود ہے سو اسکو درباره وجوب فاتحہ علی المقتدی حجت سمجھنا مدعیان سفہاء کا کام ہے نہ کہ فقہاء محققین کا - یہان تک تو اسکا بیان تھا کہ یہ حدیث ابن اسحق بسندہ و متنہ ثابت ہی نہین ہے اب[ع] اسکا ثبوت ہے کہ اگر یہ بالفرض ثابت بھی ہو تو یہ جملہ اخیرہ یہان پر فرمودہ رسول علیہ السلام ہرگز نہین ہے بلکہ مقولہ راوی ہے اسمین ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ

ط جرح ابن حبان کو اس حدیث مین تردد تھا امام ترمذی کو بھی تردد لاحق ہوا ۱۲

ع تحقیق جدید بغرض صحت سند ۱۲

علیہ وسلم سے بزعم خود وجوب فاتحہ علی المقتدی ثابت کرنا چاہا ہے ہمارے اس دعوی کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ جملہ بیان پر فرمودہ نبی علیہ السلام ہوتا تو یہ اپنے ماقبل کی دلیل تام مستلزم مدعی ہوتا کیونکہ اللہ و رسول کے دلائل براہین واقعیہ ہوتے ہین اُنمین خلاف واقعیۃ کا نام و نشان نہین ہوتا برخلاف دیگر افراد اُمت کے کہ اُنکے دلائل ممکن ہے کہ خلاف واقع ہون یا مستلزم مدعی نہون سوہم پوچھتے ہین کہ یہ جملہ آیا صرف الا بام القران کی دلیل ہے یعنی صرف مستثنیٰ کے یا ہر دو جز لاتفعلوا الا بام القران کے یعنی مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ دونون کی یا صرف جزو اوّل یعنی مستثنیٰ منہ کے سوا شقین اخیرین کی دلیل بننا تو ظاہر ہے کہ صحیح نہین ہے ہان اگر یہ کہو کہ صرف مستثنیٰ کے یہ دلیل ہے تو یہ زعم بچند وجوہ فاسد ہے اوّل یہ کہ قرآن وحدیث کے تتبع سے معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی کلام مشتمل بر مستثنیٰ منہ و مستثنیٰ کے بعد کوئی جملہ مصدرہ بان آتا ہے اور وہ صرف مستثنیٰ کی دلیل ہو تو اُسکا مضمون ایسا ہونا چاہیے کہ مستثنیٰ کیساتھ مخصوص ہو اور مستثنیٰ منہ مین نپایا جاتا ہو ایک مثال قرآن مجید سے اور ایک حدیث سے لکھتا ہون زیادہ اگر مطلوب ہو تو قرآن وحدیث مین غور کرو بہت سے امثلہ اس قسم کے ملجاوینگے مثال قرآن یہ ہے فاسر باہلک بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احد الا امرأتک انہ مصیبھا ما اصابھم لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم اپنے گھرانے سمیت کچھ حصہ رات سے نکل جاؤ اور کوئی پیچھا پھر کے نہ دیکھے مگر ما سوا تیری جورو کے کہ اُسکو وہی عذاب پہونچنے والا ہے جو اورون کو پہونچیگا سو اللہ پاک نے اہل لوط سے امراۃ لوط کو مستثنیٰ کیا اور وجہ استثنا اس جملہ سے بیان کی انہ مصیبھا ما اصابھم سو اس جملہ کا مضمون امراۃ لوط کیساتھ مخصوص ہے بقیہ اہل لوط اس سے بری ہین مثال حدیث یہ ہے لا تحد المراۃ فوق ثلاث الا علی زوج فانھا تحد علیہ اربعۃ اشھر وعشرا اسمین حکم ہے کہ کوئی عورت کسی پر تین دن سے زائد سوگ نکرے مگر اپنے خاوند پر کیونکہ اُسپر اُسکو چار ماہ دس دن سوگ کرنا ہے یہان بھی الا علی زوج کی وجہ اس جملہ اخیرہ سے بیان فرمائی سو اسکا مضمون بھی زوج کیساتھ مخصوص ہے غیر زوج کا یہ حکم نہین ہے۔ سو حدیث عبادہ مین مضمون جملہ اخیرہ فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بھا اگر فاتحہ کیساتھ مخصوص ہوتا اور سورت اُخری مین نپایا جاتا تو یہ جملہ استثنائے فاتحہ کی دلیل و وجہ بن سکتا تھا مگر سب جانتے ہین کہ جیسے فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہین ہوتی ایسے ہی سورت اُخری

ف ذکر دلائل جنسے جملہ مذکورہ کا دلیل استثنا ہونا غلط معلوم ہوتا ہے ۱۲

Marfat.com

نہ پڑھنے سے نہین ہوتی چنانچہ خود عبادہ کی حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب فصاعدًا اور ابو ہریرہ کی حدیث امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی انہ لا صلوٰۃ الا بقراۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد اور ابو سعید خدری کی حدیث اُمرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر اس تسویہ فاتحہ وسورت کی حجت شافیہ ہین جسکا یہ زعم ہو کہ سورت بغیر نماز ہوجاتی ہے وہ ان احادیث صحیحہ کا مخالف ہے اسکا قول قابل التفات نہین ہے الغرض جب یہ مضمون مخصوص بالحمد ہی نہین ہے تو وہ استثنا کی وجہ بھی نہین بن سکتا اس صورت مین یہ حدیث ایسے ہی مہمل اور بے جوڑ ہوگی جیسے کوئی یون کہے لا تفعلوا فی الصلوٰۃ الا السجود فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یسجد فیہا یعنی بلا سجدہ تو نماز ہوتی نہین مگر بلا رکوع ہوجاتی ہے حالانکہ دونون کا ایک حکم ہے سو جیسے یہان یہ جملہ دلیل مہمل ہے کہ مخصوص بالسجود نہین ہے ایسے ہی حدیث مذکور مین وہ جملہ دلیل مہمل ہوگا کہ مخصوص بالفاتحہ نہین سو ایسے اہمال وبیہودہ گوئی سے شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ارفع ہے اُسکی طرف ایسے کلام مختل النظام کو منسوب کرنا عقل سلیم کے خلاف ہے سو کسی دلیل کا غیر مستلزم مدعی ہونا ہے اسکی دلیل ہے کہ یہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام نہین ہے کسی غیر معصوم کے کلام ہے اُسنے اپنے زعم کیموافق اسکو دلیل استثنا گردانا ہے اور بنائے دلیل اسپر خیال کی ہے کہ اسمین لفظ من شامل للمقتدی ہے حالانکہ یہی امر تو محل نزاع ہے سو اگر عموم ظاہری سے ایسا خیال بندھا ہے سو عبادہ کی پہلی حدیث مذکور مین بھی لفظ من ہی وہ بھی شامل للمقتدی ہوگا اور مقتدی کو دونون کا قاری ہونا چاہئے اگر یون کہو کہ یہ من تو شامل للمقتدی نہین ہے بقرینہ صاعدًا کے اور وہ من جملہ متنازعہ فیہ مین شامل للمقتدی ہے بقرینہ اسکے کہ وہ دلیل قرأت مقتدی ہے سو ہم کہینگے کہ یہ تفرقہ جب ہی پیرون چل سکتا ہے جب یہ ثابت ہوجاوے کہ یہ جملہ یہان پر فرمودہ رسول علیہ السلام ہے سو یہی بات تو اب تک ثابت نہین ہوئی کیونکہ اس جملہ کے بیان مین محمد بن اسحق منفرد ہے اور سند ومتن مین دوسری ثقات کا مخالف ہے اور یہ عند المحدثین مسلم ہے کہ اُسکی احادیث منفردہ قابل احتجاج نہین ہین علاوہ ازین معنوی نقص یہ ہے کہ یہ جملہ دلیل وجوب فاتحہ نہین بن سکتا ہی جیسا کہ ابھی مذکور ہوا کہ اسکا مضمون مختص بالفاتحہ نہین ہے بلکہ بلا سورت کے بھی نماز نہین ہوتی

ہے تو یہ دلیل مطابق اُن دلائل کے نہوئی جو قرآن وحدیث کے تتبع سے معلوم ہوئے ہین تو خود معلوم ہوگیا کہ یہ جملہ یہان آپ کی طرف سے نہین ہے اور کسی کی طرف سے ہے تو اب اسکو قرینہ شمول من للمقتدی سمجھنا خود غلط ہوگیا کیونکہ حدیث رسول علیہ السلام مین حدیث رسول ہی قرینہ ہو سکتی ہے نہ کہ دوسرون کی راے ناقص ۔ دوسری وجہ اسکی بطلان کی یہ ہے کہ یہ جملہ قطع نظر اُس نقص غامض کے جو وجہ اوّل مین مذکور ہوا یون بھی دلیل ماقبل نہین بن سکتا ہے کیونکہ لاتفعلوا الا بام القرآن سے بقاعدہ مبرہنہ بالا اباحت فاتحہ مفہوم ہوئی کہ استثنا بعد النہی مفید اباحت ہوتا ہے اور یہ بات منطق واصول مین مبرہن ہے کہ مدعی کی دلیل بشرط صحت بحق مدعا بیان تقریر کہلاتی ہے نہ کہ بیان تغییر سو اب سمجھو کہ یہ جملہ زیر بحث اگر دلیل استثناے فاتحہ مانا جاوے تو لازم ہے کہ اسکا مضمون مطابق مدعاے سابق ہوتا تاکہ اُسکے لئے بیان تقریر کہلا سکے مگر ظاہر ہے کہ اس جملہ کا مضمون مفید اباحت نہین ہے بلکہ مثبت ایجاب تو یہ جملہ ماقبل کے حق مین بیان تقریر نہوا بلکہ بیان تغییر ہوا تو ہم پوچھتے ہین کہ آیا جہان مین کوئی ایسی دلیل بھی صحیح ہے کہ مدعی کے مخالف ہو یا کوئی ایسی بھی اصطلاح ہے کہ کسی بیان تغییر کو دلیل ماقبل کہتے ہون ہرگز نہین کیا کسی کے ذہن مین آسکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اباحت فاتحہ کی وجہ بیان فرماوین اور وہ وجہ ایسی ہو کہ مثبت ایجاب ہو اس صورت مین یہ کلام ایسے ہی ساقط ومہمل ہوگی جیسے کوئی یون کہے لا تمسح الحصے فی الصلوۃ الا مرۃ فانہ لاصلوۃ لمن لم یمسح الحصے فیہا یعنی مقصود تو مسح مرۃ کی اباحت تھی اور دلیل سے وجوب مسح محقق ہوا جو مدعاے سابق کے خلاف ہے فشانہ ادفع من امثال ہذہ الاباطیل اس سے معلوم ہوا کہ یہ جملہ تعلیلیہ کسی اور ہی کیطرف سے ہے جو قواعد استدلال سے پورے طور پر آشنا نہین ہے ۔ تیسری وجہ اس کی بطلان کی یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے تتبع سے اسکا بھی پتہ چلا ہے کہ جو کلام مشتمل بر استثنا ہو تو مستثنےٰ اور مستثنےٰ منہ مین سے جسکا حکم خلاف متبادر ہو اُسکی وجہ تو بیان کرتے ہین اور جسکا حکم اُن مین سے متبادر ہو یعنی عرف وشرع کیموافق ہو اُسکی وجہ ترک کرتے ہین مثال قرآنی تو یہ ہے قال معاذ اللہ ان ناخذ الا من وجدنا متاعنا عندہ انا اذا لظالمون اسکا خلاصہ یہ ہے کہ برادران یوسف علیہ السلام نے اُن سے درخواست کی تھی کہ ہمارے اس بھائی کو

Marfat.com

چھوڑ دیجئے جسکے پاس سے مال مسروقہ برآمد ہوا ہے کیونکہ یہ ہمارے بوڑھے باپ کا چہیتا بیٹا ہے اور ہم مین سے کسی کو اُسکے عوض محبوس کر لیجے سو اسپر حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ جواب دیا کہ خدا کی پناہ ہمسے یہ نہین ہو سکتا کہ مجرم کے سوا اور کسی کو گرفتار کرین ایسا کرین تو ہم بیشک نا انصاف ہونگے۔ اس آیت مین ناخذ کے بعد لفظ احدًا محذوف ہے جو مستثنےٰ منہ ہے اور من وجدنا الخ مستثنےٰ ہے سو غیر مجرم کو پکڑنا تو خلاف عرف و شرع تھا اور مجرم کو پکڑنا موافق عرف و شرع اسلئے یہان مستثنےٰ منہ یعنی غیر مجرم کے گرفتار نکرنے کی وجہ اس جملہ انا اذا لظالمون سے بیان کردے اور مجرم کی پکڑ دکڑ کا جواز متبادر و ظاہر تھا اسلئے اُسکی وجہ کچھ بیان نہین کی بالجملہ مستثنےٰ منہ کی وجہ تو ذکر کردے اور مستثنےٰ کی وجہ ترک کردی ہے۔ علی ہذا حدیث سے بھی اس کی مثال لیجے۔ اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ الترمذی اسمین بھی غیر ثابت حدیثون کا بیان کرنا مستثنےٰ منہ تھا اُسکی وجہ جملہ فمن کذب الخ سے بیان کردی اور ثابت و معتبر حدیثون کا بیان کرنا مستثنےٰ تھا اُسکی وجہ بیان نہین کی ہے غرض یہان بھی مستثنےٰ منہ کی وجہ بیان کی ہے اور مستثنےٰ کو چھوڑا ہے۔ جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو سنئے حدیث عبادہ زیر بحث مین اگر وجہ بیان کرنے کی ضرورت تھی تو جملہ لا تفعلوا شیئًا کے تھی نہ کہ الا بام القرآن کی کیونکہ منفرد و امام پر فاتحہ و سورت کا پڑھنا لازم تھا تو مقتدی پر بھی بظاہر ایسا ہی ہونا چاہیئے ادھر بے شمار احادیث اس بارہ مین بالفاظ عامہ وارد ہین اُنکا مقتضی بھی یہ تھا کہ مقتدی پر بھی دونون واجب ہون اب اس حدیث مین سورت کی تو ممانعت ہوئی اور فاتحہ کا حکم ہوا سو مقتدی کو فاتحہ کا پڑھنا تو خلاف ظاہر نہین تھا کہ اورون کے موافق تھا مگر سورت کی ممانعت اورون کے خلاف تھی سو ضرورت تو بیان وجہ ممانعت کی تھی کہ اورون کے خلاف مقتدی کیون اس سے ممنوع ہوا سو ضروری جزء کی تو وجہ بیان نہوا اور غیر ضروری جزء کی بیان ہو وہ بھی غیر مستلزم مدعی سو جناب رسول اکرم افصح العرب والعجم کی طرف سے ایسی بے سیاقی پیش آنا ہرگز ممکن نہین اسلئے ہو نہو کہنا پڑیگا کہ یہ بد سلیقگی اور بے ربطی ضرور کسی راوی کم فہم کی طرف سے پیش آئی ہے غرض موارد نقلیہ اور شواہد عقلیہ اسمین ہمصفیر ہین کہ یہ جملہ یہان پر فرمودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہین ہے۔

چوتھی وجہ اسکے فساد کی یہ ہے کہ اگر حسب زعم مدعیان حدیث یہ بات مان لیوین کہ یہ حدیث محمد بن اسحٰق

بطلان مذکور کی وجہ چہارم ۱۲

اور حدیث زہری عن محمود ایک ہی واقعہ ہے تطویل و اختصار کا فرق ہے تو کہنا پڑیگا کہ جیسے زہری نے قصہ ثقالت کو ترک کرکے جملہ لا صلوۃ الخ پر اکتفا کیا ہے ایسے ہی یہان محمد بن اسحق نے اس آخری جملہ مین اختصار کیا ہے کہ لفظ فصاعداً کو حذف کر دیا ہے پورے کلام یون تھے لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا کیونکہ اس حدیث کی رواۃ زہری سے نیچے لفظ صاعداً کے ذکر کرنے مین مختلف ہوئے ہین کسی نے مختصر بیان کیا ہی اور کسی نے تکمیل مگر زہری اور محمود اور عبادہ اسکو ضرور روایت کرتے ہین سو لامحالہ یہ جملہ یہان پر فرمودہ شارع علیہ السلام ہوا - سواب ہم ابن حبان وغیرہ کے خیال کے موافق اس جملہ کو اسی وقت کا ارشاد مانکر دریافت کرتے ہین کہ لا تفعلوا الا بام القرآن دو جزو پر مشتمل ہے ایک یہ کہ غیر فاتحہ نہ پڑھو اور دوسرا یہ کہ فاتحہ پڑھو سو اسکے بعد کا جملہ فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً آیا پہلے جزء مستثنےٰ منہ کی دلیل ہی یا دوسرے جزء مستثنےٰ کی یا دونون جزؤن کے سو ظاہر ہے کہ یہ جملہ مع صاعداً کے نہ فرادی ہر ایک جزء کی دلیل ہو سکتی ہے اور نہ مجموعہ دونون جزء کے کیونکہ اس جملہ سے تو دونون کا ضروری ہونا نکلتا ہے پھر ایک کی ممانعت پر اور دوسرے کے وجوب پر دلیل نہین ہو سکتی ہے سو مدعی اور دلیل مین تطابق نہ نکلا دعوی تو یہ تھا کہ سورت نہ پڑھو اور فاتحہ پڑھو اور دلیل یہ بیان ہوئی کہ بلا دونون کے نماز نہین ہوتی ہی سو کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسے لچر اور پوچ دلائل ہوتی ہین ہرگز نہین سبحانک ھذا بھتان عظیم سو خود معلوم ہو گیا کہ یہ جملہ آپنے اور کسی وقت ارشاد فرمایا تھا جو بحق منفرد و امام تھا کیونکہ مقتدی کو آیت قرآنی استمع و انصت بنا چکی تھی سو راوی نے اپنے زعم کیموافق اس حدیث کو بحذف لفظ صاعداً یہان بطور دلیل ذکر کر دیا اور پھر بھی وہ دلیل صحیح نہ بن سکی کہ مضمون جملہ مختص بالفاتحہ نہین ہے جیسا کہ وجہ اول مین مدلل ہوا الغرض یہ جملہ یہان پر نہ نقلاً ثابت ہوا کہ سوائے محمد بن اسحق کے اور کسی طرق سے ثابت نہین اور نہ عقلاً یہ یہان پر موجہ ہو سکتا ہے خواہ بلا صاعداً ہو سو اسکے بطلان کے لئے تو پہلے تین وجوہ ہین اور خواہ مع صاعداً ہو اسکے لئے یہ چوتھی وجہ ہے سو لامحالہ اظہر من الشمس ہو گیا کہ یہ دلیل یہان پر آپ کی فرمودہ نہین ہے ورنہ اسقدر نقائص سے مملو نہوتی کسی اور کی طرف سے ہے تو یہ حدیث صرف اسقدر رہگئی لا تفعلوا الا بام القرآن چنانچہ اور طرق سے

الحاصل یہ جملہ یہان پر نہ نقلاً ثابت ہے اور نہ عقلاً ۱۲

بھی اسیقدر ثابت ہے تو اس سے وجوب فاتحہ علی المقتدی ثابت نہوا جو مقصود خصوم تھا۔
اب اگر ان تمام سندی و معنوی معائب و مثالب سے آنکھ بند کر کے یہی مان لین کہ یہ جملہ یہان پر شارع علیہ السلام ہی کا ہے تب بھی اس سے وجوب فاتحہ علی المقتدی ثابت نہوگا بلکہ وہ دلیل اباحت ہی ہوگا تفصیل اسکی یہ ہے کہ یہ واقعہ جیسا کہ بعد نزول آیت استماع ہے جس سے مقتدی کا قرأت سے فارغ الذمہ ہونا معلوم ہو چکا ہے ایسے ہی اس جملہ تعلیلیہ کا ارشاد اسوقت پر بعد اسکے ہے کہ آپنے یہ حدیث کبھی پہلے بھی ارشاد فرمائی ہو کیونکہ مضمون دلیل ایسا ہونا چاہئے کہ مخاطب کو معلوم و مسلم ہو تا کہ اُسکے ذریعہ مدلول مجہول کا علم اُسکو حاصل ہو جاوے ورنہ مطلوب مجہول پر دلیل مجہول قایم کرنا ادنےٰ عاقل کا بھی کام نہین ہے اور جب اسکا ارشاد فرمانا پہلے سے بھی محقق ہوا تو غور طلب یہ ہے کہ سابق ارشاد کیوقت آیا عموم من مین مقتدی بھی داخل و مراد شارع تھا یا وہ اُسمین داخل اور مراد شارع نتھا سو اگر شق اول اختیار کیجاوے تو شارع علیہ السلام کا اس حدیث کو یہان پر معرض دلیل مین ذکر کرنا صحیح نہین ہوسکتا ہے کیونکہ جب مقتدی پر فاتحہ و سورت کا پڑہنا ضروری تھا تو یہ حدیث دونون کے پڑہنے کی تو دلیل ہوسکتی تھی مگر ایک کے پڑہنے اور ایک کے نہ پڑہنے کی دلیل نہین ہوسکتی ہے۔ اور اگر شق دوم اختیار کیجاوے تو یہ خلجان ہے کہ جب یہ حدیث بحق امام و منفرد ہے اور مقتدی اس سے خارج ہے تو اسکا ذکر یہان پر شق اول سے بھی زیادہ ناموزون اور بے لگاؤ ہے کیونکہ مقتدی کو تو قرأت فاتحہ کا حکم ہوا اور دلیل یہ ہو کہ امام و منفرد کے نماز بلا دونون کے نہین ہوتی ہے سو ایسے اہمال سے اللہ و رسول صلعم کی شان ارفع ہے پھر جب اسکا ذکر یہان پر بہر دو شق باطل ہے تو آخر وہ کیا توجیہ ہے جس سے اسکا یہان پر فرمودہ شارع ہونا موزون و موجہ ہو جاوے سو سُنئے چونکہ حدیث مذکور بعد نزول آیت انصات ارشاد ہوئی ہے اسلئے مقتدی اسمین نہ ارشاد سابق کیوقت اور نہ اس تعلیل لاحق کیوقت داخل ہے بلکہ یہ بحق امام و منفرد ہی ہے مگر اسکو معرض تعلیل مین ذکر کرنا وجہ آخر سے ہے وہ یہ ہے کہ حدیث مذکور کی غرض اہم مسوق لہ الکلام یہ ہے کہ نماز مین گو یہ دونون حصص قرآنی ضروری ہین مگر فاتحہ بہ نسبت دوسرے حصّہ کے اہم ضروری ہے کہ بلا اُسکے اگر سارا قرآن بھی کوئی پڑھ لیوے تو نماز ناقص ہی رہیگی مگر دوسرے حصص مین سے کوئی حصّہ معینہ ایسا نہین ہے کہ بلا اُسکے نماز ناقص رہتی ہو سو فاتحہ

Marfat.com

علی التعین اللہ پاک کو محبوب تر ہے اور دوسرا حصہ لاعلی التعین مطلوب ہے سو اب مطلب اس جملہ تعلیلیہ کا یہ ہوا کہ تم جان چکے ہو کہ جو مامورین بالقرأت ہین اُن پر قرأت فاتحہ اہم ترین واجبات ہے سو تم لوگ چونکہ مامورین بالاستماع ہو اور تمہاری قرأت موجب ثقل بھی ہے اسلئے تم لوگ حصہ اہم کو تو پڑہ لیا کرو اور زیادہ اس سے نہ پڑھا کرو مگر یہ امر ایجابی نہین ہو بقرینہ اسکے کہ وہ مامور بالاستماع ہو چکے ہین اور اُنکی قرأت موجب ثقل ہے سو جو بات لاتفعلوا الا بام القرآن سے حاصل ہوئی تھی وہی بات اس جملہ تعلیلیہ سے حاصل ہوئی یعنی استثنا سے بھی اباحت فاتحہ معلوم ہوئی تھی اس جملہ سے بھی اباحت فاتحہ ہی معلوم ہوئی یعنی تمہاری قرأت کا موجب ثقل ہونا تو اسی کو مقتضی تھا کہ تمکو کسی حصہ قرآنی کی اجازت نہو مگر خیر تمہین قرأت کرنی ہی ہے تو اہم ترین حصہ کی قرأت کر لیا کرو باقی محل قرأت سے یہ حدیث ساکت ہے دوسری احادیث سے اسکی تشریح ہو گئی کہ یہ قرأت بین السکتات ہونی چاہیے اس توجیہ سے شق دوم مین جو بظاہر اہمال معلوم ہوتا تھا وہ بھی دور رہا اور ایک حصہ کے پڑہنے اور دوسرے حصہ کے نہ پڑہنے کی وجہ بھی موجہ ہو گئی یعنی چونکہ تمہاری قرأت موجب ثقل ہے اسلئے ساری قرأت کی تمکو اجازت نہین ہے مگر اہم حصہ کی اجازت ہے سو جملہ فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرا بہا اسکی دلیل ہے کہ صرف فاتحہ کی اجازت کیون دیتا ہون اور اسکی دلیل نہین ہے کہ تمپر قرأت فاتحہ تو واجب ہے مگر قرأت سورت واجب نہین ہے کیونکہ اوّل تو اس حدیث مین لفظ صاعداً موجود ہے دوسرے اگر فرض کر لیا جاوے کہ یہان لفظ صاعداً آپنے ارشاد نہین فرمایا جسمین لفظ صاعداً ہے وہ دوسرا واقعہ ہے تب بھی یہ تعلیل خاصۃً اجازت فاتحہ کے ہے نہ کہ اُسکے وجوب کی اور دوسرے کے عدم وجوب کی اسلئے کہ آیت سابقۃ النزول سے وجوب فاتحہ و سورت اُنکے ذمہ سے ساقط ہو چکا ہے اور اُنکی قرأت کا موجب ثقل ہونا بھی محقق ہو چکا ہے اس صورت مین یہ جملہ اپنے ماقبل دونون باتون کی دلیل ہوا یعنی بوجہ ثقالت کے سورت تو نہ پڑھو مگر فاتحہ پڑھ لیا کرو کہ وہ امام و منفرد کے حق مین بھی اوکد من الآخر ہے سو مدعیان حدیث نے چونکہ آیت انصات متقدمۃ النزول سے آنکھ بند کر لی ہو اسلئے عموم من مین مقتدی کو داخل سمجھکر اس جملہ کو دلیل وجوب فاتحہ سمجھ لیا ہے اور منشاء شارع علیہ السلام سے بمراحل دور ہو گئے ہین ورنہ آپکا منشا یہ ہے کہ تمپر تو قرأت واجب نہین ہے سو اگر تمکو پڑھنا ہی تو

فاتحہ پڑھ لیا کرو کیونکہ اُسکے بغیر آنکی نماز ناقص رہتی ہے جنکے ذمہ قرأت واجب ہے سو ظاہر ہے کہ کسی شی کے غیر واجب ہونیکے ساتھ اگر اُسکا امر ہوتا ہے تو وہ امر اباحت و استحباب ہوتا ہے جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو جیسے استثنا سے وجوب ثابت نہین تھا اس جملہ تعلیلیہ سے بھی وجوب ثابت نہوا بلکہ تخصیص فاتحہ کی وجہ ظاہر ہوئی تو یہ حدیث بھی انجام کار دلیل وجوب نہ نکلی دلیل اباحۃ ہی ہوئی پھر وہ اباحت بھی آیندہ منسوخ ہونے والی ہے اب اگر کسی سقیم الفہم کی اطمینان ہماری اس لطیف تقریر سے نہو تو اُسکے لئے ہم دعویٰ کرتے ہین کہ یہی مضمون بعینہ دوسری حدیث سے بھی ثابت ہی چنانچہ امام بخاری کے جزء القراۃ اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ مین یہ حدیث ہی دارقطنی نے اسکو مرسل صحیح لکھا ہی عن ابی قلابۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ ھل تقرأون خلف امامکم فقال بعض نعم وقال بعض لا فقال انکنتم لابد فاعلین فلیقرأ احدکم فاتحۃ الکتاب فی نفسہ اور علامہ بیہقی نے ابوہریرہؓ سے مرفوعًا روایت کیا ہی کل صلوۃ لا یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام یہ دونون حدیثین یاد رکھنے کے قابل ہین پہلی حدیث مین بعض کا پڑھنا اور بعض کا نہ پڑھنا دلیل ہے اسکے کہ جملہ صحابہ کا معمول نتھا کہ خلف الامام قرأت فرماتے ہون بلکہ کسی کسی کا معمول تھا پھر اس سے خود سمجھ مین آگیا کہ قرأت مقتدی واجب نتھی پھر آپ کا ارشاد فرمانا کہ انکنتم لابد فاعلین فلیقرأ صاف جتاتا ہی کہ پڑھنا مباح ہی مگر نہ پڑھنا بہتر ہے علی ہذا دوسری حدیث ابوہریرہؓ تو صراحۃ جتاتی ہے کہ خلف الامام قرأت نکرنے سے کوئی نقصان نہین ہے تو معلوم ہوا کہ قرأت مقتدی واجب نہین ہے سو اب خوب سمجھ لو کہ جسقدر اوامر قرأت فاتحہ کی بابت مختلف صحابہ کی روایات مین وارد ہوئے ہین وہ سب کے سب ایجابی اوامر نہین ہین اوامر اباحت ہین کہ الاحادیث یفسر بعضھا بعضا محدثین کا قاعدہ مسلمہ ہے سو بعد التتبع والتتبع اس حدیث عبادہ کا خلاصہ انجام کار یہی محقق ہوا کہ اُسوقت آپنے انکو فاتحہ پڑھنے کی اجازت فرمائی اور جملہ اخیرہ اگر وہ آپکا ہی ارشاد ہے تو وہ دلیل ہے اس امر کی کہ فاتحہ کی کیون اجازت دیتا ہون سو وہ اسکی اہمیت ہی بہ نسبت دوسرے حصص قرآنی کے کہ یہ مامورین بالقرات سے بھی علی التعیین مطلوب ہے بلا اسکے نماز ناقص ہے اور کوئی معین حصہ قرآنی ایسا نہین ہی کہ اُسکے نہ پڑھنے سے نماز

گذشتہ تحقیق بجز قرآن مجید کے دیکھی گئی احادیث صریحہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے ۱۲

ترجمہ آپنے صحابہ سے پوچھا کہ تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو سو بعض نے کہا ہان بعض نے نہین کہا آپنے فرمایا کہ اگر تمکو پڑھنا ہی ہے تو فاتحہ آہستہ پڑھ لیا کرو ۱۲

ترجمہ جس نماز مین فاتحہ نہ پڑھی جاوے وہ ادھوری ہے مگر امام کے پیچھے مقتدی کی نماز ادھوری نہین ہے ۱۲

Marfat.com

ناقص ہوتی ہو مگر فاتحہ ایسا ایک حصّہ قرآنی ہے کہ اُسکے نہ پڑھنے سے نماز ناقص ہوتی ہی مگر تمہارا پڑھنا
موجب ثقل ہے سو تمکو اگر پڑھنا ہے تو اس اہم حصّہ کو پڑھ لیا کرو مگر نہ پڑھنا بہتر ہے کہ تمہاری قرأت
سے قلب امام پر گرانی طاری ہوتی ہے چنانچہ اسی مضمون کی ایک روایت کنز العمال مین بحوالہ
نسائی مذکور ہے عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ اَنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی
نسیت ایۃ کذا وکذا وان من احسن صلوۃ الرجل ان یحفظ قرأۃ الامام دیکھو اس سے
صاف ظاہر ہے کہ بہ نسبت پڑھنے کے نہ پڑھنا بہتر ہے۔ باقی اگر کسی کے دل مین یہ خلجان ہو کہ اگر
مقتدی سرًا قرأت کرے تو قلب امام پر کیا گرانی پیش آسکتی ہے فرقہ اہل حدیث کے تمام مقتدی
خلف الامام قرأت کرتے ہین امام کے قلب پر ذرا بھی گرانی نہین ہوتی سو اسکا جواب یہ ہے کہ
آجکل بہت سے بے وضو یا ناقص الوضوء امام کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہین اور اُسکو ذرا بھی گرانی
محسوس نہین ہوتی تو کیا اسوجہ سے اس حدیث نسائی کا انکار کردینگے۔ اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم صلی صلوۃ الصبح فقرأ الروم فالتبس علیہ فلما صلے قال ما بال قوم یصلون
معنا ولا یحسنون الطہور وانما یلبّس علینا القرآن اولئک ایسے ہی جب قرأت مقتدی
کے بارہ مین یہ الفاظ آئے ہین کہ ثقلت علیہ القراۃ۔ التبس علیہ القراۃ۔ قد خالجنیہا
مالی انازع القرآن تو تسلیم کرنا چاہئے کہ جیسے نقصان طہارت ملبّس قرأت امام ہے ایسے ہی
قرأت مقتدی بھی مثقّل قرأت امام ہے ہمکو محسوس ہو کہ نہو آجکل کے امام و مقتدی کے قلوب ہی
ایسے کہان کے مجلّٰی و مصفّٰی ہین جو ایسے مخفی و لطیف اثرات کو محسوس کرسکین جن قلوب پر نزول
سکینہ ہو وہ اُسکا احساس کرین تو مستبعد نہین ہے بہر نہج جو بات حدیث مین منصوص ہو اُسکو
ماننا چاہئے سمجھ مین آوے کہ نہ آوے۔ امر مقتم کی تحقیق سُنئے۔ کسی نص صریح سے تو پتہ نہین چلا
کہ یہ واقعہ ثقالت مکہ مین قبل الہجرت پیش آیا یا مدینہ مین بعد الہجرت مگر الفاظ احادیث مین غور
کرنے سے ذہن نشین ہوتا ہے کہ حدیث زہری عن محمود عن عبادۃ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ
الکتاب فصاعدا تو واقعہ مکہ مکرمہ ہے عبادہ نے اسکو اپنے اسلام لانے کے وقت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے سُنا ہی یعنی جسوقت عبادہ نے بیعت اولی کی تھی اور حدیث مکحول جسکو محمد بن اسحق روایت
کرتا ہی لا تفعلوا الا بام القرآن بھی بظن غالب مکہ مکرمہ مین ہے مگر پہلے واقعہ سے ایکسال بعد

ك ترجمہ آپ نے فرمایا مین فلان فلان آیت بھول گیا مقتدی کی نماز خوبتر یون ہے کہ امام کی قرأت کو دھیان کیا کرے ۱۲

ك۲ آپ نے نماز صبح پڑھی اور سورہ روم مین متشابہ لگا فارغ ہوکر فرمایا حضور کا کیا حال ہوگیا جماعت مین شامل ہوجاتے ہین اور وضو ٹھیک نہین کرتے ہین یہی لوگ متشابہ لگنے کا سبب ہوتے ہین ۱۲

ك۳ امر مقتم کی تحقیق ۱۲

Marfat.com

یعنی دوسرے حج مین جسوقت بعقبہ منا بیعت ثانیہ لی گئی اور بارہ اشخاص کو نقبا مدینہ بنایا گیا
جسمین ایک عبادہ بھی تھے کیونکہ ہم اول اسکو مفصل لکھ چکے ہین کہ عبادہ دو سال متواتر موسم
حج مین حاضر خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اوّل دفعہ مسلمان ہوے اور بیعۃ النسأ
کے مضمون پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر دوسرے سال حج کیوقت ستّر اسّی آدمیون کے ساتھ
دوبارہ حاضر خدمت ہوے اور مکرر بیعت کی اور نقابت سے مشرف ہوئے مگر حدیث[علہ] زید بن
واقد عن نافع عن عبادۃ ایک جُدا واقعہ ہے جو یقیناً مدینہ مین پیش آیا ہے۔ قرائن اس فہم
غامض کے یہ ہین کہ محمد بن اسحق کی حدیث مین جملہ انی لاراکم تقرأون خلف امامکم قلنا
اجل واللہ یا رسول اللہ ھذا ہے اس سے دو امر معلوم ہوے اوّل یہ کہ مخاطبین اس کلام کے
کسی اور امام کے پیچھے نماز پڑہنے کے عادی تھے آپکے پیچھے ابھی شریک ہوئے ورنہ خلف امامکم
نفرماتے خلفی فرماتے مگر شاید کوئی خیال کرے کہ مراد شارع علیہ السلام خلفی ہی ہے مگر مضمر کی جگہ
مظہر کو رکھدیا ہے جو کلام عرب مین کثیر الوقوع ہے سو ہم کہتے ہین کہ ایسا ہونا ممکن تھا مگر یہان ایک
قرینہ مانعہ ہے وہ لفظ تقرأون ہے جو استمرار تجددی پر دال ہے سو اگر مراد خلفی ہوتا تو خلاصہ سوال
یہ ہوتا کہ مین گمان کرتا ہون کہ تم لوگ میرے پیچھے روزمرہ برابر پڑہتے ہو اور خلاصہ جواب یہ ہوگا
کہ ہان ہم آپ کے پیچھے برابر پڑہتے ہین مگر یہ درست نہین کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کیا وجہ تھی کہ آج
تو ثقالت پیش آئی پہلے کبھی نآئی حالانکہ علت ثقالت روزمرہ موجود تھی علاوہ برین بے ضرورت
خلف امامکم کو اپنے معنی پر نرکھنا خلفی کے معنی پر محمول کرنا ایک امر لغو ہے بلکہ بات یہی ہے کہ یہ جماعت
نووارد نو شریک جماعت تھی انہون نے اپنی عادت کیموافق اب بھی قرأت کی اسپر آپ کو ثقل قرأت
پیش آیا اور اس پوچھ گچھ کی نوبت آئی سو یہ قصہ قبل الہجرت مکہ مین مانا جاوے تو ہر طرح سے موزون
ہے کیونکہ یہ جماعت اسوقت نووارد بھی تھی اور مدینہ مین کسی امام کے پیچھے نماز پڑہنے کے عادی بھی
تھے اب اسوقت آپ کے پیچھے شریک جماعت ہوے اور ثقل قرأت پیش آیا دوسرا امر اس سے یہ
معلوم ہوا کہ عبادہ وغیرہ اس قصہ سے پہلے سے خلف الامام قرأت کے عادی تھے سو وہ بامر الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم تو نتھا ورنہ سوال اراکم تقرأون خلف امامکم بیموقع بنتا ہے سو پھر یہ عادت
کیون ہوئی سو اسکی وجہ بظن غالب یہی ہے کہ عبادہ جب اول مرتبہ حاضر خدمت ہوئے اور مسلمان

[علہ] حدیث زید بن واقد عن عبادہ ایک جدا واقعہ ہے جو یقیناً مدینہ مین پیش آیا ہے ۱۲

Marfat.com

ہوئے تو نماز کی تعلیم و تلقین ضرور ہوئی ہوگی کیونکہ نماز سے بڑھکر بعد ایمان کے کوئی عمل نہین ہے سو اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوگا لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعدا اسپر عبادہ نے یہ خیال کیا ہوگا کہ اسمین لفظ من عام ہے مقتدی و منفرد کو شامل ہے اسلیئے خلف الامام بھی فاتحہ و سورت پڑہنے کے عادی ہوے سو اس توجیہ سے اس حدیث کا قصہ ثقالت سے بھی پہلے مسموع ہونا مظنون ہوتا ہے اور اگر قصہ ثقالت مدینہ ہی مین مانا جاوے تو حدیث صاعدا کا تو پھر بھی اس سے پہلے مسموع ہونا اغلب ہے اور مدینہ مین اگر یہ قصہ ثقالت پیش آیا ہے تو اُس نماز ہی کا یہ قصہ ہوگا جسمین عبادہ پہلے پہل شریک جماعت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوے ورنہ وہی خدشہ لاحق ہوگا کہ آج ہی ثقل قرأت کیون پیش آیا بہت دنون سے جب وہ پڑہتے تھے تو علت ثقل موجود تھی پھر کیون ثقل قرأت پیش نآیا بہر نہج یہ قصہ کہین بھی پیش آیا ہو ابتداے ہجرت کا ہے سو اسوقت سے قرات فاتحہ جہری نمازون مین علی وجہ الاباحت مروج رہی اور سالہا سال رہے یہانتک کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سنہ سات ہجری مین حاضر خدمت رسول اللہ صلعم ہوے ہین اُسکے بعد تک قرأت فاتحہ صلوات جہریہ مین جاری تھی بلکہ انہون نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اُسکی اباحت سُنی ہے چنانچہ بیہقی نے کتاب القرأۃ مین اور ابن عدی نے اپنی کامل مین ابوہریرہ سے یون نقل کیا ہے عن ابی ھریرۃ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ ثم اقبل بوجہہ علینا فقال اتقراؤن خلف الامام بشی فقال بعضہم نقرأ وقال بعضہم لا نقرأ فقال اقرأوا بفاتحۃ الکتاب مگر بعد اسکے ابوہریرہ نے اسکی ممانعت بھی سُنی اُسوقت سے جہری نمازون مین قرأت فاتحہ متروک ہوگئی اور سب صحابہ نے جو اُس سے واقف تھے قرأت چھوڑدی۔ چنانچہ حدیث منازعت ابوہریرہ پہلے بھی مذکور ہوچکی اور آیندہ اُسکی بحث بہ تفصیل آنے والی ہے سو معلوم ہوگیا کہ ابوہریرہ نے حدیث اباحت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور حدیث ممانعت بھی پھر اسوقت سے صحابہ کرام قرأت خلف الامام سے باز آگئے اور ابوہریرہ بھی اُس سے باز رہے چنانچہ اُنکا مذہب ہم پہلے بحوالہ بیہقی نقل کر آئے ہین کہ وہ ظہر و عصر مین مجوز قرأت ہین نہ کہ جہری مین سو اس سے جیسے حدیث اباحت کا پہلے سننا معلوم ہوا اور حدیث ممانعت کا بعد مین ایسے ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث عبادہ زیر بحث جو ابوہریرہ کی

ف ابوہریرہ نے بھی مثل عبادہ حدیث اباحت سنی پھر حدیث منازعت سنی سو اسوقت سے جہری نماز مین انہون نے قرأت چھوڑ دی

حدیث اباحت کے ہم مضمون ہے ابوہریرہ کی حدیث ممانعت سے پہلے ہے بلکہ بہت پہلے کیونکہ وہ کم از کم آغاز ہجرت کا قصہ ہے ورنہ اُسکا قبل الہجرت ہونا ہی ارجح و اغلب ہے اس حساب سے تو حدیث عبادہ چھہ سات برس بلکہ اس سے بھی زاید پہلے کی ہوگی اور اگر کسی کو اسکے تسلیم مین تردد ہو تو اسقدر ماننا تو ضروری ہے کہ حدیث عبادہ ابوہریرہ کی حدیث ممانعت سے پہلے ہے کیونکہ نہی وہان ہی ہوتی ہے کہ منہی عنہ پہلے سے مباح و مروج ہو علاوہ بریں حدیث ممانعت اگر ابوہریرہ کے نزدیک حدیث اباحت سے پہلے ہوتی تو اُنکا مذہب حدیث اباحت کیموافق ہوتا کیونکہ محدثین کے نزدیک مسلم ہے کہ انما یوخذ من امر رسول اللہ بالاخر فالاخر سو جب اُنکا مذہب حدیث ممانعت کیموافق ہے تو اُسکا آخر ہونا محقق ہوگیا اور نیز جملہ دیگر اوامر قرأت کا مقدم ہونا بھی مبرہن ہوگیا۔ جس سے انجام کار جہری مین نسخ قرأت ثابت ہوا رہا سری مین ممانعت قرأت سو وہ اور احادیث سے ثابت ہے جسکی بحث آگے آنیوالی ہے کسی قدر انتظار کیجیئے۔ امر ہشتم کی تحقیق بھی امر ہفتم سے بالاختصار تو معلوم ہوگئی اور شرح و بسط کیساتھ بشرح حدیث منازعت ابوہریرہ آنیوالی ہی ہے منتظر رہیئے۔ اب امر نہم کی تحقیق سُنیئے حدیث محمد بن اسحق جسکی یہ تحقیق ہے اور واقعہ ہے اور حدیث زید بن واقد جو عن مکحول عن نافع بن محمود عن عبادة مروی ہے دوسرا واقعہ ہے دونون ایک واقعہ نہین ہین اسکا سمجھنا اسپر موقوف ہے کہ دونون حدیثون کے الفاظ پیش نظر ہون سو اولا حدیث محمد بن اسحق کا متن لکھتا ہون اُسکے بعد حدیث زید بن واقد کا متن تاکہ باہمی فرق مشاہد ہو جاوے پہلا متن یہ ہے۔ صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القرأة فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلاتہ اقبل علینا بوجہہ فقال انی لاراکم تقرأون خلف امامکم اذا اجھر قال قلنا اجل واللہ یا رسول اللہ هذا قال فلا تفعلوا الا بام القران فانہ لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب اور دوسرا متن حدیث زید بن واقد کا یہ ہے۔ عن نافع بن محمود بن الربیع انہ سمع عبادة بن الصامت یقرأ بام القران وابو نعیم یجھر بالقرأة فقلت رأیتک صنعت فی صلاتک شیئا قال ماذاک قال سمعتک تقرأ بام القران وابو نعیم یجھر بالقراة قال نعم صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض الصلوات التی یجھر فیھا بالقراة فلما

ملہ تاخر حدیث منازعت کی وجوہات ملاحظہ ہون ۱۲ * ۱۲

ملہ امر ہشتم کی تحقیق ۱۲

ملہ امر نہم کی تحقیق ۱۲

Marfat.com

انصرف قال منکم من احد یقرأ شیئا من القران اذا جهرت بالقراة قلنا نعم یا رسو
الله صلی الله علیه وسلم وانا اقول مالی انازع القران فلا یقران احد منکم شیئا
من القران اذا جهرت بالقراة الا بام القران - هذا اسناد حسن ورجاله ثقات کلهم
رواه الدارقطنی اور دارقطنی کی دوسری ایک روایت مین اور جزء القراة بخاری اور ابوداود
نسائی مین جمله جوابی اس طرح ہے فقال بعضنا انا لنصنع ذلک - اب غور کیجئے کہ ان دونون
مضامین کو ایک دن اور ایک نماز ہی کا واقعہ سمجھنا سرسری نظر کا کام ہی یہ نہین ہے بلکہ ان متون
مین ایسے قرائن موجود ہین کہ ان پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ جُدا جُدا واقعات ہین -
اول یہ کہ پہلی حدیث مین انحضرت صلی الله علیه وسلم کو خاص عبادہ اور انکے رفقاء پر گمان قرأت
ہوا اور وہ انکے جواب سے صحیح نکلا اور حدیث دوم مین کسی ایک آدہ غیر معین مقتدی پر گمان
قرأت تھا نہ کہ اکثر پر اور جواب دینے والے بھی اسمین بعض ہی ہین نہ کہ سب جیسا کہ دوسری روایت
کے جواب سے معلوم ہوا دوم یہ کہ عبادہ کو پہلے قصہ مین یقین ہے کہ نماز صبح کا واقعہ ہے اور دوسرے
قصہ مین یہ یاد نہین کہ تین نمازون مین سے کونسی نماز تھی سو مشکوک فیہ کو عین ہو ثوق بہ قرار دینا کسی دلیل
کا محتاج ہے بلا دلیل دونون کو ایک قرار دینا قابل تسلیم نہین آخر عدول عن الظاہر بلا وجہ تو کسی کے
نزدیک بھی معتبر نہین ہے ایسے واقعات ثقالت تو بہت دفعہ آپ کو پیش آئی ہین جیسا کہ متعدد
روایات سے ثابت ہے سو ان دو ہی کو ایک واقعہ کیون قرار دیا جاتا ہے سارے واقعات کو جو اس
بارہ مین بہت سے صحابہ سے مروی ہین ایک کر دیا جاوے مگر ظاہر ہے کہ ایسا کوئی نہین کر سکتا - سوم
یہ کہ اس دوسری حدیث مین یہ جملہ ہے انا اقول مالی انازع القران اسمین اقول اور انازع مضارع
استمراری ہین جسکا مطلب یہ ہے کہ مین کہتا رہتا ہون کہ مجھسے قرآن مین منازعت کیون کیجاتی ہے
مگر پھر بھی کوئی نہ کوئی منازعت کرتا ہے سو اس جملہ انکاری سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ کچھ اسیوقت
کا نہین بلکہ اس سے پہلے بھی آپ اسپر انکار فرما چکے ہین اور پہلے حدیث مین یہ جملہ نہین ہے جس سے
پتہ چلتا ہے کہ وہ واقعہ ابتدائی تھا اسی واسطے اسمین سادہ نہی فرماکر اباحت فاتحہ کر دی کسی جملہ انکاری
یا نہی موکد کی ضرورت نہوئی برخلاف اس حدیث کے اسمین اولاً آپنے انکار مستمر کو یاد دلایا اور پھر
نہی موکد بیان فرمائے چنانچہ آگے ارشاد ہے فلا یقرأن احد منکم الخ اور علم معانی مین یہ بات

ف دارقطنی کی یہ روایت ابوداود کی روایت سے جدا ہے ۱۲

ف تعدد کے قرائن چار ہین ۱۲

مسلم ہے کہ ابتدائی کلام تو سادہ ہوتی ہے اور جب اُسکا خلاف ہونے لگے تو موکد ہوتی ہے سو یہ دوسرا قصہ آپ کے متعدد انکارات کے بعد کا ہے اور پہلا قصہ شروع شروع کا ہے ہان یہ مسلم کہ پہلی حدیث بھی جہری نماز سے متعلق ہے اور یہ دوسری بھی جس سے بطور مفہوم مخالف معلوم ہوتا ہے کہ سری نماز مین قرأت فاتحہ وغیر فاتحہ اسوقت تک ممنوع نہین ہوئی تھی ورنہ تخصیص اذا جہرت کی کیا ضرورت تھی سو ان دونون حدیثون سے سری نماز مین ممانعت فاتحہ وسورت کی مفہوم نہین ہوسکتی آیندہ اُسکی ممانعت ہوگی سو اُسکے دلائل حسب موقع آنے والے ہین منتظر رہیئے۔ چہارم یہ کہ پہلی حدیث مین سوال یہ تھا کہ آیا تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے عادی ہو جس سے معلوم ہوا کہ مخاطبین اُس سوال کے نووارد مقتدی تھے اور دوسری حدیث مین مخاطبین سوال روزمرہ کے نمازی ہین اور سوال یہ ہے کہ کیا تم مین سے کوئی مرے پیچھے جہری نمازون مین پڑھا کرتا ہی اور نیز اُس مین سارے نووارد مقتدی قرأت کے اقراری ہوئے اور یہان سب مین سے بعض اقراری ہوئے الحاصل ان وجوہات اربعہ سے اُن دونون کا تعدد معلوم ہوتا ہے ہان ایسے دقیق فرقون پر التفات نکیجاوے تو جو چاہو کہو بات نماننے کو یہی کافی ہے کہ یہ فرق پہلون کو نہ سوجھا آج زید عمرو کو سوجھا مگر اسکا فیصلہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہین رُبّ حامل فقہ غیر فقیہ واللہ اعلم۔

امر پنجم تنقیح

اُمرِ دہم کی بابتہ گذارش ہی کہ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ بعد وفات نبوی خلف الامام فاتحہ پڑہتے تھے مگر یہ ثابت نہین ہوا کہ دائما پڑہتے تھے یا احیانًا اور نہ یہ ثابت ہوا کہ اسکو واجب جانکر پڑہتے تھے یا مباح و مستحب سمجھکر سو اگر وہ واجب ہی جانکر دائما پڑہتے ہون تو اُسکا مبنی صرف اس امر پر ہے کہ انہون نے لا تفعلوا الا بام القران سے اُسکا وجوب سمجھا اور پھر اُسکو قایم الحکم غیر منسوخ سمجھا سو یہ دونون باتین نفس الامر مین صحیح نہین ہین اول بات تو اس وجہ سے صحیح نہین کہ استثنا بعد النہی مفید اباحت ہے نہ کہ مفید وجوب اور جملہ تعلیلیہ فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بہا جو محمد بن اسحق کی حدیث مین ہی اوّل تو اسکا عبادۃ سے منقول ہونا ہی محقق نہین ہے جیسا کہ اوپر مشرح مذکور ہوا اور اگر اُسکو منقول عن عبادۃ عن النبی ہے مانو تو بوجوہ اربعہ مذکورہ بالا وہ دلیل وجوب نہین بن سکتا ہے بلکہ دلیل اباحت فاتحہ بن سکتا ہے اور دوسری بات اسلیئے صحیح نہین ہے کہ خواہ اس حدیث سے وجوب فاتحہ نکلے یا اُسکی اباحت مگر یہ حکم ابتدائی تھا حدیث ابی ہریرہ وغیرہ سے اُسکا منسوخ ہونا

محقق ہے اگر سری وجہری دونون مین نہ سہی تو جہری مین تو لامحالہ بلاشبہ منسوخ ہی چنانچہ اسکا ثبوت
مختصراً تو امر ہفتم کی شرح مین گذر چکا ہے اور بہایت مبسوط آگے آنیوالا ہے سو عبادہ کا اسپر عامل رہنا
ناسخ سے لاعلمی پر موقوف ہے جنکو ناسخ کا علم حاصل ہو وہ ہرگز عبادہ کی اس حدیث پر عمل نہین کر سکتے
ہین اور اُسکی نظیر ایسی ہے جیسے عبداللہ بن مسعود و دیگر بعض صحابہ سورۃ اللیل مین آیت ثالثہ اس طرح سے
پڑہتے تھے والذکر والانثی اور حجت یہ بیان کرتے تھے کہ ہمنے یہ الفاظ اپنے کانون نبی علیہ السلام
سے سُنے ہین مگر اور صحابہ نے بعد مین یون سُنا وما خلق الذکر والانثی چنانچہ جمہور صحابہ نے
اسی قرأت پر اتفاق کیا اور عبداللہ بن مسعود کے اصرار کو اچھی نگاہ سے نہین دیکھا سو یہان عبداللہ
کو یہ ہی خطا لاحق ہوئی کہ اپنے مسموع الفاظ کو غیر منسوخ سمجھ لیا حالانکہ قرآن پاک مین نسخ کا
سلسلہ جاری تھا دوسرون کی مسموع کو باور کرنا چاہیئے تھا سو حدیث زیر بحث مین اگر عبادہ کو
اُسکا نسخ نہین پہونچا تب تو معذور ہین اور اگر پہونچا مگر اپنے مسموع کے مقابلہ مین اسکو باور نہین کیا
تو یہ ایسا ہی نازیبا ہوگا جیسے عبداللہ بن مسعود کا اصرار نازیبا تھا۔ اور مکحول شامی اسکو واجب
جانکر پڑہتے تھے چنانچہ ابوداود مین ہے فکان مکحول یقرأ فی المغرب والعشاء والصبح بفاتحۃ
الکتاب فی کل رکعۃ سراً قال مکحول اقرأ بہا فیما جہر الامام اذا قرأ بفاتحۃ الکتاب و
سکت سراً فان لم یسکت اقرأ بہا قبلہ ومعہ وبعدہ لا تترکہا علی کل حال۔ سو اس تشدد
وتصلب کا مبنی یہی ہے کہ عبادہ کی حدیث مذکور مفید وجوب اور باقی الحکم سمجھا حالانکہ یہ دونون
باتین غلط ہین جیسا کہ ابھی مذکور ہوا افسوس کہ آیت قرآنی کے خلاف کا ذرا اندیشہ دل مین نگذرا
اور ایک حدیث آحاد ظنی الثبوت محتمل المعانی سے ایک معنی اپنے زعم کیموافق لیکر جو درحقیقت خلاف
واقع ہے آیت قرآنی متیقن الثبوت متعین المعنی کو منسوخ ومخصوص کر ڈالا سو یہ اتباع حدیث
تو ہرگز نہوا اتباع زعم فاسد ہوا اعاذنا اللہ من سوء الفہم اس سے تو اُن محدثین کا فی الجملہ مذہب اسلم ہے
جو صلوات جہریہ مین بین سکتات الامام قرأت کرتے ہین کیونکہ اُن پر خلاف قرآن کا الزام عائد نہین
ہوتا ہے اگرچہ اس حدیث کو باقی الحکم سمجھنے کا الزام اُن پر باقی رہتا ہے کیونکہ ایسا سمجھنا درحقیقت غلط
ہے یہ حکم یقیناً منسوخ ہوا ہے اور اس سے بہتر اُنکا مذہب ہے جو صلوات جہریہ مین اصلاً مجوز قرأت نہین
ہین جیسے ابن شہاب زہری اور سعید بن المسیب وقتادہ وشعبہ وغیرہم کا مسلک ہے کیونکہ وہ اس اباحت

Marfat.com

ابتدائی کو بحدیث ابی ہریرہ وغیرہ منسوخ سمجھتے ہین اُن پر نہ خلاف قرآن کا الزام ہے اور نہ حدیث عبادۃ کو باقی الحکم سمجھنے کا اعتراض ہے چنانچہ ابوداؤد کی حدیث ذیل سے قتادہ وشعبہ وسعید بن المسیب کا یہی مسلک معلوم ہوا ہے اور ابن شہاب کا مذہب ہم اوپر تفسیر ابن جریر سے نقل کر چکے ہین حدیث ابوداؤد یہ ہے - حدثنا ابو الولید الطیالسی نا شعبۃ ح وحدثنا محمد بن کثیر العبدی انا شعبۃ المعنی عن قتادۃ عن زرارۃ عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظہر فجاء رجل فقرأ خلفہ بسبح اسم ربک الاعلی فلما فرغ قال ایکم قرأ قالوا رجل قال قد عرفت ان بعضکم خالجنیہا -

قال ابو داؤد قال ابو الولید فی حدیثہ قال شعبۃ فقلت لقتادۃ الیس قول سعید انصت للقران قال ذاک اذا جہر بہ وقال ابن کثیر فی حدیثہ قال قلت لقتادۃ کانہ کرہہ قال لو کرہہ نہی عنہ اور مسند ابوداؤد طیالسی اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق مین بجاے جملۃ قال قد عرفت ان بعضکم خالجنیہا کے یہ جملہ ہے فقال قد قلت مالی انازعہا ماحصل دونون جملون کا ایک ہے یعنی اس قرأت پر اظہار ناراضی ہے ہان دوسرا جملہ انکار قرأت مین بہ نسبت جملہ اولی کے اصرح واوکد ہے کیونکہ اُسکا مطلب یہ ہے کہ مین پہلے سے کہہ چکا ہون کہ مجھسے قرأت مین کیون منازعت کیجاتی ہے پھر کیون قرأت کیجاتی ہے سو اسمین انکار سابق کے خبر دیکر اظہار ناراضی ہے اور پہلے جملہ مین صرف اسوقت کی اظہار ناراضی ہے بہرنہج اسوقت مین اظہار ناراضی دونون سے مفہوم ہوا - پھر یہ سمجھو کہ اس سند مین شعبۃ کے دو شاگرد ہین ایک ابو الولید اور دوسرا محمد بن کثیر سو ابو الولید نے اپنے اُستاد شعبۃ کا ایک مکالمہ جو قتادہ سے ہوا تھا نقل کیا ہے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ شعبۃ کہتے ہین کہ مین نے اپنے شیخ قتادہ سے عرض کیا کہ کیا سعید بن المسیب کا قول نہین ہے کہ قرأت امام کیوقت خاموشی اختیار کیا کرو جس سے متبادر یہی ہے کہ سری وجہری دونون مین خاموشی چاہیے سو قتادہ نے فرمایا کہ انکا قول جہری نمازون سے متعلق ہے یعنی حکم انصات نماز جہری مین ہے سری کی بابت وہ نہین فرماتے ہین اور قرینہ اس فرق کا قتادہ کے ذہن مین یہ ہے کہ سعید بن المسیب ابوہریرۃ کی حدیث منازعت کے راوی ہین جسمین جملہ فانتہی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ

قتادہ و شعبہ و سعید بن المسیب جہری نمازون مین مانع قرأت تھے

صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقراۃ من الصلوات مذکور
ہے سو اس حدیث مین چونکہ جہری نماز مین انکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا باز
آجانا مصرح ہے اسلئے سعید بن المسیب کا قول ایسے ہی نمازون سے متعلق ہے اس سے سری
نمازون مین ممانعت نہین ہوئی سو قتادہ نے بھی اس قول کو پسند کیا اور جہری مین قرأت مقتدی
کو ممنوع سمجھا ہان سری مین انکا گوشہ خاطر جواز کی طرف ہے۔ اور محمد بن کثیر نے مکالمہ شعبہ جو قتادہ
سے ہوا تھا اسکو ایک دوسرے پیرایہ سے نقل کیا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ شعبہ کہتے ہین کہ مین نے
اپنے شیخ قتادہ سے عرض کیا کہ اس قول رسول علیہ السلام قد عرفت ان بعضکم خالجنیہا
سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ آپنے سری مین بھی پڑہنے کو مکروہ سمجھا سو قتادہ نے فرمایا کہ یہ بات
نہین ہے اگر آپ اسکو مکروہ سمجھتے تو منع فرما دیتے۔ انتہی قتادہ کے جواب سے دو باتین مفہوم
ہوتی ہین اول یہ کہ انکے نزدیک فاتحہ کے سوا سورت کا پڑہنا بھی سری مین مکروہ نہین ہے دوم
یہ کہ انہون نے اس قول شارع علیہ السلام کو دال علی الانکار بھی نہین سمجھا سو ہم کہتے ہین کہ یہ دونون
زعم فاسد ہین اور قرآن وحدیث کے خلاف ہین تعجب ہے کہ قتادہ نے بھی اس جملہ سے کراہت بھی
نہ سمجھی حالانکہ ہر زباندان اس سے کراہت سمجھتا ہے نسائی ومسلم نے اسی حدیث سے ترک قرأت
خلف الامام کو ثابت کیا ہے پھر قتادہ کا یہ فرمانا لو کرہہ نہی علیہ ایک قضیہ شرطیہ ہے سو اگر انکی
مراد نہی سے نہی صریح بصیغہ نہی ہے تو مقدم وتالی مین ربط لزوم نہین ہے تو انتفاے تالی سے
انتفائے مقدم پر استدلال کیونکر صحیح ہوگا کیونکہ شریعت مین ایسے نظائر بہت سے موجود ہین کہ ایک
شیے عند اللہ والرسول مکروہ ہو مگر اسکے متعلق صریح نہی وارد نہین ہے بلکہ اظہار ناراضی اور کسی عبارت
سے کردی گئی جیسے قرآن مجید مین یہ آیت ہے فما لکم فی المنافقین فئتین یعنی اللہ پاک کو صحابہ
کا اختلاف دربارہ منافقین ناگوار ہوا سو اسکو اس کلام سے ظاہر فرما دیا صریح نہی یہان وارد نہین
ہے اور حدیث شریف مین یہ حدیث ہے ما بال اقوام یصلون معنا ولا یحسنون الطہور
یعنی آپکو بعض لوگون کا بے احتیاطی کیساتھ وضو کرکے آپ کے ساتھ شریک جماعت ہونا ناپسند تھا
اسکو اس جملہ سے ظاہر فرما دیا اور کوئی نہی صریح بصیغہ نہی ارشاد نہین فرمائی غرض کسی شے کے
مکروہ ہونے کو یہ لازم نہین ہے کہ اسکی بابت صریح نہی بھی وارد ہوا کرے۔ اور اگر مراد قتادہ یہ ہے

Marfat.com

کہ جو مکروہ شارع ہو تو اسپر شارع کی طرف سے نہی وارد ہونا ضروری ہی عام ہے کہ صریح نہی ہو یا غیر صریح تو اس مقدم و تالی مین لزوم ہے مگر انتفاے تالی متحقق نہین تو پھر انتفاے کراہت کیسے متصور ہو کیونکہ یہان انکار شارع موجود ہے آخر اس جملہ قد عرفت ان بعضکم خالجنیها قد قلت مالی انازعها کا مقصد سواے انکار اور کیا ہے سو انکار شارع ہو چکا ہو اُسکو جائز و مباح سمجھنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے بالجملہ قتادہ کا سری نماز مین قرات سورت کو غیر مکروہ بتانا کسی طرح صحیح نہین ہے یہ اُنکی اجتہادی غلطی کا ثمرہ ہے احادیث سے اُسکا جواز ہرگز ثابت نہین ہان اوّل اوّل سرے مین فاتحہ و سورت کا پڑہنا جائز تھا جیسا کہ جابر وغیرہ کی روایات سے پتہ چلتا ہے مگر انجام کار سورت کا عدم جواز تو جمہور محدثین کے نزدیک بھی محقق ہے مگر فاتحہ کے عدم جواز مین اختلاف ہے اصح یہی ہی کہ وہ بھی ہمرنگ سورت ناجائز ہے چنانچہ ہم اسکو ثابت کرینگے اور[۵] یہ زعم قتادہ قران و حدیث کے خلاف اسوجہ سے ہے کہ قرآن و حدیث ایسے جمل انکاریہ سے لبریز ہے جسمین لفظ ما استفہامیہ وارد ہو اور اُسکے بعد لام جارہ کسی مظہر و مضمر پر داخل ہو سو ایسے جمل استفہامیہ سے باتفاق مفسرین و محدثین انکار شارع ہی مراد ہوتا ہے دیکھو آیات ذیل کو۔ فما لکم فی المنافقین فئتین۔ فما لهم لا یومنون۔ فما لهم عن التذکرۃ معرضین۔ مالکم لا ترجون للّٰہ وقارا۔ فما لهولاء القوم لا یفقهون حدیثا۔ علی ہذا احادیث ذیل مطالعہ کرین۔ مالی اراکم رافعی ایدیکم فی الصلوۃ۔ مالی اراکم عزین۔ مالی اجد منک ریح الاصنام مالی اری علیک حلیۃ اهل النار۔ مالی اراک شعثا۔ علی ہذا یہ ارشادات نبوی من ذا الذی یخالجنی من ذا الذی ینازعنی۔ خلطتم علیّ القراۃ۔ بعضکم خالجنیها سب انکار کے لئے مستعمل ہین کسی کو سواے قتادہ کے اسکا انکار نہین ہے سو قتادہ کا زعم ضرور غلط ہی نہین ہی بلکہ تعجب انگیز بھی ہے کہ ایسے نصوص متکاثرہ سے کیون اُنکو ذہول ہوا۔ یہان[۶] پہونچکر علامہ بیہقی کی بھی ایک تیز قلمی قابل اظہار ہے کیونکہ وہ بھی عمران بن حصین کی حدیث کے متعلق ہے۔ بیہقی نے اپنی کتاب المعرفۃ مین اولاً یہی حدیث عمران جو ابوداؤد مین ہے نقل کی پھر ایک دوسری سند بیان کی جسمین بجاے شعبہ حجاج بن ارطاۃ قتادہ سے راوی ہے اور اس سند کا متن پہلے متن سے مختلف ہے اسکے بعد اس دوسری حدیث کی تغلیط کی اور دلیل تغلیط شعبہ و قتادہ

۵ زعم قتادہ قران و حدیث کے خلاف کیون ہے؟

۶ علامہ بیہقی کی تیز قلمی کی حدیث عمران بن حصین کے متعلق زیبا ہے؟

Marfat.com

کے مکالمہ مذکورہ کو ٹھہرایا چنانچہ عون المعبود شرح ابوداود مین مذکور ہے قال البیہقی فی المعرفۃ وقد
من الحجاج بن ارطاۃ عن قتادہ عن زرارۃ بن اوفی عن عمران بن حصین قال کان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ینہی عن القراۃ خلف الامام - وفی سوال شعبۃ وجواب قتادۃ فی ھذہ
الروایۃ الصحیحۃ تکذیب من قلب ھذا الحدیث واتی فیہ بما لو یاتِ بہ الثقات من
اصحاب قتادہ سو ہم کہتے ہین کہ حجاج بن ارطاۃ رجال مسلم سے ہے اور ابوحاتم و یحیی بن معین اُسکو
صدوق لکھتے ہین کسی نے اُسکو متہم بالکذب نہین بتایا تو محمد بن اسحق سے توکسی طرح کم رتبہ نہین ہے
اور پھر اسکی یہ حدیث شعبہ کی حدیث کے ہرگز منافی نہین ہے کیونکہ شعبہ کی حدیث سری نماز سے متعلق
ہے اور اسمین سری نماز کا ہرگز ذکر نہین ہے ممکن ہے کہ یہ حدیث جہری نماز سے متعلق ہو چنانچہ جہری نماز
مین تو شعبہ و قتادہ بھی قرأت کو بحدیث ابی ہریرہ جسکو سعید بن المسیب روایت کرتے ہین منہی عنہ سمجھتے
ہین پھر شعبہ و قتادہ کا مکالمہ نماز سری سے متعلق تھا سو اگر حجاج کی روایت سری نماز سے متعلق ہوتی
تو بیہقی کا اعتراض تخالف فی الجملہ صحیح تھا اگرچہ بامعان نظر اُسوقت بھی صحیح نہین تھا چنانچہ ہم اسکو
آگے بیان کرینگے علاوہ برین عمران بن حصین سال خیبر مین مسلمان ہوئے ہین اور مثل ابوہریرہ کی آخری
چار سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر رہے ہین تو اغلب ہے کہ انہون نے بھی واقعہ منازعت
جو ابی ہریرہ کا مروی ہی پایا ہے اور وہ بھی جہری مین مثل دیگر صحابہ کی قرأت سے باز آئے ہین سو عمران
دونون واقعات کے راوی ہین سری مین قرأت سبح اسم ربک کے راوی ہین جسکو شعبہ روایت کرتے
ہین اور جہری مین اس حدیث کے راوی ہین جسکو حجاج روایت کرتا ہے غایت مافی الباب یہ ہے کہ
یہ حدیث بلفظ مجمل ہی سری یا جہری کی تعیین اسمین نہین ہے مگر جیسا اسمین جہری کا ذکر نہین سری
کا بھی ذکر نہین ہی سو امام بیہقی کا یہ خیال کر لینا کہ یہ سری نماز سے متعلق ہے اور قتادہ کے جواب کے
یہ مخالف ہی اسلئے یہ حدیث غلط ہے ایک خیالی تخالف ہوا سو خیالی تخالف سے کسی راوی کی حدیث
کو کاذب و غلط کہنا سخت درجہ کی بے باکی اور بے احتیاطی ہے اگر امام بیہقی یہ خیال کر لیتے کہ سند
واحد سے متون متعددہ کا مروی ہونا فن حدیث مین کمیاب نہین ہے یہان بھی یہی بات ہے کہ شعبہ
اس سند سے قصہ ظہر کو روایت کرتے ہین اور حجاج اسی سند سے نماز جہری مین نہی عن القرأت کو
روایت کرتے ہین تو دونون مین اصلا تخالف نہوتا اور نہ رائے قتادہ کے یہ روایت مخالف ہوتی

۵ بیہقی کی تضعیف بوجہ کی موجہ تردید ۱۳ و ۱۲

Marfat.com

توپھر اسکے رد کرنے کی بھی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ قتادہ جہری نماز مین نہی عن القرات کو تسلیم کرتے ہین چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ مین بروایت صحیح مذکور ہے حدثنا وکیع عن ھشام الدستوائی عن قتادۃ عن ابن المسیب قال انصت للامام چنانچہ ابوداود مین قتادہ نے اس قول کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ حکم انصات جہری نمازون مین ہے۔ یہ اثر اگرچہ مرفوع نہین ہے مگر اسکا مبنیٰ حدیث ابی ہریرہ ہے جسکو ابن المسیب روایت کرتے ہین اور اُسمین جہری نماز کے متعلق انکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اُسوقت سے صحابہ کا باز آجانا قرات خلف الامام سے مذکور ہے سو جب قتادہ جہری نماز مین قرأت خلف الامام کو ممنوع سمجھتے ہین تو کیا یہ بعید ہے کہ انہون نے حجاج سے عمران کی وہ حدیث بیان کی ہے جو جہری سے متعلق تھی مگر اُسکو مجمل بیان کردیا جیسا کہ ابن المسیب کا قول انصت للامام مطلق ہے مگر قتادہ نے اُسکو جہری پر حمل کیا سو ایسے ہی حدیث حجاج مطلق ہے اُسکو جہری پر محمول کرو سو اب قتادہ کی راے مین جو سری سے متعلق تھی اور اس حدیث مین جو انہون نے حجاج سے بیان کی کوئی تخالف نرہا پھر رد کرنا اُسکا زعم فاسد پر مبنی رہا اور اگر بالفرض مان لو کہ یہ حدیث حجاج سری ہی سے متعلق ہے تب بھی اسکے رد کرنے کی کوئی وجہ صحیح نہین ہے کیونکہ راے قتادہ کا مبنیٰ اسپر تھا کہ وہ جملہ خالجنیہا یا مالی انازعہا کو محمول بر نہی وانکار نہین سمجھتے تھے مگر یہ خیال اُنکا درحقیقت صحیح نہین تھا جیسا کہ ہمنے اوپر اسکو مدلل کردیا ہے سو جب انکو اسپر تنبہ ہوا کہ میرا خیال غلط ہے یہ جملہ ضرور انکاری ہے تو حجاج سے حدیث عمران کا خلاصہ مجمل اس طرح بیان کردیا کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ ینھی عن القراۃ خلف الامام کیونکہ حدیث مین شایع ذایع ہے کہ کبھی الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کسی حکم کے متعلق ہون بجنسہ بیان کرتے ہین اور کبھی اُسکے صرف مضمون کو مختصراً روایت کرتے ہین مثلاً ابن ماجہ مین یہ حدیث ہے لیس منا من شق الجیوب وضرب الخدود ودعا بدعوی الجاھلیۃ سو یہ تو بعینہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنکے ذریعہ سے نیاحۃ اور اُسکے لوازمات سے ممانعت فرمائی پھر اسکے خلاصہ کو ایک صحابی نے اس طرح بیان کیا۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن النوح سو یہی قصہ بعینہ یہان ہے کہ شعبہ نے قتادہ سے، تو اُن الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روایت کیا جو آپ نے نماز ظہر مین قرأت

۵۷ تبدل الفاظ کا یہ قاعدہ قابل لحاظ ہے ۱۲۰۳

Marfat.com

سبح اسم ربک پر انکار کرتے وقت ارشاد فرمائی تھی اور حجاج نے قتادہ سے اس قصہ کا خلاصہ روایت کیا سو قتادہ سے یہ قصہ مفصل بھی منقول ہے اور مجمل بھی ایک کا راوی شعبہ ہے دوسرے کا حجاج مگر یہ توجیہ جب ہی ہے کہ حجاج کی روایت کو اسی قصہ ظہر کے متعلق سمجھین ورنہ اگر اسکو متعلق بجہری خیال کرین تو وہ ایک دوسرا قصہ ہوگا اس صورت مین اس حدیث اور راے قتادہ مین امام بیہقی کا زعمی تخالف بمراحل دور رہیگا الغرض اس حدیث حجاج کو خواہ قصہ ظہر سے متعلق مانو یا کسی نماز جہری سے اسکے رد کرنے کی کوئی وجہ صحیح نہین ہے ہان اگر امام بیہقی یا اُنکا کوئی معاون بنقل صحیح ثابت کردیوے کہ حجاج کا قتادہ سے اسکو نقل کرنا زمانا مقدم ہے اور حجاج کی حدیث قصہ ظہر کے ہی متعلق بھی ہے اور شعبہ کا اسکو روایت کرنا روایت حجاج سے موخر ہے تو انکار دکرنا حدیث حجاج کو موجہ ہوسکتا ہے کیونکہ اسوقت کہہ سکتے ہین کہ اگر پہلے سے قتادہ اس نہی کی راوی تی تو اُنکو بعد مین جب شعبہ سے بیان کیا نہی مین تردد نہوتا حالانکہ اُنکو تردد ہوا تو معلوم ہوا کہ حجاج کا اُن سے نہی قرأت کو روایت کرنا صحیح نہین ہے مگر ہم کہتے ہین کہ ممکن ہے کہ قتادہ نے شعبہ سے پہلے بیان کیا ہو اُسوقت اُنکو اس قول رسول صلعم کے انکاری ہونے مین تامل تھا بعد مین جب وہ تامل رفع ہوگیا اور اس قول کو انکار و نہی سمجھہ چکے اُسوقت حجاج سے یہ خلاصہ مجملہ روایت کیا الحاصل امام بیہقی کا اسکو رد کرنا ایک غلط فہمی پر مبنی ہے اسی بوجہ تغلیط پر اہل فہم کو التفات نہین چاہیے اسی واسطے بعض اکابر کا قول ہے کہ بیہقی اور دار قطنی کی تصحیح و تضعیف بلا مزید تحقیق قابل اعتماد نہین کیونکہ اکثر اُنکی جرح و تعدیل مین عصبیت و حمیت کی جھلک نمودار ہوتی ہے - خلاصہ مرام یہ ہے کہ حدیث عمران جو بروایت حجاج بن ارطاۃ مروی ہو صحیح ہے دوسری احادیث صحاح سے موید ہے جنکا ذکر ہم آگے کرینگے بیہقی کا اسکو غلط بتانا یا بوجہ غلط فہمی ہے یا بوجہ تعصب مذہبی ہو۔ امر یازدہم کی بابت عرض ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدی کو قرأت فاتحہ کی اجازت دینا خلاف قرآن نہین ہے اسکو خلاف قرآن سمجھنا ہمارے قصور فہم کا ثمرہ ہے کیونکہ ہمنے اس جملہ کے مطلب سمجھنے مین غلطی کھائی ہے جو حدیث عبادہ مین وارد ہے وہ جملہ یہ ہے فلا تقرأوا بشی من القرآن اذا جہرت بالقراۃ الا بام القرآن اسکا مطلب ہمنے یہ سمجھا کہ آپ ارشاد فرماتے ہین کہ میری قراۃ جہری کیوقت تم لوگ سواے فاتحہ اور کچھ نہ پڑھا کرو جسکا مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ

Marfat.com

میرے سکتات کی حالت مین تم لوگ فاتحہ کے سوا بھی پڑھ لیا کرو یعنی عین قرأت امام کیوقت تو تمکو
صرف فاتحہ کی اجازت ہے اور سکتات کیوقت دوسری سور قرانی کی بھی اجازت ہے سو اس فہم کا
مبنیٰ اسپر ہے کہ ہمنے لفظ اذا جہرت کو بمقابلہ اذا اسکت سمجھا۔ سو ہم کہتے ہین کہ اگر اسکا مطلب یہی
ہوتا تو بیشک، یہ اعتراض صحیح ہوتا کہ قرآن پاک تو حکم دیتا ہے کہ امام کی قرأت کیوقت مقتدی لوگ
استماع و انصات کرین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہین کہ استماع و انصات نکرو
فاتحہ پڑھا کرو تو ارشاد رسول صلعم خلاف قرآن کیون ہوا مگر درحقیقت نہ حدیث عبادہ کا یہ مطلب ہے اور
نہ لفظ اذا جہرت بمقابلہ اذا اسکت ہے بلکہ سب جانتے ہین جہر کا تقابل سر یا خفا سے ہوتا ہے تو
لفظ اذا جہرت بمقابلہ اذا اسررت ہے یا بمقابلہ اذا اخفیت اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ تمکو
صلوات جہریہ مین صرف فاتحہ کی اجازت ہے جسکا مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ صلوات سریہ مین
دونون کی اجازت ہے چنانچہ ایسا ہی ابتدا مین تھا ابن ماجہ مین بسند صحیح مروی ہے۔ عن
جابر بن عبداللہ قال کنا نقرأ فی الظہر والعصر خلف الامام فی الرکعتین الاولیین
بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب ہان بعد مین اسمین بھی تبدل و تغیر
پیش آیا ہے جسکو ہم آگے لکھنے والے ہین بہرحال حدیث عبادہ کا یہ مطلب نکلا کہ تمکو نماز جہری
مین فاتحہ کی اجازت ہے مگر یہ اجازت اس سے ساکت ہے کہ عین جہر امام کیوقت پڑھو یا اُسکے
سکتات مین سو اسکی تعیین اس حدیث سے ہرگز ثابت نہین اسکا پتہ یا تو اور احادیث سے چلیگا
یا اس سے کہ آیا عبادہ مع الامام پڑھنے کے عادی تھے یا اُسکے سکتات مین سو کنز العمال مین بحوالہ
عبدالرزاق عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوعاً روایت ہے۔ اذا کنت مع الامام فاقرأ
بام القران قبلہ واذا سکت۔ ہذا حسن۔ اور ابوہریرہ سے بحوالہ حاکم مرفوعاً روایت ہی من
صلی صلوۃ مکتوبۃ مع الامام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب فی سکتاتہ سو ان احادیث مفسرہ
سے معلوم ہوگیا کہ حدیث عبادہ مین جو اجازت فاتحہ مجملاً ہے وہ اسی قسم کی ہے کہ سکتات مین پڑھا
کرین کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ محدثین ہے کہ المفسر یحکم علی المجمل علی ہذا دار قطنی کے الفاظ تعدد
ھذا اوند رسہ د دسا سے اتنا پتہ چلا کہ عبادہ وغیرہ قرأت خلف الامام جلد جلد کرتے تھے
اور تھوڑا تھوڑا کرکے پڑھتے تھے سو اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ عند القراۃ استماع اور

مضمون حدیث عبادہ قرآن کے منافی نہیں ہے

عند السکتہ قرات کیا کرتے تھے۔ علاوہ برین یہ محقق ہے کہ قبل نزول آیت استماع مقتدی لوگ جو قراۃ کرتے تھے تو عند السکتات ہی کرتے تھے چنانچہ شروع رسالہ مین اسکی بابت احادیث گذر چکی ہین تو بعد نزول آیت بھی اگر اجازت ہو تو اسی طرح ہونی چاہیے چنانچہ اسی طرح بنقول مذکورہ ثابت بھی ہوا تو اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض تخالف قرآن وارد نہین ہوگا کیونکہ انکی طرف سے اجازت عند قرات الامام نہین ہے عند السکتات ہے اور حکم قرآنی یہ ہے کہ جب امام پڑھے تو تم لوگ مستمع و منصت رہو باقی رہا عند السکتات پڑھنا سو اُس سے قرآن ساکت ہے تو اب حدیث و قرآن مین باہم کوئی تخالف نہین ہے۔ الحمد للہ کہ یہ مرحلہ حدیث عبادہ کا بہ تشریح وافی تمام ہوا۔

فصل ثالث - اب ہم وہ احادیث لکھتے ہین جنسے قرأت خلف الامام کا نسخ ثابت ہوتا ہے

ع احادیث ناسخہ بیان ۱۲

سو از انجملہ یہ حدیث ہے عن مالك عن ابن شہاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جہر فیہا بالقراۃ فقال ہل قرأ معی احد منکم آنفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القران قال فانتہی الناس عن القراۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقراۃ من الصلوات حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث ہر دو موطا و نسائی و ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی و دار قطنی وغیرہا مین ہے ہمین بھی دو باتین بحث طلب ہین اول یہ کہ یہ حدیث سنداً کسدرجہ کی ہے دوم یہ کہ متن حدیث سے کیا کیا امور ثابت ہوئے ہین سو امر اول کی بابت گذارش ہے۔ ہمارے محدثین زمانہ بعض متقدمین کی کورانہ تقلید فرماکر زعم رکھتے ہین کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسمین ابن اکیمہ لیثی مجہول ہے اگرچہ ترمذی نے اس حدیث کی تحسین کی ہے مگر دیگر محققین نے ترمذی پر دربارہ تحسین انکار کیا ہے چنانچہ امام نووی تحریر فرماتے ہین۔ انکر الائمۃ علی تحسینہ (ای علی تحسین الترمذی) واتفقوا علی ضعف ہذا الحدیث لان ابن اکیمۃ رجل مجہول اور حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب مین لکھتے ہین ان ابا بکر البزار قال ابن اکیمۃ لیس مشہورًا بالنقل ولم یحدث عنہ الا الزہری وقال الحمیدی ہو رجل مجہول وکذا قال البیہقی مگر ہم کہتے ہین کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ جروح مذکورہ جارحین کی جہالت پر مبنی ہین یعنی اگر یہ حضرات ابن اکیمہ کے حال سے واقف ہوتے تو یہ جرح نکرتے سو اگر انکے نزدیک یہ

Marfat.com

راوی مجہول ہے تو دوسرے عمائد محدثین کے نزدیک تو معلوم الحال ہے اور انکے نزدیک ثقہ و معتبر ہے
کیا ہمارے مدعیان حدیث نے تہذیب التہذیب مین جہان اُسکے یہ جروح و مثالب ملاحظہ کئے تھے
وہان ہی اُسکے محامد و مثانی نہین دیکھے تھے کیون نہین ضرور دیکھی ہونگی تو پھر یہ کسقدر خیانت ہے
کہ ان جروح نامسموع پر حدیث کو ضعیف بتاوین اور تعدیل معتبر پر اُسکو صحیح نہ سمجھین خیر سنئے اسی
تہذیب مین ہے قال ابن ابی حاتم ہو صالح الحدیث مقبول وقال الدوری عن یحیی
بن سعید عمرو بن اکیمۃ ثقۃ وقال یعقوب بن سفیان ہو من شاہیر التابعین بالمدینۃ
وذکرہ ابن حبان فی الثقات وفی استذکار ابن عبد البر قال ابن شہاب کان ابن اکیمۃ
یحدث فی مجلس سعید بن المسیب و یصغی الیہ وحسبك ہذا فخرا وثناء سوان اقوال
سے جیسے اُسکا معلوم الحال ہونا معلوم ہوا ایسے ہی اُسکا معتبر و ثقہ و لائق فخر و ناز ہونا بھی محقق
ہوا اب غور کرو کہ امام نووی کا اس حدیث کو متفق علیہ ضعیف بتانا کہانتک صحیح ہے کیا تین
محدثین کے جرح کرنے سے وہ حدیث متفق علیہ ضعیف ہوگئی اور پانچ ائمۃ حدیث کی توثیق سے
وہ صحیح نہوئی فالی اللہ المشتکی من امثال ہذہ الاباطیل پھر اور خیال کرو کہ تعجب ہے
کہ اُسکے معاصرین کی توثیق تو معتبر نہو اور جو اس سے زمانا نہایت متاخرین ہین اُنکے جروح معتبر ہون سو یہان
بھی وہ ہی بیقاعدگی ہی جو محمد بن اسحق کی بارہ مین اختیار کی گئی تھی یعنی وہان معاصرین کے جرح کو نامعتبر ٹھہرایا گیا
اور بعید الزمان متاخرین کی تعدیل کو معتبر سمجھا گیا ہان فرق اسقدر ہی کہ وہان اُسکی تعدیل مفید مذہب تھی اسلئے
معاصرین کی تضعیف سے آنکھ بند کر کے متاخرین کی توثیق کو معتبر سمجھ لیا اور یہان اسکی تعدیل مضر مشرب تھی اسلئے معاصرین
کی توثیق پر التفات نکر کے متاخرین کی تضعیف کو معتبر سمجھ لیا سو یہ تعصب نہین ہے تو کیا ہی نہین بلکہ ہر جگہہ معاصرین
کا قول بمقابلہ غیر معاصرین کے احق بالقبول ہے سو وہ ایسا کرتے تو لامحالہ حدیث محمد بن اسحق کو ضعیف
کہتے اور اس حدیث کو صحیح سمجھتے مگر مثل مشہور ہے الغریق یتشبث بکل حشیش ایسا کرتے
تو قرأت فاتحہ خلف الامام کا وجوب کیسے ثابت ہوتا بالجملہ یہ حدیث ہرگز ضعیف نہین ہی نہایت صحیح
ہے جن محدثین نے جرح کیا تھا اُنکی دلیل صرف یہ تھی کہ یہ راوی مجہول ہے سو جب یہ بات ہی خلاف
واقع ہے سو وہ تضعیف بھی خلاف واقع ہوئی جیسا کہ اقوال معاصرین سے ابھی معلوم ہو چکا۔
اب متن حدیث کی طرف متوجہ ہونا چاہئے سو سنئے اس جملہ استفہامیہ ہل قرأ معی احد منکم آنفا

سے تین امور مفہوم ہوئے اوّل یہ کہ آپ کو گمان قرات اسوقت سب پر یا اکثرین پر نہین ہوا بلکہ ایک آدھ پر ہوا ورنہ آپ یون فرماتے ہل قرائتم معی آنفا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر صحابہ اس سے بھی پہلے سے قرات خلف الامام چھوڑ چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُنکے نہ پڑہنے پر اطمینان تھا ہان کوئی ناواقف اُسوقت پڑہ بھی لیا کرتا تھا چنانچہ جواب دینے والا بھی اسوقت ایک ادھ شخص ہی نکلا ورنہ اجابت رسول علیہ السلام سب پر واجب تھی یہانتک کہ نماز کے اندر بھی اجابت رسول علیہ السلام واجب ہے اگر اور لوگ بھی قاری ہوتے تو وہ بھی اقراری ہوتے۔ دوسرے یہ کہ یہ انکاری استفہام مع الامام پڑہنے پر ہے چنانچہ لفظ معی اسپر شاہد عدل ہے واقفان فن معانی ایسے اسرار کلامی کو سمجھتے ہین جو اس فن سے بے بہرہ ہو وہ ایسی تحقیقات کو خیالات شاعرانہ بتائے تو تعجب نہین ہے اور وجہ اس انکار کی یہ پیش آئی کہ ہر چند کہ آغاز ہجرت سے لیکر ابوہریرہ کے آنیکے بعد تک آپ کی طرف سے قرأت فاتحہ خلف الامام کی اجازت تھی مگر مع قرأت الامام اُسکی اجازت نتھی بلکہ سکتات امام مین اجازت تھی چنانچہ ہم قریب ہی حدیث ابوہریرہ بروایت حاکم اور حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص بروایت عبدالرزاق نقل کر چکے ہین جنسے صاف معلوم ہوا کہ مقتدی سکتات امام مین پڑھے باقی حدیث عبادہ جسمین یہ جملہ ہے فلا تقرأو بشی من القران اذا جہرت الا بام القران اگرچہ بظاہر موہم ہے کہ عین جہر امام کیوقت فاتحہ پڑھ لیا کرین مگر گذشتہ اوراق مین ہم اسکی تحقیق وافی کر چکے ہین کہ لفظ اذا جہرت بمقابلہ اذا سکت نہین ہے بلکہ بمقابلہ اذا اسرت ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جہری نمازون مین سوائے فاتحہ کچھہ مت پڑھا کرو ہان سری نمازون مین زائد پڑہنا مباح ہے چنانچہ ابتدا مین ایسا ہی معمول تھا جابر بن عبداللہ کی حدیث جو ابن ماجہ مین ہے اس دعوے کے لئے شاہد ہے کہ سری نمازون مین فاتحہ و سورت خلف الامام پڑھا کرتے تھے سو اس صورت مین حدیث عبادہ اس سے ساکت رہی کہ مقتدی لوگ عند قرات الامام پڑھا کرین یا اُسکے سکتات مین سو اسکی تفسیر حدیث ابوہریرہ و عبداللہ بن عمرو سے ہو گئی بالجملہ جہری نمازون مین اگرچہ قرأت فاتحہ کی اجازت تھی مگر سکتات امام مین تاکہ حکم قرآنی استمعوا و انصتوا کا خلاف لازم نہو مگر بعض کوتہ اندیش نے اسکی رعایت ملحوظ نرکھی اور مع الامام بھی پڑہنا شروع کیا اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قرات عند السکتات کو بھی منسوخ کرنا پڑا کہ امر مباح کے حصول

Marfat.com

مین فرض استماع و انصات جاتا رہنا مظنون ہوا سو اُسوقت سے جن جن صحابہ کو اِس انکار کی اطلاع ہوئی
وہ اِس سے باز رہے اور جنکو اسکی اطلاع نہوئی وہ بدستور سابق فاتحہ علی وجہ الاباحت پڑہتے رہے
چنانچہ عبادہ رضی اللہ عنہ اس دوسری قسم مین داخل ہین کہ اُنکو اس ممانعت کی اطلاع نہین ہوئی
مگر عقل ونقل کا مقتضی ہی کہ واقفین کا قول بمقابلہ ناواقفون کے مقبول ومسموع ہوتا ہے سو اب
جو لوگ اس حدیث ابی ہریرہ سے واقف ہوکر بھی حدیث عبادہ پر عمل کرتے ہین وہ عامل بالمنسوخ
ہین سوم یہ کہ جس نے اسوقت آپ کے پیچھے پڑھا تھا سرًا پڑھا تھا جہرًا نہین پڑھا تھا ورنہ
ہل قرأ سے استفسار نفرماتے بلکہ من قرأ سے سوال فرماتے کیونکہ علم معانی مین طے ہوچکا ہے کہ حرف
ہل سلہ سے سوال جب ہوتا ہے کہ اُس کے بعد کا فعل سائل کو معلوم التحقق نہو
اور نفظ من سے اسوقت سوال ہوتا ہے کہ اُسکا مدخول تو سائل کو معلوم ہو مگر اُس کے
فاعل مین تردد ہو کہ کون ہے غرض ہل قرا مین نفس قرأت ہی مجہول ہوتی ہے
اسی واسطے سوال قرأت کی ضرورت پڑتی ہے اور من قرأ مین قرأت تو معلوم ہوتی ہے مگر فاعل قرأت
مجہول ہوتا ہے سو اس حدیث مین اگر قرأت بالجہر ہوتی تو وہ مسموع ومعلوم ہوتی تو اس صورت
مین تعیین فاعل سے سوال ہوتا اور اس طرح فرماتے من قرأ معے منکم آنفا مگر آپنے ان الفاظ سے
سوال نہین فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ ہل قرأ معے احد منکم آنفا تو معلوم ہوا کہ آپکو کسی کی قرأت
مسموع ہی نہوئی تھی تردد تھا کہ شاید کسی نے پڑھا ہو اسی واسطے ہل قرأ سے سوال فرمایا سو اب
محقق ہوگیا کہ اسوقت جس نے جو کچھ پڑھا تھا سرًا پڑھا تھا جہرًا نہین پڑھا تھا اب ایک امر سخت
تعجب انگیز ملاحظہ ناظرین کرتا ہون۔ امام شوکانی صلہ اپنی نادانی یا طبعزاد جولانی سے تحریر فرماتے ہین
کہ یہ حدیث نہ مانعین قرأت کے لئے مفید ہے اور نہ موجبین قرأت کے لئے مضر ہے کیونکہ یہان کسی
نے جہرًا پڑھا تھا اور اُسپر انکار شارع ہوا اور جہر بالقرأت سے صحابہ باز رہے سو اس سے قرأت بالسر کا نسخ
ثابت نہوا عبارت اُنکے نیل الاوطار مین یہ ہے والحدیث استدل بہ القائلون بانہ لا
یقرأ الموتم خلف الامام فی الجہریۃ وھو خارج عن محل النزاع لان الکلام فی قرأۃ
الموتم خلف الامام سرًا والمنازعۃ انما تکون مع جہر الموتم لامع اسرارہ کذا انقلہ مولف
عون المعبود خلاصہ اسکا یہ ہے کہ اس حدیث ابی ہریرۃ مین ارشاد نبوی مالی انازع القران

سلہ لفظ ہل اور من سے استفہام کا فرق اہل حدیث غور فرمادین ۱۲

صلہ امام شوکانی کی یہ تحقیق سراسر غلط ہے ۱۲

اسوجہ سے تھا کہ کسی نے قرأت بالجہر کی تھی سو اس انکار سے قرأت بالجہر منسوخ ہوئی نہ کہ قرأت بالسر اسلیے
یہ حدیث موجبین قرأت کو مضر نہیں ہے - اب ہم کہتے ہین کہ یہ توجیہ شوکانی نہایت لچر اور بیہودہ ہے
کیونکہ ہل قرأ اور من قرأ کا فرق ایسا بیّن اور واضح ہے کہ کسی اہل لسان کو گنجایش انکار نہیں ہے اور یہ
فرق کچھ لسان عرب ہی کیساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ ہر زبان مین یہ فرق مسلم ہے مثلاً ہم یہ کہین کہ کس نے
اذان دی تو یہ اسوقت کہین گے کہ ہمکو اذان دینا تو معلوم ہو مگر اذان دہندہ مجہول ہو اسکا ترجمہ
عربی مین من اذّن سے ہوگا اور اگر یون کہین کہ کیا کسی نے اذان دی تو یہ اسوقت کہینگے کہ نفس اذان
دینا ہی ہمکو معلوم نہوا اسکا ترجمہ عربی مین ہل اذّن احدٌ سے ہوگا سو جب آپنے ہل قرأ معے احد سے
سوال فرمایا تو معلوم ہوا کہ آپکو نفس قرأت ہی مجہول تھی سو وہ اگر بالجہر ہوتی تو آپکو معلوم ہوتی تو پھر
سوال من قرأ سے ہوتا نہ کہ ہل قرأ سے اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ وہ قرأت بالسر تھی اور اُسپر انکار
شارع ہوا اور اُس سے ہی صحابہ باز آگئے تو یہ حدیث مانعین قرأت کو کیون مفید نہوئی اور موجبین قرأت
کو مضر کیون نہوے پھر امام شوکانی نے اسکو کیا لکھا سبنے آنکھ بند کرکے اسکو پسند کرلیا افسوس کہ
کسی نے غور نکیا کہ یہ استدلال شوکانی صحیح ہے یا سقیم پھر اس فہم قاصر پر حدیث دانی کا ادعا یہ جمود
علی التقلید نہین ہے تو کیا ہے علاوہ برین یہ زعم شوکانی کہ موتم کی قرأت بالجہر مین تو منازعت
ہوتی ہے قرأت بالسر مین نہین ہوتی جیسے عقلا و عرفا باطل ہے نقلا بھی فاسد ہے دیکھو بیہقی نے
کتاب القراۃ مین یہ حدیث نقل کی ہے وہ اس زعم کے بطلان کی دلیل کافی ہے عن عمر بن الخطاب
قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوۃ الظہر فقرأ رجل من الناس فی نفسہ
قال ھل قرأ معی احد منکم قال ذلک ثلثا فقال لہ رجل نعم یا رسول اللہ انا کنت
اقرأ بسبح اسم ربک الاعلی قال مالی انازع القران اما یکفی احدکم قراۃ امامہ انما جعل
الامام لیوتم بہ فاذا قرأ فانصتوا من کنز العمال - اسمین تین امور قابل لحاظ ہین اول یہ کہ
کسی نے سرّا پڑھا تو سوال ہل قرأ معے احد منکم سے ہوا دوم یہ کہ سرّی قرأت پر بھی مالی انازع
القران سے انکار ہوا تو حسب زعم شوکانی اگر قرأت بالسر مین منازعت ہی نہین ہوتی تو یہ انکار منازعۃ
کیون ہوا سو معلوم ہوا کہ یہ زعم شوکانی محض غلط ہی قابل تقلید نہین ہے سوم یہ کہ اس حدیث مین
قرأت امام کو ناکافی سمجھنے پر انکار شارع ہے سو موجبین قرأت کا مذہب اسکے خلاف رہا اور یہ جملہ

Marfat.com

اذا قرأ فانصتوا یہان پر سرّی نماز سے متعلق ہے سو جو لوگ حدیث ابی ہریرۃ فاذا قرأ فانصتوا
مین تاویل کرتے ہین کہ ایسا جملہ صلوۃ جہری کے متعلق ہوتا ہے اُسکی تغلیط اس حدیث سے
بخوبی ہوتی ہی نہین بلکہ یہ جملہ دونون قسم کی نمازون سے متعلق ہوتا ہے بالجملہ منازعت امام جیسے
مقتدی کی جہری قرأت سے ہوتی ہے ویسے ہی قرأت سرّی سے بھی ہوتی ہے اور انکار شارع علیہ
السلام جیسے جہراً پڑہنے پر احادیث مین وارد ہے سرّاً پڑہنے پر بھی ہے پھر ایک کو منسوخ سمجھنا اور
دوسرے کو باقی خیال کرنا اتباع ہوائے نفسانی ہے اس موقع پر ہمکو منازعت کی کچھہ تشریح
کر دینا مناسب ہے تاکہ فہم احادیث مین کار آمد ہو سو سنئے منازعت مصدر مفاعلہ ہے جو مشارکۃ
بین الاثنین کو مقتضی ہے جیسے مکالمت و موانست و منافرت کہ بلا دو شخصون کے انکا وجود ممکن
نہین ہے سو جو مادہ ایسے مصادر کا ہوگا اُسکے معنی دو شخصون مین پائے جانے چاہئین اب خیال کرو
کہ منازعت کا مادہ نزع ہے اور اُسکے معنی کھینچنے کے ہین تو طرفین سے ایک شے کی بابت کھینچ تان ہو
اسکو منازعت کہینگے پھر اگر شارع کی طرف سے کسی کو منازعت کی ممانعت ہو تو سمجھ لو کہ شے متنازع فیہ
اُسکا حق نہین ہے بلکہ دوسرے شخص کا حق ہے جیسے بخاری شریف مین حدیث عبادہ ہے بایعنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع والطاعۃ فی العسر و الیسر و المنشط و المکرہ
وعلی أثرۃ علینا وعلی ان لا ننازع الامر اہلہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ہمنے اسپر بھی بیعت کی کہ
حکام وقت سے حکومت و سلطنت چھیننے مین ساعی نہون سو جیسے یہان خلافت حق خلیفہ ہی اُسمین
غیر کو دست اندازی کرنا ممنوع ہے ایسی ہی حدیث زیر بحث مین قرأت حق امام ہے اور حق مقتدی
استماع و انصات ہے سو مقتدی کو حق امام مین منازعت کرنا بھی اسوقت سے ممنوع ہوا اگرچہ
پہلے سے اُسکو قرأت فاتحہ کی سکتات امام مین اجازت تھی مگر اسوقت جبکہ اُسپر انکار ہو چکا تو وہ
اباحت مرتفع ہو گئی اور یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام اسکو سنتے ہی قرأت خلف الامام سے دست کش
ہو گئے سو اب بھی اسکو جائز سمجھنا دین و انصاف کے خلاف ہے قال اللہ تعالی وما کان
لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم - وما
آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا اب غور کیجے کہ امام ابو حنیفہ کا مسلک اس
مسئلہ مین کسقدر اسلم ہے کہ آیت اور جملہ احادیث صحیحہ و ضعیفہ کو جو اسبارہ مین ہین سب کو مانا کسی کو

معنی منازعت کی تحقیق دلچسپ ۱۲

Marfat.com

رد نہین کیا یعنی اوّل اسکو تسلیم کیا کہ قبل نزول آیت استماع کے مقتدی پر قرات فاتحہ وسورت
واجب تھی پھر نزول آیت کے بعد وجوب قرأت مقتدی سے ساقط ہوا پھر بحدیث عبادہ ودیگر
صحابہ قرات فاتحہ کی اباحت مقتدیون کے لئے واقع ہوئی مگر سکتات امام مین پھر جبکہ لوگون نے
سکتات امام کی رعایت کما ینبغی چھوڑدی اور مع الامام بھی پڑہنا شروع کردیا سو آپ نے اس بات
کو سدًّا للباب منسوخ فرمادیا اور پھر جہری وسری مین اس سے منع فرمادیا چنانچہ حدیث ابی ہریرہ سے
تو جہری مین ممانعت ثابت ہوئی اور حدیث عمر بن الخطاب سے جو ابھی بیہقی سے منقول ہوئی
سری مین ممانعت ثابت ہوئی باقی ان دونون حدیثون مین جو بعض متعصبین مذہب تاویلات
کرتے ہین وہ سب باطل ہین ہم اسکا بطلان کچھ آگے کرنے والے ہین ذرا انتظار کیجئے باقی وہ علماء
جو قرأت فاتحہ کو واجب سمجھتے ہین انکا مسلک کسقدر مستلزم مفاسد ہے کہ خدا کی پناہ انکے نزدیک
آیت قرآنی کا نسخ حدیث عبادہ سے ہو جاوے تو کچھ باک نہین مگر حدیث عبادہ کا نسخ حدیث ابی ہریرہ سے
ہو جاوے تو کیا مجال ہے حدیث محمد بن اسحق جو سنداً ومتناً شاذ مردود ہے اس سے تو آیت قرآن
کی تخصیص ونسخ کرلین اور حدیث ابی ہریرہ جو سنداً ومتناً صحیح اور دوسرے صحاح سے موید ہے اس سے
حدیث ضعیف وشاذ کا نسخ ماننے مین تامل ہو فالی اللہ المشتکی جس کسی نے کہا سچ کہا ہے کہ محدثین زمانہ
کے نزدیک قرآن پاک کی وقعت وعظمت اتنی نہین ہے جتنی حدیث کی وقعت ہے خصوصاً ان احادیث
کی جو انکے موافق ہون اگرچہ سنداً کیسی ہی ضعیف کیون نہون بالجملہ یہ ہٹ دہرمی عقل وانصاف
اور ایمان وتقوی کے خلاف ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ
تبعًا لما جئت بہ مشکوۃ - پھر امام شوکانی نے حدیث عبادہ کو نسخ سے بچانے کے لئے ایک اور توجیہ کی
ہے جو پہلے توجیہ سے بھی اضعف واوہن ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہین - وایضا لو سلم دخول ذلک
فی المنازعۃ لکان ھذا الاستفہام الذی للانکار عاما لجمیع القران او مطلقا فی جمیعہ
وحدیث عبادۃ خاصا ومقیدا وبناء العام علی الخاص واجب کما تقرر فی الاصول انتہی
خلاصہ یہ ہے کہ اول تو منازعت قرات سری مین ہوتی نہین ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور اگر اسکو مان بھی
لین تو یہ استفہام انکاری جو حدیث ابی ہریرہ مین ہے یہ یا تو عام جمیع قرآن کو شامل ہے یا مطلق ہی شامل
سارے قرآن کو مگر حدیث عبادہ کی خاص یا مقید بالفاتحہ ہے سو اس عام کو اپنے معنی پر حمل کرو کہ خاص بھی

Marfat.com

معمول بہ رہے یعنی عام کو غیر متناول للخاص سمجھو سو وہ خاص اس عام سے منسوخ نہوگا بلکہ ماسوا فاتحہ کے منسوخ ہوجاویگا چنانچہ علم اصول مین یہ قاعدہ مقرر و مسلم ہوچکا ہے۔ یہ ہی خلاصہ قول شوکانی کا اب ہماری تحقیق سنئے امام شوکانی کو ابھی تک عام اور مطلق مین فرق ہے معلوم نہین کہ اس حدیث کو عام اور مطلق مین مردد فرماتے ہین اور حدیث عبادہ کو خاص اور مقید مین دائر سمجھتے ہین پھر معلوم نہین کہ یہ حوالہ علم اصول کیطرف آیا اپنے اصول مخترعہ کی طرف ہے یا اصول فقہاء کی طرف اگر اپنے اصول کی طرف ہی تو یہ حوالہ مفید نہین اور اگر اصول فقہاء کی طرف ہی تو یہ قاعدہ مسلمہ فقہاء و محدثین نہین ہے امام بخاری اور ابوداؤد و دیگر محدثین فرماتے ہین انما یوخذ من امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاخر فالاخر اور اصول فقہ مین مذکور ہے فانہ اذا علم التاریخ فلا بد ان یکون المتاخر ناسخا للمتقدم وان لم یعلم التاریخ فالحاظر اولی بالعمل من المبیح فانہما اذا اجتمعا فی حکم یعملون علی الحاظر ویجعلونہ موخرا لا لتعن المبیح (نور الانوار) اور سنئے اصطلاح اصول مین عام و خاص کی تعریف یہ ہے العام ما تناول افرادا متفقۃ الحدود علی سبیل الشمول والخاص لفظ وضع لمعنے معلوم علی الانفراد اور مطلق و مقید کی تعریف یہ ہے المطلق ھو المتعرض للذات دون الصفات لا بالنفی ولا بالاثبات والمقید ھو المتعرض للذات مع صفۃ منہا اس کے بعد خیال کرو کہ قرآن اور فاتحہ مین نسبت کل اور جزو کی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر کل اجزاء کثیرہ پر تو مشتمل ہوتا ہے مگر افراد کثیرہ کو شامل نہین ہوتا مثلاً زید بہ نسبت اعضاء کے کل ہے اور اعضا اسکے اجزا ہین مگر وہ اعضا اسکے افراد نہین کہلاتے ہین اور عام وہ ہے جسمین افراد کثیرہ کا شمول ہو مثلاً المومنون والمنافقون یا الرجال والنساء یعنی جمع لفظاً یا معنیً ہو سو حدیث ابی ہریرہ جسمین مالی انازع القرآن ہے اسمین لفظ القرآن نہ جمع لفظاً ہے نہ معنیً اور نہ مشتمل بر افراد ہے بلکہ مشتمل بر اجزاء تو اسکو عام کہنا ہرگز صحیح نہین تو امام شوکانی کا اس حدیث کو عام کہنا اور حدیث عبادہ کو خاص سمجھنا اور پھر عام کو مبنی بر خاص کرنا ایک آواز بے ہنگام ہوئی کیونکہ جب ایک طرف عام ہی نہین تو دوسری جانب کو خاص بھی نہین کہنا چاہیے اسلئے کہ عموم و خصوص امور اضافیہ مین سے ہے اگر ایک طرف مین مفہوم ثابت نہو تو دوسری طرف مین ثبوت کب ہوسکتی ہے سو اب امام شوکانی کا جواب اتنا ہی کافی ہی کہ آپکا قاعدہ مخترعہ بناء العام علی الخاص واجب اگر صحیح بھی ہو تو یہان پر وہ نہین چلسکتا ہے کیونکہ یہان عام اور خاص کا تقابل نہین ہی بلکہ

کُل اور جز کا تقابل ہو جہان عام و خاص کا تقابل ہو وہان اس نفی ایجاد آلہ کو چلا لیجیے مگر ان دونون حدیثون مین تو اسکے چلانے کا موقع نہین ہے اس صورت مین حدیث عبادہ کو بحدیث ابی ہریرہ منسوخ نہ سمجھنا قواعد اصول و حدیث کے تو موافق نہوا بلکہ ایک زعم فاسد اور ہوائے نفس کے موافق ہوا اللہ پاک ایسی ہوا پرستی سے ہر عالم مومن کو بچاوے آمین - علیٰ ہذا ان دونون حدیثون مین جیسے عام و خاص کا تقابل نہین ہے ایسے ہی مطلق و مقید کا تقابل بھی نہین کیونکہ یہ تقابل تو وہان ہوتا ہے کہ لفظ واحد ایک جگہہ بلا قید مذکور ہو اور دوسری جگہہ مع کسی قید کے مذکور ہو مثلاً الثوب اور الثوب الاحمر کسی جگہہ مذکور ہون تو پہلے کو مطلق اور دوسرے کو مقید کہینگے اور ظاہر ہے کہ القران اور فاتحہ الکتاب مین یہ بات نہین ہے کیونکہ مقید مین مطلق کا مذکور ہونا ضروری ہے اور یہان فاتحہ الکتاب مین لفظ قرآن جو مطلق تھا مذکور نہین ہوا اسکو کوئی مبتدی بچہ بھی مطلق و مقید نہین کہیگا ہان انمین تقابل کل اور جزء ہے سو یہ ہر طرح ٹھیک ہے اب کسقدر تعجب و حیرت ہے کہ امام شوکانی اتنا نہ سمجھے کہ عام و خاص کیا ہوتی ہین اور مطلق و مقید کیا اور نہ یہ سمجھے کہ میرا یہ قول کہ یہ دو حدیثین یا تو عام و خاص ہین ہر دو ہین اور یا مطلق و مقید مین ایک مضحکہ خیز اعجوبہ بنیگا کیونکہ ادنیٰ طفل مکتب بھی جو فی الجملہ مصطلحات اصول سے واقفیت رکھتا ہو قرآن اور فاتحہ مین نہ نسبت عام و خاص بتائیگا اور نہ مطلق و مقید کی نسبت جتائیگا پھر امام شوکانی کو کیا ہو گیا کہ ایسی مہمل بات موہنہ سے نکال بیٹھے اور پھر تعجب پر تعجب یہ ہے کہ اُنکے مقلدان خوش اعتقاد بھی اس اہمال کو اصلا نہ سمجھے کہ مسرت و انبساط کیساتھ اس دلیل ناتمام کو اپنی شروح و حواشی مین نقل کرتے چلے آئے ہین مگر درحقیقت نقل علم اور چیز ہے اور فہم علم کچھہ اور ہے سو ہمارے محدثین زمانہ فہم علم سے بیشتر عاری ہی رہتے ہین جو ایک نے کہا وہ ہی سب کہنے لگتے ہین اُسمین سقم و نقص نکالنے کا مادہ ہی اُن مین نہین ہے بلکہ جو اُنکا بڑا کہے اُسپر آمنّا و سلّمنا ہو جاتا ہے بالجملہ حدیث ابی ہریرہ اور حدیث عبادہ مین نہ نسبت عموم و خصوص کے ہے اور نہ نسبت اطلاق و تقیید کے تو وہ قاعدہ مقررہ ہے یہان کیا کارآمد ہوگا اس لحاظ سے تو ہم کو کوئی ضرورت نہین تھی کہ اُس قاعدہ کی تغلیط کرین مگر جب اسکا ذکر آگیا ہے تو اُسکی حقیقت بھی کھول دینا احری و انسب ہے سو سنئے عند الاحناف تو عام غیر مخصوص قطعی الدلالۃ ہوتا ہے شمول افراد پر جیسا کہ خاص قطعی الدلالۃ ہوتا ہے اپنی مراد پر اور عند الشوافع ہر عام تو ظنی الدلالۃ ہوتا ہی تناول جمیع افراد مین اور خاص قطعی الدلالۃ سو اگر نص عام اور نص خاص متعارض ہون اور کوئی

وجہ جمع کی ممکن نہو تو عند الاحناف جو متاخر ہو وہ متقدم کا ناسخ ہوگا سو اگر خاص متاخر ہو تو عام کے عموم کا ناسخ ہوگا یعنی وہ عام مخصوص البعض ہو جاویگا اور اگر عام متاخر ہو تو وہ نص خاص کا ناسخ ہوگا اور نص خاص متروک العمل ہو جاویگی اور عند الشوافع اگر نص خاص متاخر ہو تو وہ مخصص عام متقدم ہو سکتی ہی مگر نص عام متاخر ناسخ خاص متقدم نہو گی کیونکہ انکے نزدیک عام تناول افراد مین قطعی الدلالۃ نہین ہے ظنی ہے تو خاص قطعی کے لئے کیسے ناسخ ہو سکتا ہے اور اگر تقدم و تاخر کا پتہ نچلے تو بشرط امکان ترجیح ایک کو مرجح کر کے معمول بہ سمجھین گے ورنہ توقف رہیگا یا دونون متساقط ہونگے باقی ہر دو مذاہب کے دلائل اپنے موقع پر مشرح و مبسوط ہین۔ سو اس سے معلوم ہوگیا کہ نص عام کا نص خاص کو ناسخ ہونا یا نہونا متفق علیہ نہین ہے سو ایسی بات کو طے شدہ کہنا یا مسئلہ متقررہ کہنا ٹھیک نہین ہے سو امام شوکانی کا لکھنا کہ بناء العام علی الخاص واجب کما تقرر فی الاصول حوالہ صحیحہ نہین ہے سو یہ انکی تیسری غلط فہمی ہے پھر یہ اگر صحیح بھی ہوتا تو ان دونون حدیثون مین ایک دوسرے کی نسبت سے نہ کوئی عام ہے اور نہ کوئی خاص تو اس قاعدہ کا اجرا یہان پر ناممکن ہے تو یہ چوتھی غلط فہمی ہے بلکہ یہان پر جس چیز کی پہلے اباحت تھی اسی کی مع شے زائد بعد مین حرمت ہے جیسے زیارت قبور کی حرمت تھی بعد مین اسی کی اباحت ہوئی یا جیسے پہلے چند ظروف خمر کی حرمت تھی بعد مین انکے مثل دیگر ظروف کی اباحت ہوئی سو ان مین کونسا بے وقوف ہے جو جمع بین الحدیثین کرنے بیٹھے بلکہ جملہ عقلا انمین سے دوسری حدیث کو پہلی حدیث کا ناسخ کہتے ہین ایسے ہی یہان بھی حدیث ابی ہریرہ ناسخ حدیث عبادہ ہوگی ان لوگون نے جمع بین الحدیثین کا نام سن لیا ہے مگر یہ نسمجھا کہ کہان جمع کرتے ہین اور کہان نسخ اختیار کرتے ہین سو اسکی تفصیل یہ ہے کہ جہان تقدم و تاخر معلوم نہو سکے اور کسی طرح انمین توافق ممکن ہو تو وہان تو جمع کرتے ہین جیسے حدیث مین تقبیل فی الصوم کی اباحت بھی وارد ہے اور اس سے نہی بھی آئی ہے اور تقدم و تاخر کا پتہ نہین چلا مگر یہ معلوم ہوا کہ جسکو آپنے اجازت دی تھی وہ بڈھا آدمی تھا اور جسکو منع فرمایا تھا وہ جوان مرد تھا تو ان مین جمع کر لیا تو ایک دوسرے کی ناسخ نہین ہوگی بلکہ دونون اپنے اپنے موقع پر باقی الحکم ہین اور اگر دونون مین توافق ناممکن ہو اور ایک کا تقدم دوسرے سے جزماً یا ظناً معلوم ہو تو وہان جمع نہین کیا کرتے ہین بلکہ مقدم کو منسوخ اور موخر کو ناسخ سمجھا کرتے ہین سو اگر کوئی یہان جمع بھی کرے تو یہ اسکی حماقت ہے

ف ایک قاعدہ کا ذکر جس سے معلوم ہو جاوے کہ جمع بین الحدیثین کہان ہوتا ہی اور نسخ کہان ہوتا ہی ۱۲

Marfat.com

اب غور کرلو کہ یہ قصہ زیر بحث آیا پہلی قسم کا ہے یا اس دوسری قسم کا ہے اب ذہن نشین ہوگیا ہوگا کہ شوکانی علیہ الرحمۃ کی یہ دوسری توجیہ نہ اصطلاح کے موافق ہی اور نہ نفس الامر کے مطابق ایک بات ہے کہ موںہہ سے نکل گئی مگر اُنکے متبعین خوش اعتقاد نے اُسکو دلیل محکم سمجھ لیا اور مانعین قرأت کو مغلوب الحجۃ گمان کرلیا سو خبردار الحذر ایسے دلائل ساقطہ سے کسی حدیث کو رد نکرو ولنعم ما قیل ؎

وکم من عائب قولا صحیحا	وآفتہ من الفہم السقیم

اگر کوئی امام شوکانی کی طرف سے یہ تاویل کرے کہ اُنکی مراد یہ ہے کہ فاتحہ اگرچہ جزو قرآن ہے مگر بمنزلہ فرد خاص کے ہے اور القرآن گوی کل ہی مگر بمنزلہ عام ہے تو جو قاعدہ عام وخاص کے تعارض مین جاری ہے وہ یہان بھی چلیگا تو ہم کہینگے کہ یہ توجیہ اول تو از قسم ما لا یرضی بہ القائل ہے دوسرے قاعدہ مذکورہ اگر صحیح بھی ہو تو عام وخاص واقعی مین چلیگا نہ کہ مشابہ عام وخاص مین ورنہ حدیث مین ہے کہ الخالۃ بمنزلۃ الام والعم صنو الاب والجد بمنزلۃ الاب تو کیا خالہ زاد اولاد کیساتھ ہم بھی شریک وراثت ہونگے اور کیا چچازاد بہن بھی مثل اپنی حقیقی بہن کے ہم پر حرام ہوگی اور کیا جد کو بھی وہ تصرف جائز ہی جو اب وام مین ہی ہرگز نہین ہان کل کا بمنزلہ عام ہونا اس سے غرض یہ ہے کہ ہر دو متناول للکثیر ہین مگر وہ کثیر ایک مین اجزا ہین اور ایک مین افراد مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دونون کے احکام بھی یکسان ہون الغرض قول شوکانی کی یہ توجیہ از قسم عذر گناہ بدتر از گناہ ہے جو قول اصل سے ہے فاسد ہو اُسکو کوئی درست ہی نہین کرسکتا ؎ ولن یصلح العطار ما افسد الدہر + ہان ایکبات اور سنئے اُس قول شوکانی مین ایک غلط فہمی اور ہے وہ یہ ہے کہ حدیث عبادہ مین بھی جملہ مالی انازع القرآن ہے اور حدیث ابی ہریرہ مین بھی اگر اس جملہ انکاری ہے پر دونون مین نظر کیجاوی تو شوکانی کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ایک نص عام دوسرے نص عام سے یہان متعارض ہین پھر اسکا جو قاعدہ مقررہ تھا اُس سے اسکا فیصلہ کرتے نہ کہ عام وخاص کے قاعدہ سے اور اگر دونون مین ماموربہ اور منہی عنہ پر نظر ہے تو اول اسکا فیصلہ ہونا ضروری تھا کہ اُس شخص نے آیا فاتحہ پڑھی تھی یا سورت یا دونون جس پر انکار شارع علیہ السلام ہوا ہے اگر فاتحہ پڑھی تھی تو ایک خاص کو اُس خاص سے تعارض ہے یعنی حدیث عبادہ مین فاتحہ کی اباحت ہے اور حدیث ابی ہریرہ مین اُسی کی ممانعت ہے تو اسکا جو قاعدہ تھا اُسکو ظاہر فرماکر کوئی تطبیق فرماتے اور اگر اُسنے فاتحہ وسورت دونون پڑھی تھی تو اباحت فاتحہ اور

Marfat.com

حرمت فاتحہ وسورت دونون متعارض ہونگے اسکا کوئی قاعدہ جدا ہونا چاہیئے کہ اسوقت کیا کرین اور اگر اُسنے صرف سورت ہی پڑھی تھی تو اُنمین تعارض ہی نہوگا تو رفع تعارض کی کیا ضرورت تھی سو امام شوکانی نے ایسا تو نہ کیا بلکہ حدیث عبادہ مین سے تو مامور بہ کو لیا اور حدیث ابی ہریرہ مین سے منہی عنہ کو تو چھوڑا اور جملہ انکاری کو لیا اور پھر اُس مامور بہ اور اس جملہ انکاری مین نسبت عام وخاص کی بزعم فاسد قرار دیکر فیصلہ فرمادیا کہ یہ نص عام نص خاص سابق کی ناسخ نہین ہوسکتی بلکہ ماسوائے مباح سابق کے اور کسی چیز کے ناسخ ہوگی سو جن دو مین تعارض قایم فرمایا وہ بھی تعجب خیز ہین اور پھر اُنکو عام وخاص ٹھرایا یہ بھی حیرت انگیز ہے اور پھر جس قاعدہ سے مدعی ثابت کرنا چاہا ہے اول تو وہ مختلف فیہ ہی مسلمہ فریقین نہین ہے دوسرے وہ وہان جاری ہوسکتا ہے جہان متعارضین در حقیقت عام وخاص ہون اور ظاہر ہے کہ یہان متعارضین کل اور جزو ہین نہ کہ عام وخاص غرض جس پہلو سے اس تقریر کو دیکھو نہایت بیہودہ اور جہالت آمیز ہے دلیل لکھنے کے لئے بھی سلیقہ فقہاء کی ضرورت ہے لکل فن رجال ولکل موضع مقال۔ اب ہماری تحقیق سنئے۔ رجل مذکور نے خواہ الحمد صرف پڑھی ہو یا سورت محض یا دونون پڑھی ہون اس انکار سے وہ قرأت منسوخ ہوگئی کیونکہ منازعت قرآنی پر انکار ہوا سو وہ منازعت جس مادّہ مین بھی متحقق ہوگی وہ منکر شرعی ہوگی سو اباحت سابقہ خواہ الحمد سے متعلق تھی یا سورت سے یا دونون سے وہ اس انکار لاحق سے مرتفع ہوگئے اب اُس اباحت کے بقا کی کوئی شکل نہین ہان اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ حدیث عبادہ اس حدیث ابی ہریرہ سے موخر ہے تو البتہ اُسکی اباحت معمول بہ ہوسکتی ہی مگر اہل حدیث اسکا ثبوت ہرگز نہین دیسکتے ہین اور ہم حدیث ابی ہریرہ کے تاخر کا ثبوت پہلے بھی دیچکے ہین اور آگے اور دینے والے ہین خیر یہ تقریر تو اسپر مبنی ہے کہ رجل مذکور کی قرات مجہول التعیین ہی سمجھین مگر اب ہم جزماً دعویٰ کرتے ہین کہ رجل مذکور نے حسب دستور قدیم فاتحہ ہی پڑھی تھی اور اُسی پر یہ انکار شارع ہوا تو کیا شارع کی اباحت سے تو وہ مباح ہوجاوے مگر انکار شارع سے وہ ممنوع وحرام نہو یہ فرق ہرگز نہین بلکہ دونون باتین مساوی ہین دلیل اس دعوائے صادقہ کی یہ ہے کہ امام بیہقی نے اپنے اس دعوے کی تائید مین کہ اس حدیث مین جملہ فانتہی الناس الخ قول ابی ہریرہ نہین ہے بلکہ مقولہ زہری ہے اپنی کتاب بیہقی مین یہ ہی حدیث بروایت اوزاعی نقل کی ہے اسکو ہم بسندہ ومتنہ نقل کرتے ہین

حدیث عبادہ کی اصل حقیقت یہ ہے جو ہم لکھتے ہین غور سے ملاحظہ ہو ۱۲

Marfat.com

اخبرنا ابو عبد الله اسحق بن محمد بن یوسف السوسی ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ابنانا العباس بن الولید بن یزید انبانا ابی حدثنی الاوزاعی ثنی الزہری عن سعید ابن المسیب انہ سمع اباہریرۃ رضی اللہ عنہ یقول قرأ ناس مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاۃ یجہر فیہا بام القران فلما قضے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اقبل علیہم فقال ہل قرأ معی منکم احد فقالوا نعم یا رسول اللہ فقال رسول اللہ انی اقول مالی انازع القران قال الزہری فاتعظ المسلمون بذلک فلم یکونوا یقراؤن حفظ الاوزاعی کون ہذا الکلام من قول الزہری ففصل عن الحدیث الا انہ لم یحفظ اسنادہ والصواب ماروی ابن عینیۃ عن الزہری قال سمعت ابن اکیمۃ یحدث سعید ابن المسیب۔ پہلی روایت زیر بحث بروایت مالک عن الزہری تھی اور یہ بروایت اوزاعی عن الزہری ہے اُس روایت مین ابہام واجمال تھا کہ شخص مذکور نے کیا پڑھا اور اسمین تصریح ہے کہ کچھہ لوگون نے ام القران پڑھی تھی اور اسپر انکار شارع ہوا اور صحابہ اسوقت سے باز آگئے تو اب امام شوکانی کی تاویل ہبا منشورا ہوگئے کہ بالتصریح قرأت فاتحہ پر انکار ثابت ہوگیا اس سے صاف معلوم ہوا کہ حدیث عبادہ سے جو اباحت فاتحہ تھی اُسی کے موافق اشخاص مذکورہ نے اُسکو پڑھا تھا اب اُسپر بھی انکار شارع ہوا سو سب واقفین انکار نے اسوقت سے اُسکو بالکل چھوڑ دیا باقی سورت کا پڑھنا تو اول امر سے جہری نماز مین ممنوع ہوچکا تھا سو شوکانی کا یہ فرمانا کہ کسی نے سورت پڑھی تھی اُسپر انکار ہوا ویسے بھی نہایت مستبعد امکان ہے ایسے امکانات بعیدہ پر بناء دلیل قایم کرنا اور احتمالات قریبہ متبادرہ کو نظرانداز کرنا مجتہدا علماء کا کام نہین ہو بلکہ متبادر یہی تھا کہ شخص مذکور نے وہی سورت پڑھی تھی جسکا جواز جہری نماز مین پہلے سے تھا نہ کہ وہ سورت جسکی ممانعت پہلے سے معروف ومشہود تھی سو اگر اس حدیث ثانی مین تصریح فاتحہ بھی نہوتی تب بھی حدیث اوّل مین فاتحہ کا پڑھنا ہی محقق وراجح تھا مگر اب تو ذرا شک نہین رہا کہ اسوقت جو پڑھا گیا تھا وہ فاتحہ ہی تھی سو اسپر انکار ہوا تو جسکی اباحت تھی اُسکی ممانعت ہوئی اب اس ممانعت کی تسلیم مین کیا تامل باقی رہا اور نیز اب تو تعارض بین الخاص والخاص نکلا نہ کہ بین العام والخاص تو زعم شوکانی کا بطلان اور بھی مجلی وروشن ہوگیا اور کیون نہو اُنکی بات ہی بیہودہ مہمل تھی جوادنی فہم والا بھی نہین کہہ سکتا ہے۔ باقی اگر کوئی شوکانی ثانی یہ کہے کہ ہم

Marfat.com

اوزاعی کی اس حدیث کو نہین مانتے ہین کیونکہ جب اُن سے حفظ سند مین خطا ہو گئی ہے تو متن مین خطا ہو جانا کیا بعید ہے اسلیئے یہ متن قابل استناد نہین ہے تو فاتحہ پر انکار کسی معتبر حدیث سے پایہ ثبوت کو نہ پہونچا سو ہم کہینگے کہ نمانو ہمارا کچھہ حرج نہین ہمارا استدلال مقروکے تعیین پر موقوف نہین بلکہ جملہ انکار کی وسعت لفظی پر موقوف ہے سو وہ جملہ مالی انازع القران ہے جو وہ پہلی حدیث مین بھی موجود ہے ہان نماننے مین تمہارا ہی حرج ہے کہ جملہ فانتہی الناس کا مقولہ زہری ہونا مشتبہ ہو جاویگا علاوہ برین امام بیہقی کا محفوظ المتن سمجھنا اسکے معتبر ہونے کو کافی ہے کسی کو خطا سندی پیش آجانا اسکو مستدعی نہین ہے کہ اسکو متن مین بھی خطا پیش آئی ہو سو ایسے وہمی احتمال سے اسکو نامعتبر ٹہرانا کسی محدث کے نزدیک جائز نہین ہے اور غور کرو تو اسمین خطا سندی بھی نہین ہے یہ خود بیہقی کی خطا ہے کہ محض ظن سے دوسرونکو خاطی ٹہراتے ہین سعید کا سماع ابو ہریرہ سے ثابت ہے یہ حدیث انھون نے بواسطہ اور بلا واسطہ سُنی ہے تو اسمین کچھہ خطا نہین ہے الغرض یہ حدیث معتبر ہے کہنے کو جو چاہے کہو سو اسمین فاتحہ پر اب انکار ہوا اور سورت پر اول سے ہی انکار تھا سو اسوقت سے جہری نمازون مین قرأت مطلقا منسوخ ہو چکی سری کا نسخ آگے کو ہو جاویگا اب بھی اگر کوئی جہری مین قرأت کو واجب سمجھے تو اُسکی نادانی ہے یا نفس پروری ہے حق تعالی ہر ایک مسلمان کو مادہ فہم اور توفیق انصاف عطا فرماوے۔ اب[ف] یہ بحث باقی رہی کہ جملہ فانتہی الناس الخ آیا مقولہ ابو ہریرہ ہے جو اُنھون نے ہی اسکو مضمون ماقبل کیساتھ بیان کیا یا مقولہ زہری ہی کہ انھون نے اپنی طرف سے حدیث سے جدا اسکو بیان کر دیا ہے سو سنئیے یہ جملہ خواہ ابو ہریرہ صحابی کا ہو خواہ زہری تابعی کا نفس الامر مین صادق ہی اس سے صحابہ کا باز آجانا قرأت خلف الامام سے نماز جہری مین ثابت و محقق ہے کیونکہ زہری تو اس واقعہ کیوقت موجود نہ تھی پھر انکو انتہاے صحابہ کا علم اگر ابو ہریرہ کی اسی حدیث سے ہوا تب تو اس جملہ کا مقولہ ابی ہریرہ ہونا ظاہر ہے اور اگر اور کسی سند سے یہ بات انکو پہونچی اور انکو اسکا یقین حاصل ہوا تو اس مضمون کو بلا ذکر سند بیان کر دیا ہے اغلب ہے کہ حذف سند اسواسطے کیا ہوگا کہ بے شمار تابعین و صحابہ سے یہ بات انکو محقق ہوئی تو کس کس کا نام لیتے تو اس صورت مین یہ جملہ مقولہ زہری ہوگا مگر مضمون جملہ بہر صورت واقع کے مطابق ہے سو جیسے بخاری کے تراجم الابواب مین بہت سے آثار بلا سند مذکور ہین اور معتبر ہین تو یہ اثر زہری کیون معتبر نہوگا زہری کی جلالت شان اور ضبط و اتقان اظہر من الشمس ہے جس سند

ف اس امر کی تحقیق کہ جملہ فانتہی الناس الخ کس کا مقولہ ہے ۱۲

Marfat.com

مین زہری داخل ہوا اُسکو محدثین سلسلۃ الذہب کہتے ہین اور صحیح بخاری کا تفوق اور کتب پر ایسی ہی رواۃ معتبر کیوجہ سے ہے توجب بخاری کے آثار بلا سند معتبر ہین تو اُسکی رواۃ کے آثار کیون معتبر نہونگی اور بالفرض اگر اس جملہ کو نامعتبر خلاف واقع بھی مان لین تو نسخ قرأت پر استدلال انکار شارع علیہ السلام سے ہے سو وہ ہر طرح محقق ہے یہ نہین ہے کہ استدلال جب ہی صحیح ہو کہ انکار شارع کیساتھ صحابہ کا ترک کرنا بھی ثابت ہولیوے اب عہ ہم تحقیقی بات لکھتے ہین کہ یہ جملہ ابوہریرہ ہی کا مقولہ ہے زہری کا مقولہ نہین ہے جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہین وہ ظن محض ہے کسی دلیل سے اس خیال کی تائید نہین ہے بلکہ قصور فہم سے یہ خیال ناشی ہوا ہے ہماری بات کا ذہن نشین ہونا اسپر موقوف ہے کہ پہلے ہم رواۃ زہری کی تعداد لکھین اور پھر ابوداود نے جو اقوال رواۃ اس حدیث کے متعلق نقل کئے ہین اُسکا منشا اور غرض ظاہر کرین کیونکہ ترجمہ تو ان اقوال کا کھلا ہوا ہے مگر اُسکی مرجع و مآل کی طرف طلبہ کا تو کیا ذکر ہے بہت سے مدرسین کو بھی التفات نہین ہے سو سنئے مگر پہلے ابوداؤد مین یہ موقع نکالکر پیش نظر رکھئے ورنہ اسکا سمجھنا دشوار ہوگا اس حدیث کو زہری سے روایت کرنیوالے سات شخص ہین اُن مین سے چار کی روایت تو یکسان ہے وہ یہ ہین امام مالک۔ معمر۔ یونس۔ اسامہ بن زید اور پانچوان اوزاعی ہو اُسکی روایت بھی پہلون کیموافق ہے مگر لفظی فرق ہو وہ یہ ہے کہ اُسکی روایت مین بجاے جملہ فانتہی الناس الخ کے جملہ فاتعظ المسلمون بذلک فلم یکونوا یقراؤن ہو سو معنوی فرق کچھ نہین ہوا اور چھٹا اور ساتوان راوی عبدالرحمن بن اسحق اور سفین بن عیینہ ہین ان دونون کی روایات مین جملہ اخیرہ فانتہی الناس یا فاتعظ المسلمون نہین ہے بلکہ مالی انازع القران تک اُنکی روایت ختم ہے غرض انکی حدیث مختصر ہے مگر سفیان کا اختصار اسوجہ سے ہے کہ زہری نے وقت روایت اگرچہ ساری حدیث مع اس جملہ اخیرہ کے بیان کی مگر مجلس درس مین کوئی شور وشغب یا اور کوئی وجہ ایسی پیش آگئی کہ سفیان اُس جملہ کو سن نہ سکے معمر بھی اُسوقت وہان موجود تھے انہون نے وہ جملہ سنا اور سفیان سے کہا کہ وہ لفظ فانتہی الناس الخ تھا سو سفیان نے ازراہ احتیاط اُسیقدر حدیث اپنے تلامذہ سے روایت کی جسقدر اپنے شیخ سے سنی تھی اور جملہ غیر مسموعہ کو معمر کے ذریعہ سے بیان کیا سو اگر یہ مانع سماع پیش نہ آتا تو سفیان بھی معہ جملہ مذکورہ کے روایت کرتے کیونکہ شیخ نے تو بیان کیا ہی تھا مگر یہ سن نہ سکے اب درحقیقت یہ روایت بھی پہلے

عہ پہلا جواب تنزلی و تسلیمی تھا تحقیقی جواب اب ملاحظہ ہو ۱۲

Marfat.com

پانچون رواۃ کے مطابق ہے مگر خاص مانع کیوجہ سے اختصار ہوگیا رہا راوی سادس یعنی عبدالرحمن
بن اسحق سو اسکا اختصار یا تو کسی ایسی ہی وجہ سے ہے جو سفیان کو پیش آئی یا زہری نے ہی کسیوقت
اسکو مختصر روایت کیا مگر زہری کی چھہ رواۃ جب اس جملہ کو روایت کرتے ہین اور ایک راوی اسکو
بیان نہین کرتا ہے تو اس جملہ کے منقول عن الزہری ہونے مین کوئی تردد باقی نہین رہا اب
اسکے بعد سفیان کے تلامذہ کی تعداد اور انکے اقوال کا ماحصل سمجھو سو سنئے سفیان نے یہ حدیث جو
مختصراً روایت کی ہی اسکے ناقلین پانچ شخص ہین۔ مسدد۔ احمد بن محمد۔ محمد بن احمد بن ابی خلف
عبداللہ بن محمد۔ ابن السرح۔ ان سبنے اولاً اپنے شیخ سفیان کی حدیث مختصر بیان کی پھر اسحدیث
کا بقیہ جو سفیان کے ہمدرجہ کسی اور سے انکو پہونچا تھا اسکو بھی بیان کردیا پھر چونکہ اس بقیہ کے
بیان مین انکے الفاظ فی الجملہ مختلف تھے اسلیئے ابوداؤد نے ہر ایک کے الفاظ جداگانہ بیان کئے
ہین ابوداؤد نے پہلے تو حدیث زہری بروایت مالک بیان کرکے یہ لکھا ہے قال ابوداود روی
حدیث ابن اکیمۃ ہذا معمر و یونس و اسامۃ بن زید عن الزہری علی معنی مالک
اسکا خلاصہ ہی کہ جس طرح مالک نے زہری سے اسکو روایت کیا ہے اسی طرح ان تینون نے بھی روایت
کیا ہے یعنی جملہ فانتہی الناس الخ انہون نے بھی بیان کیا ہے اسکے بعد سفیان کی مختصر روایت
بروایت پانچ اشخاص اس طرح بیان کی حدثنا مسدد و احمد بن محمد المروزی و
محمد بن احمد بن ابی خلف و عبداللہ بن محمد الزہری و ابن السرح قالوا حدثنا سفیان
عن الزہری قال سمعت ابن اکیمۃ یحدث سعید بن المسیب قال سمعت اباہریرۃ
یقول صلے بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ نظن انہا الصبح بمعناہ الی قولہ
مالی انازع القران پھر اسکے بعد سفیان کے پانچون تلامذہ کے اقوال جدا جدا نقل کئے سو پہلے
تو مسدد کا قول ذکر کیا ہے وہ یہ ہے۔ قال مسدد فی حدیثہ قال معمر فانتہی الناس عن
القراۃ فیما جہر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مسدد کہتے ہین کہ
مرے شیخ سفیان نے تو اسیقدر روایت کیا ہے مالی انازع القران تک مگر مرے شیخ کے ہمدرجہ
معمر نے اس سے آگے جملہ فانتہی الناس بھی نقل کیا ہے یعنی زہری کی حدیث اسیقدر نہین ہے جسقدر
سفیان نے بیان کی ہی بلکہ اسمین جملہ مذکورہ بھی ہے سو معمر نے پوری حدیث بیان کی ہے۔ پھر

ابوداود کی عبارت کا حل تمام دری طلبہ کو از بس مفید ہے ۱۲

ابن السرح کا قول اس طرح نقل کیا ہے۔ وقال ابن السرح فی حدیثه قال معمر عن الزهری
قال ابو هریرة فانتهی الناس اسکا خلاصہ بھی وہی ہے جو مسدد کے قول کا خلاصہ تھا مگر
اسمین یہ بات زاید ہے کہ معمر نے زہری سے بالتصریح یہ ظاہر کیا ہے کہ ابو ہریرہ نے یہ بھی کہا
ہے فانتهی الناس یعنی یہ جملہ بھی مقولہ ابی ہریرہ ہے جو مع حدیث مذکور کے انہون نے بیان کیا ہے
پھر قول عبداللہ بن محمد زہری کا نقل کیا ہے۔ وقال عبد الله بن محمد الزهری من بینهم
قال سفیان تکلم الزهری بکلمة لم اسمعها فقال معمر انه قال فانتهی الناس۔ اسکا خلاصہ یہ ہے
کہ مرے شیخ سفیان نے یہ حدیث مالی انازع القرآن تک بیان کر کے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے آگے
کچھ اور بھی زہری نے کہا تھا مگر مین اسکو سن نسکا سو معمر نے کہ وہ بھی اسوقت موجود تھے مجھسے کہا کہ
زہری نے اس سے آگے جملہ فانتهی الناس کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ کو معمر کا
اس جملہ کو بھی روایت کرنا سفیان کے ذریعہ سے ہی معلوم ہوا ہے اور ممکن ہے کہ بلا واسطہ سفیان
کے بھی معلوم ہوا ہو۔ پھر آگے ابوداؤد نے یہ لکھا ہے قال
ابوداود ورواه عبد الرحمن بن اسحق عن الزهری وانتهی حدیثه الی
قوله مالی انازع القرآن۔ اسکا خلاصہ یہ ہے کہ عبدالرحمن کی روایت بھی مثل سفیان کے مختصر ہے
اسمین جملہ فانتهی الناس نہین ہے۔ پھر اسکے آگے یہ لکھا ہے ورواه الاوزاعی عن الزهری قال
فیه قال الزهری فاتعظ المسلمون بذلك فلم یکونوا یقرؤن معه فیما یجهر به۔ اس کا
خلاصہ یہ ہے کہ اوزاعی بھی اسکو مطول بیان کرتے ہین مگر یون کہتے ہین قال الزهری فاتعظ
المسلمون الخ یعنی زہری کی زبان سے جملہ فانتهی الناس مین نے نہین سنا بلکہ یہ جملہ فاتعظ المسلمون
سُنا ہے اب غور طلب یہ امر ہے کہ اوزاعی کی غرض اس جملہ قال الزهری فاتعظ المسلمون الخ سے آیا
یہ ہے کہ مین نے زہری کی زبان سے فانتهی الناس نہین سُنا ہے جیسا کہ مرے اور معاصرین روایت
کرتے ہین بلکہ مین نے فاتعظ المسلمون سنا ہی یا یہ غرض ہے کہ یہ جملہ ابو ہریرہ کی روایت مین نہین
ہے بلکہ زہری نے اسکو اور کسی ذریعہ سے دریافت کر کے اپنی طرف سے بیان کیا ہے سو امام بخاری
اور بیہقی اور خطابی وغیرہ اسمین احتمال ثانی کو لیتے ہین اور امام مالک و معمر و یونس وغیرہ احتمال اوّل
کو اختیار کرتے ہین چنانچہ بیہقی نے کتاب المعرفة مین لکھا ہے وقوله فانتهی الناس من کلام

یہ امر نہایت غور طلب ہے طلبہ اسکو بغور سوچیں

Marfat.com

الزہری قال محمد بن یحیی الذہلی صاحب الزہریات و محمد بن اسمٰعیل البخاری و ابو داؤد
و استدلوا علی ذلک بروایۃ الاوزاعی حین میزہ من الحدیث وجعلہ من قال
الزہری۔ یہ اختلاف فریقین اوزاعی کی غرض مضمر مین ہی کہ اس جملہ سے اُنکی غرض کیا ہے سو یہ
اختلاف ایک اجتہادی و استنباطی اختلاف ہے کہ ہر ایک فریق نے اپنی راے و عقل سے غرض
اوزاعی کی تعیین کی ہے سو پہلا فریق کہتا ہے کہ اُنکی غرض اس سے یہ ہے کہ یہ جملہ منقول عن ابی ہریرہ
نہین ہی زہری کا مقولہ ہے اور فریق دوم کہتا ہے کہ اُنکی غرض یہ نہین ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ مین نے
برخلاف اپنے معاصرین کے جملہ فاتعظ الناس سُنا ہے فانتہی الناس نہین سُنا سو یہ اُنکی احتیاط
ہے جو کمل محدثین ذرا ذرا سے فرق الفاظ کو ظاہر کیا کرتے ہین چنانچہ صحیح مسلم مین ایسا اظہار فرق بہت
کچھ ہے۔ اب یہ دونون احتمال تو باہم مساوی ہین اور عقل باور کرتی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ غرض ہو یا
وہ غرض تو کون سے احتمال کو ارجح سمجھین اور کون سے کو مرجوح تو بغور سُنئے ہم اسکی حقیقت کھولتے
ہین فریق اوّل کی دلیل صرف یہ ہے کہ اوزاعی نے جب اسکو قال الزہری الخ جُدا بیان کیا تو معلوم
ہوا کہ یہ زہری کا ہی مقولہ ہے ورنہ قال الزہری کہنے کی حاجت نہ تھی بلکہ ملا کر فاتعظ المسلمون
کہہ جاتے سو ہم کہتے ہین کہ اس دلیل کا تام ہونا تین امور پر موقوف ہے اوّل یہ کہ قال فلان کی
غرض کا انحصار اس غرض مین ہے محقق یا مسلم ہو دوم یہ کہ اوزاعی کے سوا اور رواۃ بھی اسکو اسی
طرح روایت کرتے ہون سوم یہ کہ اوزاعی نے کبھی اس جملہ کو ماقبل سے ملا کر نہ کہا ہو۔ سو یہ تینون
امور یہان پر مفقود ہین کیونکہ قال فلان کی غرض اسی مین منحصر نہین کہ یہ اُسکا ہی قول ہے اور کے
راوی کا قول نہین بلکہ کبھی اپنے معاصرین کی اور اپنی روایت مین جو فرق سندی یا متنی ہو اُس کو
ظاہر کرنے کی غرض سے قال فلان کہتے ہین چنانچہ ابوداؤد نے باب المراۃ تری مایری الرجل مین
زہری کا ایسا ہی جملہ ذکر کیا ہے جسکی غرض ہے کہ مرے شیخ کی سند جو مینے سُنی ہے وہ اس طرح ہے اور
میرے معاصر کی سند اور طرح ہے وہ سند یہ ہے حدثنا صالح قال حدثنا عنبسۃ قال
حدثنا یونس عن ابن شہاب قال قال عروۃ عن عایشۃ ان ام سلیم الخ پھر کچھ آگے ابوداؤد
نے دوسری سند بیان کی ہی۔ واما ہشام بن عروۃ فقال عن عروۃ عن زینب بنت
ابی سلمۃ عن ام سلمۃ ان ام سلیم سو یہان زہری اور ہشام عروہ کے تلامذہ ہین اور دونون

Marfat.com

کی سند مین تفاوت ہے اسلیئے زہری نے کہا قال عروۃ عن عائشۃ غرض اُنکی یہ ہو کہ مین نے جو عروہ سے سنا ہو وہ تو یہی ہو کہ انہون نے اسکو عن عائشہ روایت کیا ہو باقی ہشام جو عروہ سے عن زینب روایت کرتے ہین وہ انہون نے سنا ہوگا سو یہان تو زہری کو اپنی سند اور اپنی غیر کی سند کا فرق بیان کرنا مدنظر تھا اسلیئے قال عروہ عن عائشۃ کہا ہو اور اوزاعی کو حدیث زیر بحث مین اپنے متن اور دوسرون کے متن کا فرق ظاہر کرنا مدنظر تھا اسلیئے انہون نے قال الزہری فاتعظ المسلمون الخ کہا ہے یعنی مین نے یہ جملہ سنا ہے اور وہ جملہ جو اسکے ہمعنی ہے اور اُسکو مرے معاصرین روایت کرتے ہین وہ مین نے نہین سنا ہے اگر اسکو بلا لفظ قال الزہری بیان کرتے تو شبہ ہوتا کہ شاید اوزاعی نے بطور روایت بالمعنی اسکو بجائے جملہ فانتہی الناس کے بیان کیا ہے سو بیہقی وغیرہ کا قول اوزاعی کو ایک دوسری غرض پر حمل کرنا محتاج دلیل ہے بلا دلیل کیون اسکو تسلیم کر لیا جاوے باقی کوئی اگر کہے تمھارے پاس ہی کیا دلیل ہے سو ہم کہینگے کہ اوّل تو معمر کی تصریح عن الزہری قال ابو ھریرۃ فانتھی الناس جو بروایت ابن السرح ابو داؤد نے نقل کیا ہے دوسرے اکثر رواۃ زہری کا جملہ فانتہی الناس کو بلا لفظ قال الزہری روایت کرنا سوم اوزاعی بھی اسکو بلا لفظ قال الزہری بیان کرتا ہے چنانچہ طحاوی مین ہے عن الاوزاعی قال حدثنی الزہری عن سعید عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ غیر انہ قال فاتعظ المسلمون بذلک فلم یکونوا یقرؤن بالجملہ جملہ قال فلان دو غرض کے لیئے آتا ہے ایک غرض مین منحصر نہین ہے اور اوزاعی کے سوا اکثر رواۃ اس جملہ کو ماقبل سے ملا کر بیان کرتے ہین اور اوزاعی جدا کرکے بھی بیان کرتا ہے جیسا کہ بیہقی نے روایت کیا اور ملا کر بھی بیان کرتا ہے جیسا کہ طحاوی نے روایت کیا ہے تو اوزاعی کے قول کو اُسی معنی پر حمل کرنا واجب ہے جو تصریح معمر اور دیگر رواۃ کی روایت کے خلاف نہو اقل کو اکثر کے تابع کرنا عقل سلیم باور کرتی ہے نہ کہ اسکے عکس کو علاوہ برین اوزاعی کی روایت تو ذو احتمالین ہے اور معمر کی روایت مین تو دوسرا احتمال ہی نہین تو محتمل کو غیر محتمل پر حمل کرنا جملہ محدثین کا ضابطہ مقررہ ہی معلوم نہین کہ پھر امام بیہقی وغیرہ یہان اس ضابطہ کا کیون خلاف کرتے ہین باقی امام بیہقی نے جو اوزاعی پر عدم حفظ سند کا الزام قایم کیا ہے وہ محض ظن پر مبنی ہو درحقیقت اوزاعی اس الزام بیجا سے بری ہین وجہ اسکی یہ ہو کہ شاید بیہقی یہ سمجھے ہوئے ہین کہ سعید کو یہ حدیث ابن اکیمہ کی وساطت

۵ رواۃ قلیلہ کی روایات کو رواۃ کثیرہ کی روایت کے تابع کرنا عقلاً ونقلاً ضروری ہے

Marfat.com

سے ابوہریرہ سے پہونچی ہے اور سعید کو ابوہریرہ سے سماع ولقا حاصل نہین ہے سو اوزاعی کا اس حدیث
کو اس طرح بیان کرنا عن سعید عن ابی ہریرہ عن النبی علیہ السلام منقطع روایت ہے ابن اکیمہ کا واسطہ
ہونا اسمین ضروری ہے جیسا کہ مالک وغیرہ نے روایت کیا ہے مگر یہ خیال بیہقی صحیح نہین ہے سعید بن
المسیب کو ابوہریرہ سے سماع حاصل ہے سو یہ حدیث انکو بواسطہ ابن اکیمہ کے بھی پہونچی اور بلا واسطہ بھی
ابوہریرہ سے مسموع ہوئی سو سعید نے کبھی اسکو بواسطہ ابن اکیمہ سنا ہے جسکو مالک ومعمر وغیرہ نے روایت
کیا ہے اور کبھی بلا واسطہ خود ابوہریرہ سے سُنا ہے جسکو اوزاعی نے روایت کیا ہے سو اوزاعی خطار
سندی سے بری ہین باقی دلیل اسکی کہ سعید کو ابوہریرہ سے لقا وسماع ہے حدیث ترمذی ہے۔
حدثنا قتیبة واحمد بن منیع قالا حدثنا سفیان بن عیینة عن الزہری عن سعید
بن المسیب عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال قتیبة یبلغ
بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یبیع حاضر لباد۔ وحدثنا نصر بن علی واحمد بن
منیع قالا حدثنا سفیان بن عیینة عن ابی الزبیر عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا یبیع حاضر لباد دعوا الناس یرزق اللہ بعضہم من بعض۔ حدیث ابی ہریرة
حدیث حسن صحیح وحدیث جابر فی ہذا ہو حدیث حسن صحیح ایضا۔ سو حدیث ابی ہریرہ
کا حسن صحیح ہونا دال ہے اسپر کہ سعید کے معنعن روایت ابی ہریرہ سے متصل ہے ورنہ وہ منقطع
ہوتی اور ظاہر ہے کہ منقطع روایت اقسام ضعیف سے ہے وہ نہ حسن ہو سکتی ہے نہ صحیح اور اس سے
اصرح یہ حدیث ترمذی ہے جلد دوم مین صفحہ پر مذکور ہے۔ عن سعید بن المسیب انہ لقی اباہریرة
فقال ابوہریرة اسئل اللہ ان یجمع بینی وبینک فی سوق الجنة الخ۔ اور لمعات کمال فی
اسماء الرجال مین ہے سعید بن المسیب یکنی ابا محمد القرشی المخزومی المدنی ولد لسنتین
مضتا من خلافة عمر بن الخطاب کان سید التابعین من الطراز الاول جمع بین الفقہ
والحدیث والزہد والعبادة والورع وہو المشار الیہ المنصوص علیہ وکان اعلم
الناس بحدیث ابی ہریرة وبقضایا عمر۔ اور عینی شرح بخاری مین اُنکا ترجمہ نہایت طویل
ہے ملخص اُنکا یہ ہے سمع عمر وعثمان وعلیا وسعد بن ابی وقاص واباہریرة رضی اللہ عنہم
وہو زوج بنت ابی ہریرة واعلم الناس بحدیثہ سو ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سعید

Marfat.com

بن المسیب کو ابو ہریرہ سے لقاء و سماع ہے بلکہ وہ داماد ابو ہریرہ ہین اور وہ اعلم بحدیث ابی ہریرہ
ہین پھر بھی امام بیہقی کا سند اوزاعی کو محفوظ السند نہ سمجھنا ایک زعم فاسد ہے جو بقاعدۂ محدثین لائق
اعتبار نہین ہے بالجملہ یہ حدیث اوزاعی ہر طرح محفوظ المتن محفوظ السند ہے اور یہ حدیث مفسر ہے
اُس اجمال کی جو ابن اکیمہ کی حدیث مین دربارہ قرات مقتدی تھا یعنی اُس سے معلوم نہوا تھا کہ
کسی مقتدی نے کیا پڑھا تھا مگر اس سے معلوم ہوا کہ جس نے پڑھا تھا اُسنے الحمد کو پڑھا تھا سورت
نہین پڑھی تھی سو اُسپر شارع نے انکار فرمایا اور اسوقت سے صحابہ اُسکی قرأت سے باز آ گئے اور
اسوقت سے جہری نماز قرأت مقتدی سے مطلقاً خالی رہے ہان سری نماز ابھی تک قرأت مقتدی
سے خالی نہین ہوے تھے مگر اس سے یہ معلوم نہین ہوا کہ سری نماز مین اُسوقت آیا فاتحہ و سورت
دونون کو مقتدی پڑھتے تھے یا صرف فاتحہ پڑھتے تھے اظہر یہ ہے کہ صرف فاتحہ پڑھتے تھے ورنہ
ابو ہریرہ کا مسلک بھی یہ ہوتا کہ سری نماز مین دونون پڑھے جاوین حالانکہ اُنکا مذہب یہ ہے
کہ سری نماز مین مقتدی صرف الحمد پڑھے وہ بھی صرف رکعتین اولیین مین چنانچہ بیہقی نے نقل
کیا ہے عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ و عایشۃ انہما کانا یامران بالقراۃ فی الظہر و
العصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب علاوہ برین عمران بن حصین کی حدیث
جسمین قرأت سورت پر انکار ہے اگر اس واقعہ سے پہلے ہے تب تو سری نماز مین صرف فاتحہ کا پڑھنا
اور بھی موجہ ہو جاویگا اور اگر وہ اسکے بعد ہے تو خیر حدیث ابی ہریرہ کا یہی مطلب مان لو کہ اسوقت
نماز سری مین الحمد و سورت دونون پڑھتے تھے مگر پھر جب قرأت سورت پر انکار ہوا تو وہ متروک
ہوے اور صرف قرأت فاتحہ سری نماز مین باقی رہی مگر آیندہ کو اسکا نسخ بھی باحادیث اُخری ثابت
ہے چنانچہ اُسکو ہم لکھنے والے ہین ذرا انتظار کیجیے بہر نہج اس حدیث ابی ہریرہ سے جہری نماز مین
تو قرأت مطلقاً کا منسوخ ہونا محقق ہو گیا اب اس تقریر کے بعد ہر چند کہ ضرورت نہ تھی کہ تاویلات
ساقطہ مخالفین کی لکھکر اُسکا ہم رد لکھین مگر بمزید احتیاط مختصر اسکا لکھدینا انسب معلوم ہوتا
ہے سو سنئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث ابی ہریرہ کو لکھکر تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث
خلف الامام فاتحہ پڑھنے والون کی مخالف نہین ہے اولاً تو اسوجہ سے کہ ابی ہریرہ اس حدیث کے
بھی راوی ہین اور ایک دوسری حدیث کے بھی راوی ہین جو یہ ہے من صلی صلوۃ لم یقرا فیہا

ذکر تاویلات فاسدہ جنکے فساد سے اہلحدیث غافل ہین

Marfat.com

بام القران فھی خداج غیر تمام فقال لہ حامل الحدیث انی اکون احیانا وراء الامام قال اقرأ بھا فی نفسک سو دونون کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہان پر انکار فاتحہ پر نہین تھا بلکہ سورت پڑہنے پر تھا سو اسکا پڑہنا سب کے نزدیک ممنوع ہے اور ثانیا اسوجہ سے کہ ابوہریرہ ایک تیسری حدیث کے بھی راوی ہین جو یہ ہے امرنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان انادی ان لا صلوۃ الا بقراۃ فاتحۃ الکتاب سو اس سے بھی معلوم ہوا کہ مقتدی وغیر مقتدی کسی کی نماز بلا فاتحہ کی نہوگی سو اسکے ملانے سے بھی یہی بات نکلی کہ یہان انکار قرأت فاتحہ پر نہین ہے سورت پر ہی اسیوجہ سے ابوہریرہ نے حامل حدیث کو قرأت فاتحہ سرّا کا حکم کیا ہے اگر اس حدیث مین قرأت فاتحہ پر انکار ہوتا تو ابوہریرہ ہرگز اسکا حکم ندیتے یہ ہی خلاصہ ترمذی کی توجیہ کا اب ہمسے اسکی حقیقت سنئے اس توجیہ کی صحت اسپر موقوف ہے کہ اوّلاً حدیث خداج اور حدیث نداء ابی ہریرہ کے عموم مین مقتدی بھی داخل ہو اور ثانیاً اسپر بھی موقوف ہے کہ حکم ابی ہریرہ جہری وسرّی نمازون سے متعلق ہو اور ثالثاً اسپر بھی موقوف ہے کہ ابوہریرہ کی اس حدیث زیر بحث مین کسی پڑہنے والے نے سورت پڑھی ہو اور اُسپر ہی انکار شارع ہوا ہو اور اسوقت سے نماز جہری مین سورت پڑہنے سے ہی صحابہ کرام باز آئے ہون مگر یہ تینون امور بروایت ابوہریرہ ہی غلط ہین پھر جو توجیہ ان پر موقوف ہو خود غلط ہوگی تفصیل اسکی یہ ہے کہ امر اوّل کا غلط ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ خود ابوہریرہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے ۔ کل صلوۃ لا یقرأ فیھا بام القران فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام اسکو امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ مین روایت کیا ہے اور نیز بیہقی نے کتاب القراۃ مین بروایت ابوسعید خدری بھی اس طرح روایت کیا ہے سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل خلف الامام لا یقرأ شیئاً ایجزیہ قال نعم سو ان ہر دو حدیث سے معلوم ہوگیا کہ ابوہریرہ کی حدیث خداج اور حدیث ندا مین جنکو ترمذی نے نقل کیا ہے مقتدی داخل نہین ہے بلکہ وہ دونون بحق منفرد و امام ہین کیا ابوہریرہ کی ایک حدیث دوسری حدیث کیلئے مفسر نہوگی اب اہل انصاف غور فرماوین کہ کیا ابوہریرہ کی وہ حدیث جو ترمذی مین ہے اور یہ حدیث جو بیہقی کی کتاب المعرفۃ مین ہے انکے ملانے سے کالشمس فی نصف النہار ثابت نہین ہوگیا کہ حدیث خداج اور حدیث ندا کے عموم ظاہری مین مقتدی ہرگز داخل نہین ہے بلکہ وہ دونون بحق منفرد و امام ہین تو وہ دونون

سلہ ترجمہ جس نماز مین فاتحہ نہ پڑھی جاوے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے ناقص نہین ۱۲

سلہ ترجمہ مین نے رسول علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کوئی مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھے آیا اسکی نماز پوری ہوگی فرمایا کہ ہان ۱۲

اس حدیث منازعت کی اصلا معارض نہوئین کیونکہ وہ دونون بحق منفرد وامام ہین اور یہ حدیث
منازعت بحق مقتدی ہی تو یہ ہر سہ احادیث محمل واحد پر متوارد نہوئین پھر اُن دونون کی وجہ سے
حدیث منازعت کی تخصیص سورت کیساتھ کیسے درست ہو سکتی ہے بلکہ لامحالہ یہی کہنا پڑیگا کہ
اسوقت سے مقتدی کی قرأت پر جہری نماز مین مطلقًا انکار شارع وارد ہوا خواہ فاتحہ پڑھے خواہ
سورت دونون اسوقت سے ممنوع شرعی ہین سو غور کرلو امام ہمام ابوحنیفہ النعمان کا یہ جمع بین
الحدیثین اصرح واظہر ہے یا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا جمع زعمی امام ترمذی[؎] پر یہ اعتراض سخت
وارد ہوتا ہے کہ جیسے حدیث خداج بظاہر مقتدی وغیر مقتدی کو عام معلوم ہوتی ہو ایسی ہی حدیث منازعت
بظاہر فاتحہ وغیر فاتحہ کو شامل معلوم ہوتی ہے کیونکہ جملہ مالی انازع القرآن مین لفظ القرآن ایک
کل مجموعی ہی جو فاتحہ اور دیگر سور کو شامل ہے اور اسمین منازعت کرنے پر انکار شارع ہوا ہے
اسمین کوئی قید فاتحہ یا سورت کی نہین ہے تو پھر کیا وجہ ہی کہ اس شمول انکار کو تو مخصوص بالسورت
کرلیا جاوے اور اُس عموم ظاہری کو جو حدیث خداج سے مفہوم ہے اسکو بحال خود رکھا جاوے کیا
یہ تحکم بیجا اور ترجیح بلا مرجح نہین ہے آخر جمع بین الحدیثین جیسے یون ممکن ہی کہ حدیث خداج کو تو عام
رکھو اور حدیث منازعت کو مخصوص بالسورت کرو کیا یون ممکن نہین کہ حدیث منازعت کو تو
شامل فاتحہ وسورت رکھین اور حدیث خداج کو مخصوص بالمنفرد والامام سمجھین اس صورت مین
دونون حدیثون کا مطلب یہ ہوگا کہ مقتدی جہری نماز مین کچھ نہ پڑھے اور منفرد وامام کی نماز بلا
فاتحہ کے ناقص وادھوری رہیگی سو دونون مین کوئی تعارض نہین ہے تو جمع کی کیا حاجت ہے
اپنے اپنے مضمون مین ہر دو صحیح ہین اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کا اوّل تو ان دونون کو نفس الامر
مین معارض سمجھنا غلط ہے دوسرے طرز جمع ایک رائے محض ہے جو کسی دلیل شرعی سے موجہ نہین طرز
جمع دوسری طرح بھی ممکن ہی تیسرے یہ صورت جمع کی اُس حدیث ابی ہریرۃ کی جو کتاب المعرفۃ مین ہے
صریح خلاف ہے ہان جمع کی دوسری صورت جو امام ابوحنیفہ نے اختیار کی ہے وہ بالکل اس حدیث کے
موافق ہے اسلئے اہل انصاف کو مان لینا چاہیئے کہ امام ترمذی کا جمع بوجہ خطاء بشری نامقبول ہی اور
امام ابوحنیفہ کا جمع بتائید خداوندی مطبوع ومقبول ہی وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور دوسرے
امر کا غلط ہونا اسوجہ سے کہ گوی ابوہریرہ کا یہ فرمانا اقرأ بہا فی نفسک بظاہر جہری وسری

[؎] امام ترمذی کی توجیہ پر الحق اشکال وارد ہوتا ہے

Marfat.com

نمازون سے متعلق معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت اُنکا یہ ارشاد سری نماز سے متعلق ہی کیونکہ امام بیہقی نے سنن کبری مین بسند صحیح یہ اثر ابی ہریرۃ نقل کیا ہے عن عاصم بن ذکوان عن عایشۃ وعن ابی ھریرۃ انھما کانا یأمران بالقراۃ وراء الامام اذا یجھر سو یہ اثر نص صریح ہی اس بارہ مین کہ ابو ہریرہ کا مسلک جہری نمازون مین ہرگز قرأت وراء الامام کا نتھا تو جملہ اقرأ بھا فی نفسك سے یہ سمجھنا کہ وہ دونون قسم کی نمازون مین آمر بالقرات تھی ابو ہریرہ پر افترا ہے اور توجیہ القول بما لا یرضیٰ قائلہ ہی نہین بلکہ اسکی توجیہ یہ ہے کہ یہ جملہ بمنزلہ قضیہ مہملہ ہے کہ اسمین کل افراد یا بعض افراد کا ذکر نہین ہوتا ہے مگر احتمال ہوتا ہے کہ مراد متکلم کل افراد ہون یا بعض افراد ہون مگر بہر صورت بعض افراد تو لا محالہ مراد ہوتے ہین اسی واسطے یہ قاعدہ علم میزان مین مقرر ہو چکا ہے کہ المھملۃ تلازم الجزئیۃ سو ایسے ہی یہان قصہ ہے کیونکہ اس جملہ مین نہ دونون قسم کا ذکر ہے نہ ایک قسم کا تو اب احتمال ہے کہ مراد ابی ہریرہ کی دونون قسم ہون یا ایک قسم ہو تو لا محالہ یہ جملہ ایک قسم پر تو ضرور محمول ہو گا باقی اسکی تعیین کہ وہ کونسی قسم ہے اس اثر بیہقی سے ہو گئی کہ وہ سری نماز ہے نہ کہ جہری اسکے بعد بھی جو یہ زعم رکھے کہ ابو ہریرہ دونون قسم مین آمر بالقرات ہین وہ کاذب و مفتری ہے مگر امام ترمذی چونکہ اس اثر ابی ہریرۃ پر مطلع نہوئے اسلئے انہون نے بھی خیال کیا کہ وہ دونون قسم مین آمر بالقرات تھے سو وہ عند اللہ معذور ہین مگر اب واقفین اثر سے امید ہے کہ اس قول ابی ہریرہ سے حدیث مرفوع مالی انازع القران کی تخصیص بالسورت جائز نسمجھین بلکہ اس انکار کو شامل للفاتحہ والسورۃ ہی سمجھین ورنہ یہ سخت اعتراض بذمہ اہل حدیث عائد ہو گا کہ جیسے قول ابی ہریرۃ اقرأ بھا فی نفسك بظاہر دونون قسم کی نمازون کو شامل ہے ایسے ہی حدیث مرفوع مالی انازع القران بظاہر فاتحہ و سورت کو شامل ہے تو پھر کیا وجہ معقول آپ کے پاس ہی کہ بوجہ اس اثر موقوف کے تو حدیث مرفوع کی تخصیص تمنے گوارا کر لی مگر بوجہ اس حدیث مرفوع کے اُس اثر موقوف کی تخصیص بصلوۃ سریہ تمنے تجویز نکی کیا حدیث رسول اللہ تو ایسی بے وقعت ہے کہ اثر موقوف کا اثر تو اسپر چل جاوے مگر اثر صحابی ایسا با وقعت ہے کہ اسپر حدیث رسول اللہ کا اثر نچل سکے چہ جائیکہ اُس اثر صحابی کا دونون قسم نماز کو شامل ہونا خود اُسی صحابی کے ایک دوسرے اثر سے غلط ہے چنانچہ وہ اثر بحوالہ بیہقی ابھی منقول ہو چکا ہے بالجملہ جملہ اقرأ

لہ امام ترمذی اس جمع فاسد مین معذور ہین مگر واقفین اثر مذکور معذور نہین ہو سکتے ۱۲ منہ

بھا فی نفسک کو قرینہ تخصیص حدیث مرفوع سمجھنا سراسر باطل ہو وہ جملہ یقینًا صلوۃ سری سے متعلق ہے اُسکو دونون قسم سے متعلق سمجھنا اثر بیہقی سے ناواقفیت پر مبنی ہے سواب پر ضرور ہے کہ اثر بیہقی پر مطلع ہوکر اپنے خیالات سابقہ کو بدل دیوین نہ یہ خیال دل مین رکھین کہ ابوہریرہ دونون قسم نماز مین وراء الامام آمر بالقرات ہین بلکہ یہ لوگون کو جتاوین کہ وہ صرف سری نماز مین اور ازیہ سودائے خام دلمین بٹھاوین کہ حدیث ابی ہریرۃ مالی انازع القران مخصوص بالسورت ہے بلکہ یہ یقین کرلین کہ یہ انکار صلوۃ جہریہ مین فاتحہ وسورت دونون کو شامل ہے علاوہ برین یہ تخصیص بالسورت دوسری وجہ سے بھی باطل ہے کیونکہ اس صورت مین راوی کا یہ کہنا کہ اسوقت سے صحابہ نماز جہری مین قرات مع الرسول سے باز آگئے درست نہین ہوسکتا ہے اسلئے کہ اس صورت مین جب یہ مانا جاوے کہ جہریہ صلوات مین بھی صحابہ قرأت فاتحہ کرتے رہے اور سریہ مین بھی تو پھر جہریہ مین باز آنا کس طرح موجہ ہوسکتا ہے برخلاف اسکے کہ اس حدیث مین فاتحہ وسورت پر انکار مسلم ہو تو یہ کہنا کہ لوگ قرات مع الرسول سے صلوات جہریہ مین باز آگئے درست ہوسکتا ہے معہذا سورت سے باز رہنا تو ابتداے اسلام سے بحدیث عبادہ لا تفعلوا الا بام القران ثابت تھا اُس سے باز آنا اسوقت سے کیا ہوتا ہان فاتحہ کی قرأت پہلے سے معمول بہا تھی اب اُس کی بھی ممانعت ہوگئی سو اسوقت سے اُس سے بھی باز آگئے اب جملہ فانتہی الناس الخ بلاغبار صحیح ہوا۔

۴ نمبر ۳ امر کا غلط ہونا ظاہر ۱۲

اور متعلق تیسرے امر کا غلط ہونا اسوجہ سے ہے کہ گو ترمذی کی حدیث ابی ہریرہ سے معلوم نہوا کہ پڑھنے والے نے کیا پڑھا تھا جسپر انکار شارع ہوا مگر اسی حدیث مذکور سے جسکو بیہقی نے بروایت اوزاعی نقل کی ہے معلوم بالتصریح ہوگیا کہ بعض لوگون نے آپ کے پیچھے فاتحہ پڑھی تھی آپنے دریافت فرمایا کہ آیا کسی نے پڑھا ہے سو پڑھنے والے اقراری ہوئے اسپر آپ نے فرمایا کہ مالی انازع القران چنانچہ وہ حدیث اوزاعی کچھ پہلے ہم نقل کر چکے ہین اُس مین یہ الفاظ ہین۔

انہ سمع ابا ھریرۃ رضی اللہ عنہ یقول قرأ ناس مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاۃ یجھر فیھا بام القران سواب امام ترمذی کا یہ خیال کرنا کسی نے سورت پڑھی ہوگی اُسپر انکار شارع ہوا اور اُسی سے صحابہ اسوقت سے باز آگئے بالکل غلط نکلا اور وجہ اس غلطی کی یہی ہوئی کہ انکی نظر محض اپنی روایت پر تھی دوسرے طرق سے جسطرح یہ روایت مصرحًا منقول

Marfat.com

تھی اُسپر وہ مطلع نہو سکے اسلئے وہ تاویل نامقبول کر گئے ورنہ وہ ہرگز ایسی تاویل باطل نفرماتے مگر اب جبکہ ہم اس روایت اوزاعی پر مطلع ہو چکے تو امام ترمذی کو معذور سمجھین مگر اُنکی تاویل مذکور کو مردود جانین کہ انکشاف حق پر باطل امر پر ہٹ دہرمی کرنا علماء حقانی سے بعید ہے بالجملہ تاویل مذکور تین امور پر موقوف تھی سو وہ تینون امور نفس الامر مین غلط تھے چنانچہ ہماری اس تحقیق سے اُنکی غلطی مثل فلق الصبح آشکارا ہو چکی ہے تو وہ تاویل لامحالہ غلط ہوئی کہ الموقوف علی الفاسد فاسد قضایاے اولیہ مین سے ہے فالحمد للہ علی ما ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ۔ انتھٰی اب اتنی بات اور باقی رہگئی کہ اس امر کی کیا دلیل ہے کہ یہ حدیث منازعت ابوہریرہ کی حدیث عبادہ لا تفعلوا الا بام القران سے موخر ہے تاکہ اُسکو ناسخ حدیث عبادہ کہہ سکین کیا یہ ممکن نہین کہ حدیث عبادہ اس حدیث ابی ہریرۃ سے موخر ہو اور انکار شارع جو حدیث ابی ہریرہ سے مفہوم ہوا اس حدیث عبادہ سے منسوخ ہو اور حکم قرأت فاتحہ آخر سے آخر ہو اور وہی دایم قایم ہو ۔ سو سُنئے امکان عقلی تو دونون جانب ہے کہ یہ مقدم ہو یا وہ مقدم ہو مگر بناے مذہب ایسے امکانات عقلیہ پر نہین ہوا کرتی ہے بلکہ امور متحققہ نفس الامر پر ہوتی ہے سو اہل حدیث جیسے ہمسے اس تاخر انکار شارع کی دلیل مانگتے ہین ایسے ہی حدیث عبادہ کا تاخر کسی دلیل سے وہ خود بھی تو ثابت کر دکھائین ورنہ اُن پر عمل بالمنسوخ کا الزام عاید رہیگا یا کم از کم اتنا الزام تو ضرور اُن پر رہیگا کہ حدیث عبادہ اور حدیث ابی ہریرہ جب باہم متعارض ہین اور اوّل مبیح قرأت ہے تو دوسری محرم قرأت اور بالفرض تقدم و تاخر معلوم نہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ مبیح کو معمول بہ ٹھہرایا اور محرم کو ماخوذ بہ نہ بنایا حالانکہ مقتضاے احتیاط یہ تھا کہ نص محرم کو معمول بہ بناتے کیونکہ علم اصول مین مقرر ہو چکا ہے کہ ایسی صورت مین عمل بالمحرم اولی ہے نور الانوار مین ہے وان لم یعلم التاریخ فالحاظر اولٰی بالعمل من المبیح غیر اہل حدیث اپنے دعوے کو دلیل سے ثابت کرین یا نکرین ہمکو تو اپنے دعوے کا ثابت کرنا ضرور ہے سو سنو ہم کہتے ہین کہ حدیث عبادہ مقدم ہے اور حدیث منازعت ابوہریرہ کے موخر ہے اسکے دلائل چند ہین اوّل تو یہ ہے کہ ہم گذشتہ اوراق مین عبادہ کی حدیث کے تحت مین بشرح لکھ آئے ہین کہ حدیث عبادہ لا تفعلوا الا بام القران یا قبل الہجرت کا واقعہ ہے اور یا مدینہ پہونچکر شروع ہجرت کا واقعہ اُسکے دلائل یہان

له حدیث منازعت ابوہریرہ کی حدیث عبادہ سے موخر ہے اسکی دلیل لائق غور ہے ۱۲

ع دلیل اول یہ ہے

مگر لکھنا ضرور نہین ہر پیچھے ہی دیکھ لو دلیل دوم یہ ہے کہ حکم قرأت فاتحہ کا ابتدائی ہجرت سے لیکر ابوہریرہ
کے حاضر خدمت ہونے تک جاری رہا چنانچہ ابوہریرہ نے بھی وہ حکم قرأت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سُنا چنانچہ بیہقی نے کتاب القرأۃ مین ابوہریرہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے اور
کنز العمال سے ہم اسکو نقل کرتے ہین صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ ثم
اقبل بوجہ علینا فقال اتقرأون خلف الامام بشئ فقال بعضھم نقرأ و قال
بعضھم لا نقرأ فقال اقـــرأوا بفاتحۃ الکتاب اِس حدیث سے یہ تو معلوم
ہوا کہ جس نماز سے فارغ ہوکر یہ ارشاد فرمایا ہے ایا جہری تھی یا سرّی مگر جملہ استفہامیہ سے یہ
معلوم ہوتا ہے کہ سوال شارع علیہ السلام کسی خاص قسم نماز سے متعلق نہین ہے بلکہ مطلق نماز مین
خلف الامام قرأت سے سوال تھا پھر جواب صحابہ سے معلوم ہوا کہ بعض پڑھتے تھے اور بعض ساکت
رہتے تھے سو اس سے اتنی بات محقق ہوگئی کہ قرأت وراء الامام عند الصحابہ واجب نہ تھی جو پڑھتا تھا
علی وجہ الاباحۃ پڑھتا تھا اگر واجب ہوتی تو سب صحابہ لامحالہ پڑھتے اس سے پتہ چل گیا کہ حدیث
عبادہ وغیرہ مین بھی جو پہلے سے امر قرأت تھا وہ ایجابی امر نہ تھا باقی اس حدیث کی جملہ اخیرہ
فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بہا سے جو ایجاب نکالتے ہین وہ صحیح نہین ہے وجہ عدم صحت کی
نہایت مشرح پیچھے گذر چکی ہے اُسکو دیکھو ہان شاید کوئی اہل حدیث یہ شبہ پیش کرے کہ بعض
صحابہ کے نہ پڑھنے سے گو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے قرأت وراء الامام واجب نہ تھی مگر اُس وقت
سے جبکہ اُسکی نسبت شارع علیہ السلام کی طرف سے اقرأوا بفاتحۃ الکتاب امر وارد ہو چکا تو
قرأت وراء الامام واجب ہوگئی اور ہمارا مدعی ثابت ہوگیا سو اسکا جواب یہ ہے کہ صیغہ امر
قران وحدیث مین ایجاب کے لئے بھی آتا ہے اور اباحت کے لئے بھی سو کس دلیل سے تمنے
یہ سمجھ لیا کہ یہ امر ایجابی ہے اسکی تحقیق ہمسے سُنئے ہم کہتے ہین کہ یہ امر اب بھی بدستور سابق
امر اباحت ہی دلیل اسکی خود ابوہریرہ کی حدیث مرفوع ہے جسکو بیہقی نے کتاب المعرفۃ مین
روایت کیا ہے کنز العمال سے اسکو ہم نقل کرتے ہین کل صلوۃ لا یقرأ فیہا بام القران فہی
خداج الا صلوۃ خلف الامام سو جب اس مرفوع حدیث سے ثابت ہوگیا کہ مقتدی کی
نماز بلا ام القرآن خداج و ناقص نہین ہوتی ہے تو اُسکی قرأت واجب کہان ہوئی سو لامحالہ

Marfat.com

یہ امر شارع امر اباحت ہی رہا اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ابو ہریرہ کا امر قرأت فاتحہ کے لئے
بھی علی وجہ الایجاب نہین ہے بلکہ علی وجہ الاباحۃ ہے وہ بھی سری نماز مین چنانچہ پہلے مفصل گذر چکا
ہے اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جسوقت ابو ہریرہ نے یہ دونون حدیثین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنی تھین اُسوقت جہری و سری نمازون مین قرأت فاتحہ کا معمول تھا جسکا آغاز
حدیث عبادہ سے قائم ہوا تھا اُسوقت تک جہری مین انکار شارع وارد نہین ہوا تھا بالجملہ
ابو ہریرہ نے قرأت وراء الامام کی حدیث بھی سُنی جو عبادہ کی حدیث کے ہم مضمون ہر اور حدیث
منازعت بھی سُنی جسمین جہری نمازون مین شارع کا قرأت فاتحہ پر انکار ہر اور صحابہ کا باز آنا ہے اب
غور طلب یہ ہے کہ ابو ہریرہ نے ان دونون مین سے کسکو پہلے سُنا ہے اور کسکو پیچھے سو ہم کہتے ہین کہ
حدیث منازعت کو پیچھے سُنا ہے اور یہ حدیث ہی ناسخ و موخر ہے اور حدیث قرأت مروی اُن کی
منسوخ و مقدم ہے اسکا پتہ اس سے چلتا ہے کہ ابو ہریرہ کا مذہب بعد وفات رسول اللہ یہ رہا ہے کہ
جہری نمازون مین وراء الامام قرأت نکی جاوے اور سری مین کیجاوے چنانچہ بیہقی نے سنن کبری
مین یہ اثر ابی ہریرہ بسند صحیح روایت کیا ہے عن عاصم بن ذکوان عن عایشہ وعن ابی ہریرۃ
انہما کانا یامران بالقراۃ اذا لم یجہر سو اگر حدیث منازعت پہلے مسموع ہوتی اور حدیث امر قرأت
بعد مین سُنی ہوتی تو اُنکا مذہب حدیث قرأت کیموافق ہوتا اور دونون مین آمر بالقرأت ہوتے کیونکہ
بخاری و ابوداؤد وغیرہ کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ انما یوخذ من امر رسول اللہ بالاخر فالاخر مگر
چونکہ اُنکا مذہب حدیث منازعت کیموافق ہر تو معلوم ہوگیا کہ یہی حدیث سب سے آخر ہے اور جب ابو ہریرہ
کی حدیث منازعت کا اُنکی حدیث قرأت سے آخر ہونا محقق ہوگیا تو جسقدر احادیث اس حدیث قرأت
کے ہم مضمون ہونگے اگرچہ وہ عبادہ وغیرہ دیگر صحابہ کے مرویات ہون تو اُن سے بھی ابو ہریرہ کی حدیث
منازعت کا موخر ہونا حتماً ثابت ہوگا غایت سے غایت یہ ممکن ہے کہ اُن دیگر صحابہ مین سے بعض
اپنی حدیث قرأت کا نسخ معلوم نہوا اسلئے وہ عامل بالقرأت رہے مگر عالم نسخ کا قول جاہل نسخ سے مقدم
ہے علی ہذا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی امر قرأت وراء الامام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا چنانچہ بیہقی
نے کتاب القراۃ مین اُن سے اس طرح روایت کیا ہے صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقال هل تقرأون معی اذا کنتم معی فی الصلوۃ قالوا نعم قال فلا تفعلوا الا بام القرآن

حدیث منازعت
ابو ہریرہ کی اُنکی
حدیث امر قرأت
سے موخر ہے

ابن عمر نے بھی
امر قرأت اول
سنا بعد میں نہی
سنی اسلئے وہ
ہر نماز میں تارک
قرأت خلف الامام
تھے

Marfat.com

مگر چونکہ وہ حدیث منازعت جسمین جہری نماز مین انکار شارع تھا اور حدیث منازعت جسمین سری مین
انکار شارع تھا سن چکے تھے اسلئے انجام کار انہون نے دونون قسم نماز مین قرأت وراء الامام ترک
کردی چنانچہ بیہقی مین یہ اثر ابن عمر منقول ہے۔ عن سفیان قال حدثنا اسامۃ عن القاسم
بن محمد قال کان ابن عمر رضی اللہ عنہ لا یقرأ خلف الامام جہر او لم یجہر یہ اثر بخاری
اور موطا مالک مین بھی بتغییر یسیر منقول ہے علیٰ ہذا جابر بن عبد اللہ بھی امر قرأت وراء الامام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے تھے۔ اور اسپر عامل بھی تھے چنانچہ ابن ماجہ مین ہے عن جابر بن عبد اللہ
قال کنا نقرأ فی الظہر والعصر خلف الامام فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب و
سورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب مگر بعد مین چونکہ اسپر انکار شارع سن لیا اسلئے دونون قسم
نماز مین وہ تارک قرأت ہوئے چنانچہ ترمذی مین ہے عن وہب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ
یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام اور مصنف
عبد الرزاق مین ہی عن عبد اللہ بن مقسم قال سالت جابرا أیقرأ خلف الامام فی الظہر
والعصر قال لا۔ علیٰ ہذا عبد اللہ بن مسعود بھی اولا قرأت خلف الامام کیا کرتے تھے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے
اپنی مصنف مین اسکو نقل کیا ہے اور کنز العمال مین موجود ہے۔ عن ابن مسعود کنا نقرأ خلف
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علی القران اس سے معلوم ہوا کہ اس انکار سے پہلے
عبد اللہ و دیگر صحابہ وراء الامام قرأت کیا کرتے تھے اور وہ قرأت بامر الرسول ہی تھی جیسا کہ عبادہ و
انس وغیرہ کی روایات سے ثابت ہے مگر جب اسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ناخوشی
فرمایا اور نیز صراحۃ بھی اس سے منع فرمایا اور عبد اللہ بن مسعود نے اسکو سنا تو بالآخر وہ تارک قرأت ہوئے
وہ صریح ممانعت یہ ہے کنز العمال مین بحوالہ خطیب عبد اللہ بن مسعود سے مرفوعا مروی ہے۔ قال
انا نازع القران اذا صلی احدکم خلف الامام فلیصمت فان قراءۃ لہ قراءۃ وصلوتہ
لہ صلوۃ اس حدیث مین کوئی تخصیص جہری وسری کی نہین ہی دونون مین صموت وسکوت کا
حکم صریح ہی اگر ابوہریرہ وغیرہ بھی اسکو سن لیتے تو وہ جہری مین ہی تارک قرأت نہوتے بلکہ سری مین
بھی تارک ومانع ہوتے علیٰ ہذا عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے بھی امر قرأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنا چنانچہ بیہقی نے کتاب القراۃ مین روایت کیا ہے عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص

Marfat.com

قال صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما انصرف قال لنا ھل تقرأون معی اذا کنتم فی الصلوٰۃ قلنا نعم قال فلا تفعلوا الا بام القران مگر باینہمہ وہ بھی آخر الامر جہری مین تارک قرأت اور سری مین مجوز قرأت تھی چنانچہ طحاوی مین بروایت مجاہد مروی ہی صلیت مع عبداللہ بن عمر والظہر والعصر فکان یقرأ خلف الامام اب غور کرو کہ محض اسوجہ سے کہ عبادہ نے اپنی حدیث کا ناسخ نہین سُنا اور اسی لئے وہ اُسپر عامل رہے ہم بھی اُنکی حدیث کو معمول بہ بنا دین اور ابوہریرہ اور ابن عمر اور جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر بن العاص کی احادیث ناسخہ پر عمل نکرین کسقدر دور از انصاف ہے حالانکہ ان صحابہ مذکورین نے حدیث عبادہ کے ہم مضمون احادیث بھی سُنی ہین اور پھر اُن احادیث کی احادیث ناسخہ بھی سُنین اسوجہ سے اُن پہلی احادیث مسموعہ پر عمل ترک کیا ہے سو تعجب ہے کہ عالمین بالنسخ کی احادیث پر تو عمل نکیا جاوے اور جاہل بالنسخ کی حدیث کو دایم وقایم سمجھہ لیجاوے حالانکہ وہ نفس الامر مین منسوخ ہے اس تحقیق کے بعد ہر منصف اپنے دل مین فیصلہ کرلیوے کہ ایا حدیث عبادہ منسوخ ہے کہ نہین اور آیا حدیث منازعت ابوہریرہ وغیرہ کے موخر و ناسخ ہین کہ نہین سو عبادہ کو تو اپنی حدیث کا ناسخ معلوم نہوا اسلئے وہ اُسپر عامل رہے اور ابوہریرہ اور ابن العاص کو صلوات جہریہ مین نسخ قرأت معلوم ہوا اور سریہ مین معلوم نہوا اسلئے وہ جہریہ مین تارک اور سریہ مین قاری رہے اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر اور جابر بن عبداللہ کو ہر دو قسم نمازون مین نسخ قرأت معلوم ہوا اسلئے یہ حضرات دونون مین تارک قرأت ہوے مگر یہ حضرات علم نسخ مین ابوہریرہ و ابن العاص سے فائق ہین کیونکہ اُن دونون کو سریہ کا نسخ معلوم نہوا اور ان حضرات کو دونون قسم کا نسخ معلوم ہوا اور ابوہریرہ و ابن العاص علم نسخ مین عبادہ سے فائق ہین کہ اسکو اصلا علم نسخ حاصل نہوا اور ان دونون کو جہریہ کا نسخ تو معلوم ہو گیا اگرچہ سریہ کا نسخ معلوم نہوا سو جیسے ابوہریرہ کی حدیث ناسخ بمقابلہ حدیث عبادہ کی ضروری العمل ہے ایسے ہی حدیث ابن مسعود کی بمقابلہ حدیث ناسخ ابوہریرہ کے ضروری العمل ہے کیونکہ یہ حدیث ابوہریرہ کی حدیث سے اشمل ہے کیونکہ وہ جہری و سری مین آمر بالصموت ہے اور ظاہر ہے کہ جاہل بالشی سے عالم بالشی مقدم ہے اور عالم بالشی سے اعلم بالشی مقدم ہے سو عبادہ جاہل بالنسخ ہین اور ابوہریرہ عالم ببعض النسخ ہین اور ابن مسعود اعلم بکل النسخ ہین تو ابن مسعود علم نسخ مین سب سے فائق ہین تو اُنکی حدیث ہر طرح ضروری العمل ہوئی قال اللہ تعالیٰ وفوق

ف تعجب ہے کہ ابوہریرہ عالمین نسخ کی احادیث پر عامل نہین اور جاہل بالنسخ کی حدیث پر عامل ہین

Marfat.com

کل ذی علم علیم - فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون - صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسبارہ مین یہی تین مسالک ہین اور منشا اس اختلاف کا یہی تفاوت علم وجہل ہے سو علم والے کا قول ہے احری بالقبول ہے -

الحمد للہ کہ حدیث عبادہ اور حدیث ابی ہریرہ کی یہ بحث معرکۃ الآرا نہایت مشرح نہایت مدلل ایسی تحریر ہوگئی کہ شاید دوسرے رسائل مین کم ملے اہل انصاف سے امید ہے کہ اسکو بغور اور مکرر دیکھلین اور داد حق دیوین اور اختلاف باہمی کو حتی الوسع مٹاوین کہ آمین ثواب بے انتہا ہے - واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم - از انجملہ یہ حدیث ہے اسکو ہم بیہقی سے بسندہ ومتنہ نقل کرتے ہین - اخبرنا ابو الحسین بن الفضل القطان قال انبانا عبد اللہ بن جعفر قال حدثنا یعقوب بن سفیان قال حدثنا عبد اللہ بن سعد قال حدثنا عمی قال حدثنا ابن اخی الزھری عن عمہ (ای عن الزھری) قال اخبرنی عبد الرحمن بن ھرمز عن عبد اللہ بن بحینۃ وکان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھل قرأ احد منکم انفا فی الصلوۃ قالوا نعم قال انی اقول مالی انازع القران فانتھی الناس عن القراۃ حین قال ذلک - قال یعقوب بن سفیان ھو خطاء لا شک فیہ ولا ارتیاب - وقال فی السنن الکبری ھذا خطاء لا شک فیہ رواہ مالک و معمر وغیرھما عن ابن اکیمۃ عن ابی ھریرۃ - یہ حدیث ابوہریرہ کی حدیث منازعت کے ہم مضمون ہے مگر اسمین چونکہ جہری مین باز آنے کی قید مذکور نہین ہے بلکہ مطلقاً نماز مین لوگون کا قرأت سے باز آنا مذکور ہے تو اظہر یہ ہے کہ ابن بحینہ کو اسکے بیان سے نسخ قرأت وراء الامام مطلقاً کا ظاہر کرنا مقصود ہے اس صورت مین یہ حدیث بشرط صحت دلیل نسخ قرأت علی الاطلاق ہوگی ورنہ دلیل نسخ فی الصلوات الجہریہ تو لا محالہ ہوگی کیونکہ اس مطلق کو اسی مقید پر حمل کرینگے جو ابوہریرہ کی حدیث گذشتہ سے معلوم ہوا - اب بحث طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہین سو امام بیہقی نے تو بحوالہ یعقوب بن سفیان اسکو بلا شک وشبہ خطا بتایا ہے مگر تقلید مذموم مین اگر پھنسے رہین تو عظمت بیہقی پر اعتماد کرکے اسکو جو چاہو خیال کرلو مگر جو دلیل خطا بیہقی نے لکھی ہے وہ ایک تار عنکبوتی ہے اس سے خطا ہونا اس حدیث کا ثابت نہین ہوتا ہے اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ زہری کی سات تلامذہ

Marfat.com

مالک و معمر و یونس و اسامہ و اوزاعی و سفیان بن عیینہ و عبدالرحمن بن اسحق تو اسکو عن الزهری عن
ابن اکیمہ عن ابی هریرة روایت کرتے ہین جیسا کہ ہم بھی ابوداود سے اسکو پہلے مفصل نقل کر چکے
ہین مگر اس سند مین زہری کا بھتیجا جسکا نام محمد بن عبداللہ بن مسلم ہے اور تلمیذ زہری ہے اسکو
عن الزهری عن عبدالرحمن بن هرمز عن عبداللہ بن بحینہ روایت کرتا ہے اسلئے اسکی یہ
روایت اُن سات تلامذہ ثقات کے مخالف ہوئے تو لامحالہ یہ حدیث خطا و ناصواب ہوئے۔ مگر واقفان
فن حدیث جانتے ہین کہ جیسے ایک صحابی سے کسی متن واحد کا باسانید متعددہ مروی ہونا مستبعد نہین
ہے ایسے ہی متن واحد کا دو مختلف صحابیون سے منقول ہونا کچھ کمیاب نہین ہے سو کیا زہری کو یہ مضمون
اگر ابوہریرة سے بواسطہ ابن اکیمہ پہونچا ہو اور ابن بحینہ سے بواسطہ عبدالرحمن بن هرمز پہونچا ہو تو
استبعاد کیا ہے اس صورت مین ابن اخی الزهری کو مخالف دیگر تلامذہ سمجھنا قواعد محدثین کے خلاف ہے
تو اس حدیث کو خطا سمجھنا خود خطا ہی معہذا وہ قصہ جسکو ابوہریرہ نقل کرتے ہین وہ صبح کی نماز کا واقعہ ہے
خدا جانے اُسوقت کسقدر صحابہ شریک جماعت ہونگے تو کیا وہ قصہ اگر کسی دوسرے صحابی سے منقول
ہو تو اسکو خطا سمجھین معلوم نہین کہ کن محدثین کا یہ قاعدہ ہی بالفرض اگر یہ سند ضعیف بھی ہوتی
تو چونکہ دوسرے صحابی کی روایت سے موید ہے تو حسن لغیرہ ہوگی تو اسکو خطا بتانا کیسے صحیح ہوا
اگر کوئی یہ کہے کہ غرض بیہقی کی اس قول سے متن حدیث کا تخطیہ نہین ہے بلکہ سند مذکور کا تخطیہ
ہے سو ہم کہینگے کہ تخطیہ سند کی کوئی وجہ بقاعدہ محدثین ہونی چاہیئے مگر جو وجہ اسکی انہون نے
بیان کی ہو وہ کسی محدث معتبر کا مذہب نہین ہے پھر اس خطا کو اگر حسبان و ظن کیساتھ بیان کرتے
تب بھی ایک بات تھی جسکی کچھ توجیہ ہو سکتی مگر بلاشک و ارتیاب اسکو خطا بتانا کسی دلیل قطعی سے
اُنکے نزدیک ثابت ہوگا مگر معلوم نہین کہ وہ دلیل قطعی کیا ہے اگر یہ دلیل مذکور ہی قطعی ہے تو وہ قطعی
البطلان تو ضرور ہے قطعی الصحت ہرگز نہین اُس سے تو ظن خطا بھی ثابت نہین ہوتا ہی حقیقت
امر یہ ہے کہ امام بیہقی کا یہ تخطیہ بھی ویسا ہی خیال محض ہے جیسا کہ گذشتہ سند اوزاعی کا تخطیہ
تھا چنانچہ اُسکی حقیقت اوپر منشرح ہو چکی ہی باقی اس تخطیہ کی دلیل جو ہے وہ سب اہل
فہم کے روبروی موجود ہے اُس سے ہرگز اس سند کا خطا ہونا معلوم نہین ہو سکتا ہے
چنانچہ علامہ سندی نے اپنے رسالہ تنقیح الکلام مین علامہ بیہقی پر یہی مواخذہ کیا ہی وہ لکھتے ہین

تخطیہ بیہقی کا قواعد محدثین کے خلاف ہے

هذا كلام ساقط الاعتبار اذ لا امتناع فی کون الحدیث الواحد مرویا عن صحابیین
بسند واحد او بسندین مختلفین ولم یقل بامتناعه احد فیما علمنا من اهل
العلم بالحدیث - بالجملہ یہ حدیث صحیح ہے اسکو خطا بتانا تعصب مذہبی پر مبنی ہے اب مزید
احتیاطاً اسکی رواۃ کا حال بھی فرادی فرادی لکھدینا انسب ہی تقریب مین ہے - عبد اللہ بن
مالک بن القشب الازدی حلیف المطلب یعرف بابن بحینة صحابی معروف من رجال
الستة اور عبد الرحمن بن ہرمز کی نسبت تحریر فرماتے ہین - عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج
ابو داؤد المدنی مولی ربیعة بن الحارث ثقة ثبت عالم من الثالثة من رجال
الستة اور زہری کی نسبت فرماتے ہین - محمد بن مسلم الفقیه الحافظ متفق علی جلالته
واتقانه من رجال الستة اور ابن اخی الزہری کی نسبت ارقام فرماتے ہین - محمد بن عبد اللہ
بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری المدنی ابن اخی الزہری صدوق له اوهام من رجال الستة
جب یہ چارون رواۃ صحاح ستہ کی رواۃ ہین تو اور زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے کہ یہ ہر طرح
معتبر ہین مگر شاید کوئی ابن اخی الزہری کی اوہام سے خیال کرے کہ یہ حدیث خطا ہے لیکن اگر وجہ
تخطیہ یہی ہے تو بخاری و مسلم وغیرہ مین جسقدر اسکی روایات ہین وہ سب خطا ہونی چاہئین ورنہ
وجہ فرق کیا ہے کہ یہ روایت تو اسکی خطا سمجھی جاوے اور صحیحین وغیرہ کی روایات معتبر خیال کیجاوین
علاوہ برین اس اوہام سے وہم خطا تو ہو سکتا ہے مگر یقین خطا کیونکر حاصل ہوا تحقیقی جواب یہ ہے
کہ کسی راوی کو احیاناً خطا و وہم کا لاحق ہوجانا اسکی معتبر و ثقہ ہونے مین قادح نہین ہے دیکھو شعبة
بن الحجاج کو بقول امام ترمذی بہت جگہ خطا لاحق ہوئی ہین مگر پھر بھی وہ معتبر و ثقہ رجال صحیحین سے
ہین ہان جس حدیث مین سے راوی کا وہم و خطا جزماً معلوم ہوجاوے اُس حدیث خاص کو خطا
کہنا محدثین کے نزدیک جائز ہے مگر یہ نہین کہ ایک یا چند جگہ وہم و خطا ہوجانے سے اسکی ساری
حدیثین خطا ہو جاوین جیسا کہ امام بیہقی کو یہان شاید خیال ہے بالجملہ بیہقی کا یہ تخطیہ جملہ محدثین کے
خلاف ہے اور محض بے دلیل ہے ایسا جرح ہرگز قابل التفات نہین ہے یہ حدیث یقیناً صحیح
ہے اور دوسری صحاح سے موید ہے اسلئے اس سے بھی نسخ قرات مقتدی پر استدلال صحیح ہی واللہ اعلم
از انجملہ یہ حدیث ہے اسکو کنز العمال مین بحوالہ خطیب عبد اللہ بن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور

Marfat.com

کوئی جرح اسپر نقل نہین کیا ہے۔ مالی انازع القران اذا صلی احدکم خلف الامام فلیصمت فان قرائتہ لہ قراۃ وصلوتہ لہ صلوۃ یہ حدیث جہری وسری دونون کے حق مین ہے اسمین مقتدی کو وراء الامام خاموشی محض کا حکم ہے اور دلیل اسکی بھی شارع علیہ السلام نے بیان فرمادی کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہی اور اسکی نماز کامل مقتدی کی نماز کامل ہی یہ جملہ تعلیلیہ اسوجہ سے ارشاد فرمادیا کہ شاید کوئی مقتدی یہ خیال کرے کہ بلاقرأت جیسے منفرد وامام کی نماز ناقص ہوتی ہے ایسے ہی مبادا کہ مقتدی کی نماز بھی بلاقرأت خداج وناقص ہو اسلئے اسکا دفعیہ اس جملہ سے فرمادیا یعنی چونکہ نماز جماعت بہئیت اجتماعی نماز واحد ہی اور امام کا وظیفہ قرأت اور مقتدی کا وظیفہ صموت ہے تو قرأت امام سب کی طرف سے عند الشارع محسوب ہے تو مقتدی کی نماز بلا اسکی قرأت کے ویسے ہی کامل ہوگی جیسے امام کی نماز بوجہ قرأت کے کامل ہی ہان اگر امام ومقتدی کی نمازین جدا جدا ہوتین توہر ایک کی نماز بلاقرأت ہر ایک کے ناقص رہتین۔ اور ممکن ہی کہ جملہ صلوتہ لہ صلوۃ سے مراد یہ ہو کہ فاتحہ امام کی اسکی طرف سے بھی فاتحہ ہے کیونکہ اسماء فاتحہ مین سے لفظ صلوۃ بھی ہے جیسا کہ حدیث قسمت الصلوۃ بینی عبدی نصفین سے معلوم ہوا اس صورت مین اس جملہ کا عطف پہلے جملہ پر از قسم تخصیص بعد التعمیم ہوگا یعنی امام کی مطلق قرأت بھی اسکی قرأت ہے اور خاصۃً فاتحہ بھی اسکی طرف سے فاتحہ ہے یہ توجیہ اگرچہ خلاف متبادر ہے مگر فلیصمت کی دلیل دوسری توجیہ سے اسقدر چسپان نہین ہے جسقدر اس توجیہ سے چسپان ہے بہرنہج اس حدیث سے استدلال ترک قرأت مقتدی پر ہر طرح صحیح ہے۔ ازانجملہ یہ حدیث ہے اسکو بیہقی نے کتاب القراۃ مین روایت کیا ہے عن الحارث عن علی قال سال رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام او انصت قال لا بل انصت فانہ یکفیک یہ حدیث بھی مطلق نمازون سے متعلق ہے جہری وسری کو شامل ہے سو اسمین نہی عن القرات ہے اور حکم انصات ہے ہرچند کہ اسمین حارث اعور راوی ہے اور اسمین عند المحدثین کچھ مقال ہے مگر دوسری روایات صحاح سے موید ہے اسلئے یہ کم از کم حسن لغیرہ ہے۔ ازانجملہ یہ حدیث ہے جسکو مسلم نے باب تشہد مین روایت کیا ہے۔ حدثنا اسحق بن ابراھیم اخبرنا جریر عن سلیمان التیمی عن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن حطان عن ابی موسی الاشعری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیومکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا الخ۔

ترجمہ حدیث پنجم
حدیث ناسخ چہارم
ترجمہ جب کسی نے قرآن مین منازعت کیجاتی ہے جبکہ کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسکو خاموش رہنا چاہیئے امام کی قرأت اسکی قرأت ہے اور فاتحہ ونماز امام کی اسکی بھی ہے

حدیث ناسخ پنجم
ترجمہ جب تم نماز پڑھو صفوف کو برابر کرو پھر ایک تم مین سے امام بنے اور جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو

یہان بھی بحث طلب دو امر ہین اوّل یہ کہ یہ حدیث سنداً کیسی ہے دوم یہ کہ متن حدیث سے کیا ثابت ہوا سو ابناء زمانہ کا خیال فاسد ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہین ہے کیونکہ ابوداوٗد نے اس کو اس طرح روایت کیا ہے اور زیادۃ اذا قرا فانصتوا کو غیر محفوظ بتایا ہے عن المعتمر قال سمعت ابی سلیمان التیمی قال حدثنا قتادۃ عن ابی غلاب یحدثہ عن حطان الرقاشی بھذا الحدیث زاد فاذا قرأ فانصتوا قال وقولہ وانصتوا لیس بمحفوظ لم یجئ بہ الا سلیمان التیمی فی ھذا الحدیث خلاصہ اسکا یہ ہے کہ قتادہ کے اکثر تلامذہ نے یہ جملہ اذا قرأ فانصتوا روایت نہین کیا ہے صرف سلیمان تیمی اسکو روایت کرتا ہے سو چونکہ سلیمان اس زیادت مین جملہ دیگر رواۃ کے خلاف ہے اسلئے اُسکی روایت شاذ و مردود ہوئی۔ علی ہذا نووی و بیہقی و دارقطنی بھی اسکو شاذ و مردود ٹھہراتے ہین اُنکی علّت شذوذ بھی یہی ہے جو ابوداود نے بیان کی ہے۔ اب اسکا جواب سُنئے ان اکابر کا یہ قدح ہرگز صحیح نہین ہے اگر سلیمان تیمی ضعیف راوی ہوتا اور واقعی اس زیادت مین متفرد ہوتا تب تو یہ حدیث باصطلاح محدثین درحقیقت شاذ و مردود ہوتی مگر یہ دونون باتین نفس الامر مین غلط ہین تو اسکا شاذ ہونا بھی یقیناً غلط ہے اُسکا ضعیف ہونا تو اس وجہ سے غلط ہے کہ سلیمان تیمی جسکی کنیت ابوخالد الاحمر ہے رجال صحیحین سے ہے وہ ثقہ و حافظ و ضابط ہے ابن حجر تہذیب التہذیب مین لکھتے ہین قال اسحق بن راھویہ سالت وکیعاً عنہ فقال وابوخالد یسئل عنہ وقال ابن ابی مریم عن ابن معین ثقۃ وکذا قال ابن المدینی وقال النسائی والدارمی عن ابی معین لیس بہ باس وقال ابن سعد کان ثقۃ کثیر الحدیث وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال العجلی ثقۃ ثبت اور امام مسلم نے بھی جب کسی شاگرد نے اس حدیث کی صحت مین قدح کیا تو یہ جملہ بطور استفہام انکاری ترید احفظ من سلیمان فرمایا اور ایسے ہی علامہ عبدالعظیم منذری مؤلف ترغیب و ترہیب نے ابوداود کی اس قدح کو رد کیا ہے وہ لکھتے ہین فیہ نظر فان اباخالد الاحمر ھذا ھو سلیمان ابن حبان وھو من الثقات الذین احتج بھم البخاری ومسلم۔ اور سلیمان تیمی کا اس زیادت مین متفرد ہونا اس وجہ سے غلط ہے کہ دو متابع اُسکے تو دارقطنی مین ہین اور ایک صحیح ابی عوانہ مین ہے سنن دارقطنی مین ہے۔ حدثنا ابوحامد محمد بن ھارون الحضرمی حدثنا محمد بن یحیی القطعی حدثنا سالم بن نوح حدثنا عمر بن عامر وسعید بن

۴ ابوداود کی جرح کا جواب ۔۔۔

۵ ترجمہ ابوداود کی اس جرح مین کلام ہے کیونکہ ابوخالد احمر سلیمان تیمی ہے وہ ثقہ ہے جس سے بخاری و مسلم حجت پکڑتے ہین ۔۔۔

Marfat.com

ابی عروبۃ عن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی قال صلی بنا
ابو موسی فقال ابو موسی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلمنا اذا صلی بنا
قال انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ ھکذا املاہ
علینا ابو حامد مختصرًا سالم بن نوح لیس بالقوی اس حدیث مین دو ثقات معتبر یعنی عمر بن
عامر اور سعید بن ابی عروبہ بھی قتادہ سے اسکو معہ زیادت جملہ اذا قرأ فانصتوا روایت کرتے ہین
جیسا کہ سلیمان تیمی قتادہ سے اسکو روایت کرتا ہے تو سلیمان تیمی اس روایت مین منفرد نہوا باقی ان
دونون متابعین سے اسکو روایت کرنے والا سالم بن نوح ہے اور دار قطنی نے اسکو غیر قوی بیان کیا ہے
اسلئے اُنکی متابعت مین شبہ ہوگیا ہے کہ آیا وہ نفس الامر مین متابعین ہین کہ نہین سو اسکا جواب یہ ہے
کہ یہ[1] دار قطنی کا تعصب ہے کہ اپنے مخالف مذہب حدیث مین سقم نکالا کرتا ہے اور اپنے موافق حدیث
مین باوجود سقم جارح کے اغماض کیا کرتا ہے چنانچہ جہر بسملہ مین احادیث ضعیفہ معلولہ مین اسکا اغماض
معروف ومشہود ہے۔ سالم بن نوح سے امام بخاری نے ادب مفرد مین اور امام مسلم اور ابن خزیمہ اور
ابن حبان نے اپنی صحاح مین روایت کی ہے اور نسائی جیسے متشدد اور ابوداؤد و ترمذی نے بھی اپنے
سنن مین اس سے روایت کی ہے اور عینی نے بنایہ مین ذکر کیا ہے ان ابن خزیمۃ ایضًا ممن
صحح ھذا الحدیث اور ذہبی نے اپنی میزان الاعتدال مین بھی اس تفرد سلیمان کو دفع کیا ہے
عبارت اُنکی یہ ہے۔ ثم ھذہ الزیادۃ قد اخرجھا مسلم من حدیث ابی موسی وطعن
فیھا البخاری فی جزء القرأۃ وقال البزار لا نعلم احدًا قال فیہ واذا قرأ فانصتوا
الا سلیمان التیمی لکن حدثنا القطعی عن سالم بن نوح عن عمر بن عامر عن قتادۃ
مثلہ اور زیلعی نے نصب الرایۃ مین لکھا ہے۔ ورواہ ابن عدی فی الکامل عن سالم بن نوح
العطار عن عمر بن عامر وسعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ بنحوہ وقال ھذا الحدیث
لسلیمان التیمی اشھر منھا لغیرہ۔ شاید دار قطنی نے اسکو غیر قوی اسلئے کہا ہو کہ تقریب التہذیب
مین ہو۔ سالم بن نوح بن ابی عطاء البصری ابو سعید العطار صدوق لہ اوھام مگر
امام بخاری ومسلم ودیگر محدثین کے نزدیک کسی راوی کو اوہام وخطا کا عارض ہوجانا موجب ضعف
نہین ہے ورنہ امام المحدثین شعبۃ بن الحجاج اور ابن اخی الزہری کو خطاء او ہام لاحق ہوئے ہین مگر

[1] دار قطنی کا تعصب بیان مذموم ہے

Marfat.com

باانیہمہ وہ دونون رجال صحیحین سے ہین ہان جس حدیث مین کسی کا وہم متیقن یا مظنون ہو وہ حدیث نامعتبر ہوگی مگر یہ نہین کہ اُسکی ساری حدیثین ضعیف ومتروک ہوجاوین چنانچہ تقریب مین ابن اخی الزہری کی نسبت بھی یہی جملہ ہے جو سالم مذکور کی نسبت ہے مگر بخاری ومسلم کے رجال سے ہے بالجملہ سلیمان تیمی ثقہ وضابط بھی ہے اور اس زیادت مین متفرد بھی نہین ہے تو اُسکی یہ حدیث شاذ ومردود کس طرح ہوسکتی ہے بالفرض اگر اُسکا کوئی متابع بھی نہوتا تب بھی یہ حدیث شاذ نہوتی بلکہ از قسم زیادت ثقہ ہوتی جو جمہور محدثین کے نزدیک مقبول ہے نخبۃ الفکر مین ہے ان الزیادۃ اما ان تکون لا تنافی بینہا وبین روایۃ من لم یذکرھا فہذہ تقبل مطلقا لانہا فی حکم الحدیث المستقل الذی یتفرد بہ الثقۃ ولا یرویہ عن شیخہ غیرہ اور صحیح ابی عوانہ مین متابع سلیمان ابو عبیدہ ہے۔ حدثنا عبد اللہ بن رشید حدثنا ابو عبیدۃ عن قتادۃ عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی عن ابی موسی الاشعری الخ تقریب مین ہے ابو عبیدۃ بن محمد بن عمار بن یاسر مقبول من الرابعۃ اب غور کرو کہ خود دار قطنی محمد بن اسحق راوی حدیث عبادہ کی تضعیف صراحۃً کرتے ہین چنانچہ ہم حدیث عبادہ کی شرح مین اُسکو بحوالہ عیون الاثر نقل کرچکے ہین مگر باانیہمہ حدیث محمد بن اسحق کو دار قطنی حسن لکھتے ہین سو یہ تناقض اقوال اگر مبنی بر تعصب مذہب نہین ہے تو اور کیا ہے تو کیا سالم بن نوح محمد بن اسحق سے بھی گیا گذرا ہوا ہے اور بالفرض اگر سالم متفق علیہ بھی ضعیف ہو تو بیش برین نیست کہ اُسکی روایت سے ہر دو متابع کا ثبوت نہوگا مگر سلیمان تیمی خود ثقہ ہے اُسکی زیادت پھر بھی مقبول ہوگی تو اُسکی تضعیف سے کیا نقصان ہوا بہر نہج یہ حدیث ابو موسی سند اصحیح ہے ابو داود وغیرہ کا جرح اُسپر خلاف قاعدہ محدثین ہے۔ اب[1] امر دوم یعنی متن حدیث کی طرف متوجہ ہوجئے کہ اُس سے کیا ثابت ہوتا ہے سُنئے چونکہ اس حدیث مین جسقدر جمل شرطیہ ہین سب مطلق نماز سے متعلق ہین خواہ نماز جہری ہو یا سری ہو تو یہ جملہ اذا قرا فانصتوا بھی ہر دو نماز کے متعلق ہوگا جس سے صاف معلوم ہوگا کہ شارع علیہ السلام نے مطلقاً نماز مین مقتدی کو حکم انصات دیا ہے تو یہ حدیث اُس اباحت قرأت کی ناسخ ہوگی جو پہلے سے بحکم شارع جاری تھی۔ مگر اہل حدیث جو انصاف پسند ہین اس حدیث کی صحت کے تو چار ناچار قائل ہوئے مگر اسمین ایک تو تاویل کرتے ہین اور ایک خدشہ ہمارے اثبات مدعی مین پیش کرتے ہین۔ تاویل تو یہ ہے کہ شارع کی مراد اس سے

[1] امر دوم کی بحث یعنی متن حدیث کی

Marfat.com

انصات عن السورت ہے نہ کہ انصات عن الفاتحہ تاکہ حدیث عبادہ اور اس حدیث مین جمع متصور
رہے مگر اہل فہم جانتے ہین کہ جمع بین الحدیثین وہان کرتے ہین جہان دو حدیثین ایک واقعہ سے
متعلق ہون اور دونون کا مضمون باہم متناقض تہو اور جہان وہ واقعات مختلفہ سے متعلق ہون
اور مضمون مین متناقض ہون تو تقدم وتاخر کی تلاش ہوتی ہے سو مقدم متروک العمل ہوتی ہے اور موخر
معمول بہ ہوتی ہے چنانچہ یہ قاعدہ امام بخاری ودیگر ائمہ حدیث کا مسلمہ ہے انما یوخذ من امر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاخر فالاخر سو یہ حدیث ابموسی بعینہ وہی واقعہ ہے جسکو
ابوہریرہ بھی نقل کرتے ہین چنانچہ وہ آگے آتی ہے اور یہ حدیث ابوہریرہ کی حدیث منازعت سے بھی بعد کی
ہے اور ابوہریرہ کی حدیث منازعت کا تاخر حدیث عبادہ سے ہم گذشتہ حدیث مین نہایت مدلل
بیان کر چکے ہین سو لامحالہ یہ حدیث ابموسی بھی حدیث عبادہ سے موخر ہے تو انمین جمع کرنا حمقا کا
کام ہی نہین بلکہ حدیث عبادہ منسوخ ہے کہ مقدم ہے اور یہ حدیث اور اسکے ہم معنی دیگر احادیث
ناسخ ہین کہ موخر ہین کیا اہل حدیث حدیث عبادہ کو تو آیت استماع وانصات کا ناسخ ومخصص تسلیم
کرین اور وجہ یہ بیان کرین کہ حدیث عبادہ مدینہ کا واقعہ ہے اور آیت مذکور مکی ہے تو موخر مقدم کا
ناسخ ہوگیا مگر یہی قصہ حدیث عبادہ اور اس حدیث ابموسی مین ہے کہ حدیث عبادہ ابتدائے ہجرت
کا واقعہ ہے اور حدیث ابموسی وابی ہریرہ بعد خیبر کا واقعہ ہے کیونکہ ابوموسیٰ اور ابوہریرہ سال خیبر
مین حاضر خدمت اقدس ہوئے ہین اور یہ بھی ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ قدوم ابوہریرہ کے بعد تک قرأت
وراء الامام جاری تھی اور ابوہریرہ نے بھی امر قرأت فاتحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا چنانچہ
بیہقی نے کتاب القرأۃ مین ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلوۃ ثم اقبل بوجھہ علینا فقال اتقرأون خلف الامام بشی فقال بعضہم نقرأ و
قال بعضھم لا نقرأ فقال اقرأوا بفاتحۃ الکتاب مگر بعد مین چونکہ حدیث منازعت اور یہ
حدیث بھی ابوہریرہ نے سنی اسلئے وہ جہری مین مطلقاً تارک قرأت ہوئے ہان سری مین مجوز
رہے چنانچہ بیہقی نے ہی سنن کبری مین یہ اثر ابوہریرہ بسند صحیح روایت کیا ہے۔ عن عاصم بن
ذکوان عن عائشۃ وعن ابی ہریرۃ انھما کانا یامران بالقراۃ اذا لم یجھر باقی سری مین
انکا مجوز قرأت ہونا اسکی بحث ہم آیندہ حدیث ابوہریرہ مین کرینگے بالجملہ ابوہریرہ نے شارع علیہ السلام

سلہ ترجمہ شارع علیہ السلام کے معمولات مین سے پچھلا پچھلا لینے کے قابل ہے ۱۲

سلہ ترجمہ عائشہ وابوہریرہ دونون نقضی کہ قرأت کلام امام کرتے تھے جن نمازون مین کہ جہر [illegible]

Marfat.com

سے امر قرأت وراء الامام بھی سُنا جو عبادہ کی حدیث کے ہم معنی ہے پھر انکار شارع بھی سُنا اور اسی کو اپنا مسلک قرار دیا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث ممانعت انکی حدیث اباحت سے موخر ہے ورنہ اُنکا مذہب حدیث اباحت کے موافق ہوتا جہری و سرّی مین آمر بالقرأت ہوتے پھر جیسے ابو ہریرہ کی حدیث ممانعت کا انکی حدیث اباحت سے موخر ہونا ثابت ہوا ایسے ہی دیگر صحابہ کی احادیث اباحت سے بھی اُسکا موخر ہونا معلوم ہو گیا کیونکہ وہ سب ابو ہریرہ کی حدیث اباحت کی ہم مضمون ہین بہر نہج ابو ہریرہ کی حدیث منازعت اور ابو موسی اور ابو ہریرہ کی یہ حدیث اذا قرأ فانصتوا اگر جہری نماز ہی سے متعلق ہون جیسا کہ بعض محدثین کا خیال ہے تب بھی حدیث عبادہ سے لامحالہ موخر ہین کیونکہ ابو ہریرہ وغیرہ نے انہین احادیث کیوجہ سے اپنے مسموع حدیث اباحت کو جہری نمازون مین متروک العمل ٹھہرایا ہے عبادہ چونکہ اس ممانعت پر واقف نہوے اسلئے وہ اسپر عامل رہے سو یہ ایسا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رکوع مین نہی عن التطبیق پر مطلع نہوے اسلئے وہ اسکے مجوز رہے مگر دیگر صحابہ اُس نہی پر مطلع ہوے اسلئے انہون نے اسکو منسوخ العمل سمجھا سو جیسے عبداللہ بن مسعود کا مجوز تطبیق ہونا دوسرون پر حجت نہین ہو سکتا ہے ایسے ہی عبادہ کا مجوز قرأت ہونا واقفین نسخ پر حجت نہین ہو سکتا ہے الحاصل اہلحدیث کی یہ تاویل جمع ہوائے نفس ہے مقدم و موخر مین بشرطیکہ باہم متناقض ہون جمع کرنا عقلاً و نقلاً باطل ہے ہان ایک کو منسوخ اور دوسری کو ناسخ سمجھنا قول منصور اور مسلک جمہور ہے جب یہ تاویل ہی باطل ہوئی تو یہ کہنا کہ یہان انصات عن السورة مراد شارع ہے انصات عن الفاتحہ مراد نہین ہے خود باطل ہوگا علاوہ برین ہم پوچھتے ہین کہ علماء احناف جب یہ کہتے تھے کہ حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب مین مقتدی داخل نہین ہے اور قول ابو ہریرہ اقرأ بہا فی نفسک مین صلوة جہری داخل نہین ہے تب تو وہ غیظ و غضب تھا کہ خدا کی پناہ اب تم خود اس حدیث اذا قرأ فانصتوا مین کہتے ہو کہ اسمین فاتحہ داخل نہین ہے تو اب وہ غیظ و غضب کہان جاتا رہا حالانکہ قول احناف نہایت مبرہن ہے جیسا کہ ہم پہلے مدلل لکھ چکے ہین اور تمہارا یہ قول بربنائ جمع بین الحدیثین ہے جسکا یہ موقع ہرگز نہین ہے چنانچہ ابھی مدلل ہوا ہی نہین بلکہ یہ حدیث قرأت فاتحہ اور سورت دونون کو شامل ہی اور مقتدیون کو دونون سے منع کرتی ہے سورت کی ممانعت تو حدیث عبادہ سے ہی ثابت تھی اُسکی ممانعت اسوقت کیا فرماتے ہان فاتحہ کی اجازت

ف حدیث عبادہ پر عمل کرنا ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث تطبیق پر عمل کرنا غلط ہے ۱۲

Marfat.com

پہلے سے تھی سو اِس حیثیت سے اُسکی بھی ممانعت ہوگئی اب بحث طلب یہ ہے کہ آیا یہ ممانعت اسوقت سے جہری وسری دونون مین ہوئی یا فقط جہری مین ہوئی ہے سو الفاظ حدیث سب کے سامنے ہین اُسمین نہ تخصیص فاتحہ وسورت کی ہے اور نہ جہری وسری کی تخصیص ہے اور نہ لغت سے اُسکا پتہ ہے کہ جہری قرأت کو ہی قرأت کہتے ہین سری قرأت کو قرأت نہین کہتے ہین اور نہ حدیث سے اُسکا پتہ ہے بلکہ خود ابی ہریرہ کی روایت سے ثابت ہے کہ جہری وسری دونون شرعاً قرأت ہین بخاری شریف مین ہے عن عطاء انہ سمع اباہریرۃ یقول فی کل صلوۃ یقرأ فما اسمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمعناکم وما اخفی عنا اخفینا عنکم سو اب لامحالہ اسکے معنی اور اس سے مقصود شارع یہی ہوگو کہ امام کی قرات کیوقت مقتدی کو اصلاً قرأت نہین کرنی چاہیئے بلکہ اُسکو محض انصات چاہیئے باقی اسکی تخصیص اگر کرنی ہی ہے تو ایسی احادیث سے کرین جنکا تاخر اس حدیث سے بنقل صحیح ثابت ہو کیونکہ مخصص وناسخ کا بالاتفاق موخر ہونا ضروری ہے آخر حدیث عبادہ آیت استماع کی مخصص بزعم اہل حدیث کیون ہوئی اسی لئے کہ وہ آیت سے موخر ہے اور آیت مذکورہ حدیث عبادہ کی ناسخ کیون نہوئی اسی لئے کہ وہ حدیث مذکورہ سے مقدم ہے سو ایسے ہی یہان بھی وہی قاعدہ برتنا چاہیئے کہ حدیث اذا قرأ فانصتوا کی اگر تخصیص کرنی ہے تو اُن احادیث سے کرو جو اس سے یقیناً موخر ہون مگر عجب تماشا ہے کہ حدیث عبادہ وانس وابوہریرہ وغیرہ جنمین امر قرأت ہے وہ یقیناً مقدم ہین چنانچہ ابوہریرہ کی حدیث اباحت کا مقدم ہونا اور حدیث ممانعت کا موخر ہونا اور حدیث ممانعت کا ناسخ حدیث اباحت ہونا مدلل کرچکے ہین جس سے خود بخود یہ ماننا پڑیگا کہ ابوہریرہ کی حدیث اباحت کے جسقدر احادیث دیگر صحابہ کی ہم مضمون ہین وہ سب ابوہریرہ کی حدیث ممانعت سے مقدم ہین اور منسوخ الحکم ہین ورنہ اگر یہ خیال کیا جاوے کہ جب تک عبادہ وغیرہ سے بھی اُسکا نسخ منقول نہو اُسکی حدیث قرأت منسوخ نہوگی تو ساری شریعت ہی درہم برہم ہوجاویگی عبداللہ بن مسعود سے حدیث تطبیق بین الرکوع تو منقول ہے مگر نہی اُس سے دیگر صحابہ سے منقول ہے مگر اُن سے منقول نہین ہے تو اُسکو اہل حدیث نے کیون منسوخ سمجھ لیا اور حدیث اذا صلے جالسا فصلوا جلوسا اجمعین مختلف صحابہ سے منقول ہے اور مرض الوفات تک اُسپر عملدرآمد رہا مگر ایک عایشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے اُن سب صحابہ کی احادیث کا نسخ کیون مان لیا گیا چنانچہ امام بخاری اسکی بابتہ

Marfat.com

تحریر فرماتے ہین انما یوخذ بالآخر فالآخر من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کاش محدثین جملہ
مسائل مختلف فیہا مین اس قاعدہ کے پابند رہتے تو بہت کچھ اختلاف مٹ جاتا تو اب یہان جب
ابوہریرہ کی حدیث قرأت کا نسخ انکی حدیث ممانعت سے ثابت ہوا تو دوسرون کی احادیث قرأت
کا نسخ اُس سے کیون ثابت نہو گا وہ قاعدہ یہان کیون جاری نہین کرتے ہین کچھ تو غور کرو کوئی فرق
معقول تو آمین اور اوپر کے مسائل مین بیان کرو ہوائے نفس کو دین کے تابع بناؤ دین کو تابع ہوے
نہ بناؤ حقیقت امر یہ ہے کہ اہل حدیث نے جمع بین الحدیثین کا نام سُن لیا ہے اور اسکی تحقیق نکی کہ
کس جگہ جمع کا موقع ہوتا ہے اور کس جگہ نسخ کا موقع ہے سو سنو جو احادیث ایک واقعہ کی حکایات
ہوتی ہین اور انمین اختصار و تطویل کا فرق ہوتا ہے اور مضامین مین کوئی تناقض نہین ہوتا ہے یا جو
احادیث وقائع متعاقبہ کی حکایات ہون مگر مضموناً متعارض نہون تو وہان تو جمع بین الحدیثین کرتے
ہین جیسے مغازی رسول اللہ صلعم یا آپکے حج کے قصص مطولاً و مختصراً مروی ہین تو انمین جمع بین الاحادیث
کرتے ہین اور جو احادیث مضموناً متعارض ہون اور واقعات مقدمہ و موخرہ سے متعلق ہون تو وہان موخر
حدیث ناسخ ہوتی ہے اور مقدم منسوخ سو یہان احادیث زیر بحث اس دوسری قسم کی ہین ان مین
جمع کرنا اپنی حماقت کو ظاہر کرنا ہے بالجملہ یہ تاویل اہل حدیث کے باطل محض ہے نہ قواعد محدثین اُسکے
مساعد ہین اور نہ ضوابط فقہاء اُسکے موید ہین ایک خیال خام ہے جو دلمین پک گیا ہے ذٰلک شیٔ
یجد ونہ فی صدورھم فلا یصدنکم سو لامحالہ یہ حدیث احادیث اباحت سے موخر ہے اور فاتحہ
و سورت کو شامل ہے اور جہری سری دونون نمازون سے متعلق ہے تو اس سے مقتدی کی قرأت مطلقاً
کا ہر قسم نماز مین نسخ ثابت ہوا ھذا ھو الحق الذی لا مناص عنہ واللہ ولی التوفیق و بیدہ
ازمۃ التحقیق ۔ اب اُس خدشہ کی طرف دھیان کیجئے جو اہلحدیث ہمارے استدلال پر پیش کرتے
ہین وہ یہ ہے کہ یہ حدیث ابوموسیٰ وہی ہے جسکو ابوہریرہ بھی روایت کرتے ہین چنانچہ آیندہ وہ مذکور
ہونے والی ہے اور اثر ابی ہریرہ سے جو اوپر مذکور ہو چکا ہے ثابت ہے کہ ابوہریرہ اس حدیث کو جہری پہ
حمل کرتے ہین اور سری مین امر بالقرأت ہین اور ظاہر ہے کہ فہم صحابی پچھلون کے فہم سے مقدم ہے
اسلئے اس حدیث سے استدلال دونون قسم صلوات مین نسخ قرأت پر صحیح نہوا کیونکہ دلیل مذکور دعوے
عام سے خاص ہے اور دعوی و دلیل مین تساوی یا عموم دلیل جمیع عقلاء کے نزدیک شرط ہی یہ شبہ

Marfat.com

بظاہر دلچسپ ہے مگر درحقیقت یہ سفسطہ ہے کیونکہ اولاً فہم صحابی اگر فہم متاخرین سے اقدم ہے تو یہ فہم ابوہریرہؓ اہل حدیث کے فہم سے بھی تو اقدم ہوگا سو وہ اُسکو جہری مین ناسخ قرات مطلقاً سمجھتے ہین اور اہل حدیث اسکو جہری مین بھی ناسخ نہین سمجھتے ہین سو انہون نے فہم صحابی کو کہان مقدم جانا بلکہ اپنی فہم کو ہی ارجح سمجھا پھر احناف پر کیا اعتراض ہے وہ تو قول شارع کی اطلاق سے استدلال کرتے ہین نہ کہ فہم صحابہ سے سو یہ بات تو اہلحدیث بھی اختیار کئے ہوئے ہین اور ثانیاً فہم صحابی کا متاخرین کے فہم سے لامحالہ اقدم ہونا شرعاً باطل ہے ارشاد نبوی ہے رُبَّ حامل فقہ غیر فقیہ و رب حامل فقہٍ الی من ھو افقہ منہ اور ثالثاً یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض ابوہریرہ اور ابی موسی کے کان مین تو فرمائی نہو گی مجمع نماز مین فرمائی ہوگی سو بہت سے صحابہ اسکی رواۃ ہوے تو اگر ابوہریرہ نے اسکو مختص بالجہری سمجھا تو زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن مسعود و ابن عمر و سعد بن وقاص وغیرہ نے تو اسکو دونون کو شامل سمجھا ہے معہذا ابوموسیٰ اشعری کا جہانتک مذہب معلوم ہے وہ یہی ہے کہ وہ مطلقاً نمازون مین مانع قرات ہین تو پھر ایک صحابی کچھ سمجھے اور دوسرا اُسکے خلاف تو وہ دونون فہم خود محتاج ترجیح ہونگے کہ کسکا فہم ٹھیک ہے پھر ایک فہم سے دوسری فہم پر اعتراض خود بیجا ہے باقی اسکی بحث کہ ابوہریرہ نے کس قرینہ سے ایسا سمجھا اور وہ فہم انکا صحیح بھی ہے یا نہین آئندہ حدیث ابی ہریرہ مین آنیوالی ہے بالجملہ یہ حدیث ابیموسی سنداً بھی صحیح ہے اور فاتحہ و سورت دونونکو شامل بھی ہے اور جہری و سری سے بھی متعلق ہے اور حدیث عبادہ سے موخر بھی ہے اور اُسکی ناسخ بھی ہے اور آلودگی خدشات سے پاک و صاف بھی ہے تو استدلال مانعین قرات کا اُس سے ہر طرح صحیح ہے۔

۵ حدیث ششم ناسخ ۲ از انجملہ یہ حدیث ابی ہریرہ ہے جسکو ابن ماجہ اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا قرأ فانصتوا الخ ابوداؤد نے اسکو عن محمد بن آدم مصیصی عن ابی خالد الخ روایت کیا ہے اور آخر مین یہ لکھا ہے قال ابوداود ھذہ الزیادۃ واذا قرأ فانصتوا لیست بمحفوظۃ الوھم عندنا من ابی خالد اور بیہقی نے اس حدیث کے بعد لکھا ہے قال ابو حاتم ھذہ الکلمۃ ای واذا قرا فانصتوا لیست بمحفوظۃ انما ھی من تخالیط ابن عجلان وقد

رواہ ایضا خارجۃ بن مصعب عن زید بن اسلم وخارجۃ ایضا لیس بالقوی۔ اب سُنو
اس حدیث مین ابوخالد احمر وہی سلیمان تیمی ہے جو گذشتہ حدیث ابیموسی مین مذکور ہوا اُسپر جرح
ابوداود کا اول تو جرح مبہم ہے وہ بھی محض ظن سے دوسرے مسلم و احمد و ابن معین و ابن المدینی اور
دارمی و ابن حبان وغیرہ اُسکی توثیق کرتے ہین چنانچہ تہذیب التہذیب سے ہم ان اکابر کے اقوال حدیث
ابیموسی مین ابھی نقل کر چکے ہین تیسری منذری نے اپنی مختصر مین ابوداؤد کے اس جرح کو مدلل رد کر دیا
ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے چوتھی نسائی مین محمد بن سعد انصاری ابوخالد کا متابع قوی ہے حیر اگر ابوخالد
کو وہم لاحق ہوگیا تو اس متابع قوی کو تو وہم نہین لگا حدیث نسائی یہ ہے۔ اخبرنا محمد بن
عبداللہ بن المبارک حدثنا محمد بن سعد الانصاری حدثنی محمد بن عجلان عن
زید بن اسلم عن ابیھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم
بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا اور دارقطنی نے بھی اس حدیث کو بمتن نسائی روایت کیا
ہے اور محمد بن سعد کی توثیق بدین الفاظ کی ہے قال ابوعبدالرحمن کان المخرمی یقول ھو ثقۃ
یعنی محمد بن سعد اب غور کرلو کہ ابوداود کا یہ جرح ہرگز قابل التفات نہین ہے ایسی جروح وہمیہ سے
کوئی حدیث ضعیف نہین ہوسکتی ہے اب اہل انصاف کو یہ کہنا چاہیئے ھٰذا الجرح لیس بمقبول
والوھم عندنا من ابی داؤد رہا وہ جرح جو بیہقی نے ابوحاتم سے نقل کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے
کہ ابوخالد کو تو وہم لاحق نہین ہوا مگر اُسکے شیخ ابن عجلان کو اختلاط پیش آیا ہے۔ اور اسکی تائید ابن حجر
کی تقریب التہذیب سے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہین محمد بن عجلان المدنی صدوق الا
انہ اختلطت علیہ احادیث ابی ھریرۃ سو اسکا جواب یہ ہے کہ جو لوگ تدبر فی العبارۃ سے
عاری ہین وہ تو ان عبارات سے یہی سمجھہ گئے کہ محمد بن عجلان کو جمیع احادیث ابیھریرہ مین اختلاط پیش
آیا ہے اسلئے اُس کی حدیث ابیھریرۃ بھی صحیح ہوگی مگر یہ اُنکا فہم ظاہر ہرگز صحیح نہین ہے بلکہ محمد بن
عجلان کو اُن احادیث مین اشتباہ لاحق ہوا ہے جنکو سعید مقبری کے ذریعہ ابوہریرہ سے روایت کرتے
ہین اور وہ اشتباہ یہ ہے کہ بعض حدیث تو عن سعید عن ابی ہریرۃ بلاواسطہ ہے اور بعض حدیث
عن سعید عن رجل عن ابی ہریرۃ ہے سو انکو یہ یاد نہین رہا کہ کس سند مین رجل کا واسطہ ہے اور
کس سند مین واسطہ نہین ہے اسلئے انہون نے ان احادیث کو عن سعید عن ابی ہریرہ ہی روایت

Marfat.com

کرنا شروع کر دیا ہے تو نفس الامر مین بعض روایت انھین سے متصل ہے اور کوئی انہین سے جسمین واسطہ تھا اور ذکر نہین کیا وہ منقطع ہے سو محمد بن عجلان کی یہ صداقت اور احتیاط ہے کہ اپنا اشتباہ خود انہون نے ظاہر کر دیا چنانچہ امام ترمذی نے اپنے جامع مین یہ قصہ نقل کیا ہے سمعت ابا بکر العطار البصری یذکر عن علی بن المدینی عن یحیے بن سعید قال قال محمد بن عجلان احادیث سعید المقبری روی بعضہا سعید عن ابی ہریرۃ و بعضہا سعید عن رجل عن ابیہریرۃ فاختلطت علیّ فجعلتہا عن سعید عن ابیہریرۃ۔ جلد دوم صفحہ ۹۷ باب العطاس باقی وہ احادیث ابیہریرہ جنکو ابن عجلان علاوہ سعید مقبری کے اور کسی راوی سے روایت کرتے ہین انمین ہرگز اختلاط نہین ہے اور نہ اُنکی صحت مین کسی محدث کو کلام ہے دیکھو امام ترمذی ابن عجلان کی اُن احادیث کو جو اور کسی راوی سے وہ روایت کرتے ہین صحیح لکھتے ہین بطور نمونہ یہ حدیث لکھتا ہون۔ عن محمد بن عجلان عن سمیؔ عن ابی صالح عن ابیہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا عطس غطی وجہہ بیدہ او بثوبہ وغضّ بہا صوتہ۔ ھذا حدیث حسن صحیح باب العطاس صفحہ ۹۵ اور ایک حدیث باب التسلیم عند القیام والقعود مین صفحہ ۹۵ پر مذکور ہے۔ عن ابن عجلان عن سعید المقبری عن ابیہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا انتہی احدکم الی مجلس فلیسلم فان بدا لہ ان یجلس فلیجلس ثم اذا قام فلیسلم فلیست الاولی باحق من الاخرۃ۔ ھذا حدیث حسن وقد روی ھذا الحدیث عن ابن عجلان ایضاً عن سعید المقبری عن ابیہ عن ابیہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث سے دو باتین معلوم ہوئین اوّل یہ کہ ابن عجلان کی حدیث بروایت سعید بھی اگرچہ بوجہ اشتباہ مذکور صحیح نہین ہے مگر حسن ضرور ہے خصوصاً وہ حدیث جو بواسطہ اور بلاواسطہ دونون طرح سے مروی ہو جیسی کہ یہ حدیث ہے لیکن اُسکو ضعیف کہنا درست نہین ہے دوم یہ کہ وہ رجل جو سعید اور ابوہریرہ کے درمیان ہے اس سے مراد سعید کے باپ ابوسعید مقبری ہے جسکی توضیح ترمذی کی دو حدیث ذیل سے بخوبی ہوتی ہے جلد دوم صفحہ ۹۹ پر ہے عن ابن عجلان عن المقبری عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال العطاس من اللہ والتثاءب من الشیطان فاذا تثاءب احدکم فلیضع یدہ علی فیہ واذا قال آہ آہ فان الشیطان یضحک من جوفہ الخ۔ ھذا حدیث حسن

۵۔ احادیث ابن عجلان کی جو علاوہ سعید اور کسی راوی سے وہ روایت کرتے عند المحدثین صحیح ہین ۱۲

Marfat.com

ابن ابی ذئب عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیہ عن ابیہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب العطاس ویکرہ التثاءب فاذا عطس احدکم فقال
الحمد للہ فحق علی کل من سمعہ ان یقول یرحمک اللہ واما التثاوب فاذا تثاوب احدکم
فلیردہ ما استطاع ولا یقول ھاہ ھاہ فانما ذلک من الشیطان یضحک منہ ھذا
اصح من حدیث ابن عجلان وابن ابی ذیب احفظ لحدیث سعید المقبری و
اثبت من ابن عجلان اس حدیث ثانی کو اصح اسلئے کہا کہ ابن ابی ذئب نے اسمین سعید اور ابیہریرہ
کے درمیان ابوسعید کا واسطہ ذکر کیا ہے اور ابن عجلان نے اسواسطہ کو ذکر نہین کیا ہے ممکن ہے کہ
اسکے سند مین بھی یہ واسطہ ہو مگر نسیانا ذکر نکیا ہو اور ممکن ہے کہ انکی سند مین یہ واسطہ ہی نہو کیونکہ
انکو سعید سے دونون طرح سے روایت ہے اسلئے انکی حدیث بدرجہ حسن رہی مگر ضعیف پھر بھی نہین
ہے بالجملہ ابن عجلان کو اگر اختلاط لاحق ہوا تو مرویات سعید مین ہوا ہے نہ کہ دوسری رواۃ کی مرویات
مین تو عبارۃ تقریب کا یہ مطلب سمجھنا کہ ابن عجلان کو جمیع احادیث ابیہریرہ مین اختلاط لاحق ہوا
ہے باطل محض ہے اور ظاہر ہے کہ حدیث زیر بحث ابن عجلان کی بواسطہ سعید نہین ہے بلکہ بروایت
زید بن اسلم ہے تو اسکی صحت مین کوئی شبہ نہین ہے اب ابن ابی حاتم کا اسحدیث کو تخالیط ابن عجلان
سے خیال کرنا اگر اس خیال سے ہے کہ ابن عجلان کو جمیع احادیث ابیہریرہ مین اختلاط لاحق ہے تو باطل
محض ہے اور اگر اس خیال سے ہے کہ ابن عجلان کو جیسے احادیث سعید مین اختلاط لاحق ہوا ممکن ہے کہ
دوسری رواۃ کی احادیث مین بھی لاحق ہوگیا ہو تو یہ ظن السوء ہے وان الظن لا یغنی من الحق
شیئًا اور دوسرے معتبرین ائمہ حدیث کے اقوال سے یہ زعم فاسد مردود ہے دارقطنی نے ابن عجلان
کو ثقات مین معدود کیا ہے چنانچہ باب الجہر بالبسملۃ مین انہون نے ایک حدیث ابیہریرہ بروایت ابن
سمعان نقل کی اور اسکو متروک الحدیث ٹھرایا اور اسکو اپنے معاصرین ثقات کا مخالف جتایا ان
ثقات مین ابن عجلان کو بھی ذکر فرمایا وہ عبارت یہ ہے۔ ابن سمعان ھو عبد اللہ بن زیاد بن
سمعان متروک الحدیث وروی ھذا الحدیث جماعۃ من الثقات عن العلاء بن عبد الرحمن
منھم مالک بن انس و ابن جریج وروح بن القاسم وابن عیینۃ وابن عجلان والحسن بن الحر
وابو اویس وغیرھم علی اختلاف منھم فی الاسناد واتفاق منھم علی المتن فلم یذکر

ف دارقطنی نے ابن عجلان کو ثقات مین معدود کیا ۱۲

Marfat.com

احد منهم في حديثه بسم الله الرحمن الرحيم اور علامہ ابن عبد البر نے اپنے استذکار مین لکھا ہے کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث ابن عجلان کی تصحیح کی ہے اُنکی عبارت یہ ہے۔ وقد صحح ابن حنبل هذا اللفظ قال ابوبكر الاثرم قلت لاحمد بن حنبل من يقول من النبي صلى الله عليه وسلم من وجه صحيح اذا قرأ الامام فانصتوا قال حديث ابن عجلان الذي يرويه ابوخالد الاحمر والحديث الذي رواه جرير عن التيمي اور عینی نے بنایہ شرح ہدایہ مین لکھا ہے۔ اي ابن خزيمة ايضا ممن صحح هذا الحديث اور نیز عمدة القاری شرح بخاری مین لکھا ہے۔ اما ابن عجلان فانه وثقه العجلي وفي الكمال ثقة كثير الحديث وقال الدارقطني ان مسلم اخرج له في صحيحه اب اہل انصاف غور فرماوین کہ آیا ابوداود اور ابن حاتم کا جرح موہوم قابل اعتبار ہے یا دیگر ائمہ کثیر کی توثیق صریح لائق اعتداد ہے بحمد اللہ کہ حدیث ابموسی اور حدیث ابہریرہ دونون آلایش شبہات سے پاک ہین اور ائمہ کبار کے نزدیک سنداً صحیح ہین اب متن حدیث کیطرف توجہ کیجیے سو دیکھ لیجیے کہ اسمین کوئی تخصیص فاتحہ یا سورت کی نہین ہے اور نہ کوئی تقیید جہری وسری نماز کی ہے سو لامحالہ اس سے مقتدی کی قرأت ہر نماز مین منسوخ ہوگئی اب اگر اسکی تخصیص کا کوئی دعوے کرے تو ذرا سوچکر کرے کیونکہ اس سے ماقبل کی احادیث تو اس سے منسوخ ہوچکین ہان اس سے مابعد احادیث سے اسکی تخصیص ممکن ہے سو جو شخص کسی حدیث سے اسکی تخصیص کرے اُسکے ذمہ ضروری ہے کہ اُس حدیث کی بعدیت اس حدیث سے بدلائل معتبرہ ثابت کردکھادے ورنہ اگر احادیث مقدمہ سے اسکی تخصیص کرے تو لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب کی تخصیص آیت استماع سے کیون نہین کرتے ہو آیت استماع مکی ہے اور یہ حدیث عبادہ مدنی ہے مقدم نص کا موخر نص کے لئے تمہارے نزدیک مخصص ہونا جائز ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ حدیث عبادہ تو باوجود اپنے تقدم کے حدیث ابہریرہ موخر کی مخصص ہوجاوے اور آیت استماع حدیث عبادہ کی جو موخر عن الاية ہی مخصص نہو عجب تماشا ہے کہ ایک جگہ تو موخر کو مخصص ماقبل ٹہراوین اور ایک جگہ مقدم کو مخصص مابعد بتلاوین یہی ایک بے ضابطگی ہے جس نے بہت سے مدعیان حدیث کو متبع ہوئے بنا رکھا ہے جب تک یہ قاعدہ معین نہو کہ کس جگہ جمع بین الاحادیث ہوتا ہے اور کس جگہ انمین سے ایک دوسرے کے لئے ناسخ ہوتا ہے تو یہ بے ضابطگی دفع نہین ہوسکتی ہے سو اسکا قاعدہ ہم گذشتہ حدیث مین بحوالہ محدثین وفقہاء لکھ چکے ہین خدا کے لئے

ف مقدم حدیث ابہریرہ سے موخر حدیث کے مخصص و ناسخ نہین ہوسکتی ۱۲ منہ

Marfat.com

اس مین غور کرلین کہ یہ اختلاف کہین دور تو ہو - اب دوسری بات سنو اہلحدیث ہمارے اس
استدلال پر یہ شبہ کرتے ہین کہ ابوہریرہ راوی حدیث اسکو بحق نماز جہری مانتے ہین سری نماز مین
اسکو ناسخ قرات نہین سمجھتے اسی واسطے وہ سری نمازون مین آمر بالقرات ہین تو اس سے دونون
قسم نمازون مین نسخ قرات ثابت نہوا بلکہ صرف جہری مین - اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو ہمارا استدلال
ارشاد شارع سے ہے نہ کہ فہم صحابی سے دوسرے اگر ابوہریرہ نے ایسا سمجھا تو ابوموسی اور نیز دیگر صحابہ
نے تو اسکو عام ہی سمجھا ہے تو ایک کا فہم دوسرون کے مقابلہ مین کیا مرجح ہوسکتا ہے تیسرے ابوہریرہ
نے اسکو جہری نمازون مین تو ناسخ فاتحہ و سورت سمجھا ہے جیسا کہ اثر ابوہریرہ جو بحوالہ بیہقی اوپر منقول
ہوچکا ہے اسکا مثبت ہے مگر اہل حدیث نے تو اسکو ناسخ جہری مین بھی نہین سمجھا تو ہم پوچھتے ہین کہ اگر
فہم صحابی دوسرے متاخرین کے فہم سے مقدم ہے تو اہلحدیث نے اپنی فہم کو فہم ابوہریرہ سے کیون مقدم سمجھا ہے
کہ اس حدیث کو ناسخ فی الجہر یہ بھی نہین سمجھتے ہین سو جو جواب اپنی طرف سے دوگے وہی ہماری طرف سے ہوگا
چوتھی یہ حدیث بلفظہ و معناہ تو جمیع قران اور جمیع صلوات کو شامل ہے سو اگر ابوہریرہ نے کسی تاویل سے اسکو
مخصوص بالجہریہ سمجھا تو یہ تاویل اسی قسم کی ہوگی جیسے حضرت عثمان و عایشہ رضی اللہ عنہما نے حدیث
صلوٰۃ السفر رکعتان تمام غیر قصر مین کی ہے جسکو بیشتر صحابہ نے رد کیا ہے یا جیسے ابن عباس رضی اللہ
عنہ نے بذریعہ لاربا الا فی النسیۃ دوسری احادیث ربا کی تخصیص کی تھی جسپر چارون طرف سے
انکار ہوا اور انجام کار انکو اپنی غلط فہمی کا اعتراف کرنا پڑا بالجملہ فہم صحابی مراد شارع علیہ السلام کے
مقابلہ مین ساقط الاعتبار ہے ہان کسی کو شاید یہ تلاش ہو کہ ابوہریرہ نے کیون اسکی تاویل کی
اور کیا تاویل کی سو اولاً ضرورت تاویل لکھتا ہون اور ثانیاً خلاصہ تاویل لکھونگا - ابوہریرۃ رضی اللہ
عنہ کو چونکہ اس مسئلہ کے متعلق مختلف المضامین احادیث مسموع ہوئین اور آخر مین جو بات قرار پاتی
گئی اسکو معمول بہ بناتے گئے اسلئے جس امر مین انکو اشتباہ نسخ رہا اسکو ماقبل احادیث کیساتھ
جمع کرکے معمول بہ رکھا ہے ہان جس امر مین انکو یقین نسخ حاصل ہوا اسکو متروک العمل سمجھا ہی اسکی
توضیح ذرا متقاضی بسط ہے سو سنو - اول ابوہریرہ نے یہ سُنا - من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا
بام القران فہی خداج سو یہ حدیث چونکہ آیت انصات سے یقیناً بعد ہے اسلئے بحق مقتدی تردد
پیش آیا کہ نظر بحدیث مذکور تو وہ عموم من صلی مین داخل ہونا چاہیے اسکی نماز بھی بلا فاتحہ کے

ف ۲ دوسرا شبہ اہلحدیث کا ہمارے استدلال پر ۱۲

ف ۳ ابوہریرہ کیون اسکو جہری نماز کیساتھ مخصوص سمجھا ۱۲ منہ

ف ۴ اسکے نماز مین ... [illegible]

Marfat.com

ناقص ہونی چاہیے اور نظر با آیت منصوصہ وہ ممنوع القرأۃ رہنا چاہیے اور لفظ من صلی عام غیر متناول للبعض ہونا چاہیے جیسے آیت قرآنی کلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ یا آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء مین لفظ ما عام ہے مگر جانوران حرام اور نساء محارم کو شامل نہین ہے اور اسی لئے اسکو عام غیر متناول للبعض کہتے ہین سو اس تردد کو ابوہریرہ کی ایک دوسری حدیث نے کھولدیا کہ پہلی حدیث مقتدی کو شامل نہین ہے بلکہ وہ منفرد و امام کے حق مین وارد ہے وہ حدیث یہ ہے اسکو بیہقی نے کتاب المعرفۃ مین ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کل صلوۃ لا یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج الا صلوۃ خلف الامام پھر اسمین یہ تردد ہوا کہ گو مقتدی کی نماز بلا قرأت ناقص نہین ہے مگر آیا اسکو پڑہنا مباح بھی ہے یا نہین سو اسکو ابوہریرہ کی ایک تیسری حدیث نے صاف کردیا کہ مقتدی کو ہر قسم نماز مین فاتحہ پڑہنا مباح ہے اس حدیث کو بھی بیہقی نے کتاب القراۃ مین روایت کیا ہے۔ صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ ثم اقبل بوجہہ علینا فقال اتقرأون خلف الامام بشئ فقال بعضہم نقرأ وقال بعضہم لا نقرأ فقال اقرأوا بفاتحۃ الکتاب دیکھو اس حدیث صحابہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک قرأۃ فاتحہ واجب نہ تھی ورنہ سب پڑہتے اور عبادہ کی حدیث جو ابتداء ہجرت کا قصہ ہے اس مین بھی امر قرأت صحابہ کے نزدیک ایجابی امر نہ تھا ورنہ کوئی بھی قرأت فاتحہ ترک نکرتا باقی کوئی یہ کہے کہ گو پہلے سے قرأت واجب نہ تھی مگر اسوقت سے بعد امر کے واجب ہوگئی۔ کیونکہ شارع علیہ السلام کا یہ امر قرأت اسوقت ہوا جب آپکو جواب صحابہ سے معلوم ہوگیا کہ بعض پڑہتے ہین اور بعض نہین پڑہتے اور ظاہر ہے کہ آپ کو اس امر سے مقصود یہی ہے کہ سب پڑھا کرین سو لامحالہ یہ امر ایجابی ہوگا سو اسکا جواب یہ ہے کہ حدیث انس مین بھی شارع علیہ السلام نے بعد اطلاع اسکی کہ صحابہ قرأت خلف الامام مین مختلف ہین امر قرأت ارشاد فرمایا اور وہ امر یقیناً امر اباحت ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ امر تو امر اباحت ہو اور حدیث ابوہریرہ مین امر ایجابی ہو پہلے حدیث انس ملاحظہ ہو پھر غور کرو کہ دونون مین تفرقہ کیا ہے کہ ایک مین امر اباحت مانتے ہو اور ایک مین امر ایجاب نہین بلکہ دونون مین امر اباحت ہے وہ یہ ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ ہل تقرأون خلف امامکم فقال بعض نعم وقال بعض لا فقال انکنتم لا بد فاعلین فلیقرأ احدکم فاتحۃ الکتاب فی نفسہ آمین

Marfat.com

جملہ اخیرہ مماثل اُس جملہ کے ہے جو در بارہ مس حصی وارد ہے انکنتم لا بد فاعلین فمرۃ واحدۃ سو جیسے یہان مسح حصے کی اباحت ہے حدیث انس مین بھی قرأت فاتحہ کی اباحت ہے بلکہ اس قسم کا امر اولویت ترک کی طرف مشیر ہوتا ہے جیساکہ در بارہ پیاز ولہسن ابوداؤد مین ارشاد نبوی ہے -
ان کنتم لا بد اکلیھما فامیتوھما طبخا باقی یہ حدیث وہی ہے جسکو مسنداً و مرسلاً ابو قلابہ انس سے روایت کرتے ہین اور بیہقی مرسل کو محفوظ اور مسند کو غیر محفوظ خیال کرتے ہین کیونکہ مسند مین ایک راوی عبیداللہ الرقی متفرد ہے مگر حاکم بوجہ اُسکے ثقاہت کے اس تفرد کو منافی صحت تسلیم نہین کرتے ہین اور یہی حق ہے بالجملہ یہ دونون حدیث ابوہریرہ اور انس کے اگر ایک ہی واقعہ کی حکایت ہین تب تو دونون مین امر کا یکسان اباحت کے لئے ہونا بدیہی ہوگا ورنہ اگر حدیث انس مقدم مانو تو اُس مین بھی شارع کو معلوم ہو چکا تھا کہ سب مقتدی نہین پڑہتے مگر پھر بھی امر اباحت ہی فرمایا سو حدیث ابی ہریرہ مین اُسی قسم کا امر ایجاب کے لئے کیسے ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ ابوہریرہ کی حدیث مرفوع مین جو ابھی کتاب المعرفۃ سے منقول ہوئی الا صلوۃ خلف الامام موجود ہے جس سے صراحۃً معلوم ہو گیا کہ مقتدی کی نماز بلا قرأت فاتحہ کے ناقص نہین ہوتی تو قرأت مقتدی واجب کہان ہوئی بالجملہ حدیث ابی ہریرہ مین استثنا الا صلوۃ خلف الامام کا ہونا اور حدیث انس مین اس طرح سے امر قرأت کا ارشاد ہونا کہ انکنتم لا بد فاعلین فلیقرأ پھر باینہمہ صحابہ مین سے کسی کا پڑہنا اور کسی کا نہ پڑہنا اس امر کی دلیل روشن ہے کہ یہ تمام اوامر قرأت کی احادیث متعددہ مین ایجابی اوامر نہ تھے بلکہ استحبابی یا اباحی اوامر تھے افسوس کہ محدثین زمانہ نے ان احادیث مین جو ایک مبحث سے متعلق ہین اور باہم متعارض بھی نہین ہین جمع نکلیا یا کیا تو غور و تدبر کیساتھ نکیا ورنہ وجوب قرأت مقتدی تمام حدیثون کے ملانے سے ہرگز ثابت نہین ہے رہی حدیث عبادہ سو اُسمین جسقدر غلط فہمیان محدثین کو لاحق ہوئین اُسکی تشریح ہم پہلے حدیث عبادہ مین کر چکے ہین اسکو مکرر دیکھو اُس سے بھی وجوب قرأت مقتدی ہرگز ثابت نہین ہے - خیر ابوہریرہ نے یہ حدیث مذکور بھی شارع علیہ السلام سے سُنی جسمین مطلق نمازون مین قرأت فاتحہ کا حکم ہے ایسے ہی ایک اور حدیث بھی سُنی ہے جس سے جہری نمازون مین حکم قرأت فاتحہ مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے جسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے حدثنا محمد بن عثمان بن ثابت الصیدلانی وابو سہل بن

Marfat.com

زیاد قالا حدثنا محمد بن یونس حدثنا عمرو بن عاصم حدثنا معتمر قال سمعت ابی یحدث
عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا
قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فانصتوا۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ امام کے
ولا الضالین پہونچنے تک مقتدی فاتحہ پڑھ لیا کرین بعد اسکے جب امام سورت پڑھے تو خاموش ہین اسکی سند مین
دارقطنی نے تو کوئی جرح نہین کیا مگر محشی نے یہ جرح کیا ہی محمد بن یونس ہو ضعیف لا یحتج بہ مگر یہ جرح اول
تو بلا حوالہ ہے دوسرے محمد بن یونس کئی شخص ہین ان مین سے بعض قوی اور بعض ضعیف ہین سو تاوقتیکہ
اس محمد بن یونس کی تعیین بحوالہ معتبرہ نکردیجاوے کہ یہ کونسا ہے یہ جرح قابل اعتبار نہین ہی جیسا کہ کوئی
اُسکی تقویت تقریب کی عبارت ذیل سے کردے تو قابل اطمینان نہین ہی۔ محمد بن یونس بن محمد
المؤدب صواب ابراہیم بن یونس بن محمد البغدادی نزیل طرسوس لقبہ حرمی
صدوق من العاشرۃ عشر۔ افسوس کہ محشی مذکور نے اسکی تعیین کیون نکی اور یہ جرح محتمل کیون کیا
طالبان حق کو اسکی تحقیق کرلینی ضرور ہے ہم اپنی بے سروسامانی سے اسکی تحقیق سے معذور ہین شاید محشی
مذکور نے اس خیال سے یہ جرح کیا ہوگا کہ مبادا کوئی حنفی المذہب اسحدیث سے اخفائے آمین پر
استدلال کربیٹھے اور اسکو حدیث ارتجاج ابیہریرہ کے مقابلہ مین معارضۃً پیش نکردے مگر ہم کہتے
ہین کہ حدیث ارتجاج ہی کونسی سنداً صحیح ہے کہ یہ اُسکے مقابلہ مین پیش نہوسکے اگر بالفرض یہ حدیث
ضعیف ہی ہو تو معارضۃ الضعیف بالضعیف ہر طرح سے جائز و مسموع ہے واللہ اعلم۔ خیر اگر اسحدیث
کا مطلب وہی ہے جو ہمنے بیان کیا اور اغلب یہ ہے کہ یہی مطلب ہے اور دارقطنی نے بھی اسی لحاظ
سے اسکو قرأت خلف الامام مین ذکر کیا ہے تو یہ حدیث بھی مثبت قرأت خلف الامام ہے اور اس
سے یہ بھی ثابت ہوجاویگا کہ ابوہریرہ نے بھی وہ زمانہ پایا ہے جسمین شارع علیہ السلام کی طرف سے
دربارہ مقتدی اوامر قرأت صادر ہوتے رہتے تھے اس صورت مین ابوہریرہ کی یہ روایت عبادہ وغیرہ
کی روایات سے مضموناً متحد ہوگی سو آیندہ اگر ان روایات ابیہریرہ کا نسخ کسی روایت اُخری سے
محقق ہوا تو عبادہ وغیرہ کی روایات کا نسخ بھی اُسی روایت اُخری سے تسلیم کرنا ضرور ہوگا کیونکہ
متحد المضامین احادیث مین سے ایک کا نسخ سب کے نسخ کو مستلزم ہے۔ بالجملہ اس حدیث پر جرح مذکور
قابل اطمینان نہین اور اگر بالفرض یہ حدیث ضعیف السند ہی ہو تو کچھ اندیشہ نہین ہے کیونکہ اول تو

Marfat.com

وہ حدیث ابوہریرہ جو کتاب المعرفہ سے نقل ہوئے مطلق نمازون مین امر بالقرات ہی دوسری یہ حدیث
دارقطنی و حدیث ابوداود وغیرہ سے موید ہی جو یہ ہے مالی ینازعنی القران فلا تقرأوا بشئ من القران
اذا جہرت الا بام القران کیونکہ اسمین بھی فاتحہ کا امر اور سورت کی ممانعت ہے سو حدیث
ضعیف دوسری حدیث کی تایید سے قابل اعتبار ہو جاتی ہے ہان حدیث دارقطنی سے اتنی بات
زائد مفہوم ہوئی کہ جب امام سورت پڑھنی شروع کر دے تو اسوقت خاموش محض رہو نہ فاتحہ
پڑھو اور نہ سورت تو جو لوگ اوّل سے شریک جماعت ہون وہ تو فاتحہ پڑھ لینگے اور جو بعد مین ایسے
وقت اگر شامل ہون کہ امام سورت پڑھ رہا ہے تو وہ فاتحہ و سورت کچھ نہین پڑھ سکینگے سو یہ بات
مان لینے کے قابل ہی کیونکہ قرأت مقتدی مین آہستہ آہستہ اصلاح ہوتی رہی اسی حدیث عبادہ مین
غور کرو جو ہمنے ابھی ابوداؤد سے نقل کی ہے اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ جہریہ مین تو صرف الحمد پڑھو پر
سریہ مین فاتحہ و سورت دونون کی اجازت ہے چنانچہ اوّل ہجرت مین ایسا ہی تھا کہ سریہ مین دونون
پڑھی جاتی تھین چنانچہ ابن ماجہ مین جابر رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی مروی ہے پھر انس و ابوہریرہ وغیرہ
کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ اسکے بعد شارع علیہ السلام نے یہ حکم فرمایا کہ ہر قسم کی نمازون مین صرف فاتحہ ہی
پڑھا کرو سورت نہ پڑھا کرو اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ عبادہ کی حدیث مذکور سب سے پہلے کی ہے کہ
اسوقت تک سریہ مین سورت کی ممانعت نہوئی تھی اسکے بعد سریہ مین سورت کی ممانعت ہوئی
پھر ابوہریرہ کی قدوم کے بعد جہریہ مین یہ ترمیم ہوئی کہ امام کے فاتحہ ختم کرنے تک تو فاتحہ پڑھ لیا کرو
مگر اسکی سورت پڑھنے کے وقت کچھ نہ پڑھا کرو مگر ابوہریرہ کی ان دونون حدیثون سے جو کتاب المعرفہ
اور دارقطنی سے منقول ہوئین اتنا تو معلوم ہوا کہ سریہ و جہریہ مین فاتحہ پڑھا کرو لیکن یہ معلوم نہوا
کہ مع قرأت الامام پڑھین یا اسکے سکتات مین سو اسکو ابوہریرہ کی ایک حدیث رابع نے کھولدیا
کہ امام کے ساتھ نہ پڑھو سکتات مین پڑھو چنانچہ حاکم نے مستدرک مین ابوہریرہ سے مرفوعًا روایت
کیا ہے اور اسکو مستقیم الاسناد کہا ہے وہ یہ ہی من صلی صلوة مکتوبة مع الامام فلیقرأ
بفاتحة الکتاب فی سکتاتہ سو یہ دوسری ترمیم ہوئی جو ابوہریرہ کے زمانہ مین پیش آئی
ہے اسکے بعد احتمال تھا کہ یہ ترمیم شدہ حکم آیا وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک قایم رہا یا اسمین
بھی کچھ تبدل و تغیر واقع ہوا سو اسکو ابوہریرہ ہی کی ایک حدیث خامس نے صاف کر دیا کہ یہ حکم

Marfat.com

جہریہ مین منسوخ ہوا ہان سریہ مین ابھی تک باقی ہے وہ حدیث یہ ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انصرف من صلوۃ جہر فیہا بالقراۃ فقال ہل قرأ معی احد منکم آنفا فقال رجل
نعم یارسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القران قال فانتہی الناس عن القراۃ مع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ الخ رواہ الترمذی وآخرون۔ اس حدیث کی تصحیح
اور تاویلات مخالفین کی توہین وتردید نہایت مدلل اوپر گذر چکی ہی دوبارہ یہان لکھنے کی ضرورت
نہین ہے اسوقت سے نماز جہری مین قرأت فاتحہ بھی منسوخ ہوئی سورت توپہلے سے ممنوع ہوچکی تھی
سو صحابہ مین سے جو اس انکار شارع پر مطلع ہوئے اسوقت سے جہریہ مین قرأت فاتحہ سے باز آگئے خود ابوہریرہ بھی اس سے باز
آگئے اور یہی مذہب انکا بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر دم تک قائم رہا چنانچہ یہ اثر ابیہریرہ
بسند صحیح بیہقی نے سنن کبری مین نقل کیا ہے عن عاصم بن ذکوان عن عایشۃ وعن ابیہریرۃ
انہما کانا یامران بالقراۃ وراء الامام اذالم یجہر اور یہی محمل ہے انکے قول اقرأ بہا فی نفسک
کا کہ سریہ مین وہ آمر بالقرات ہین جولوگ ابیہریرہ کے اس قول کو دونون قسم نماز پر محمول کرتے ہین وہ
انکی کوتہ نظری ہے یہ اثر ابیہریرہ انکی نظر سے نہین گذرا دیکھو یہ اثر مذکور نص صریح ہے اس بارہ مین کہ
وہ سریہ نمازون مین آمر بالقرات تھے اور جہریہ مین مانع قرأت پھر اسکے مقابلہ مین جملہ اقرأ بہا فی نفسک
کو جو بمنزلہ قضیہ مہملہ ہے کلیہ پر حمل کرنا اول تو توجیہ القول بمالا یرضی قائلہ ہے دوسرے قواعد میزانیہ
کے بھی خلاف ہے کیونکہ المہملۃ تلازم الجزئیۃ قاعدہ مقررہ ہے اور نیز اصول فقہ مین بھی مبرہن
ہوچکا ہے کہ النص یتقدم علی الظاہر اور ظاہر ہے کہ قول مذکور ظاہر ہے اور اثر مذکور نص ہے سو جو
بات نص مذکور سے مفہوم ہوئی وہی بات قول مذکور سے سمجھنی چاہئے بالجملہ ابوہریرہ نے اس حدیث کو
سنکر اپنی پہلی مسموعہ احادیث پر عمل ترک کردیا سو اس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ یہ حدیث
منازعت دیگر گذشتہ احادیث ابیہریرہ سے موخر ہے اسلئے ماننا پڑیگا کہ جسقدر دیگر صحابہ سے روایات
مروی ہین اور وہ ابیہریرہ کی گذشتہ احادیث کی ہم معنی ہین یعنی انمین امر قرأت وراء الامام ہے وہ سب
بھی اس حدیث منازعت سے جہریہ مین منسوخ ہونگے کیونکہ جب ابوہریرہ کی وہ حدیث جسمین امر قرأت
تھا اس حدیث منازعت سے مقدم ہوئی تو دیگر صحابہ کی مرویات بھی جنمین امر قرات ہی حدیث منازعت سے
مقدم ہونگی ورنہ ہر ہر حدیث صحابہ کے لئے جدا جدا ناسخ منقول ہونا اگر ضروری خیال کرین تو ساری

Marfat.com

شریعت ہی درہم برہم ہو جاویگی بے شمار احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ امام جالس کے پیچھے سب مقتدی جالسین ہو کر نماز پڑھا کریں اور یہی طریقہ حیات نبوی
مین برابر جاری رہا مگر ایک حدیث عایشہ رضی اللہ عنہا سے اُسکا نسخ ہو گیا چنانچہ اس نسخ کو امام بخاری
رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تسلیم کیا اور اُسکی بابت یہ تحریر فرمایا۔ قال ابو عبد اللہ قال الحمیدی قولہ
واذا صلے جالسا فصلوا جلوسا ہو فی مرضہ القدیم ثم صلے بعد ذلک النبی صلی اللہ
علیہ وسلم جالسا والناس خلفہ قیاما لم یامرہم بالقعود وانما یوخذ بالآخر فالآخر من
فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ہذا عبد اللہ ابن مسعود اور حذیفہ سورۃ غاشیہ مین و الذکر والانثی
پڑھتے تھے اور شارع علیہ السلام ہی اسکو اپنا مسموع جتاتے تھے مگر اور صحابہ کی روایت سے اسکا نسخ محقق
ہو گیا اسی لئے اُنکے اصرار کو جمہور صحابہ نے پسند نہین کیا اور ایسے ہی تطبیق فی الرکوع کو عبد اللہ بن
مسعود وغیرہ روایت کرتے تھے اور اُسپر عامل تھے مگر سعد بن وقاص کی روایت سے اُسکا نسخ ثابت
ہو گیا سو ان امثلہ سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ نسخ روایت صحابی معین کو ضروری نہین کہ اُسی معین صحابی
سے اُسکا نسخ منقول ہو بلکہ دوسرے صحابی کی روایت سے بھی اسکا نسخ ہو سکتا ہے سو پھر یہان
عبادہ وابوہریرہ وغیرہ کی روایات دربارہ قرات وراء الامام جب ہمضمون اور ہم وقت ہین یعنی
وہ سب ابن انکار شارع علیہ السلام سے زمانا مقدم ہین تو بعد انکار شارع محض ابوہریرہ کی حدیث
قرات ہی کا نسخ نہوگا بلکہ اسکے ہم مضمون جسقدر احادیث دیگر صحابہ کی اس انکار سے پہلے زمانہ کی ہونگی
وہ سب اس انکار شارع سے یقیناً منسوخ ہونگی تو پھر یہ عذر لنگ کہ عبادہ سے اُسکا نسخ منقول
نہین ہوا اور وہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسپر عامل رہے ہرگز مسموع نہوگا جیسا کہ عبد اللہ
وحذیفہ کا عذر مقبول نہوا اور نہ وجہ فرق کیا ہے انصاف فرمایئے۔ الحاصل عبادہ وانس وابوہریرہ وغیرہ
کی وہ احادیث جنمین امر قرات مقتدی تھا اور اُسپر آغاز ہجرت سے لیکر قدوم ابوہریرہ کے بعد تک
عمل درآمد تھا ابوہریرہ کی اس حدیث منازعت سے منسوخ فی الجہریہ ہو گئین اب اُن پر عمل کرنا جائز
نہین ہے ہان جو حضرات قلت تتبع سے اس یقین نسخ تک نہ پہونچ سکے وہ معذور ہین۔ ہان ایک حدیث
ترمذی مین بعضون کو ایک خلجان پیش آتا ہے اسکا دفع کر دینا بھی ضروری ہے خلجان یہ ہے کہ شارع
علیہ السلام نے اس حدیث مین مالی انازع القرآن فرمایا جسکا صاف مطلب یہی ہے کہ میری قرات

Marfat.com

کیوقت قرأت مت کیا کرو آمین جہری وسری کی قید نہین ہے پھر کیا وجہ ہے کہ صحابہ کرام جہریہ مین تو باز آگئے سریہ مین کیون باز نرہے ایسی ادھوری تعمیل انہون نے کیون کی آخر اس تفرقہ کا قرینہ کیا ہے جس سے انہون نے یہ فرق اختیار کیا۔ اب رفع خلجان کرتا ہون مگر اندیشہ ہے کہ شاید اہل حدیث بھی پیچ تاب کھاوین اور اپنے ہمشرب جماعت بھی مجکو متفرد ٹھہراوین خیر ہر چہ بادا باد اپنی فہم نارسا مین جو کچھہ آیا ہے اُسکو لکھہ دینا ضرور ہے۔ دارقطنی مین یہ حدیث ابیہریرۃ منقول ہے حدثنا عمر بن احمد بن علی الجوھری حدثنا احمد بن سیّار المروزی حدثنا زکریا بن یحیی الوقار حدثنا بشر بن بکر حدثنا الاوزاعی عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمۃ عن ابیہریرۃ قال صلّے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ فلما قضاھا قال ھل قرأ احد منکم معی بشئی من القران فقال رجل من القوم انا یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع فی القران اذا اسررت بقرائتی فاقرأوا معی واذا جھرت بقرائتی فلا یقرأنّ معی احد۔ تفرد بہ زکریا الوقار وھو منکر الحدیث متروک۔ یہ حدیث اگرچہ سنداً ضعیف ہے مگر موید بالصحیح ہے سو اسکے رد کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے حدیث ضعیف بھی تائید بالصحیح سے معمول بہ ہوسکتی ہے ترمذی اسکے نظائر سے مملو ومشحون ہے بطور نمونہ ایک حدیث لکھتا ہون عن ابیہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ذرعہ القیئ فلیس علیہ قضاء۔ قال ابو عیسے لا یصح اسنادہ والعمل عند اھل العلم علی حدیث ابیہریرۃ۔ ترمذی صفہ سو ایسی ہی یہ حدیث سنداً ضعیف ہے مگر معنیً حدیث ترمذی کے موافق ہے اسلئے حسن لغیرہ ہوئی بلقی اس مین جو دو جمل شرطیہ آخر مین ہین وہ بھی مخالف حدیث ترمذی نہین ہین کیونکہ ترمذی مین یہ جملات اگرچہ مذکور نہین ہین مگر اُسمین یہ تو مذکور ہے کہ اسوقت سے صحابہ جہریہ مین قرأت وراء الامام سے باز آئے سو اس تفرقہ کے لئے کوئی منشا چاہئے اگر اجتہاد صحابہ کو اسکا منشا قرار دین تو اجتہاد بمقابلہ نص صریح مطلق کسی کے نزدیک بھی جائز نہین صحابہ کی شان اس سے ارفع ہے اور پھر سارے صحابہ اس قیاس مذموم کے مرتکب ہوتے یہ قرین قیاس نہین ہے سو ہو نہو یہ جملہ بھی اُسوقت شارع علیہ السلام کا فرمودہ تھا مگر حدیث ترمذی مین مذکور نہین ہوا ہان اسکا ثمرہ مذکور ہوا کہ صحابہ جہریہ مین باز آگئے سو یہ جملہ فرمودہ شارع علت تفرقہ تھا اور تفرقہ صحابہ اُسکا معلول تھا

سوحدیث ترمذی بدلالت التزام اسپر دال تھی کہ اس تفرقہ کے لئے بھی کوئی علّت ہے اب اُسکی تعیین اس
حدیث دارقطنی سے ہوگئی سو یہ اُسکی مخالفت نہوئی بلکہ اُسکے لئے مُظہر علّت ہوئی جب یہ ہے تو صحابہ
پر کوئی الزام نہین ہی اور اگر اسکو نفس الامر مین مثل حدیث موضوع باطل خیال کرو تو صحابہ پر الزام اجتہاد
بمقابلہ نص عاید رہیگا اب اہل انصاف غور فرمالیوین کہ اسکا حسن لغیرہ سمجھکر تسلیم کرنا بہتر ہے یا اس کو
باوجود تائید بالصحیح کے رد کرنا خوشتر ہے علی ہذا ابوہریرہ پر بھی یہ الزام عائد نہوگا کہ انہون نے باوجود انکار
شارع سننے کے کیون سرّیہ نمازون مین قرأت جائز سمجھی اور دوسرون کو اسکا حکم دیا اسلئے کہ یہ فرق انکا مبنی
براجتہاد نہین بلکہ ارشاد شارع پر مبنی ہے جسکا پتہ حدیث دارقطنی سے چلا ہے اس صورت مین اثر ابیہریرہ کا ماخذ
حدیث ترمذی تو التزاماً تھا اور حدیث دارقطنی سے صراحۃً نکل آیا سو یہ اثر سنداً بھی خود صحیح ہے اور موید بالصحیح
بھی ہے سو اسکے معتبر ہونے مین کوئی تردد نہین ہے۔ یہانتک ہمنے ابوہریرہ کی پانچ حدیثین بیان کرکے یہ دکھادیا
کہ ابوہریرہ کے نزدیک صلوات جہریہ مین تو نسخ قرأت مقتدی محقق ہوگیا اسلئے وہ انجام کار اس حدیث ناسخ
پر عامل ہوے اب یہ بات باقی رہی کہ انہون نے یہ حدیث بھی تو سُنی ہے انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا
کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا آمین انہون نے کیا تاویل کی ہی سو سنئے اسمین اوّل یہ غور طلب ہے کہ آیا
ابوہریرہ نے اسکو حدیث ترمذی سے پہلے شارع علیہ السلام سے سنا ہے یا اُسکے بعد سو اگر روئے نقل تو اسکا کچھہ
پتہ نہین لگا مگر فراست ایمانی اور غور علمی اس طرف رہبری کرتی ہے کہ یہ ارشاد نبوی حدیث ترمذی کے بعد
ہے کیونکہ حدیث ترمذی مین یہ مذکور ہے کہ اُس انکار شارع کے سننے کے بعد صحابہ قرأت سے باز آے جس سے
معلوم ہوا کہ اُسوقت سے پہلے قرأت کے عادی تھے سو اگر حدیث اذا قرأ فانصتوا حدیث ترمذی سے
پہلے ہوتی تو صحابہ پہلے ہی سے قرأت سے باز رہتے پھر اُسکے بعد کیسے پڑہ سکتے تھے حالانکہ ترمذی کی حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت تک پڑہتے تھے سو لامحالہ حدیث انصات بعد کی ہوگی جب اسکی بعدیت
حدیث ترمذی و دارقطنی سے محقق ہوئی تو یہ حدیث درحقیقت ناسخ ہے اُس قرأت مقتدی کی جو اسکے فرمانے
کیوقت جائز تھی سو وہ قرأت فاتحہ تھی صلوات سرّیہ مین جو بروایت ترمذی و دارقطنی باقی رہی تھی کیونکہ
سورت کی ممانعت تو اوّل سے ہی بروایت عبادہ و انس و ابیہریرہ و عمران بن حصین و عبداللہ بن عمرو
و عبداللہ بن مسعود و ابن عمر وغیرہم محقق ہوچکی تھی ہان فاتحہ کا جواز ہر قسم نماز مین انہی صحابہ مذکورین کی
روایات سے ثابت تھا پھر ابوہریرہ کی حدیث ترمذی و دارقطنی سے جہریہ نمازون مین فاتحہ کا بھی نسخ ثابت

Marfat.com

ہوا اور سریہ مین اُسکا جواز بدستور قدیم باقی رہا پھر اسکے بعد جسوقت یہ ارشاد شارع علیہ السلام صادر ہوا کہ اذا قرأ فانصتوا اُسوقت سے قرأت فی السریہ بھی منسوخ ہوئی تو اُسوقت سے مقتدی کی قرأت مطلقًا ہر قسم نماز مین موقوف ہوگئی چنانچہ جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن مسعود وابن عمر وزید بن ثابت وسعد بن وقاص وابموسیٰ اشعری وغیرہم کا یہی مسلک ہے اور یہی حق احق بالقبول ہے باقی ابوہریرہ[۱] رضؓ نے اسکو ناسخ فی السریہ نہین سمجھا اُسکی دو وجہ ہوسکتی ہین یا تو انہون نے اسکو حدیث منازعت پر محمول کرکے یہ خیال کیا کہ مقصود شارع علیہ السلام اس سے بھی وہی ہے جو حدیث منازعت سے تھا یعنی عند جہر الامام انصات کرنا سو سریہ مین جب جہر امام نہین تو انصات کی کیا ضرورت ہے مگر اس تاویل مین دو خدشہ ہین اوّل[۲] تو یہ ہے کہ جیسے حدیث منازعت اُن چند احادیث سے موخر تھی جنمین امر قرأت فاتحہ تھا اور اپنے تاخر کیوجہ سے وہ اُنکے ناسخ فی الجہریہ ہوئی اور اس نسخ کو ابوہریرہ نے بھی تسلیم کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ حدیث اذا قرأ فانصتوا حدیث منازعت ترمذی اور حدیث دارقطنی اذا اسررت بقرائتی فاقرؤا معی سے موخر ہے مگر اسکو ناسخ حدیث دارقطنی وغیرہ خیال نکیا تو یہ ترجیح بلا مرجح اور تحکم بیوجہ کیسا ہی حق یہی ہے کہ مقدم و موخر مین جمع وہان کرتے ہین جہان دو مضمونًا متناقض نہون اور در صورت تناقض حدیث موخر ناسخ مقدم ہوتی ہے چنانچہ یہان یہی صورت ہے۔

دوم[۳] خدشہ یہ ہے کہ جیسے حدیث منازعت مین مطلق قرأت پر انکار تھا اور بظاہر جہریہ و سریہ کو شامل تھی مگر حدیث دارقطنی سے اُسکی تخصیص جہریہ کیساتھ ہوگئی کیونکہ وہ دونون ایک ہی واقعہ کی حکایات ہین اختصار و تطویل کا فرق ہے ایسے ہی یہان بھی کوئی ارشاد نبوی سریہ و جہریہ مین فارق اسکے ساتھ ہوتا اور اسکا پتہ کسی ضعیف و قوی حدیث سے چل جاتا تو یہ تخصیص سر آنکھون پر رکھ سکتے تھے مگر محض اجتہاد سے اگرچہ وہ صحابی کا اجتہاد ہی کیون نہو یہ تخصیص بیجا ہرگز لائق اعتبار نہین ہے خصوصًا جبکہ دیگر صحابہ نے بھی اسکو اپنے اطلاق و شمول پر رکھا ہو اور[۴] یا ابوہریرہ نے یہ تخصیص بالجہریہ الفاظ حدیث مذکور ہی سے سمجھے ہوا سلئے اسکو ناسخ سریہ نسمجھا ہو وہ توجیہ یہ ہے کہ اس حدیث مین گو لفظ اذا قرأ مطلق و شامل ہے مگر لفظ انصتوا اسکا قرینہ ہے کہ مراد اذا قرأ سے جہری قرأت ہے کیونکہ انصات اُس سکوت کو کہتے ہین جو بحالت استماع ہو سو ظاہر ہے کہ ایسا سکوت جہری مین تو ہوسکتا ہے نہ کہ سری مین سو یہ حدیث بھی متعلق بجہریہ ہے اور حدیث منازعت کی ہم مضمون ہوئی سو جیسے اُس نے سریہ کا نسخ ثابت نہین تھا ایسے ہی اس سے بھی نہین ہوگا اور یہی توجیہ اہلحدیث زمانہ کا معول ہے اور کتب لغت سے بھی اسکو ثابت کرتے ہین چنانچہ لکھتے ہین کہ نہایہ ابن الاثیر مین ہے

[۱] ابوہریرہ نے دو وجہ سے حدیث انصات کو جہریہ نماز سے کیساتھ مخصوص سمجھا ہو وہ دونون وجہ فاسد ہین ۱۲

[۲] خدشہ اول ۱۲

[۳] خدشہ دوم ۱۲

[۴] (margin note)

يقال انصت ينصت انصاتا اذا سكت سكوت مستمع - سو سُنئے یہ توجیہ بھی ایک دھوکہ کی ٹٹی ہے
نہ کتب حدیث اسکے مساعد ہے اور نہ کتب لغت سے یہ مفہوم بلکہ یہ زعم ایک غلط فہمی پر مبنی ہے سو سنو سکوت
اور انصات اور سمع و استماع مین لغۃً فرق ہے سکوت بمعنی ترک جہر ہے عام ہے کہ خاموش محض ہو یا آہستہ
کچھ پڑہتا ہو غرض سکوت قرات خفیہ کیساتھ جمع ہو سکتا ہے چنانچہ حدیث سمرۃ بن جندب حفظت عن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکتتین الخ یا حدیث ابی ہریرۃ یا رسول اللہ بابی انت و امی
ارأیت سکوتك بین التکبیر والقراءۃ ما تقول الخ دونون مین سکوت مجامع قرأت خفیہ ہی چنانچہ
ظاہر ہے اور انصات بمعنی ترک الجہر و ترک القراۃ معًا ہے یہ قرأت خفیہ کیساتھ جمع نہین ہو سکتا ہے بلکہ
اسمین خاموشی محض ہوتی ہے سو سکوت مصداقًا عام ہے اور انصات خاص ہے کیونکہ اسمین ایک قید زائد
بھی ملحوظ ہے جو سکوت مین ملحوظ نہ تھی یعنی ترک القراۃ اور سکوت مین ترک الجہر ہی ملحوظ ہے نہ کہ زاید علی ہذا سمع بمعنی
ادراک الصوت ہے اسکا وجود بلا صوت مسموع نہین ہو سکتا ہے اور استماع بمعنی التوجہ التام الی ادراک المسموع ہے
جسکو اصغاء الاذن بھی کہتے ہین سو یہ توجہ تام سننے سے پہلے بھی ہوتی ہے اور سننے کیوقت بھی سو اسکا وجود قبل
صوت مسموع بھی ہو سکتا ہے اور چونکہ طبیعت انسانی ایک وقت مین دو کام کی طرف کما ینبغی متوجہ نہین ہو سکتی
ہے اسلئے جب کسی شے کے سننے کا اہتمام ہوتا ہے تو حرکت لسانی بند کرنی پڑتی ہے اور کان کو ہمہ تن سننے
کی طرف متوجہ کرنا پڑتا ہے سو حقیقت استماع وہ خاموشی ہے جسمین زبان بند اور کان ہمہ تن متوجہ ہو سو ایسی
خاموشی کو لغت عرب مین سکوت مستمع سے تشبیہہ دیتے ہین اور جس خاموشی مین قرأت خفیہ بھی ہو اسکو سکوت قاری
کہتے ہین سو نہایہ مین جو یہ عبارت ہے انصت ای سکت سکوت مستمع لفظ سکوت منصوب بنزع خافض
ہے یعنی کسکوت مستمع جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ خاموشی مستمع کیسی خاموشی ہو کہ حرکت لسانی بند ہو اگر اس
خاموشی مین کچھ آہستہ پڑہتا ہو تو اسکو انصات نہ کہینگے اور یہ مطلب نہین ہے کہ اگر اس خاموشی مین کچھ سُنتا
نہو تو انصات نہین ہو گا نہین بلکہ انصات تو بندش زبان ہی کا نام ہے مگر سننا اسکو لازم نہین ہے تو ستر
مین بھی انصات ہو سکتا ہے اور استماع کان لگانے کا نام ہے سو اسکو بندش زبان لازم ہے سو سکوت منصت
کو بندش زبان مین سکوت مستمع سے تشبیہہ ہے اب یہ عبارت ایسی ہوئی جیسے اس حدیث نسائی کی عبارت
ہے - لا تقبل صلوۃ امرأۃ تطیبت للمسجد حتی تغتسل غسلها للجنابۃ یعنی کغسلها للجنابۃ سو جیسے
یہان یہ مقصود ہے کہ جنابت کا سا غسل کرے کہ خوب مل دلکر نہاوے اگرچہ جنابۃ نہین ہے ایسی ہی عبارت

Marfat.com

نہایہ مین یہ مقصود ہے کہ مستمع کا سا سکوت کرے اگرچہ استماع نہو یعنی زبان بند کرکے خاموش محض رہے سو
محدثین زمانہ کی یہ توجیہ کہ انصات وہان ہی ہوتا ہے جہان کچھہ مسموع ہو سراسر غلط نکلی پھر اس توجیہ پر جو
تاویل اذا قرا فانصتوا کی کرتے تھے کہ یہ حدیث متعلق بجہری ہے خود فاسد ہوئے کیونکہ الموقوف علی الفاسد
فاسد بالجملہ انصات چونکہ خاموشی محض کا نام ہے اسلئے اسکا استعمال زبان عرب مین ایسے موقع مین بھی ہے کہ
جہان صوت مسموع نہو بلکہ استماع کو بھی صوت مسموع کا موجود ہونا ضروری نہین ہی قرآن وحدیث اس دعوی پر
شاہد عدل ہے جناب باری عز اسمہ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی آیندہ سننے کے لئے ارشاد فرمایا
ہے وانا اخترتک فاستمع لما یوحی سو یہان حکم استماع قبل الوحی ہے یعنی وحی سننے کے لئے پہلے سے
ہمہ تن طیار ہو جاؤ۔ اور ترمذی مین ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکیف انعم وصاحب
القرن قد التقم القرن واستمع الاذن حتی یؤمر بالنفخ فینفخ یہان بھی ابھی تک امر نفخ مسموع نہین ہے
مگر ترقبا استماع ہی الحاصل انصات واستماع کے لئے صوت مسموع کا ہونا ضروری نہین ہی بلکہ کسی عظیم القدر
کی عظمت کے لئے جو خاموشی ہوتی ہے یا کسی کلام مہتم الشان کی ترقب وانتظاری مین جو خاموشی ہو اسکو
انصات اور استماع کہتے ہین سو صلوۃ سریہ مین چونکہ نائب القوم امام اور رب علام مین وقت قرأت تخاطب ومناجاۃ
ہے اسلئے اسکی عظمت کے لئے خاموشی برمحل ہی اگرچہ سماع نہین ہے اسی سبب سے ارشاد نبوی صادر ہوا کہ واذا
قرأ فانصتوا اس تحقیق کے بعد اس نکتہ لطیفہ کی موزونیت بھی سمجھہ مین آجاویگی کہ قرآن شریف مین استمعوا
وانصتوا دونون کیون مذکور ہوے اور اس حدیث مین صرف انصتوا کیون مذکور ہوا کیونکہ وقت نزول آیۃ
صرف دو نمازین جہریہ ہی مفروض تھین چنانچہ شروع رسالہ مین یہ بحث مدلل گذر چکی ہے اسلئے وہان کان لگانا
اور زبان بند کرنا دونون مطلوب تھی اسلئے استمعوا وانصتوا ارشاد ہوا اور چونکہ یہ ارشاد نبوی اذا قرأ
فانصتوا حسب تحقیق بالا بعد حدیث دارقطنی اذا اسررت بقرأتی فاقرأوا معی اور بعد حدیث منازعت
ترمذی تھا اور اسوقت جہریہ نمازونمین قرأت مقتدی منسوخ ہو چکی تھی صرف سریہ نمازون مین قرأت مقتدی
جائز تھی اسلئے اس ارشاد سے اسکا نسخ مدنظر تھا اسلئے لفظ فانصتوا پر اکتفا فرمایا کہ یہان امر استماع کا موقع نہین تھا
کیونکہ سریہ نماز مین کسی صوت مسموع کی امید وترقب ہی نہین ہوتی اسلئے صرف انصات کا حکم فرمایا کہ قرأت موتم امام
کی مناجات مین مخل نہو کیونکہ سری نمازونمین ادنی سی کھسکھساہٹ بھی موجب انتشار ہو سکتی ہے چہ جائیکہ
سب مقتدی ایسا کرین تو امام کی یکسوئی مناجات مین نرہ سکیگی چنانچہ ارشادات نبوی خلطتم علی خالجتم علی

Marfat.com

بعضکم خالجنیہا وغیرہ وغیرہ اسی بنا پر صادر ہوئے ہین اب مثل آفتاب نیمروزہ محقق ہوگیا کہ یہ حدیث بلحاظ اپنے مورد وموقع کے تو سری نمازون مین ہی ناسخ قرأت مقتدی ہے گو یہ حکم بلحاظ احادیث متقدمہ کی ہر دو قسم نمازون کو شامل ہے سو لامحالہ اس ارشاد کے بعد ہر دو قسم نمازون مین قرأت مقتدی منسوخ ہو چکی اب اگر کوئی شخص مدعی جواز ہو تو اسکو ضرور ہے کہ ایسی احادیث سے جواز ثابت کرے جو ان احادیث ناسخہ سے موخر ہون کیونکہ ان سے مقدمہ احادیث تو ان سے منسوخ ہو چکین اُن سے استدلال تو صحیح نہین ہے ہان ان احادیث ناسخہ کی نواسخ سے استدلال البتہ صحیح ہوسکتا ہے وہو اصعب من خرط القتاد والحاصل لغت سے بھی اسکا پتہ نہ چلا کہ انصات بموقع جہر صوت ہی ہوتا ہے اور حدیث سے بھی اسکا پتہ نہین چلتا ہے بلکہ اسکا خلاف حدیث سے ثابت ہے بیہقی نے کتاب القراۃ مین نقل کیا ہے عن عمر بن الخطاب قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوۃ الظہر فقرأ رجل من الناس فی نفسہ قال ہل قرأ معی احد منکم قال ذلک ثلاثا فقال الرجل نعم یا رسول اللہ انا کنت اقرأ بسبح اسم ربک الاعلی قال مالی انازع القرآن اما یکفی احدکم قرأۃ امامہ انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا قرأ فانصتوا دیکھو یہ نماز سری کا قصہ ہے اسمین وہی جملہ ہے جو ابوہریرہ و ابوموسی کی حدیث مین تھا اب یہان اہلحدیث کیا تاویل کرسکتے ہین یہ تو یقیناً سری نماز سے متعلق ہے اگرچہ اسکا حکم بھی سب نمازون کو عام ہے اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ حکم انصات سری نمازون مین بھی ہوتا ہے یہان بھی یہ غور طلب ہے کہ یہ حدیث کس موقع اور کسوقت کی ہے نسخ قرأت کے بعد کی ہے یا اُس سے پہلے کی ہے سو سنو چونکہ اسمین بھی وہی جملہ ہے جو حدیث ابی ہریرہ مین تھا یعنی اذا قرأ فانصتوا سو جیسے اُسکی بعدیت حدیث منازعت سے بدلائل مذکورہ بالا ثابت تھی اس حدیث عمر کی بعدیت بھی حدیث منازعت سے ثابت ہوگی علاوہ برین یہ اسوقت کی حدیث ہے کہ امام کی قرأت کا سب مقتدیون کی طرف سے کافی ہونا معروف و مشہور ہو چکا تھا اسیواسطے اسوقت کسی نے سوائے ایک آدہ ناواقف کے نہین پڑھا تھا تین بار استفسار کے بعد یہ ایک شخص اقراری ہوا اس پر یہ ارشاد اما یکفی احدکم قرأۃ امامہ خود دال ہے اسپر کہ اس کفایت قرأت امام کی تعلیم آپ پہلے سے دیچکے تھے کہ جسکے خلاف ورزی پر اب انکار فرمایا ورنہ اگر پہلے سے اسکی تعلیم نہو چکتی تو یہ انکار ہی خود بیموقع ہوتا کیونکہ کوئی بھی اُس سے واقف نہ تھا بلکہ سب بامر الشارع عادی قرأت تھی سو اس صورت مین یہ انکار خود مہمل اور بے محل ہوتا تو لامحالہ کہنا پڑیگا کہ یہ اُسوقت کا واقعہ ہے جب آپ جہری و سری مین قرأت مقتدی منسوخ فرما چکے تھے سو اس لحاظ سے تو یہ

Marfat.com

حدیث عمر ابوہریرہ و ابوموسیٰ کی حدیث اذا قرا فانصتوا سے بھی موخر ہے کیونکہ اس سے تو نسخ فی السریہ کی ابتدا ہوئی اور حدیث عمر مین جملہ اما یکفی احدکم الخ مقتضی ہے کہ یہ ارشاد اسوقت ہوا کہ یہ نسخ قرأت مقتدی کا خوب معروف ہو چکا تھا سو لامحالہ یہ حدیث عمر ی ابوہریرہ کی حدیث کی گو ہم لفظ ہے مگر اُس سے بھی موخر ہے اور عمران[۱] بن حصین کی حدیث جو ابوداود وغیرہ مین ہے اور اُسمین بھی سبح اسم ربک الاعلی کا پڑھنا مذکور ہے وہ اس واقعہ سے جدا واقعہ ہے اور وہ اس سے بہت مقدم ہے کیونکہ اول تو وہان جس نے پڑھا تھا جہراً پڑھا تھا اسی لئے وہان سوال شارع بلفظ ایکم قرأ سے ہوا جس سے تعیین فاعل سے سوال ہوتا ہے ایسی صورت مین سائل کو فعل معلوم ہوتا ہے مگر فاعل مجہول ہوتا ہے اور یہان سراً پڑھا ہے جو شارع کو مسموع نہوئے اسی واسطے یہان ہل قرأ سے سوال فرمایا جو بحالت مجہولیت فعل ہوتا ہے دوسرے وہان جہراً پڑھنے پر ناخوشی ظاہر فرمادی مگر مطلق پڑھنے سے منع نہین فرمایا اسلئے وہ حدیث اُسوقت کی معلوم ہوتی ہے جب سریہ نمازون مین فاتحہ و سورت پڑھی جاتی تھی مگر آہستہ اسنے چونکہ پکار کر پڑھ دی اسلئے اسپر ناراضی ظاہر فرمادی مگر منع نہین فرمایا اور یہان قرأت امام کو نا کافی سمجھنے پر انکار ہے اور ترک قرأت کا صراحۃً حکم ہے سو یہ حدیث عمر نسخ قرأت کے بعد کا واقعہ ہے اور حدیث عمران نسخ سورت سے بھی پہلے کا واقعہ معلوم ہوتا ہے اور اگر وہ بعد نسخ سورت کا واقعہ ہو چنانچہ عند الاکثر یہی احتمال ارجح و اظہر ہے تب بھی کم از کم نسخ فاتحہ سے پہلے کا واقعہ ہوگا اور حدیث عمر بعد نسخ مطلقاً کا واقعہ ہے چنانچہ اہلحدیث اس حدیث عمران کو تسلیم کر کے یہی کہتے ہین کہ اس سے نسخ فاتحہ ثابت نہین ہوا پھر نہج حدیث عمران اور حدیث عمر جدا جدا واقعات ہین مگر جو تاویل حدیث عمران مین اہلحدیث کرتے ہین کہ اس سے نسخ فاتحہ ثابت نہین ہوا وہ تاویل حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین نہین کر سکتے ہین کیونکہ اس حدیث کا بعد نسخ قرأت مطلقاً ہونا تو محقق ہو چکا ہے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہین اور نیز یہ حدیث مشتمل بر انکار قرات اور آمر بالانصات ہے تو اسمین کوئی تخصیص فاتحہ و سورت کی اور سری و جہری کی ہرگز نہین چل سکتی ہے کیونکہ اسکا ارشاد ہے یقیناً ایسے وقت ہوا کہ فاتحہ و سورت اور جہری و سری کی تفریق مٹ چکی تھی اور ہر قسم نماز مین انصات مطلق مشروع ہو چکا تھا ہان جو شخص اسکے موقع ورود سے ذاہل رہے وہ اسے تاویلات فاسدہ کو محتمل خیال کر سکتا ہے البتہ حدیث عمران مین گنجایش تاویل ہے کیونکہ اول تو کسی قرینہ سے اُسکا موقع ورود متعین نہین ہوا کہ آیا وہ نسخ سورت سے پہلے کا واقعہ ہے یا اُسکے بعد کا اور اگر بعد کا ہے تو نسخ فاتحہ سے پہلے کا ہے یا اُسکے بھی بعد کا سو اسکو اگر بعد نسخ السورت اور قبل نسخ الفاتحہ تسلیم کرین تو اہل حدیث کی تاویل

[۱] حدیث عمر گذشتہ اور حدیث عمران جدا جدا واقعات کی حکایات ہین ۱۲-۱۴

Marfat.com

مذکور چل سکتی ہی کیونکہ اسوقت مقصود شارع محض سورت پرانکار کرنا ہوگا اور اگر یہ بھی بعد النسخ مطلقاً ہو تو
تاویل مذکور نچلیگی کیونکہ اسوقت مقصود شارع مطلق قرأت پرانکار ہے اگر وہ فاتحہ بھی پڑھتا تو اسپر بھی انکار
ہوتا ہان یہ مسلم ہے کہ آمین عمراحةً تو سورت پر ہی انکار ہے مگر جیسے اس سے دوسرے سورہ پرالتزاماً انکار ثابت
ہوتا ہے ایسے ہی فاتحہ پر بھی انکار ثابت ہوگا کیونکہ اسوقت سب کی قرأت منسوخ ہوچکی ہے مگر چونکہ اسکے نسخ
قرأت سے بعدیت متیقن نہین ہے اسلئے تاویل مذکور کی گنجایش ہی برخلاف حدیث عمر کے کہ اسکی بعدیت
متیقن ہے اسلئے وہان اس تاویل کا مسرح نہین ہے فوضح الفرق واستبان الحق دوسرے حدیث عمران مین
نہ امام کی عدم کفایت قرأت پرانکار ہے اور نہ صراحةً مقتدی کے انصات کا امر ہے اگر ایسا ہوتا تو اسکی بعدیت
بھی نسخ سے محقق ہوجاتی اسلئے بھی آمین تاویل مذکور ممکن ہے برخلاف حدیث عمر رضی اللہ عنہ کے کہ اُس مین
یہ دونون باتین ہین اور اسکی بعدیت نسخ سے متیقن ہے سو آمین یہ تاویل ہرگز مسموع نہین ہوسکتی ہے۔
اب خلاصہ مرام یہ ہے کہ حدیث ولغت سے ثابت ہوگیا کہ انصات کے لئے صوت مسموع کا ہونا ہرگز شرط
نہین ہے اسکے معنی بندش زبان کے ہین اسکا استعمال حدیث مین جہری وسری نمازون مین موجود ہے سو حدیث
اذا قرأ فانصتوا مین یہ تاویل کہ یہ متعلق بجہری ہے سری مین اس سے نسخ قرأت ثابت نہین ہوتا ہے حدیثاً
ولغۃً غلط ہے اسکو تاویل نہین کہنا چاہئے بلکہ یہ تحریف ہے فالحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا
لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ +

ازانجملہ یہ حدیث ہے۔ اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا ابوالحسن موسیٰ بن ابی عایشۃ عن عبداللہ
بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلے
خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ اسکو امام محمد نے اپنی موطا مین روایت کیا ہے اور طحاوی اور بیہقی اور
دارقطنی اور ابن عدی نے بھی اسی سند سے روایت کیا ہے آمین بھی دو امر بحث طلب ہین اوّل یہ کہ یہ حدیث آیا سنداً
صحیح ہے کہ نہین دوم یہ کہ یہ ارشاد نبوی آیا بعد نسخ قرأت ہے یا اُس سے قبل اور اسکا مورد آیا صلوۃ سریہ ہے
یا صلوۃ جہریہ سو امر اول کا حال یہ ہے کہ محدثین زمانہ اسکو صحیح خیال نہین کرتے ہین کیونکہ اگرچہ اسکے آخری
ہر سہ رواۃ ثقات وعدول ہین مگر ابو حنیفہ عند المحدثین اولاً توضعیف ہین وار قطنی لکھتے ہین۔ لم یسندہ عن موسیٰ
بن ابی عایشۃ غیر ابی حنیفۃ والحسن بن عمارۃ وھما ضعیفان دوسری ایک نقص اس سند مین یہ ہے
کہ ابو حنیفہ کے ہمدرجہ دیگر ثقات اسکو موسیٰ بن ابی عایشۃ سے مرسلاً بلا ذکر جابر روایت کرتے ہین سو ابو حنیفہ

Marfat.com

اسکو مسنداً روایت کرنے مین متفرد بھی ہین او ضعیف بھی ہین اور ظاہر ہے کہ راوی ضعیف متفرد مخالف ثقات کی روایت قابل اعتبار نہین ہوتی ہے چنانچہ دارقطنی مین ہے - وروی هذا الحدیث سفیان الثوری وشعبة واسرائیل بن یونس وشریك وابو خالد الدالانی وابو الاحوص وسفین بن عیینة و جریر بن عبد الحمید وغیرهم عن موسی بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد مرسلا عن النبی صلی الله علیه وسلم وهو الصواب - علی ہذا امام بیہقی بھی کتاب المعرفة مین یہی الزام تفرد ابو حنیفہ پر قایم کرتے ہین چنانچہ لکھتے ہین - وقد روی السفیانان هذا الحدیث وابو عوانة وشعبة وجماعة من الحفاظ عن موسی ابن ابی عایشة فلم یسندوه عن جابر ورواه عبد الله بن المبارك ایضاً عن ابیحنیفة مرسلاً - علی ہذا ابن عدی اپنی کامل مین تحریر کرتے ہین وهذا الحدیث زاد فیه ابو حنیفه جابر بن عبد الله وقد رواه جریر والسفیانان وابو الاحوص وشعبة وزائدة وزهیر وابو عوانة وابن ابی لیلی وقیس وشریك وغیرهم فارسلوه ورواه الحسن بن عمارة کما رواه ابو حنیفة و هو اضعف کما ذکره الزیلعی - خلاصہ ان تینون عبارات کا یہ ہے کہ ابو حنیفہ کے معاصرین جو تعداد مین تیرہ شخص ہین اسکو مرسل روایت کرتے ہین اور ابو حنیفہ سب کے خلاف اسکو مسند روایت کرتے ہین سو یہ حدیث راوی ضعیف متفرد کی مسند ہوئی اسلئے یہ صحیح نہوئی سو اسکا جواب یہ ہے کہ امام ہمام ابو حنیفة النعمان نہ عند المحققین ضعیف ہین اور نہ اس حدیث کے مسند بیان کرنے مین منفرد ہین اُنکے ضعیف وقوی ہونے کی بحث تو چونکہ طویل الذیل ہے اسلئے اسکو تو ہم بعد مین لکھینگے پہلے سقم تفرد کو دفع کرتے ہین - ہر سہ جارحین مذکورین کا یہ دعوی کہ تیرہ ثقات مذکورہ اسکو مرسل ہے روایت کرتے ہین انمین سے کوئی مسند نہین بیان کرتا ہے نفس الامر مین غلط ہے اُنکا ایسا لکھنا قصور نظر پر مبنی ہے یا تعصب مشربی پر سفیان اور شریک انہین تیرہ ثقات مین سے اسکو مسند بھی روایت کرتے ہین اسکو حافظ احمد بن منیع نے اپنی مسند مین روایت کیا ہے اور ابن ہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ مین اسکو مسند مذکور سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے - اخبرنا اسحق الازرق حدثنا سفیان وشریك عن موسی بن ابی عایشة عن عبد الله بن شداد عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان له امام فقراءة الامام له قراة سو دیکھ لو یہ بعینہ وہی سند ومتن ہی جسکو ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے روایت کیا تھا سو خیر اگر ابو حنیفہ سے بغض للہی ہے اور بالفرض وہ ضعیف ہی سہی سو یہ حدیث تو اہلحدیث کے دو مسلمہ ثقات کے ذریعہ سے مسند ثابت ہوگئی

Marfat.com

تو اب اسکے ماننے مین کیا تردد رہا ہے اب ذرا انصاف کیجے کہ دارقطنی وغیرہ کا یہ طمطراق کیساتھ دعوی کہ سوائے ابیحنیفہ کے کوئی ثقہ اسکو مسند بیان نہین کرتا ہے کہانتک صحیح ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ قاعدہ محدثین کی مسلمات مین سے ہے الثقۃ قد یسند الحدیث مرۃ ویرسل اخری سو سفیان وشریک و ابوحنیفہ نے کبھی اسکو مسند بیان کیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور کبھی مرسل روایت کیا ہی جیسا کہ بیہقی وغیرہ نے نقل کیا ہے بالجملہ ابوحنیفہ اس حدیث مین ہرگز متفرد نہین ہین بلکہ دو متابع قوی انکے ہمزبان ہین سو حدیث ابی حنیفہ نفس الامر مین صحیح قابل اعتماد ہے کم ازکم اس سے تو چارہ ہی نہین کہ یون کہین کہ یہ حدیث طرق اُخری سے صحیح ہے چنانچہ ابن ہمام نے احمد بن منیع کی اس سند کی بابت لکھا ہے۔ واسناد حدیث جابر الاول صحیح علی شرط الشیخین۔ بندہ کے نزدیک اغلب یہ ہے کہ یہ تفاوت ارسال واسناد کا سفیان وشریک وابوحنیفہ کی طرف سے نہین ہے بلکہ اسکا منشا ومبدا موسی بن ابی عائشہ خود مین انہون نے اسکو کبھی مسند اور کبھی مرسل روایت کیا ہے سو سفیان وشریک وابوحنیفہ وغیرہ نے دونون طرح سُنا اسلئے اُنکی روایات دونون طرح آگے کو منقول ہوئین اور دیگر معاصرین سفیان نے اسکو موسی سے مرسل ہی سُنا ہے اسلئے اُنکی روایات مرسل ہی منقول ہوئین مگر دونون قسم کی روایات سے یہ بات ضرور محقق ہوگئی کہ حدیث موسی بن ابی عائشہ مسند صحیح ہے اگرچہ اُسکے بعض طرق مرسل بھی ہین مگر ایسی احادیث مرسلہ جو مؤید بالطرق المسندہ ہون جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہین اگرچہ عند الاحناف تو مطلقًا مراسیل ثقات معتبر ہین بہرنہج یہ حدیث جابر بہمہ طرق خواہ مسندہ ہون خواہ مرسلہ ہون عند المحققین صحیح ومعتبر ہے مسندہ طرق تو بنفسہا صحیح ہین اور مرسلہ طرق بوجہ تائید بالطرق المسندہ صحیح ہین سو یہ حدیث علل قادحہ سے ہر طرح پاک و صاف ہے اسکو معلل سمجھنا اپنے آپ کو علیل الراے اور سقیم الفہم جتانے سے کم نہین ہے۔ اب یہان پر مدعیان حدیث کی ایک غلط فہمی کا اظہار مناسب وقت ہے وہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر مین اس حدیث جابر کو نقل کر کے یہ عبارت لکھی ہے۔ حدیث من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ مشہور من حدیث جابر ولہ طرق عن جماعۃ من الصحابۃ کلہا معلولۃ سو ابن حجر کی مراد اس عبارت سے یہ ہے کہ یہ متن بروایت جابر تو مشہور ہے کیونکہ اُن سے بطرق مسندہ ومرسلہ مروی ہے سو دونون قسم طرق کے ملنے سے محقق ہوگیا کہ اصل حدیث ضرور جابر سے ثابت ومعتبر ہے مگر یہی متن دیگر صحابہ کی جماعت سے بھی مروی ہے مگر اُسکے اسانید وطرق جو صحابہ مذکورین تک پہونچتے ہین سب معلول ہین کہ ہر ایک مین کوئی نہ کوئی علت

Marfat.com

قادحہ موجود ہے اب اس عبارت سے ظاہر بینان حدیث یہ سمجھے کہ مراد ابن حجر کی اس سے یہ ہے کہ حدیث جابر کی طرق بھی سب معلول ہین اور دیگر صحابہ کی طرق بھی معلول ہین حالانکہ اُنکی مراد یہ ہرگز نہین ہے کیونکہ ضمیر مجرور کلہا کا مرجع لفظ طرق عن جماعۃ ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی طرق جماعۃ کے معلول ہین نہ کہ طرق جابر کیونکہ عبارت مذکورہ مین اول تو طرق جابر کا ذکر تک نہین ہے دوسرے پہلا جملہ لفظ جابر پر ختم ہولیا اور دوسرا جملہ معطوفہ ولہ طرق سے شروع ہوا اور اس دوسرے جملہ مین ہی لفظ کلہا واقع ہے اور اسی جملہ مین اُسکا مرجع لفظ طرق مذکور ہے تو یہ ضمیر مؤنث اسی لفظ طرق کی طرف راجع ہو سکتی ہے نہ کہ اور کسی لفظ کی طرف وہ بھی جملہ مستقلہ متقدمہ مین چنانچہ نحات عرب پر پوشیدہ نہین ہے غرض عبارت مین غور کرنے سے اور حافظ ابن حجر کی مہارت علمی پر نظر کرنے سے یہی مطلب اُنکی مناسب شان ہے جو ہمنے بیان کیا اور بالفرض اگر اسکا مطلب وہی ہو جو ظاہر بین سمجھتے ہین تو یہ ادعا اُنکا کہ حدیث جابر کی طرق بھی سب معلول ہین محض غلط ہے چنانچہ اوپر اسکی غلطی بروایت احمد بن منیع ظاہر و باہر ہو چکی ہے۔ اب [لہ] امام ابو حنیفہ کی توثیق و تضعیف کے متعلق بھی کچھ لکھنا مناسب ہے۔ علامہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ مین امام ہمام کے مناقب و معائب دونون نقل کئے ہین پھر ابن عدی نے اپنی کامل مین اُسی سے تقلیداً نقل کئے ہین اُسکے بعد علامہ ذہبی نے کامل سے اپنی میزان الاعتدال مین اُسکو نقل کیا چنانچہ ذہبی کے کچھ اقوال ہم ذیل مین نقل کرتے ہین

قال فی المیزان۔ [ع] اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ ثلثتہم ضعفاء۔ النعمان بن ثابت بن زوطا ابو حنیفۃ الکوفی امام اہل الرای ضعفہ النسائی من جہۃ حفظہ وابن عدی و آخرون و ترجم لہ الخطیب فی فصلین من تاریخہ و استوفی کلام الفریقین معدلیہ و مضعفیہ اسکے بعد یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ آیا دیگر ائمہ جرح و تعدیل نے اُسکی تضعیف ہی کی ہے یا توثیق بھی کی ہے سو دیکھیئے ہم پہلے امام ممدوح کے معاصرین کے اقوال نقل کرتے ہین علامہ ابن حجر مکی شافعی رسالہ (الخیرات الحسان فی مناقب النعمان) مین نقل فرماتے ہین قال الحافظ الناقد یحیی بن معین۔ الفقہاء اربعۃ ابو حنیفۃ و سفین و مالک و الاوزاعی و عندی القراۃ قراۃ حمزۃ والفقہ فقہ ابیحنیفۃ و سئل سفیان عنہ قال نعم کان ثقۃ صدوقا فی الفقہ والحدیث مامونا علی دین اللہ و سئل ابن معین عنہ اثقۃ ہو فقال نعم ما سمعت احدا یضعفہ و ہذا شعبۃ یکتب لہ ان یحدث اور ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب مین فرماتے ہین۔ قال محمد بن سعد سمعت یحیی بن معین یقول کان

لہ امام ابو حنیفہ پر تعصبانہ جروح ہین ١٢

ع ترجمہ اسمعیل اور حماد اور ابو حنیفہ تینون ضعیف ہین نعمان یعنی ابو حنیفہ اہل الرای کے امام ہین نسائی اور ابن عدی وغیرہ نے حافظہ کی بابت اُنکی تضعیف کی ہے خطیب نے اپنی تاریخ مین دونون فریق یعنی مادحین اور معیبین کے اقوال خوب لکھے ہین ١٢ ١٢

Marfat.com

ابوحنیفۃ ثقۃ لا یحدث الا بما یحفظہ ولا یحدث بما لا یحفظہ وقال صالح بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابوحنیفۃ ثقۃ فی الحدیث وقال عبداللہ بن المبارک لولا ان اللہ اعانني بابی حنیفۃ وسفیان کنت کسائر الناس وقال یحیی بن سعید القطان لا نکذب علی اللہ ما سمعنا باحسن من رای ابیحنیفۃ وقد اخذنا باکثر اقوالہ اور امام سمعانی نے انساب مین نقل کیا ہے قال مسعر بن کدام من جعل اباحنیفۃ بینہ وبین اللہ رجوت ان لا یخاف اور در مختار مین اس قول کیساتھ یہ قطعہ بھی نقل کیا ہے قال مسعر ؎

حسبی من الخیراتِ ما اعددتہ	یوم القیمۃ فی رضی الرحمان
دینُ النبیِّ محمدٍ خیرِ الورٰی	ثم اعتقادی مَذْھَبُ النُّعمان

اور ابن حجر نے قلائد العقیان مین کہا ہے قال معمر بن راشد ما اعرف رجلا تکلم فی الفقہ احسن معرفۃ من ابی حنیفۃ وقال سفیان الثوری کنا بین یدی ابی حنیفۃ کالعصافیر بین یدی البازی وان اباحنیفۃ سید العلماء اور علامہ ذہبی صحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ مین نقل کرتے ہین - قال عبداللہ بن المبارک ان الاثر قد عرف وان احتیج الی الرای فرای مالک والثوری وابی حنیفۃ وابوحنیفۃ احسنہم رایا وادقہم فطنۃ وھوافقہ الثلثۃ اور ملا علی قاری نے اپنے رسالہ مناقب مین ذکر کیا ہے قال سفیان بن عیینۃ من اراد المغازی فالمدینۃ ومن اراد المناسک فمکۃ ومن اراد الفقہ فالکوفۃ یلازم اصحاب ابیحنیفۃ اور امام نووی نے تہذیب الاسماء مین مناقب امام نہایت مبسوط بیان کئے ہین انمین بحوالہ خطیب بغدادی نقل کیا ہے وعن الشافعی قال الناس عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ اور شامی نے رد مختار مین نقل کیا ہے قال احمد بن حنبل فی حقہ انہ کان من العلم والورع والزھد وایثار الاخرۃ بمحل لا یدرکہ احد وقال عبداللہ بن المبارک لیس احد احق ان یقتدی بہ من ابی حنیفۃ لانہ کان اماما تقیا نقیا ورعا عالما فقیہا کشف العلم کشفا لم یکشفہ احد اور حافظ یوسف بن عبداللہ مالکی نے لکھا ہے - انہ افرط بعض اصحاب الحدیث فی ذم ابی حنیفۃ وتجاوزوا الحد فی ذلک والذین رووا عن ابی حنیفۃ ووثقوہ واثنوا علیہ اکثر من الذین تکلموا فیہ والذین تکلموا فیہ من اھل الحدیث اکثر ما عابوا علیہ الاغراق فی الرای والقیاس اور ابن حجر مکی نے خیرات حسان مین نقل کیا ہے وقد قال الامام علی بن المدینی ابوحنیفۃ ھو ثقۃ

Marfat.com

لا بأس بہ وکان شعبۃ حسن الرای فیہ وقال یحیی بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ واصحابہ فقیل لہ اکان یکذب قال لا اور عبدالوہاب شعرانی نے میزان شعرانی مین نقل کیا ہے۔ جاء سفیان الثوری ومقاتل وابن حبان وحماد بن مسلمۃ وجعفر الصادق وغیرہم من الفقہاء الی ابی حنیفۃ فقالوا انت سید العلماء فاعف عنا مامضی من وقیعتنا فیک من غیر علم فقال غفر اللہ لنا و لکم اجمعین اور ابن حجر مکی نے خیرات حسان مین انتیسوین فصل مین قادحین امام کا رد نہایت مدلل کیا ہے اسمین یہ بھی ہے ومما یدل علی ذلک ایضا ان الاسانید التی ذکرہا للقدح لا یخلو اغالبا من متکلم فیہ او مجہول ولا یجوز اجماعا ثلم عرض مسلم بمثل ذلک فکیف بامام من ائمۃ المسلمین اور علامہ ذہبی مؤلف میزان الاعتدال نے تذکرۃ الحفاظ مین لکھا ہے ابو حنیفۃ الامام الاعظم فقیہ العراق وکان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان اور محدث خوارزمی نے اپنی سند مین بروایت ابن کرامہ سنداً نقل کیا ہے قال کنا جلوسا عند وکیع بن الجراح یوما فقال رجل اخطاء ابو حنیفہ فقال وکیع والذی یقول ہذا فہو کالانعام بل اضل اور دراسات اللبیب مین ہے واما الجرح فی ابیحنیفۃ نفسہ فہو مجاب معارض باتفاق الامۃ القریب من اجماعہا من حیث شذوذ الجارحین وندرتہم بالنسبۃ الی المعدلین فلا یلتفت الیہ صہ۳۵۱ بالجملہ یہ چند نقول ہمنے بطور مشتے نمونہ از خروار نقل کردئے ہین وہ بھی بیشتر مذاہب ثلثہ کے علماء محققین کی طرف سے تاکہ ہمپر حمیت بیجا اور عصبیت مشربی کا توہم نہو اور ہمارا قول بمقتضائے ۵ والفضل ماشہدت بہ الاعداء مخاصمین کے نزدیک بھی مردود نہو اب ہر منصف ہر دو اقوال جرح وتعدیل کو پیش نظر رکھکر اپنے جی مین فیصلہ کرلیوے کہ ان مین سے کون سے اقوال قابل تسلیم اور کون سے لائق تسقیم ہین مگر ان اقوال کا خلاصہ بیان کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے سو سنو عبداللہ بن المبارک اور سفیان ثوری اور شعبۃ بن الحجاج اور مسعر بن کدام اور معمر بن راشد تو پانچون امام ابو حنیفہ کے معاصر ہین اور رواۃ صحیحین سے ہین تو انکی توثیق وتعریف امام ابو حنیفہ کی نسبت کیا قابل سماعت نہوگی اور سفیان بن عیینہ اور یحیی بن سعید القطان اور یحیی بن معین اور علامہ ذہبی وغیرہ امام ابو حنیفہ کے معاصر نہین ہین مگر کچھہ ہی پیچھے ہین لیکن ائمہ جرح وتعدیل مسلمہ محدثین ہین انکی توثیق وتجریح پر تمام احادیث کا دارمدار ہے سو انکی توثیق کیون لائق اعتبار نہوگی باقی شاید کوئی یہ کہے کہ نسائی اور ابن عدی اور ذہبی بھی تو ائمہ جرح وتعدیل ہین انکا قول کیون قابل

۵ کمال وہ ہے جسکا دشمن بھی گواہی دین ۱۲

التفات ہوگا سو سنئے بیشک یہ بھی ائمہ معتبرین ہین مگر اوّل تو یہ سب زمانًا نہایت موخر ہین انکی جرح کا دار مدار وہی اقوال طاعنین ہین جو اوّل سے منقول ہوتے چلے آئے ہین اور جنکو یحیی بن معین اور ابن عبد البر وغیرہ جیسے اکابر نسائی وغیرہ سے پہلے رد کر چکے ہین اور انکو متجاوز عن الحد ٹھرا چکے ہین دوسرے جن اسانید سے انکو ثابت کیا جاتا ہے وہ مجاہیل اور مجاریح سے خالی نہین ہین جیسا کہ ابن حجر نے بیان کیا ہے اور ابن خلکان نے بھی اسکی مفصل تحقیق کی ہے تیسری جن طاعنین نے اولًا امام پر زبان طعن دراز کی تھی انجام کار انہون نے اُسکی معافی امام سے چاہ لی ہے جیسے کہ میزان شعرانی مین سفیان کا قصّہ نقل کیا ہے چوتھی جب مادحین کی تعداد قادحین سے کہین زیادہ ہے تو وہ جرح خود ناقابل التفات ہوگا اگر قاعدہ محدثین الجرح مقدم علی التعدیل موجب تردد ہے تو اوّل تو یہ قاعدہ وہان ہی جہان جرح و تعدیل ثبوتًا و تعدادًا مساوی الدرجہ ہون مگر ظاہر ہے کہ یہان یہ بات نہین ہے کہ معاصرین اور مقاربین بالزمان بہت سے مادح ہین اور متاخرین بعید الزمان معدودے چند قادح ہین دوسرے اگر اس قاعدہ کو اپنے اطلاق پر ہی رکھا جاوے تو سب جگہہ اسکو جاری کیا جاوے اس صورت مین صحیحین و دیگر صحاح کی بیشتر احادیث ضعاف ٹھرینگے کیونکہ اُن مین بہت سے رواۃ مختلف الجرح والتعدیل ہین چنانچہ مستدرک حاکم و دیگر مستخرجات سے اسکا پتہ بخوبی چلتا ہے ماہرین حدیث پر یہ بات پوشیدہ نہین ہے علاوہ برین امام دارقطنی پر اس صورت مین یہ بڑا الزام ہوگا کہ محمد بن اسحق راوی حدیث لا تفعلوا الا بام القران بھی تو مختلف الجرح والتعدیل ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اُسکے بارہ مین جرح کو تعدیل پر کیون مقدم نہین سمجھا گیا اور اُسکو ضعیف کیون نہین ٹھرایا گیا بلکہ زیادہ تر تعجب خیز یہ ہے کہ خود امام دارقطنی محمد بن اسحق کو لایحتج بہ فرماتے ہین چنانچہ علامہ ابن سید الناس اپنی کتاب عیون الاثر مین نقل کرتے ہین قال البرقانی سالت الدارقطنی عن محمد بن اسحق بن یسار و عن ابیہ فقال لا یحتج بہما و انما یعتبر بہما مگر باینہمہ حدیث محمد بن اسحق کو حسن تحریر کرتے ہین حالانکہ حد حسن مین یہ ملحوظ ہے کہ شذوذ و علت سے خالی ہو پھر وہ جب از قسم لایحتج بہ ہے تو اس سے بڑھکر کیا علت و سقم ہوگا سو اسکو حسن بتانا معلوم نہین کہ کس اصطلاح کے موافق ہوا فہل ہذا الا تہافت المتعصبین و تجاہل المتشددین پھر جب یہ قاعدہ محمد بن اسحق کے بارہ مین ماخوذ بہ نہین ہوا تو معلوم نہین کہ ابوحنیفہ کے حق مین کیون ماخوذ بہ ہوگیا فالی اللہ المشتکی حق یہ ہے کہ دارقطنی کی ایسی ناموزون ہٹ دھرمیان کچہ نادر الوجود نہین ہین اور نہ اہل انصاف پر وہ پوشیدہ ہین اب عیان نمام ذرا تو اپنے گریبان مین مونہہ ڈالین اور کچہ تو اپنے دل دل مین انصاف کرین کسقدر افسوس ہے کہ

محمد بن اسحق کے بارہ مین جروح معاصرین ثقات کو نظر انداز کرکے متاخرین بعید الزمان کی تعدیلات کو باور کرلیا
اور یہان دربارہ ابیحنیفہ معاصرین کی تعدیل وتحسین کو پس پشت ڈالکر متاخرین کی جروح غیر ثابتہ کو معتبر کرلیا کیون
یہان یہ تعدیل معاصرین مُضر مشرب تھے اور وہان وہ جروح اقران ہادم مذہب تھے سو دونون جگہہ مصلحت سے
کام لیا گیا نعوذ باللہ من امثال هذه الاهواء حق یہ ہے کہ جرح وتعدیل مین اقوال معاصرین ثقات ہے
لائق اعتماد ہین نہ کہ اقوال متاخرین سو دونون جگہہ فیصلہ ناحق ہوا ایسی بے ضابطگی ہی انصاف کا خون کرتی
ہے بلکہ حدیث محمد بن اسحق مین علاوہ اسکے کہ وہ ضعیف متہم بالکذب ہے دو نقص قادح اور بھی ہین ایک یہ کہ
مکحول شامی مدلس ہے اور محمود بن الربیع سے معنعن روایت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ عنعنہ مدلس عند المحدثین قابل
قبول نہین ہے اور ایک یہ کہ دیگر معاصرین ابن اسحق جو اُس سے اوثق ہین اسکو عن مکحول عن نافع بن محمود روایت
کرتے ہین سو طریق ابن اسحق شاذ مخالف ثقات ہوا سو یہ طریق شذوذ سے بھی خالی نہوا جیسا کہ علل قادحہ سے
بھی خالی نتھا پھر معلوم نہین کہ یہ حدیث صحیح تو درکنار حسن بھی کیسی ہو سکتی ہے کیونکہ حد حسن مین یہ بھی شرط
ہے وسلم عن شذوذ وعلة برخلاف اس حدیث ابی حنیفہ کے کہ وہ شذوذ وعلت سے پاک ہے اور
جملہ رواۃ اُسکی ثقات ہین مگر معلوم نہین کہ پھر بھی یہ حدیث ضعیف کیون ہوئی حقیقت یہ ہے کہ حُبّ مشرب اور
تعصب مذہب نے آنکھون پر پٹّی باندہ دی پھر زبان سے جو چاہا کہدیا ذلکم قولکم بافواھکم واللہ یقول
الحق وھو یھدی السبیل ہان ائمہ ثلثہ کے محققین منصفین کو اللہ پاک نے اس بیجا تنگ خیالی سے بچایا
کہ انھون کلمۃ الحق بلا خوف لومۃ لائم تحریراً وتقریراً ظاہر کردیا فجزاھم اللہ احسن الجزاء ونزلھم منازل
السعداء بالجملہ امام ابو حنیفہ بشہادت جم غفیر ثقہ مامون فی الحدیث ہین اور جروح مزعومہ سے منزہ ہین اور
حدیث مذکورہ کی روایت مین متفرد بھی نہین ہین بلکہ سفیان وشریک اُنکے دو متابع ہین سو ہر طرح یہ حدیث صحیح
ومعتبر ہوئے اب اہل انصاف سے اُمید ہے کہ اپنے خیالات کو تابع حق بناوین نہ کہ حق کو تابع خیال ٹھہرادین
فالحق احق ان یتبع والباطل احق ان یُودع الحمد للہ کہ یہان تک سندی بحث سے تو ہم باحسن وجوہ
فارغ ہو چکے اب دوسری بحث شروع کرتا ہون وہ یہ ہے کہ آیا یہ حدیث جابر کس موقع کی ہے قبل نسخ القراءت "بحث دوم"
المطلقہ ہے یا بعد نسخ کے ہے اور مورد اسکا آیا صلوۃ سریہ ہے یا جہریہ ہے سو سنو یہ حدیث جابر جو اوپر مذکور ہوئی
مختصر ہے اور پورا قصہ اسکا وہ ہے جسکو ابن ہمام نے فتح القدیر مین ابن عدی اور حاکم سے نقل کیا ہے اور دارقطنی
مین بھی یہ قصہ بتفاوت یسیر منقول ہے ابن عدی کے یہ الفاظ ہین وفی روایۃ لابی حنیفۃ ان ذلک

Marfat.com

کان فی الظہر او العصر ہکذا عن جابر ان رجلا قرأ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الظہر او العصر فاومأ الیہ رجل فنہاہ فلما انصرف اقبل علیہ الرجل وقال اتنہانی عن القراۃ خلف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلے اللہ علیہ وسلم من صلے خلف امام فان قراۃ الامام لہ قراۃ - اس سے معلوم ہوا کہ مورد اسکا نماز سری ہے اگرچہ حکم عام ہے کیونکہ الفاظ حدیث عام ہین باقی یہ بحث کہ یہ واقعہ نسخ قرأت سے پہلے کا ہے یا بعد کا سو اس حدیث مطول مین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُسوقت کا واقعہ ہے جب جہری و سری مین قرأت مقتدی منسوخ ہو چکی تھی اگرچہ سال و ماہ و روز کا پتہ اس سے نہین چل سکتا ہے کیونکہ اُسوقت کسی ناواقف نے پڑھنا شروع کیا اور ساری جماعت ساکت و صامت کہڑی تھی سو کسی واقف حکم نے اُسکو اشارۃً منع کیا پھر بعد فراغ اُن دونون مین منازعت و مکالمت شروع ہوئی اسپر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کر دیا سو آپنے ارشاد مذکور سے ناہی کی تائید فرمائی اور قاری کو حکم شرع کی تعلیم فرمائی سو اس سے خود معلوم ہو گیا کہ اسوقت سے پہلے قرأت مقتدی منسوخ ہو چکی تھی اور صحابہ کرام اُس سے واقف ہو چکے تھے اسی لئے نہی عن المنکر مین فراغ نماز تک کی بھی انتظاری نکی بلکہ نماز ہی مین اشارۃً منع کر دیا اگر پہلے سے اسکی ممانعت نہو چکتی تو اس نہی عاجلانہ کی کوئی وجہ نہین بن سکتی ہے سو لامحالہ یہ حدیث جابر حدیث اذا قرأ فانصتوا کے بعد کی ہے جس سے نسخ فی الجملہ ثابت ہوا ہے علاوہ بریں جابر بن عبد اللہ کی اس بارہ مین دو حدیثین مروی ہین اوّل یہ ہے جسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے - عن جابر بن عبد اللہ قال کنا نقرأ فی الظہر والعصر خلف الامام فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ و فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب اس سے معلوم ہوا کہ جابر و دیگر صحابہ اس قرأت وراء الامام کے عادی تھے اگرچہ اس سے بامر الرسول اس قرأت کا ہونا ثابت نہوا مگر دوسری احادیث سے اسکا بامر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ثابت ہے جیسا کہ عبادۃ و انس و ابوہریرہ کی احادیث گذشتہ سے ثابت ہے - دوسری حدیث جابر کی یہ ہے من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ سو کسی نقل صریح سے تو اسکا پتہ نہین چلا کہ انمین سے کونسی مقدم ہے اور کونسی موخر ہے مگر دیکھنا چاہئے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے انمین سے کسکو معمول بہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے اور کسکو متروک العمل سمجھا ہے سو جو معمول بہ ہوگی وہ موخر ہوگی اور جو متروک ہوگی وہ مقدم ہوگی کیونکہ یہ قاعدہ بخاری وغیرہ محدثین کا مسلم و مقررہ ہے انما یوخذ بالاخر فالاخر من امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سو متعدد آثار جابر سے ثابت ہے کہ انہون نے اس حدیث

Marfat.com

دوم کو معمول بہ بنایا ہے سو اسکا تاخر خود بخود لازم آجاویگا۔ مصنف ابن ابی شیبہ مین ہے عن جابر قال لا يقرأ خلف الامام لا ان جهر ولا ان اسر اور مصنف عبد الرزاق مین ہی عن عبد الله بن مقسم قال سألت جابرا ايقرأ خلف الامام فی الظهر والعصر قال لا اور ترمذی مین بھی اثر جابر بسند صحیح مروی ہے اُسکی نقل کی حاجت نہین ہے سو ان ہرسہ آثار سے بخوبی واضح ہوگیا کہ جابر نے پہلی حدیث کو متروک اور دوسری کو معمول بنایا ہے سو لامحالہ دوسری حدیث کا تاخر ثابت ہوا وهو الحق الحقيق بالقبول ولا يرده الا الجهول جب اس حدیث کے متعلق دونون ابحاث تحقیق طلب ختم ہوچکے ہین تو اب آگے بڑہنا چاہیے۔

بیہقی نے اس حدیث جابر کو ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے اور بوجہ جابر جعفی اور لیث ابن ابی سلیم اُسکی تضعیف کی ہے وہ یہ ہے۔ عن حسن بن صالح عن جابر و لیث بن ابی سلیم عن ابی الزبیر عن جابر قال صلی الله علیه وسلم من کان له امام فقراة الامام له قراة۔ جابر الجعفی ولیث لا یحتج بہما۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ اوّل تو لیث رجال مسلم و صحاح اربعہ سے ہے علامہ سیوطی نے لآلی مصنوعہ مین لکھا ہے روی له مسلم والاربعة وثقه ابن معين وغيره دوسری علامہ ابن الترکمانی نے جوہرنقی مین نقل کیا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ مین حسن بن صالح نے بلا واسطہ جابر و لیث بھی اسکو ابو الزبیر سے روایت کیا ہے وہ یہ ہے۔ حدثنا مالک بن اسمعیل عن حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کل من کان له امام فقراءته له قراة۔ هذا صحيح وكذا رواه ابو نعيم عن الحسن بن صالح عن ابی الزبیر اور نیز مسند احمد مین ہی حدثنا عبد الله حدثنی ابی حدثنا اسود بن عامر اخبرنا حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر الخ جلد ثالث صہ ۳۳۹ وفات ابو الزبیر کی ۱۲۸ھ مین ہے اور وفات حسن کی ۱۶۷ھ مین ہی تو حسب مذہب مُسلم و دیگر جمہور محدثین اُنکا لقا ممکن ہے سو محمول بر سماع ہوگا اور کہنا پڑیگا کہ حسن کو ابو الزبیر سے بواسطہ اور بلاواسطہ روایت ہے سو اگر اُنکی روایت بالواسطہ ضعیف ہے تو بلاواسطہ روایت تو صحیح ہے اور اگر بالفرض اُسکو ابو الزبیر سے سماع حاصل نہو تب بھی کچھ حرج نہین ہے اسلئے کہ حدیث جابر جب طرق صحیح سے ثابت ہوگئی تو دوسرے طرق ضعاف اُسکی تائید کا کام دینگے اور نفس الامر مین وہ طرق ضعاف بھی صحیح ہونگے اور عمل کیلئے کارآمد ہونگے چنانچہ ترمذی ایسے ضعاف معمول بہا سے مملو ہی بطور نمونہ یہ حدیث لکھتا ہون۔ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ایما رجل نکح امراة فدخل بها فلا يحل له نكاح ابنتها فان لم يكن دخل بها فلينكح ابنتها وايما رجل نكح امراة فدخل بها او لم

Marfat.com

ذکر احادیث ضعیفہ مویدہ بالصحاح ۱۲

یدخل بہا فلا یحل لہ نکاح امہا۔ قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث لا یصح من قبل اسنادہ والعمل علی ھذا عند اکثر اھل العلم سو اس حدیث ضعیف کے معمول بہ ہونیکی وجہ اکثرین کے نزدیک یہ ہے کہ آیت قرآنی سے اسکی تائید ہے سو ایسی ہی حدیث زیر بحث مین خیال کرو کہ وہ موید بالصحیح ہے سو وہ کیون معمول بہ نہوگی یہ بڑی ناانصافی ہے کہ احادیث ضعیفۃ السندات کو باوجو تائید بالصحاح کے بھی ناقابل التفات ٹھراوین مگر اپنے مشرب کی تائید مین خود ایسے ضعاف کو قابل احتجاج ٹھرالیتے ہین چنانچہ دارقطنی کا قصہ جہر بسملہ مین عام و خاص مین مشہور ہے۔ بالجملہ یہ حدیث جابر جب بطرق صحاح ثابت ہوچکی تو جسقدر طرق ضعاف ہین وہ اگرچہ اصطلاحاً ضعیف ہین مگر نفس الامر مین صحیح معمول بہ ہونگے علی ہذا یہی مضمون اگر دیگر صحابہ سے بطرق ضعاف مروی ہون تو بوجہ تائید بالصحیح کی وہ بھی نفس الامر مین صحیح ثابت الاصل ہونگے چنانچہ ہم ذیل مین اُن طرق ضعاف کو بھی نقل کرتے ہین تاکہ اُن سے حدیث صحیح جابر کی تائید ہو اور حدیث جابر سے اُنکی تائید ہوکر بجائے متروک ہونے کے وہ معمول بہا ہون دارقطنی مین ہے حدثنا محمد بن عباد الرازی حدثنا ابو یحیی التیمی عن سھیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراتہ لہ قراۃ۔ ابو یحیی التیمی ومحمد بن عباد ضعیفان۔ حدثنا عاصم بن عبد العزیز عن ابی سھل عن عون عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تکفیک قراۃ الامام خافت او جھر۔ عاصم لیس بالقوی ورفعہ وھم۔ حدثنا سلیمان بن الفضل حدثنا محمد بن الفضل بن عطیۃ عن ابیہ عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فقراتہ لہ قراۃ۔ محمد بن الفضل متروک اور ابن عدی نے کامل مین نقل کیا ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ وقال فی سندہ اسمعیل بن عمرو ضعیف لا یتابع علیہ اور ابن حبان نے کتاب الضعفاء مین نقل کیا ہے عن غنیم بن سالم عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ اور موطا امام محمد مین ہے اخبرنا مالک حدثنا وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام اور بیہقی نے اسکو بطریق یحیی بن سلام عن مالک الخ مرفوعاً روایت کیا ہے اور ایسے ہی دارقطنی نے بھی مگر یہ لکھا ہے یحیی بن سلام ضعیف والصواب موقوف مگر جوہر النقی مین بیہقی سے نقل کیا ہے کہ انہون نے خلافیات مین اسکو بذریعہ اسمعیل بن موسی السدی عن مالک الخ

Marfat.com

روایت کیا ہے چنانچہ لکھتے ہین۔ ذکر البیہقی فی الخلافیات انہ روی عن اسمعیل بن موسی السلمی
ایضا عن مالک مرفوعًا واسمعیل صدوق وقال النسائی لیس بہ باس وقال ابن عدی احتمله
الناس ورووا عنہ۔ اس صورت مین یہ حدیث موقوفًا ومرفوعًا دونون طرح صحیح ہے اور بالفرض اگر موقوف
ہی صحیح ہو تو بوجہ تائید حدیث مرفوع جابر کی معنیٌ مرفوع اور قابل احتجاج ہوگی بالجملہ یہ چند احادیث مذکورہ
اگرچہ سندًا ضعیف ہین مگر چونکہ یہ سب احادیث حدیث جابر کے ہم معنی ہین اور اُسکی صحت یقینًا ثابت
ہوچکی ہو تو حسب قاعدۂ ترمذی وغیرہ یہ سب معمول بہا ہونگے اور حسن لغیرہا کہلائینگے علاوہ برین یہ قاعدہ بھی ملحوظ رکھنے
کے قابل ہو اس سے بیشتر مباحث خلافیہ مین ہدایت الی الحق حاصل ہوسکتی ہو وہ یہ ہو کہ اگر کسی صحابی کی حدیث مرفوع ہم تک
بسند ضعیف پہونچی ہو مگر اسکا اثر موقوف مطابق اُس حدیث مرفوع کے بسند صحیح ہم تک پہونچ چکا ہو تو وہ حدیث مرفوع نفس الامر مین صحیح
ہوگی اور اگر اُسکا اثر موقوف بسند ضعیف پہونچا ہو مگر اُسکی حدیث مرفوع بسند صحیح پہونچی تو وہ اثر نفس الامر مین صحیح ہوگا غرض ایک
قسم کا ضعف دوسری قسم کی صحت سے مندفع ہوگا اب ان احادیث ضعیفہ مین سے ہر ایک کو ترتیب وار لیجئے سو اوّل حدیث
ابی ہریرہ کی اگرچہ یہ سندًا ضعیف ہے مگر اوّل تو وہ حدیث جابر کے موافق ہے جو ہر طرح صحیح ہے دوم خود حدیث
ابی ہریرہ کے موافق ہے جو بلفظ اذا قرأ فانصتوا مروی ہے سوم خود انکے اثر صحیح کے موافق ہن وجہ ہے جو
یہ ہے۔ عن عاصم بن ذکوان عن عائشۃ وعن ابی ہریرۃ انما کانا یأمران بالقراۃ اذا لم یجہر اسکو بیہقی نے
سنن کبریٰ مین بسند صحیح روایت کیا ہے باقی اُنکا سری مین آمر قرات ہونا اوّل تو علی وجہ الایجاب نہین کہ خود
انکی حدیث مرفوع اسکے خلاف ہے وہ یہ ہے کل صلوۃ لا یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج الا صلوۃ
خلف الامام اسکو بیہقی نے کتاب المعرفۃ مین روایت کیا ہے دوسرے یہ امر اُس تاویل پر مبنی ہے جو انہون نے
انصات مین کی ہو اور اسکا ابطال مدلل پہلے گذر چکا ہے بہر نہج جہری وسری مین وہ قراۃ الامام القراۃ کے
قائل ہین اگرچہ سرّی مین باوجود کفایت قرات امام تاویلًا قرأت مقتدی کے مجوز ہین سو اس امر کی صحت
اس تاویل کی صحت پر موقوف ہے جسکا ابطال مفصل گذر چکا ہے۔ دوسری حدیث عبد اللہ بن عمر کی گو سندًا
ضعیف ہے مگر اُنکے اثر صحیح کے موافق ہے جسکو بیہقی نے سنن مین بسند صحیح روایت کیا ہے۔ عن
سفیان قال حدثنا اسامۃ عن القاسم بن محمد قال کان ابن عمر رضی اللہ عنہ لا یقرأ
خلف الامام جہر اولم یجہر اور یہ اثر موطا امام مالک اور بخاری مین بھی بتغیر یسیر ہے۔ تیسری حدیث
ابی سعید خدری مین اوّل تو اسمعیل بن عمرو متفق علیہ ضعیف نہین ہے عینی نے نہایہ مین لکھا ہے ضعفہ

قاعدہ صحیحہ قابل لحاظ ۱۲

Marfat.com

ابو حاتم والدار قطنی وغیرھما لکن ذکرہ ابن حبّان فی الثقات وقال ابو نعیم الاصبہانی
کان عبدان بن احمد یوازی اسمعیل بن عمرو ھذا باسمعیل بن ابان وقال وقع باصبہان
فلو یعرفوا قدرہ وذکرہ ابراھیم بن ارومة فاثنی علیہ وقال مثل اسمعیل ضیعوہ کما ذکرہ
ابن حجر فی تہذیب التہذیب دوسرے زیلعی نے نصب الرایہ مین لکھا ہے قد تابع اسمعیل النضر بن
عبد اللہ کما اخرجہ الطبرانی ولفظہ ھکذا عن محمد بن عامر الاصبہانی عن ابیہ عن جدہ عن
النضر بن عبد اللہ عن الحسن بن صالح عن العبدی عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بالجملہ اسمعیل مذکور اگر عند البعض ضعیف ہین تو کیا محمّد بن اسحق ایسے نہین ہین تو جس وجہ سے وہ معتبر ہین کیا وہ
وجہ یہان نہین ہے پھر اُسکا متابع قوی نضر بن عبد اللہ بھی ہی تو یہ حدیث علی الارجح صحیح ہے ورنہ تحکم بیجا کا علاج
نہین ہے معہذا ابو سعید کی ایک دوسری روایت جسکو بیہقی نے کتاب القراۃ مین روایت کیا ہے اس حدیث
مذکور کے موید ہے وہ یہ ہے۔ سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل لا یقرا شیئًا ایجزیہ
قال نعم۔ چوتھی حدیث انس بن مالک جسکو ابن حبان نے بذریعہ غنیم بن سالم روایت کیا ہے اُسمین ابن
حبان نے یہ سقم ظاہر کیا ہے کہ غنیم بن سالم مخالف ثقاۃ ہے چنانچہ لکھتے ہین انہ یخالف الثقات ولا یعجبنی
الروایۃ عنہ فکیف الاحتجاج بہ سو اسکا جواب ہے کہ یہ سند گوی ضعیف ہے مگر اوّل تو موید بالصحیح ہے
یعنی حدیث جابر سے موید ہے دوم ایک حدیث صحیح انس کی اس ضعیف حدیث کی تائید کرتی ہے مؤلف
جوہر نقی نے امام طحاوی کی کتاب احکام القران سے اسکو نقل کیا ہے۔ حدثنا احمد بن داود حدثنا
یوسف بن عدی حدثنا عبید اللہ بن عمرو عن ایوب عن ابی قلابۃ عن انس قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا اتقرأون والامام یقرا فقالوا انا لنفعل فقال لا تفعلوا
اب جو لوگ بے بصیرت ہین وہ کہتے ہین کہ یہ حدیث طحاوی مختصر ہے اسمین استثنا الا بام القران کا مذکور نہین ہے
پوری حدیث انس کی وہ ہے جسکو بخاری نے جزء القراۃ مین اور بیہقی نے کتاب المعرفۃ مین بالفاظ ذیل نقل
کیا ہے۔ اتقراون فی صلوتکم والامام یقرأ فقالھا ثلث مرات فقال قائل او قائلون انا
لنفعل قال فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ۔ اس حدیث کو ہم گذشتہ اوراق
مین بضمن احادیث عشرہ معہ سند کے بیان کر چکے ہین۔ سو ہم کہتے ہین کہ یہ اختصار و تطویل کا ادعا ظاہر بینی پہ
مبنی ہے بلکہ حق یہ ہے کہ حدیث انس بروایت طحاوی جُداواقعہ ہے جو بعد نسخ القرات کا ہے اور بروایت

Marfat.com

بخاری وبیہقی جُدا واقعہ ہے جو قبل النسخ کا ہے اُسوقت تک فاتحہ جہری وسری مین پڑھی جاتی تھی ہان سورت
منسوخ ہو چکی تھی اسیواسطے اُسمین قرأت فاتحہ کا امر ہے اور حدیث طحاوی مین ممانعت قطعی مطلق قرأت کی ہے
محض سند کے اتحاد پر نظر کرکے اور موداے متن سے نظر بند کرکے دو نون کو ایک سمجھنا اور اختصار و اطناب کا
فرق خیال کر لینا سخت نادانی ہے یہ اتحاد سنداً تو خود حدیث جابر بن عبد اللہ مین بھی موجود ہے دیکھئے دار قطنی
مین موجود ہے عن النعمان (ابی حنیفة) عن موسیٰ بن شداد عن موسی بن ابی عایشة عن عبد اللہ بن
شداد بن الهاد عن جابر بن عبد اللہ ان رجلا قرأ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبح اسم
ربك الاعلی فلما انصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قرأ منکم بسبح اسم ربك الاعلی فسکت
القوم فسألهم ثلاث مرات کل ذلك لیسکتون ثم قال رجل انا قال قد علمت ان بعضکم
خالجنیها ۔ سو خیال کیجئے یہ وہی سند ہے جو حدیث من کان لہ امام فقراءة الامام لہ قرأة کی سند ہے
مگر مضمون اسکا عمران بن حصین کی حدیث کی بالکل مطابق ہے جسمین قتادہ نے فرمایا ہے لو کرہ لنہی عنہ
چنانچہ ابو داود سے ہم پہلے نقل کر چکے ہین اور محدثین زمانہ قتادہ کی راے سے متفق ہین کہ اس سے نہی عن القراۃ ثابت
نہین ہوتی ہے تو لامحالہ انکو اس حدیث جابر مین بھی یہی کہنا پڑیگا کہ اس سے نہی عن القراۃ ثابت نہین ہوئی
اسلئے اس حدیث جابر کو بھی ایک جدا مقدم واقعہ ماننا ضروری ہوگا جو قبل النسخ ہوگا اور حدیث جابر من
کان لہ امام الخ کو ایک جُدا واقعہ موخر کہنا پڑیگا باقی ہمارے خیال کے موافق حدیث عمران کی توجیہ اور ہے جو
ہم پہلے لکھ چکے ہین ایسی ہی حدیث انس جو بخاری وبیہقی مین ہے وہ واقعہ سابقہ ہے اور جو طحاوی مین ہے وہ واقعہ
لاحقہ ہے اختصار و اطناب وہان ہو سکتا ہے جہان ہر دو متضاد نہون مگر یہان ایک حدیث امر قرأت پر مشتمل ہے
اور ایک نہی عن القرات پر محتوی ہے تو یہ دونون ایک واقعہ سے متعلق نہین ہو سکتے ہین آخر ابو ہریرہ بھی تو امر قرأت
کے راوی ہین مگر معہذا النسخ قرات کے بھی راوی ہین تو کیا انس رضی اللہ عنہ دونون قسم کے راوی نہین ہو سکتے
بہر نہج حدیث انس مروی طحاوی سنداً صحیح ہے اور معنًی حدیث من کان لہ امام الخ کے موافق ہے تو یہ موید
ثانی ہوے اُس حدیث ضعیف کیلئے اس صورت مین باوجود دو مویدات صحیحہ کے بھی وہ مقبول و معمول نہو گی
یہ سخت ناانصافی ہے ایسی احادیث ضعاف منجبرة الضعف کا مقبول و معمول ہونا ترمذی وغیرہ سے بکثرت
ثابت ہے ذرا ترمذی اُٹھا کر ملاحظہ کرو ہزارون نہین تو سیکڑون مواضع اسمین ایسے ملینگے پانچوین حدیث
ابن عباس جو سہواً نمبر دوم پر مذکور نہو سکی اُسمین دار قطنی نے عاصم بن عبد العزیز کو ضعیف اور اُسکے رفع کو

وہم قرار دیا ہے سوگو یہ حدیث سنداً ضعیف ہو مگر نفس الامر مین صحیح ہے کیونکہ اوّل تو موید بحدیث ابی ہریرہ
ہے دوسرے ہو موقوفا تو دارقطنی کے نزدیک بھی اور سندات سے صحیح ہے سو قول ابن عباس کے لئے کوئی منشا
قول رسول علیہ السلام سے ضرور ہوگا سو وہ منشا یہی ارشاد نبویؐ ہے جو اس سے اور حدیث جابر سے معلوم
ہوا ہے علاوہ برین خود اثر ابن عباس بسند صحیح اس مرفوع ضعیف کا بقاعدہ بالا رافع ضعف ہوگا۔ طحاوی نے
احکام القرآن مین اسکو نقل کیا ہم اُسکو جوہر النقی سے نقل کرتے ہین۔ حدثنا ابراھیم بن ابی داؤد حدثنا
ابو صالح عبد الغفار بن داود الحرانی حدثنا حماد بن سلمۃ عن ابی جمرۃ قلت لابن عباس اقرأ
والامام بین یدیّ قال لا باقی اور اثرات ابن عباس اوّل تو عند النقد صحیح نہین ہین دوسرے بمقابلہ
حدیث صحیح مرفوع جابر کے قابل التفات نہین ہین اگرچہ سنداً صحیح ہی کیون نہون علی ہذا دوسرے صحابہ کے
آثار مرویہ جو حدیث مرفوع کے موافق ہون مقبول ہونگے اگرچہ سنداً ضعیف ہون اور جو مخالف مرفوع ہونگے
اگرچہ صحیح السند ہون مردود ہونگے کیونکہ جملہ محدثین وفقہاء کے نزدیک مسلم ہوچکا ہے کہ احادیث مرفوعہ صحیحہ کے
مقابلہ مین آثار صحیحہ ہرگز قابل تسلیم نہین ہین چہ جائیکہ آثار ضعیفہ مقدم ہون ؎ اذا جاء نہر اللہ
بطل نہر معقل ✤ اسلئے ہر طالب منصف کو زیبا ہے کہ جس امر کا فیصلہ احادیث مرفوعہ صحیحہ سے ہوجاوے
تو اُس امر کے لئے آثار کی تصحیح و تسقیم کے پیچھے نہ پڑے مگر جب کہ کوئی ضرورت شدیدہ داعی پیش آوے
بہرنہج حدیث جابر صحیح ہے اور دیگر احادیث صحابہ اگرچہ سنداً ضعیف ہین مگر منجبرۃ الضعف ہین سو وہ بھی
معمول بہا ہونگے نہ کہ متروک جیسے کہ اہلحدیث اپنے مخالف ضعاف کو بے باکانہ رد کردیتے ہین یہ سخت جرأت ہے
کیا ضعیف اور موضوع مین کچھ فرق ہی نہین ہے کہ ہر ایک کو فوراً رد کردین نہین بلکہ ضعاف موید بالصحاح
کو معمول بہا بناوین اور غیر موید کو متروک بتاوین واللہ اعلم ✤ ازانجملہ یہ حدیث ابن ماجہ ہے۔ حدثنا
علی بن محمد الطنافسی حدثنا وکیع عن اسرائیل عن ابی اسحق عن الارقم بن شرحبیل عن ابن
عباس (فی حدیث طویل) فوجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نفسہ خفۃ فخرج یہادی
بین رجلین ورجلاہ تخطان فی الارض فلما راہ الناس سبحوا بابی بکر فذھب لیستاخر
فاومأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای مکانک فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجلس عن
یمینہ وقام ابوبکر یاتم بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس یاتمون بابی بکر قال ابن عباس و
اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من القراۃ من حیث کان بلغ ابوبکر قال وکیع وکذا السنۃ۔

Marfat.com

اس حدیث مین تعیین صلوٰۃ نہین ہے مگر بخاری شریف مین ظہر کی تعیین ہے جو بروایت انس بن مالک اس طرح مذکور ہے - ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجد من نفسہ خفۃ فخرج بین رجلین احدھما العباس لصلوٰۃ الظھر - حدیث ابن ماجہ سنداً صحیح ہے اسمین جملہ رواۃ سوائے علی بن محمد اور ارقم بن شرحبیل کے رجال بخاری ہین اُنکی توثیق لکھنا تو ضروری نہین ہے باقی وہ دونون بھی ثقہ ہین تقریب مین ہے علی بن محمد بن اسحٰق الطنافسی ثقۃ عابد من العاشرۃ - ارقم بن شرحبیل الاودی الکوفی ثقۃ اور ابن حجر نے فتح الباری مین بشرح حدیث عایشہ جزء ثالث مین لکھا ہے وفی روایۃ ارقم بن شرحبیل عن ابن عباس واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القراءۃ من حیث بلغ ابوبکر ھذا لفظ ابن ماجہ واسنادہ حسن ص۳۸۱ مطبوعہ انصاری اور ص۱۷۱ پر ہے وفی روایۃ ارقم بن شرحبیل عن ابن عباس فی ھذا الحدیث فلما احسّ الناس بہ سبحوا اخرجہ ابن ماجۃ وغیرہ باسناد حسن - معلوم نہین ہے کہ علامہ ابن حجر نے اسکو حسن کیون لکھا ہے صحیح کیون نہین لکھا شاید بمعنی لغوی لکھا ہو یا مساہلت سے کام لیا ہو مگر درحقیقت یہ حدیث بقواعد حدیث صحیح ہے - اور امام احمد اور امام طحاوی اور اسد بن موسیٰ اور قیس بن الربیع نے بھی اسکو روایت کیا ہے حدیث احمد بن حنبل یہ ہے - حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا وکیع حدثنا اسرائیل عن ابن اسحٰق عن الارقم بن شرحبیل عن ابن عباس قال لما مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرضہ الذی مات فیہ (الی ان قال) ووجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نفسہ خفۃ فخرج یہادی بین رجلین ورجلاہ تخطان فی الارض فلما راٰہ الناس سبحوا بابی بکر فذھب یتاخر فاومأ الیہ ای مکانک فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی جلس قال وقام ابوبکر عن یمینہ وکان ابوبکر یأتم بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس یاتمون بابی بکر قال ابن عباس واخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من القراءۃ من حیث بلغ ابوبکر ومات فی مرضہ ذلک علیہ السلام یہ حدیث بھی سنداً صحیح ہے اور متناً موافق حدیث ابن ماجہ ہے مگر تھوڑا سا فرق ہے وہان فجلس عن یمینہ تھا اور یہان وقام ابوبکر عن یمینہ ہے سو کچھ تعارض نہین ہے کہ وہان بھی مرجع ضمیر راجع الی النبی علیہ السلام ہے راجع الی ابی بکر نہین ہے یعنی جاعلاً ابابکر عن یمینہ اس صورت مین یہ جار و مجرور محذوف سے متعلق ہوکر فاعل جلس سے حال ہوگا اور یہان تو راجع الی النبی علیہ السلام ہی ہے سو اسمین تو کچھ خلجان ہی نہین ہے اور لو فرضنا اگر ابن ماجہ مین کسی راوی کو خطا بشری لاحق ہو تو مستبعد نہین ہے مگر اس سے صحت حدیث مین کوئی نقص واقع نہوگا چنانچہ شعبۃ بن الحجاج وغیرہ کو بیشتر

Marfat.com

خطا لاحق ہوئی مگر اُسکی احادیث عند الشیخین صحاح ہی ہین اور کیون نہو خطاء و نسیان سے کوئی ثقہ وغیر
ثقہ بچا ہوا نہین ہے ارشاد نبوی ہے نسی ادم فنسیت ذریتہ وخطأ ادم فخطئت ذریتہ - اور حدیث
طحاوی یہ ہے حدثنا ابو بشر الرقی قال حدثنا الفریابی ح وحدثنا ربیع المؤذن قال حدثنا
اسد قالا حدثنا اسرائیل عن ابی اسحق عن ارقم بن شرحبیل قال سافرت مع ابن عباس
من المدینة الی الشام فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لما مرض مرضه الذی مات فیه
(الی ان قال) قال لیصل للناس ابو بکر فتقدم ابو بکر فصلے بالناس ووجد رسول الله صلی الله
علیه وسلم من نفسه خفة فخرج یهادی بین رجلین فلما احسه ابو بکر سبحوا به فذهب ابو بکر یتاخر
فاشار الیه النبی صلی الله علیه وسلم مکانک فاستتم رسول الله صلی الله علیه وسلم من حیث
انتهی ابو بکر من القراة وابو بکر قائم ورسول الله صلی الله علیه وسلم جالس فائتم ابو بکر برسول
الله صلی الله علیه وسلم ص۲۳۵ اور حدیث اسد بن موسی کی جو تقریب مین ملقب باسد السنة ہی یہ ہی شارح
عینی نے اسکو اُسکی کتاب فضائل الصحابہ سے نقل کیا ہے ص۱۴۲ ج۲ حدثنا ابو المعاویة عن عبد الرحمن
بن ابی بکر عن ابن ملیکة عن عایشة فی حدیث طویل فی مرض النبی صلی الله تعالی علیه وسلم
ورای رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم من نفسه خفة فانطلق یهادی بین رجلین فذهب
ابو بکر یتاخر فاشار الیه النبی صلی الله تعالی علیه وسلم بیده مکانک فاستفتح النبی صلی الله
تعالی علیه وسلم من حیث بلغ ابو بکر من القراة یہ حدیث حسن ہے اسمین جملہ رواة سوائے عبد الرحمن کے
ثقہ ہین عبد الرحمن متکلم فیہ ہے مگر بخاری نے جزء القراة مین اُس سے روایت کی ہے - اور حدیث قیس بن الربیع
یہ ہے اسکو بھی شارح عینی نے ص۱۴۵ ج۲ پر نقل کیا ہے وفی حدیث قیس عن عبد الله بن ابی السفر عن
الارقم بن شرحبیل عن ابن عباس عن العباس بن عبد المطلب ان النبی صلی الله علیه وسلم
قال فی مرضه مروا ابا بکر فلیصل بالناس ووجد النبی علیه الصلوة والسلام فی نفسه خفة
فخرج یهادی بین رجلین فتاخر ابو بکر فجلس الی جنب ابی بکر فقرأ من المکان الذی انتهی الیه
ابو بکر من السورة یہ حدیث بھی حسن ہے تقریب مین ہے قیس بن الربیع الاسدی الکوفی صدوق
تغیر لما کبر - عبد الله بن ابی السفر الثوری الکوفی ثقة یہ حدیث بسند قیس بن الربیع دارقطنی مین بھی
منقول ہے باقی دیگر رواة کی توثیق پہلے گذر چکی ہے مسند ابن ماجہ واحمد وطحاوی کی احادیث صحیحہ سے

Marfat.com

ہویدا ہے۔ بالجملہ ان پانچون احادیث صحیحہ وحسنہ سے رسول علیہ السلام کا درمیان قرأت سے بعد الامامت قرأت شروع کرنا محقق ہوگیا اوّل کی چارون حدیثین محتمل اخذ قرات مین مجمل تھین مگر آخر کی حدیث قیس اسبارہ مین مفسر ہے کہ درمیان سورت مین اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا اگرچہ سورت لغۃً فاتحہ کو بھی کہہ سکتے ہین مگر احادیث صلوۃ مین غیر فاتحہ پر اسکا اطلاق شایع ذایع ہے سو اس سے غیر فاتحہ ہی مراد ہونا اظہر و ارجح ہے بہرحال کچھہ حصہ قرات کا چھوڑا ہے اور کچھہ پڑھا ہے خواہ فاتحہ کل اور بعض حصہ سورت کا چھوٹا ہو چنانچہ یہی متبادر ہے اور خواہ کچھہ فاتحہ کا ہی حصہ چھوٹا ہو جیسا کہ غیر متبادر ہے سو اب غور طلب یہ ہے کہ یہ ترک فاتحہ کلاً یا جزءً آپنے کیون اختیار فرمایا اور یہ رکعت بلا فاتحہ کے کیسے درست ہوئی سو سنئے اگر حسب زعم مدعیان حدیث قرأۃ مقتدی اسوقت تک برابر واجب تھی اور اس واقعہ سے پہلے اُسکا نسخ ہرگز نہین ہوا تھا تب تو یہ ترک فاتحہ شارع علیہ السلام کا کسی طرح موجہ نہین ہوسکتا ہے کیونکہ آپکا یہ شمول اثناء رکعت دو حال سے خالی نہین یا اقتداءً تھا مگر بعد شمول امام بنگئے اور یا یہ شمول اوّل سے ہی اماماً تھا اور ظاہر ہے کہ حسب زعم مدعیان مقتدی پر قرأت فاتحہ واجب ہے اور امام پر بھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شمول اگر اقتداءً تھا تب بھی آپ کو قرأت فاتحہ ضروری تھی اور اماماً تھا تب بھی ضروری تھی پھر ترک کی کیا وجہ ہوئی۔ اور اگر اسوقت قرأت مقتدی منسوخ ہوچکی تھی تو یہ ترک فاتحہ موجہ ہوسکتا ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ جو مقتدی شروع تحریمہ سے شریک جماعت ہو وہ تو مُدرک رکعۃ حقیقۃً کہلاتا ہی ہو اور جو درمیان رکعت یا رکوع مین آکر شامل ہو وہ مُدرک رکعۃ حکماً کہلاتا ہے یعنی اگرچہ کچھہ حصۂ رکعت کو وہ ظاہر مین مدرک نہین ہے مگر شرع نے اُسکو تمام رکعت کا پانے والا قرار دیا ہے اسیواسطے اُسپر حصہ گذشتہ کی قضا لازم نہین ہے پھر چونکہ مقتدی کے ذمہ سے قرات فاتحہ وسورت اسوقت ساقط ہوچکی تھی خواہ وہ حقیقۃً مُدرک ہو یا حکماً مدرک ہو اور رسول علیہ السلام کا شمول درمیان رکعت کے اُس نماز مین اقتداءً ہوا اور آپ مدرک رکعۃ حکماً ہوئی تو لامحالہ جسقدر حصہ قرأت کا پہلے سے ہوچکا تھا آپ اُسکے بھی مُدرک ہوئی اور قرأت امام آپ کی طرف سے بھی مثل دیگر مقتدیون کے کافی ہوئے اور اُسکی قضا آپ پر بوجہ اقتدائے حکمی کے واجب نرہے اسلئے آپنے اُس حصہ کو نہین پڑھا ہان آپ اگر بعد شمول کے مقتدی ہی رہتے تو حصہ باقیہ بھی آپنے نہ پڑھتے مگر چونکہ آپ بعد مین امام بنگئے اور ابوبکر امامت سے معزول ہوکر مقتدی بنگئے اسلئے حصہ باقیہ کو پڑھکر رکوع مین گئے اور نماز کو تا آخر امام ہوکر ہی ختم کیا اسلئے رکعات باقیہ مین آپ کو فاتحہ وسورت سب کچھ

مصنف اہلحدیث ... رکعت بلا فاتحہ کیسی صحیح ہوئی ۱۲

Marfat.com

پڑہنا پڑا۔ اور اگر کوئی شخص اس شمول اقتدائے کی ماننے مین متامل ہو اور یہی خیال کرے کہ آپ اوّل سے ہی امام بنکر شامل نماز ہوتے ہین تب بھی ترک فاتحہ کی وجہ یہی ہوگی جو اوپر مذکور ہوئی کیونکہ آپکی یہ امامت اسوقت سے خلافۃً عن الامام السابق ہے نہ اصالۃً واستینافاً من الاوّل تو ہے نہین ورنہ لازم تھا کہ ابو بکر اور قوم نماز سے خارج ہوجاتی اور پھر رسول علیہ السلام از سرنو فاتحہ وسورت پڑہتے حالانکہ یہ امر مسلمہ فریقین ہے کہ نہ امام سابق اور قوم نماز سے باہر ہوئے اور نہ آپنے فاتحہ وحصّہ سورت اُس رکعت مین پڑھا تو کہنا پڑیگا کہ خلیفۃ الامام بھی امام سابق کے حصّہ گذشتہ کا حکماً مدرک ہوتا ہے اور یہ ادراک حکمی بلا اسکے ممکن نہین کہ قبل الشمول خلیفۂ لاحق کو مقتدی حکمی مانا جاوے اور قرارت گذشتہ اُسکے ذمہ سے ساقط سمجھی جاوے ورنہ اگر مقتدی حقیقی وحکمی کے ذمہ قرات فاتحہ واجب تھی تو لامحالہ آپ کو قرأت گذشتہ کا پڑہنا لازم تھا پھر ترک فاتحہ کی وجہ کیا تھی اس سے آفتاب نیمروزہ کی طرح عیان ہوگیا کہ بیشک اس واقعہ کیوقت قرأت مقتدی منسوخ ہوچکی تھی اسی لئے جسقدر حصّہ مین آپ حکماً مقتدی تھے اُسقدر قرأت کے آپ تارک رہے اور جسقدر حصہ مین آپ امام بنے اُسقدر حصّہ کی قرأت آپنے ادا فرمائی اس صورت مین یہ قصہ ناسخ قرأت مقتدی نہین ہے بلکہ دال علی النسخ السابق ہے جسکے ابتدا اس واقعہ سے شروع ہوئی جسکا ذکر حدیث منازعت ابوہریرہ مین ہے چنانچہ اُسوقت سے صرف صلوات جہریہ مین نسخ ہوا پھر بحدیث اذا قرأ فانصتوا وغیرہ جہریہ وسریہ مین نسخ قرات مقتدی ہوا پھر جس کسی ناواقف نے قرأت کی اُسپر سب طرف سے انکار ہوا اور منکرین کی تائید مین ارشاد نبوی صادر ہوا کہ من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ چنانچہ یہ ترتیب نسخ بتفصیل تام پہلے گذر چکی ہے مکرر ملاحظہ فرماوین۔ یہ استدلال احناف ایسا لاجنب ہے کہ نہ یہان کوئی تاویل فاسد چل سکتی ہے اور نہ اسکے وقایع آخری سے تاخر قطعی مین کوئی اشتباہ ہے یہ واقعہ حدیث عبادہ وغیرہ سے یقیناً موخر ہے اور ترک فاتحہ رسول علیہ السلام کا ہر طرح مصرّح ہے اور اُسکی توجیہ بلا نسخ قرأت مقتدی کے ناممکن ہو اسکے بعد بھی اُسسے مشاجرت باہمی مین پہنسے رہنا کہ حدیث منازعت ابوہریرہ کا عبادہ کی حدیث سے موخر ہونا ثابت نہین یا حدیث اذا قرا فانصتوا سنداً صحیح نہین یا اُسکی تاویل ماسوا الحمد کے ساتھ کرنا یا حدیث من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ کی تاویل کرنا ایک جدال بے اثر اور طلاقت بے ثمر مین پہنسے رہنا ہے اور یہ عذر لنگ پیش کرنا کہ یہ نادر استدلال کسی اکابر محدثین نے اختیار نہین کیا ہے کوتہ نظری نہین ہے تو کیا ہی نہین بلکہ امام طحاوی نے اپنی کتاب مختصر مین اسکو ذکر کیا ہے

Marfat.com

اور علامہ شوکانی نے آمین کچھ کلام کی ہی جسکا ذکر آگے آتا ہے تو یہ استدلال نیا نہین ہے پرانا ہے ہان
اُسکی تفصیل و توضیح اگر نئی ہو تو یہ ندرت نہین ہی بالجملہ اور احادیث متنازعہ مین اگر اشتباہ ہو تو اس
حدیث مین تو کوئی اشتباہ نہین ہے بلکہ یہ قصہ امامت جیساکہ آپ کی حیات کا خاتم الوقایع ہی ایسی ہے
نسخ قرأت مقتدی کے بارہ مین خاتم الدلائل ہے اور فارق بین الحق والباطل ہے تو اب بھی نسخ قرأت
مقتدی کو تسلیم نکرنا اور آثار متناقضہ صحابہ سے تمسک ڈھونڈنا احادیث مرفوعہ صحیحہ پر آثار کو ترجیح
دینا ہے جو کسی طرح شایان علم نہین بلکہ جو آثار صحیحہ و ضعیفہ اسکے موافق ہون وہ سب قابل تسلیم ہین اور
جو اسکے خلاف ہون اگرچہ سنداً کیسے ہی صحیح کیون نہون قابل حجت نہین ہین اُن مین ضرور کوئی خطاء
اجتہادی شامل ہے بمقابلہ حدیث مرفوع مسموع نہین ہو سکتے ہین - ہان شوکانی علیہ الرحمۃ نے جو کچھ سقم
اس استدلال مین نکالا ہی وہ بھی ہدیہ ناظرین کرتا ہون تاکہ ہر ذی بصیرت اُسکی صحت و فساد کا فیصلہ
کر سکے اُنکی عبارت بجنسہ نیل الاوطار مین یہ ہے - ومن ادلتهم ایضا ما روی ابن ماجة عن ابن
عباس انه لما مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر حدیث صلوة ابی بکر بالناس ومجیٔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الیهم وفیه فکان ابوبکر یأتم بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس یأتمون بابی بکر
قال ابن عباس واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القراءة من حیث کان بلغ ابوبکر - ویجاب
بانه روی باسناده فیه قیس بن الربیع قال البزار لا نعلم روی هذا الکلام الا من هذا الوجه
بهذا الاسناد وقیس قال ابن سید الناس هو ممن اعتراه من ضعف الروایة وسوء الحفظ
بولایة القضاء ما اعتری ابن ابی لیلی وشریکا وقد وثقه قوم وضعفه اخرون علی انه لا مانع
من قرائته صلی اللہ علیہ وسلم للفاتحة بکمالها فی غیر هذه الرکعة التی ادرک ابابکر فیها وان النزاع
انما هو فی وجوب الفاتحة فی جملة الصلوة لا فی کل رکعة فسیاتی هذا خلاصة ما فی هذه المسئلة
من المعارضات انتهی خلاصہ جواب تین امور ہین اوّل یہ کہ حدیث صرف بطریق قیس بن الربیع مروی ہی دوم
یہ کہ قیس مذکور سیٔ الحافظہ ہو گئے تھے محدثین اُسکی توثیق و تضعیف مین مختلف الاقوال ہین سوم یہ کہ شارع
علیہ السلام کا ایک رکعت مین ترک فاتحہ فرمانا موجب خلجان نہین ہے کیونکہ اور رکعات مین تو آپنے پڑھا ہے
اور نزاع فریقین مجموعہ صلوۃ مین وجوب فاتحہ کے بارہ مین ہے نہ کہ ہر رکعت مین یعنی ہمارے نزدیک قرأت
فاتحہ ہر رکعت مین ضروری نہین ہے کسی رکعت مین بھی پڑھ لیجاوے تو فرض قرأت ادا ہو جاویگا مگر یہ حدیث

حاشیہ: استدلال مذکور کا جواب فاسد امام شوکانی کی طرف سے تعجب خیز ہے ۱۲ ۷ ۱۲

Marfat.com

ہمکو مضر نہین ہے اور مخالف کو مفید نہین ہے یہ ہی خلاصہ عبارت مذکور کا اب ارباب فہم انصاف فرماوین یہ جواب ناصواب ایسا مختل النظام ہے کہ خواب پریشان سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے فریق مخالف کا استدلال تو حدیث ابن ماجہ سے نقل فرماتے ہین اور پھر دوسرون کے حوالہ سے نقص جتاتے ہین حدیث قیس بن الربیع مین جسکا ابن ماجہ مین پتہ تک نہین ہے سوال از آسمان جواب از ریسمان اسی کو کہتے ہین سند ابن ماجہ مین تو کوئی سقم پیدا نکر سکے حدیث قیس مین نقص نکالنا شروع کر دیا علاوہ برین اگر بزار کو اسکا علم سوائے طریق قیس کے نہین ہوا تھا تو امام شوکانی کو تو طریق ابن ماجہ سے اسکا علم حاصل ہو چکا تھا تو اس صورت مین اُسکو معرض استدلال مین پیش کرنا ہرگز زیبا نہ تھا بلکہ اُسکی تصویب کے بدلے تردید شایان انصاف تھی اور پھر بزار نے جو کچھ نقص نکالا ہے وہ چندان قوی نہین ہے تقریب مین ہے قیس بن الربیع الاسدی الکوفی ابو محمد صدوق تغیر لما کبر سو تا وقتیکہ یہ ثابت نکردین کہ قیس نے اسکو بعد تغیر حافظہ روایت کیا ہے یہ جرح قابل التفات نہین کیونکہ وہ اولاً صدوق و حافظ تھے سو اگر یہ روایت قبل تغیر حافظہ کے ہے تو اُسکی صحت مین کیا کلام اور اسکو بھی جانے دو قیس ضعیف ہی سہی جب اُسکی تائید ابن ماجہ و احمد وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے ہے تو وہ ضعف منجبر ہو گیا تو اُس سے استدلال مقبول ہو گا سو اس تائید سے بزار تو بظاہر ناواقف تھے مگر امام شوکانی تو واقف تھے پھر انہون نے اس معلوم الفساد کلام سے کیون سہارا ڈھونڈا اسی کو حمیت معاندانہ کہتے ہین اور تعجب ہے کہ شریک بن عبداللہ اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی باوجود مماثل قیس ہونیکے معتبر ہون اور قیس نامعتبر ہو شریک تو ائمہ ستہ کا راوی ہے اور محمد بن عبدالرحمن اصول اربعہ کا راوی ہے ہان اگر اسکی حدیث درجہ صحت سے متنزل ہو کر درجہ حسن مین معدود ہو تو محل کلام نہین ہے علی ہذا تضعیف کی وجہ یہ خیال کرنا بعض اُسکی تضعیف کرتے ہین اور بعض توثیق محض تعصب ہے محمد بن اسحق راوی حدیث لا تفعلوا الا بام القران بھی تو مختلف فیہ ہے بلکہ اُسپر جرح دجال و کذاب و منتحل ہونے کا قیس کی جرح سے کہین زیادہ ہے پھر وہ ضعیف کیون نہوا علامہ شوکانی کیون اُسکی توثیق و تحسین کرتے ہین محض اسوجہ سے کہ اُسکے حدیث مفید مطلب ہے اور یہ مضر مشرب سو یہ تعصب نہین ہے تو کیا ہے حق یہ ہے کہ فی الجملہ تغیر حفظ سے بشرط عدالت راوی وہ حدیث حسن کہلاتی ہو نہ کہ ضعیف تو حدیث قیس بذات خود تو حسن ہے اور بوجہ تائید بالصحیح صحیح لغیرہ ہو گی۔ باقی علامہ شوکانی کی توجیہ حدیث کے بعد تسلیم صحت کی جو کچھ کی ہے وہ بھی سراسر غلط ہے یہ توجیہ نہ مذہب جمہور محدثین کے موافق ہے اور نہ خود مسلک شوکانی کے مطابق صرف اپنی مخلصی

Marfat.com

کے لئے یہ توجیہ نامسموع اختیار کی ہے اور مذہب جمہور چھوڑ کر مذہب غیر منصور کی پناہ لی ہے تفصیل اسکی
یہ ہے کہ خود امام شوکانی نے نیل الاوطار مین مختلف جگہہ پر ہر رکعت مین وجوب فاتحہ کو ثابت کیا ہے اُنکی
عبارات نقل کرنے مین طول ہوتا ہی دیکھو نیل الاوطار کو اور فتح الباری مین بھی یہ بحث نہایت مطول ہی جمہور
محدثین کا مذہب انہون نے یہی نقل کیا ہے کہ ہر رکعت مین قرأت فاتحہ واجب ہے اور دلیل جمہور اسطرح
پر تحریر فرمائی ہے۔ ودلیل الجمہور قولہ صلی اللہ علیہ وسلم وافعل ذلک فی صلوتک کلھا
بعد ان امرہ بالقراۃ وفی روایۃ لاحمد وابن حبان ثم افعل ذلک فی کل رکعۃ۔ جزو ثالث
ص ۲۱۵ مطبوعہ انصاری۔ ہرچند کہ ائمہ فقہ صلوات رباعیہ وثلاثیہ مین اولیین اور اخرین مین فرق جتاتے
ہین مگر محدثین کے نزدیک تو اسمین ذرا فرق نہین ہے تمام رکعات مین یکسان اُنکے نزدیک قرأت فاتحہ
واجب ہے تو امام شوکانی کا یہ فرمانا کہ کسی رکعت مین بھی فاتحہ پڑہنے سے فرض قرأت ادا ہو جاتی ہے
خود اُنکی تحقیق کی بھی خلاف ہے اور جمہور محدثین کے بھی خلاف ہے اب اس نماز مین شارع علیہ السلام کا
ترک فاتحہ کسی طرح موجہ نہین ہو سکتا ہے تاوقتیکہ قرأت مقتدی کو منسوخ تسلیم نکر لیا جاوے اسی لئے احناف
نے احادیث گذشتہ اور اس واقعہ سے نسخ قرأت مقتدی کو باور کیا ہے جسکا خلاف سوائے تعصب اور
ہسٹ دھرمی کی ناممکن ہے خدا کے لئے ذرا فہم غائر سے کام لو اور ہوائے کو تابع حق بناؤ مگر حق کو تابع ہوائے
نہ بناؤ۔ یہان سے لطافت ماخذ احناف معلوم ہو سکتا ہے اور اُنکے استدلال کا احکام واتقان مفہوم
ہو سکتا ہی فرحم اللہ من انصف وقبل الحق ولم تیعسف الحاصل یہ جواب شوکانی نہ بلحاظ تضعیف سند
منفحم مخاصم ہے اور نہ بلحاظ مذہب محدثین مستقیم ہے کیونکہ جو مستدل احناف ہے وہ ضعیف نہین ہے اور جو
بزعم شوکانی ضعیف ہے وہ مستدل نہین اور پھر جس راوی کو ضعیف سمجھتے ہین وہ ضعیف نہین ہے بلکہ وہ
بوجہ تغیر یسیر حسن الروایۃ ہے دوسری وہ موید بالصحیح ہے تیسرے وہ مماثل شریک وابن ابی لیلی ہے پھر اُنکا
مقبول نہونا اور اسکا مردود ہونا تحکم بیجا ہے چوتھے محمد بن اسحق بھی مختلف فیہ ہو کر مقبول ہو اور قیس نامقبول
ہو یہ بھی صریح ناانصافی ہی اگر کوئی وجہ ترجیح ہے تو ایک جگہ اُسکو لینا اور دوسری جگہ نہ لینا خالی از تعصب
نہین ہے پانچوین ہماری دلیل تو حدیث ابن ماجہ ہی سو وہ تو جملہ جروح سے پاک وصاف ہے حدیث قیس ضعیف
ہے تو ہوا کرے چھٹی توجیہ شوکانی خود سراسر غلط ہے اُس سے اُنکی مخلصی ناممکن ہے غرض ان وجوہات ستہ سے
جواب شوکانی ایک حباب آب ہے اور ہر پہلو سے سقیم وناصواب اور استدلال احناف نہایت محکم۔ جواب

اب خوب محقق ہوگیا کہ آپکا یہ ترک فاتحہ محض اسیوجہ سے تھا کہ آپ قانون شرعی تجویز فرما چکے تھے کہ قرأت الامام
قراۃ اسوقت سے مقتدی کے ذمہ سے قرأت ساقط ہو چکے تھے خواہ وہ شروع تحریمہ سے شریک جماعت ہو کر
مدرک حقیقۃً ہو اور خواہ درمیان رکعت یا رکوع مین آکر شریک ہوا ہو اور مدرک حکماً ہو سو اسوقت چونکہ
آپ بھی درمیان رکعت آکر شریک ہوے اور حصّہ گذشتہ کو مدرک حکماً ہوے اسلئے اُس حصّہ کی قرأت
آپ نے ترک فرمائی اگر آپ مقتدی ہی رہتے تو قرأت باقیہ کو بھی ترک فرماتے مگر چونکہ آپ امام ہو گئے اس لئے
قرأت باقیہ ادا فرمائی سو یہ بات کُھلی اور روشن ہے اسمین کوئی خفا یا ابہام نہین ہے جسکے ماننے مین تردد کیا
جاوے - اب جبکہ ہم اصل استدلال سے اور جو کچھ اُسپر شکوک و شبہات تھے اُسکے دفع سے فارغ ہو لئے
تو مناسب ہے کہ احادیث مرض وفات مین جو بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے اُسکو بھی دفع کر دین تاکہ علاوہ
اپنے مقصود کے ایک فائدہ جدیدہ بھی ناظرین کو حاصل ہو جاوے - سو سنئے - مرض وفات کی مُدت مین
اختلاف ہے مگر ارجح تیرہ دن ہے فتح الباری مین ہے واختلف فی مدۃ مرضہ فالاکثر علی انہا ثلاثۃ
عشر یوما - پارہ ۱۸ صفحہ ۹۸ مطبوعہ انصاری - سو جب تک اشتداد مرض نہین ہوا تھا آپ ہی نماز پڑھاتے
تھے - پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلافت امامت عنایت فرمائی سو وہ پڑھاتے رہے پھر ایکدن نماز ظہر کیوقت
آپ کو کچھ خفت مرض محسوس ہوئی تو آپ تشریف لائے اور بجانب چپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹھکر امامت
فرمائی حدیث ابن ماجہ گذشتہ اسی قصہ کی حکایت ہے اور بخاری کی حدیث عائشہ سے وقت ظہر کی تعیین
معلوم ہوئی ہے سو یہ دونوں حدیثین ایک قصہ ہی سے متعلق ہین ایک سے تعیین وقت اور دوسری سے اخذ
قرأت کی تعیین مفہوم ہوئی والاحادیث یفسر بعضہا بعضاً مسلمہ محدثین ہے - الفاظ حدیث عائشہ رض
بخاری شریف مین اس طرح ہین فصلے ابو بکر تلک الایام ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجد من
نفسہ خفۃ فخرج بین رجلین احدہما العباس لصلوۃ الظہر الخ جزو ثالث پھر آپ تین دن تک
مسجد مین تشریف نہین لاسکے ہان بروز وفات پیر کے دن نماز صبح مین آپکا تشریف لانا اور خلف الامام
نماز پڑھنا ثابت ہے اس کی دلیل حدیث انس ہے جو بخاری مین ہے عن انس قال لم یخرج النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا فاقیمت الصلوۃ فذہب ابو بکر یتقدم فقال نبی اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بالحجاب فرفعہ فلما وضح وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما نظرنا منظرا کان
اعجب الینا من وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین وضح لنا فاومأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث مرض الموت مین تطبیق

Marfat.com

بیدہ الی ابی بکران یتقدم وارخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجاب فلم یقدر علیہ حتی مات۔
وفی روایۃ فاشار الینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اتموا صلوتکم وارخی الستر فتوفی من
یومہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث اگرچہ امر اوّل کی دلیل ہے مگر امر دوم کی مخالف معلوم ہوتی ہے
لیکن درحقیقت یہ مخالف نہین ہے ذرا منتظر رہیے ہم پہلے جز اوّل کو شرح کرلین۔ فتح الباری اور عینی شرح
بخاری مین ہے۔ قولہ ثلاثا کان ابتدائہا من حین خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلے بہم
قاعدا ثم ما تقدم اس حدیث سے تعیین دن معلوم ہوگئی کہ آپکا قصہ امامت نماز ظہر مین بروز پنجشنبہ تھا کیونکہ
اُس امامت کے بعد آپ تین دن تک تشریف نہین لا سکے پھر یوم الاثنین کی صبح مین آپکی یہ چہرہ نمائی پیش
آئی سو اس حساب سے جمعہ اور شنبہ اور یکشنبہ آپکی تشریف آوری موقوف رہی یعنی مبدا و منتہی کو خارج رکھکر
تین روز آپکا تشریف لانا نہین ہوا ورنہ اگر صرف مبدا کو خارج رکھا جاوے تو قصہ نماز صبح کا یکشنبہ کو ہوتا ہے
مگر وفات اُسدن نہین ہوئی اور اگر صرف منتہا کو خارج رکھا جاوے تو قصہ ظہر یوم جمعہ کو ہوتا ہے جسمین نماز ظہر
نہین ہوسکتی ہے اسلئے دونون کو خارج رکھکر حساب لگانا چاہیئے سو وہ یوم الخمیس ہے۔ باقی حدیث انس کا
آخری حصہ جو ہمارے دعوے کے خلاف معلوم ہوتا ہے اسکی توجیہ یہ ہے کہ یہ حدیث بخاری صبح کی رکعت
اولیٰ کے متعلق ہے اُسمین واقعی آپنے ایسا ہی کیا جیسا اس حدیث مین ہے مگر رکعت ثانیہ مین آپ تشریف
لائے اور اقتداءً نماز پڑھی چنانچہ حاکم کی روایت سے یہ بات مصرح ہوگی جو عنقریب مذکور ہوگی مگر پہلے اس
دعوی کی دلیل کہ آپ کی نماز مقتدیا صبح یوم الوفات مین ہی حدیث انس ہے جو بیہقی مین ہے فتح الباری
مین بشرح جزو ثامن عشر ص۱۰۶ مذکور ہے اخرج البیہقی من طریق محمد بن جعفر عن انس آخر صلوۃ صلاہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم الحدیث وفسرہا بانہا صلوۃ الصبح
اور شارح عینی نے بھی قول بیہقی نقل کیا ہے، والتی کان فیہا ما موما ھی صلوۃ الصبح
من یوم الاثنین وھی آخر صلوۃ صلاہا صلے اللہ علیہ وسلم
حتی خرج من الدنیا۔ جلد ثانی ص۱۹۱۔ پوری حدیث انس کی نسائی مین یون ہے۔ عن انس قال آخر
صلوۃ صلاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم صلے فی ثوب متوشحا خلف ابی بکر۔
اور ترمذی مین بسند صحیح یہ قصہ بروایت عائشہ اس طرح ہے۔ قالت صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم خلف ابی بکر فی مرضہ الذی مات فیہ قاعدا۔ ہر چند کہ ان ہر دو حدیث مین تعیین صبح مصرح

نہین ہے اور غالباً حدیث بیہقی مین بھی اسکی تصریح نہو گی مگر انکی تفسیر نماز صبح کے ساتھ بقرائن ہو گی مگر ان
احادیث کے ملانے سے اتنا تو معلوم ہوا کہ آپ کی نمازین مع القوم کئی تھی مگر آخری نماز آپکے مقتدیاً تھی
سو اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ آپ کی نماز اماماً جو ظہر مین تھی وہ اخیر نماز نہ تھی بلکہ وہ اس آخری نماز سے
سابق تھی سو حدیث ابن عباس جو ابن ماجہ مین ہے اور حدیث عائشہ مطول جو بخاری مین ہے وہ واقعہ
متقدمہ سے متعلق ہین اور یہ حدیث انس و عائشہ جو نسائی و ترمذی وغیرہ سے منقول ہوئین دوسرے واقعہ
متاخرہ سے متعلق ہین اسلئے ان احادیث اربعہ مین کوئی تعارض نہین ہے بلکہ دو پہلے واقعہ سابقہ کی حکایت ہین
اور دو پچھلے واقعہ لاحقہ کی حکایت ہین سو جب ہر ایک کا محکی عنہ مختلف ہوا تو تعارض کہان رہا کیونکہ تعارض
مین اتحاد زمان شرط ہے ہان ابھی ایک تردد ہے کہ یہ آپکی نماز اخیر جو مقتدیاً ادا ہوئی ہے آیا صبح یوم الوفاۃ
ہے یا اور کوئی ہے سو حدیث انس بخاری جو اوپر منقول ہوئی بظاہر موہم ہے کہ آپنے اُس صبح کی نماز مع القوم ہی
نہین پڑھی ہے سو یہ کہنا کہ آپنے یہ نماز اقتداءً پڑھی یا اماماً ادا کی دونون صحیح نہونگی مگر علامہ ابن ہمام نے
فتح القدیر مین امام المغازی موسیٰ بن عقبہ سے جسکی نسبت تقریب مین ہے۔ موسیٰ بن عقبۃ بن ابی عیاش
الاسدی مولی آل الزبیر ثقۃ فقیہ امام المغازی اور نیز ابو عبد اللہ الحاکم سے اور علامہ عینی نے حسن
بصری سے احادیث مراسیل نقل کی ہین جن سے معلوم ہوا ہے کہ آپ صبح یوم الاثنین مین دوم رکعت مین
آکر شامل ہوئے اور ایک رکعت مع الامام مقتدیاً ادا کی اور دوسری رکعت بعد سلام امام مسبوقاً ادا کی۔
اس صورت مین بخاری کی حدیث انس مین اور ان مراسیل مین بھی کچھ تعارض نہو گا بلکہ حدیث انس آپکے
اُس ارادہ خروج سے متعلق ہے جو شروع نماز مین کیا تھا اور وہ نہین ہو سکا اور مراسیل مذکورہ اُس شمول
جماعت سے متعلق ہین جو بوجہ خفت حرارت دوسری رکعت مین ہوا چنانچہ روایت حاکم سے یہ بات صاف
معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے عن عروۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم اقلع عنہ الوعک لیلۃ الاثنین فغدا
الی الصبح یتوکأ علی الفضل بن عباس وغلام لہ وقد سجد الناس مع ابی بکر رضی اللہ عنہ حتی قام
الی جنب ابی بکر فاستاخر ابو بکر فاخذ صلی اللہ علیہ وسلم بثوبہ فقدمہ فی مصلاہ فصفا
جمیعا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس و ابو بکر یقرأ فرکع معہ الرکعۃ الاخیرۃ ثم جلس
ابو بکر حتی قضے سجودہ فتشہد وسلم واتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالرکعۃ الاخری ثم
انصرف الی جذع من جذوع المسجد فذکر القصۃ فی عہدہ الی اسامۃ بن زید فیما

Marfat.com

بعثہ الیہ ثم فی وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذٍ۔ فتح القدیر جلد اوّل صـ۲۶۲ ۔ اور مرسل حسن بصری یہ ہے عن الحسن مرسلاً فلما دخل المسجد ذهب ابوبکر یجلس فاومأ الیہ ان کما انت فصلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلف ابی بکر لیریھم انہ صاحب صلوتھم من بعدہ وتوفی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من یومہ ذلک یوم الاثنین۔ عینی جلد ثانی صـ۱۷۱ ؎

بالجملہ مسجد مین آپکی نمازین دو دفعہ ہوئی ہین ایکدفعہ امام بنکر اور دوسری دفعہ مقتدی رہکر سو دونون وقایع صحیح ہین اسی طرح صبح یوم الاثنین مین اوّل ارادہ خروج فرمایا مگر ہونسکا پھر دوبارہ رکعت ثانیہ مین اشتداد مرض کم ہوا اور شوق جماعت زیادہ تو شامل جماعت ہوکر نماز ادا فرمائی سو یہ دونون واقعات صحیح ہین اسی لئے امام بیہقی اور ابن حبان اور ابن حجر وابن ہمام وغیرہ نے اس جمع کو اختیار کیا ہے فتح الباری مین ہے ۔ واجیب بدفع الاختلاف والحمل علی انہ کان اماماً مرۃ ومأموماً اُخری علی ہذا حدیث انس بخاری اور حدیث انس بیہقی مین اسی طرح جمع محقق ہوگیا کہ ایک رکعت اوّل سے متعلق ہے اور ایک دوسری رکعت سے سو دونون صحیح ہین یہان سے معلوم ہوگیا کہ صاحب فتح الباری کا حدیث بیہقی مین متامل ہونا بخیال تعارض صحیح نہین ہے درحقیقت تعارض ہی نہین ہے سو تفسیر بیہقی بصلوۃ صبح ہر طرح صحیح ہے باقی کوئی کم فہم اگر یہ اعتراض کرے کہ بمقابلہ احادیث مسندہ احادیث مرسلہ کا کیا اعتبار ہے خصوصاً حدیث بخاری کے مقابلہ مین بیہقی کی رائے اور حاکم کی مرسل کیا معتبر ہوسکتی ہین تو یہ اُسکی کم فہمی ہے یہان تقابل وتعارض ہی نہین ہے جو اس اعتراض کی گنجایش ہو یہ اُنکی بیباکی ہے کہ مراسیل صحابہ وتابعین کو بیوجہ بھی ترک کرتے ہین ۔ علیٰ ہذا حدیث ام الفضل جو نسائی مین بروایت انس مروی ہے وہ بھی ان احادیث گذشتہ کی معارض نہین ہے کہ وہ امامت فی البیت کا قصہ ہے جو صلوۃ مغرب کا واقعہ ہے اور احادیث گذشتہ صلوۃ مع القوم فی المسجد کا واقعہ ہے لسان عرب مین لفظ قوم جماعت رجال کو کہتے ہین قال اللہ تعالیٰ لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن ولا حدیث یہ ہے عن انس عن ام الفضل بنت الحارث قالت صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ المغرب ما صلی بعدھا صلوۃ حتی قبض صلی اللہ علیہ وسلم سو گھر مین کوئی نماز باجماعت اسکے بعد ادا نہین فرمائی اور یہ مراد نہین کہ نماز ہی نہین پڑھی ورنہ عشاء وصبح کا ترک مطلقاً لازم آئیگا جو ادنی مسلمان کی شان کے بھی

خلاف ہے چہ جائیکہ شان نبی علیہ السلام واللہ اعلم۔
اب چونکہ اس مسئلہ مختلف فیہا کا فیصلہ احادیث مرفوعہ سے ہوچکا ہے اسلئے اب اسکی ضرورت نہین ہے کہ آثار موقوفہ کی طرف بھی ہم متوجہ ہون اور انکی تعارض کے دفع کرنے مین ساعی ہون اُسکے متعلق اسقدر لکھدینا کافی ہے کہ چونکہ ابتدا مین جہریہ صلوات مین قرأت فاتحہ کا امر تھا اور سریہ مین فاتحہ وسورت کا رواج تھا سو جن صحابہ کو اسکا نسخ معلوم نہوا وہ اُسی ابتدائے حکم پر عامل رہے اور اُسکی روایت کرتے رہے اور جنکو اسکا ترک محقق ہوگیا وہ اسکے تارک ہوئے اور دوسرون کو ترک کے آمر رہے اور جن کو کچھہ مدت اسکا نسخ معلوم نہوا بعد مین اسکا یقین ہوا اُن سے دونون قسم کے آثار مروی ہین امر اور ترک قرأت کے بھی چنانچہ حضرت عمر فاروق اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما وغیرہ سے دونون طرح کے آثار منقول ہین مگر درحقیقت چونکہ قرأت مقتدی انجام کار منسوخ ہوچکی ہے لہذا جو اثر موافق نسخ ہو وہ سر آنکھون پر رکھنے کے قابل ہی اگرچہ وہ سنداً ضعیف بھی ہو اور جو اثر اُسکے مخالف ہے وہ ترک کرنے کے لائق ہی اگرچہ سنداً قوی بھی ہو کیونکہ احادیث مرفوعہ مثبت نسخ اُسکے خلاف موجود ہین اور ظاہر ہے کہ احادیث مرفوعہ کا مقابلہ آثار موقوفہ ہرگز نہین کرسکتے ہین۔ اب ہم اس مسئلہ کے متعلق جو مذاہب مختلفہ صحابہ وتابعین وغیرہ سے منقول ہین لکھتے ہین اور ہریک کی تصحیح وتسقیم بھی مجملاً تحریر کرتے ہین۔

فصل مذہب اوّل یہ ہے کہ صلوات جہریہ وسریہ مین بذمہ مقتدی قرأت فاتحہ تو واجب ہے اور قرأت سورت نہ واجب ہے اور نہ ممنوع سو اسمین جزو اوّل تو مخالف قرآن وحدیث ہے اور جزو دوم مخالف احادیث عدیدہ ہے جنمین نہی عن السورت وارد ہے اور دلائل وجوب سنداً ضعیف اور متناً غیر مثبت ہین چنانچہ اوپر مفصل گذر چکا ہے۔ مذہب دوم یہ ہے کہ ہر قسم نماز مین بحق مقتدی قرأت فاتحہ تو مباح ومستحب ہے اور سورت ممنوع ہے سو اسمین جزو اوّل تو ثابت بالاحادیث ہے مگر وہ احادیث یقیناً انجام کار منسوخ ہین اور جزو دوم قرآن وحدیث کے موافق ہے اسلئے یہ مذہب بہ نسبت پہلے مذہب کے بہتر ہے مگر اُن احادیث ناسخہ کے خلاف ہے جو اوپر فصل ثالث مین مذکور ہوئین جنسے مطلقاً قرأت مقتدی منسوخ ہوچکی ہے۔ مذہب سوم یہ ہے کہ صلوات جہریہ مین مقتدی کو قرأت فاتحہ وسورت دونون ممنوع ہین مگر سریہ مین دونون مباح ومستحب ہین سو اسمین جزو اول تو ہر طرح قرآن وحدیث کے موافق ہے مگر جزو دوم اُن تاویلات سقیمہ پر موقوف ہے جو احادیث ناسخہ مین کیجاتی ہین جنکا بطلان

Marfat.com

ذکر مؤلف الفرقان ووجہ تالیف

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین امابعد شائقین علم پر واضح ہو کہ
حضرت مولانا مولوی محمد ناظر حسن صاحب مدرس مدرسہ عربیہ ریاست چھتاری اس تحقیق نادر کے مؤلف ہین
ہر شخص مضامین رسالہ کو دیکھکر آپکی لیاقت خداداد کا معترف ہوگا اور آپکی متوسطانہ منصفانہ محققانہ تحریر کی داد
دئے بغیر نہین رہیگا اور کیون نہو آپ شیخ الحدیث محدث سہارنپوری محشی بخاری کے ارشد تلامذہ مین سے ہین
جنکے تحشیہ کی بدولت گروہ اہلحدیث کو بھی حدیث پڑھانا میسر ہو سکا ہے مؤلف ممدوح دیوبند کے اعلیٰ خاندان سے
ہین آپ صدیقی النسب نعمانی المذہب نقشبندی المشرب ہین مؤلف ممدوح نے ۱۲۹۴ھ ہجری مین بمقام سہارنپور حضرت
مولانا حافظ الاحادیث ماہر الفقہ جناب مولانا الحاج الحافظ احمد علی صاحب مرحوم و مغفور سے سند حدیث حاصل
کی ہو اور اپنی جماعت مین بوجہ صحیح القرأت سلیم الدرایت ہونیکے سب سے زیادہ اپنے شیخ کی نظرون مین منظور و موقر رہے
ہین اسی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث دوسرے بعض شرکا جماعت بطی القرأت کے نمبر پر مؤلف ممدوح کو اشارہ فرمایا
کرتے تھے کہ تم نیابتہً بار قرأت اپنے ذمہ لو غرض مؤلف ممدوح اپنے شیخ کے مورد عنایت ہونے سے اپنے اقران مین
محسود و مغبوط رہے ہین مؤلف ممدوح کو بہت سے اہلحدیث سے مباحثہ و مناظرہ کا اتفاق ہوا اور نیز ابتدائے تدریس سے
تحقیق احادیث کا شوق دامنگیر رہا ہے اسلئے مؤلف ممدوح کا سرمایۂ تحقیق نہایت بیش قیمت اور قابل قدر ہے
بہت سے متردد دین اہلحدیث نے آپسے پڑھکر بجائے شبہات قلبی کے اطمینان قلبی حاصل کی ہے اور اتباع سلف کی
قدر و منزلت کی ہے ہمیشہ سے مؤلف مذکور تعصب بیجا سے دور اور دلائل ضعیفہ سے نفور رہے ہین چنانچہ اس
رسالہ مین طرفین کے دلائل واہیہ کے سقم ظاہر کرنے مین کوئی باک نہین کیا ہے اور ہر مسئلہ کی حقیقت ظاہر کرنے
مین نئے طرز سے کام لیا ہے سو اس رسالہ کی قدر و قیمت وہی حضرات پہچانینگے جو احادیث متعارضہ کی تطبیق مین
حیران و پریشان ہونگے اور بلا تعصب مشرب امر حق کی تلاش مین جویان و پویان ہونگے کیونکہ بہت سے اہلحدیث
تقلیدی خطا مین مبتلا ہین اور اقوال سلف کو نقل در نقل کرتے چلے آئے ہین اور ایک لمحہ کو بھی ان اقوال
بارہ مین غور نہین کیا نقل علم اور چیز ہے اور فہم علم اور چیز ہے بحمد اللہ کہ مؤلف ممدوح نے اس رسالہ مین اور
نیز رسالہ آمین و سنت الفجر و الاذان والاقامۃ مین وہ پردے اٹھادئے ہین جو مدت سے اہلحدیث
کی طرف سے امر حق پر لٹکائے گئے تھے امید ہو کہ طرفین کے سنجیدہ حضرات اپنے مقتداؤن کے بھروسہ پر

Marfat.com

زہین بلکہ خود بھی بقدر حوصلہ طلب حق مین ساعی ہون جب طلب صادق ہوتی ہی تو خدا تعالی کیطرف سے ضرور ہدایت ہوتی ہی والذین جاھدوا فینا لنہدینہم سبلنا قانون عام ہے عالم وجاہل کی کوئی خصوصیت نہین ہی بلکہ برادران حدیث سے التجا ہے کہ برائے خدا مؤلف ممدوح کے رسائل مذکورہ کو ضرور دیکھین پھر اپنے علماء کی تحقیق سے موازنہ کرین ضرور امر حق دلنشین ہوگا کم از کم شان توسط تو ضرور پیدا ہوگی ای برادران حدیث سب ساغ کو دلونسے دور کرو اور باہمی رابطہ اتحاد پیدا کرو اور فروعی اختلاف کو اصولی اختلاف نہ ٹھہراؤ قرن صحابہ جو ما انا علیہ واصحابی کے سچے مصداق تھے فروعی اختلاف رکھتے تھے مگر باہم شیر وشکر تھے اور ائمہ فقہ باہم بے شمار فروعی اختلاف رکھتے تھے مگر ایکدوسرے کی ثناخوان تھے آج وہی فروعی اختلاف درمیان مین سد سکندری بنگیا ہے خدا کے لئے اسکے مٹانے مین ساعی ہو اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کو مضبوط ہاتون سے پکڑو فہم معانی مین فقہا سلف کی اتباع کرو او تنقید رجال مین محدثین کی اقتفا کرو اور فریق مقابل کی تحقیق کو ٹھنڈے دل سے دیکھو اور حدیث نبوی کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن اینما وجدھا فھو احق بھا پر عامل ہو جسکا خلاصہ یہ ہے ہر سچی بات ہر مومن کی گم شدہ چیز ہے جس جگہہ سے بھی ملے وہ اسکا زیادہ مستحق ہی احادیث ضعیفہ کو محض ضعف سند کیوجہ سے رد نکرو بلکہ جب اسکی تائید بدلائل اخری میسر ہو تو مضائقہ نہین کہ احادیث ضعیفہ ارای رجال سے ہزار درجہ بہتر ہین دیکھو مسئلہ جہر تامین مین اکثر احادیث جو صحاح وغیر صحاح مین مروی ہین ضعیف ہین مگر اہلحدیث انکو مانتے ہین چنانچہ مؤلف ممدوح نے رسالہ تبصرۃ الناظرین فی سر التامین مین اسکی ایسی تشریح کردی ہی کہ کوئی منصف فہمیدہ اسکو ماننے بغیر نہین رہ سکیگا۔ عنقریب وہ بھی طبع ہوکر ہدیہ ناظرین ہوگا حقیقت یہ ہی کہ مؤلف ممدوح نے رسالہ تامین لکھکر جملہ متبعان فقہ وحدیث پر بڑا احسان کیا ہی جسقدر اسکی قدردانی کیجاوے تھوڑی ہے بحث ومباحثہ کی گویا کایا پلٹ کردی ہی اور دیکھنے والونکی گویا آنکھین کھولدی ہین امید ہی کہ تاجران کتب یا علم دوست فراخ حوصلہ حضرات اسکے طبع کی فکر فرماوین اور نفع دنیوی اور ثواب اخروی بہت کچھ کماوین علی ہذا دوسرا رسالہ السنن العشر فی سنۃ الفجر بھی نہایت قابل قدر اور مفید طلبا ہی اور تیسرا رسالہ الاذان والاقامۃ بھی نادر تحقیقات سے مملو ہے شاغلین حدیث پر فرض ہے کہ وقت تعلیم حدیث ان رسالونکو پیش نظر رکھین تمامی شبہات قدیمہ مزمنہ سے نجات ملیگی اور بیساختہ کہنا پڑیگا ان ھذا العلم ورنہ خیالات فاسدہ کو بوجہ قدامت حق ماننا پڑیگا اور اپنی ناحقی کا احساس تک نہوگا بالجملہ ہر ذی علم سے امید ہے کہ اس رسالہ فرقان کو ایک نمونہ تحقیق سمجھین اور دیگر رسائل غیر مشتہرہ کو اس پر قیاس فرماوین اور ان رسالجات کی اشاعت مین لساناً وقلماً وما لاً سعی موفور فرماوین وما علینا الا البلاغ +

المکلف بندۂ خاکسار ازلی
محمد محبوب علی مالک مطبع نامی شہر میرٹھ

نقل سند حدیث

جو

مؤلف کو اپنے شیخ اجل کیطرف سے عطا ہوئی اصل سند حضرت شیخ کے قلم و دست مبارک کی محررہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ **اما بعد** فیقول العبد الضعیف الملتجی الی اللہ القوی **احمد علی** السہارنفوری عفی عنہ وعن والدیہ ان المولوی **محمد ناظر حسن** بن الشیخ امیر بخش ساکن دیوبند قد عرض علی الصحیحین للبخاری ومسلم والجامع للترمذی مع شمائل والسنن لابی داؤد والنسائی وابن ماجۃ القزوینی وشیئاً من مشکوٰۃ المصابیح قراءۃً وسماعۃً وانا عرضت الکتب المذکورۃ علی الشیخ المکرم المفخم المشتہر بین الآفاق مولانا المعظم المولوی **محمد اسحٰق الدہلوی** اسکنہ اللہ بحبوحۃ جنانہ وقد اجازنی بہا وانا اجیز للمولوی الموصوف ان یشتغل بالکتب المذکورہ ویُعلّم المستفیدین بہا بالشروط المعتبرہ عند اہل الحدیث وبالمراجعۃ الی الشروح واللہ المستعان وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین + کتبہ فی شہر شعبان سنہ ۱۲۹۴ھ من ہجرۃ سید المرسلین علیہ افضل الصلوات والتسلیم فقط

احمد علی کل حال

فہرست مضامین رسالہ الفرقان فی قرأۃ اُمّ القرآن

۳ اہلحدیث کا شبہ ائمہ اربعہ کی تقلید پر
۴ شبہ مذکور کا اجمالی جواب
۷ شبہ مذکور کا تفصیلی جواب
۱۰ حدیث صحیح کبھی درحقیقت غلط ہوتی ہے
۱۰ حدیث ضعیف کبھی درحقیقت صحیح ہوتی ہے
۱۴ سندی ضعف و قوۃ کی تشریح
۲۷ حدیث ضعیف تعامل صحابہ و تابعین سے موید صحیح غیر موید سے مقدم ہے۔
۲۹ مجتہد کی خطا و اصابت کی تحقیق دو عجیب
۳۰ چارون مذہب کے برحق ہونیکی حقیقت
۳۰ قیاس شرعی قرآن و حدیث سے ثابت ہے
۳۴ صحت قیاس کیلئے چند امور دقیقہ پر لحاظ ضروری ہے۔
۳۶ ہدی اور ضلال کا فرق لطیف اور مہتدی و مصیب حق مین نسبت عموم و خصوص مطلق
۳۸ مقاصد رسالہ کا آغاز اور تمہیدی مضامین کا تذکرہ۔
۴۰ آغاز اسلام مین جہالت کی عالمگیر تاریکی
۴۱ ذکر ولادت باسعادت و عطائے نبوۃ وغیرہ
۴۳ فترۃ الوحی یعنی تین سال تک وحی کا موقوف رہنا
۴۵ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوۃ سے پہلے بھی عبادت الٰہی مین مصروف تھے۔
۴۹ آغاز اسلام سے ہی نماز جاری تھی۔
۵۰ عمر فاروق کے اسلام لانیکا قصہ
۵۲ آغاز اسلام سے صبح و عصر کی نمازین فرض تھین پھر شب معراج سے پانچ فرض ہوئین
۵۷ غلبۂ روم کی پیشین گوئی اور صدیق اکبر کا شرط باندھنا۔

۶۸ علامہ سیوطی کی وصیت دربارہ شان نزول قابل یاد ہے۔
۷۳ صبح و عصر پر مداومت سے جنت مین دو وقتہ دیدار خداوندی حاصل ہوگا
۷۳ تعیین وقت معراج
۷۴ قصہ ہجرت الی المدینہ
۷۸ ذکر تبدلات جو نماز و مین بتعاقب پیش آئے ہین۔
۷۸ ابتدای نبوۃ سے دو شرط نماز تھی۔
۷۹ سورہ فاتحہ سورہ اقرأ سے پہلے نازل ہوئی
۷۹ ذکر اقسام وحی
۸۱ تقدم الفاتحہ علی سورۃ اقرأ پر ذکر شبہ
۸۱ حدیث حراء بخاری کی مرسل ہے نہ کہ مسند
۸۲ بیہقی کا اقرأ کو مقدم علی الفاتحہ بتانا فاسد ہے
۸۳ فضیلت فاتحہ کے دلائل۔
۸۴ ذکر آثار جن سے مقتدی کا ممنوع القراۃ ہونا ثابت ہے۔
۸۷ نمازون مین سری جہری کی تفریق شب معراج سے ہوئی ہے۔
۸۸ آیت استماع سورۃ اعراف مین قبل المعراج نازل ہوئی۔
۹۰ آیت استماع سے قرأت وراء الامام کا جہری و سری نمازون مین نسخ موجب بالدلیل نہین ہے بلکہ صرف جہری مین اس سے نسخ ہوا ہے۔
۹۲ تقریر خدشہ کہ حدیث حراء بخاری کی اور حدیث دار قطنی متعارض ہین۔
۹۳ جواب خدشہ مذکور

۹۵ فصل اول اُن احادیث مین جن سے قرأت مقتدی پر استدلال صحیح نہین ہے وہ چھ ہین
۹۶ بحث حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب
۹۸ ذکر قاعدہ جس سے اکثر اہلحدیث ناواقف ہین
۱۰۰ ذکر شبہ اہلحدیث اور اسکا رفع۔
۱۰۲ امام بخاری کی زیادت فصاعداً پر دو اعتراض اور اُنکے جوابات۔
۱۰۳ لفظ صاعد کی تحقیق قابل غور اہلحدیث
۱۰۵ حدیث سرقہ و حدیث فاتحہ مین لفظ ساعد کا معنوی فرق۔
۱۰۸ امام بخاری کی توجیہ پر فاتحہ کا وجوب بھی باقی نہین رہسکتا ہے۔
۱۰۹ بعض اہلحدیث کا الزام احناف پر اور اُسکا جواب
۱۱۲ ذکر احادیث جن سے زائد از فاتحہ کا وجوب ثابت ہے
۱۱۶ حدیث دوم و سوم ناقابل استدلال۔
۱۱۷ جواب استدلال اہلحدیث
۱۱۷ ذکر قاعدۂ محکمہ کہ عام کبھی وضعاً عام ہوتا ہے مگر مراداً عام نہین ہوتا ہے اہلحدیث اسکو بغور ملاحظہ کرین۔
۱۲۲ ایک قاعدۂ مفیدہ کی توضیح جو ہر زبان مین مروج ہے
۱۲۳ اہل خفۃ کے شبہ کی تقریر اور اُسکا جواب
۱۲۷ حدیث چہارم ناقابل استدلال
۱۲۸ علامہ شوکانی کی خطا فہمی کا اظہار
۱۲۹ علامہ شوکانی کی پہلی غلطی
۱۳۰ متبعین امام اعظم کا فہم کسقدر گہرا اور دلپذیر ہے
۱۳۱ علامہ شوکانی کی دوسری غلطی کا اظہار۔
۱۳۲ اہلحدیث کیطرف سے ایک شبہ کی تقریر اور اُسکا جواب
۱۳۳ علامہ شوکانی کی تیسری غلطی کا اظہار

Marfat.com

١٣٤ حدیث پنجم ناقابل استدلال
١٣٥ حدیث ششم ناقابل استدلال
١٣٧ هل قرأ احد منکم اور من قرأ منکم میں فرق بیانی جس سے بیشتر اہلحدیث ناواقف ہیں
١٣٨ امام شوکانی کا یہ ادعا کہ منازعت قرأت جہری میں ہو سکتی ہے سری میں نہیں و حدیث غلط ہے
١٣٩ فصل دوم اُن احادیث میں جنمیں مقتدی کو حکم قرأت ہے مگر انجام کار وہ منسوخ ہیں وہ گیارہ ہیں۔
١٤١ احادیث عشرہ میں ابحاث لائق غور ہیں بحث اول و دوم
١٤٣ استثنا بعد النہی مفید اباحت ہے نہ کہ مفید وجوب اور اسکا ثبوت قرآن وحدیث سے۔
١٤٧ بحث سوم یعنی اباحت قرأت خلف الامام منسوخ ہے۔
١٤٩ ابوہریرہ کی پانچ احادیث مرفوعہ اور ایک اثر سے نسخ قرأت۔
١٥٠ عبد اللہ بن عمر کی احادیث سے نسخ قرأت
١٥١ جابر بن عبد اللہ کی احادیث نسخ قرأت
١٥٢ صحابہ کے اقوال واعمال ناسخ حکم شرعی نہیں ہو سکتے ہیں مگر دال علی النسخ ہوتے ہیں
١٥٣ حدیث ضعیف محتمل القبول والرد ہوتی ہے محض ضعف سند سے فوراً رد نہیں کرنا چاہیے بلکہ بقرائن اُخری۔
١٥٤ دو کار آمد قاعدوں کا ذکر۔ اور حدیث یازدہم
١٥٥ سندی بحث از بس لائق غور ہے۔
١٥٥ امام المغازی محمد بن اسحق کی تحقیق حال بطرز دلچسپ
١٥٦ دارقطنی کا حدیث ابن اسحق کو حسن کہنا اپنی تحقیق کے خلاف ازراہ تعصب بے موہ ہے
١٥٧ ابن اسحق کے معدلین کا ذکر اور اس تعدیل کا معتبر ہونا۔
١٥٩ امام مالک کے جروح کی تاویل فاسد اہلحدیث کیطرف سے۔
١٦٠ ہشام بن عروہ کے جروح کی تاویلات فاسدہ
١٦١ محمد بن اسحق کو بحسن ظن صادق ٹھہرانا اکثر ائمہ حدیث کو متعصب ٹھہرانا ہے۔
١٦٢ معدلین ابن اسحق سالہا سال اُس سے متاخر ہیں اُنکی تعدیل بمقابلہ جروح معاصرین کمل نامعتبر ہے۔
١٦٣ امام ترمذی کا حدیث ابن اسحق حسن کہنا خود اُنکی اصطلاح کے خلاف ہے۔
١٦٥ حدیث لا تفعلوا الا بام القرآن میں گیارہ ابحاث لائق غور ہیں۔
١٦٨ مقتدی کو امر قرأت بین السکتات تھا نہ کہ مع الامام۔
١٦٩ اہلحدیث کا یہ زعم کہ مقتدی کو مع الامام اجازت قرأت تھی سراسر فاسد ہے
١٧٠ بعض اکابر احناف کا یہ زعم کہ ایت استماع سے سری نماز میں بھی نسخ ہوا غیر موجہ ہے ہاں احادیث سے اُسکا نسخ ہے۔
١٧٢ ذکر قرائن جنسے بین السکتات قرأت کا پتہ لگتا ہے۔
١٧٤ جملہ استثنائیہ حدیث ابن اسحق میں فرمودہ شارع نہیں ہے۔
١٧٦ عبادۃ بن الصامت کے تین مضمون مروی ہیں ہم اُنکو ایک واقعہ کی حکایت سمجھنا اہلحدیث کی کم فہمی ہے۔
١٧٨ ابن حبان وامام ترمذی کو بھی اس اتحاد میں تردد وحق ہوا ہے مگر اُسکو رفع نکر کے
١٨٢ اگر جملہ استثنائیہ فرمودہ شارع ہوتا تب بھی اس سے وجوب فاتحہ ثابت نہیں تھا
١٨٦ جملہ استثنائیہ کے فرمودہ شارع ہونے پر تقریر لطیف نہایت قابل غور۔
١٨٨ احادیث سے اُس تقریر لطیف کی تائید
١٨٩ بحث ہفتم کی تحقیق
١٩٢ ابوہریرہ کی حدیث منازعت کا امر قرأت کی احادیث سے موخر ہونا۔
١٩٢ محمد بن اسحق کی روایت مکحول سے اور زید بن واقد کی روایت مکحول سے جدا جدا واقعہ کی حکایات ہیں۔
١٩٣ دارقطنی کی روایت اور ابوداود کی روایت مختلف الوقایع ہے۔
١٩٤ بحث عاشر کی تحقیق۔
١٩٥ مکحول شامی کا تشدد دربارہ قرأت مقتدی غلط فہمی پر مبنی ہے۔
١٩٦ قتادہ شعبہ وسعید بن المسیب جہری نماز میں مانع قرأت تھے۔
١٩٧ قتادہ کا سری نمازوں میں انکار شارع پر متنبہ ہونا حیرت انگیز ہے۔
١٩٨ علامہ بیہقی کی تیز قلمی و کوتہ فہمی کا اظہار
١٩٩ علامہ بیہقی کی تضعیف فاسد کی تردید
٢٠٠ تبدل الفاظ کا یہ قاعدہ قابل لحاظ ہے
٢٠١ حدیث حجاج وحدیث شعبہ کا محکی عنہ ایک نہیں ہے۔
٢٠١ آیکی اجازت قرأت مقتدی کو خلاف قرآن نہیں ہے۔
٢٠٣ فصل ثالث احادیث ناسخہ قرأت مقتدی کے بیان میں۔
٢٠٥ حدیث منازعت ابوہریرہ سے تین امور معلوم ہوئے
٢٠٦ لفظ ہل اور من سے استفہام کا فرق قابل غور اہلحدیث
٢٠٦ امام شوکانی کی تحقیق سراسر بیہودہ ہے
٢٠٧ حدیث بیہقی زعم شوکانی کو مبطل ہے

Marfat.com

۲۰۸ معنی منازعت کی تحقیق دلچسپ
۲۰۹ امام شوکانی کا عام وخاص یا مطلق و مقید سے ناواقف ہونا یا عمداً ناواقف بننا یہ بحث لائق عذر ہے۔
۲۱۲ ایک قاعدہ کا ذکر جس سے معلوم ہوجاوے کہ جمع بین الاحادیث کہان ہوتا ہے اور نسخ کہان ہوتا ہے۔
۲۱۳ امام شوکانی کی دوسری غلط فہمی۔
۲۱۴ حدیث عبادہ کی اصل حقیقت یہ ہے جو ہم لکھتے ہین۔
۲۱۵ بیہقی کی حدیث بروایت اوزاعی مفسر حدیث ابہریرہ ہے۔
۲۱۶ اس امر کی کہ جملہ فانتھی الناس کسکا مقولہ ہے ابوہریرہ کا یا زہری کا۔
۲۱۷ جواب تحقیقی کہ یہ جملہ بیشک مقولہ ابوہریرہ کا ہے
۲۱۸ ابوداود کی حدیث کا حل ضروری طلاب کو بیحد مفید ہے۔
۲۱۹ حدیث اوزاعی مین قال الزہری فاتعظ المسلمون کی تحقیق نادر طلبہ کے لیے بیحد غور طلب ہے۔
۲۲۱ رواۃ قلیلہ کی روایت کو رواۃ کثیرہ کے مطابق کرنا عقلاً ونقلاً ضروری ہے۔
۲۲۳ اہلحدیث کی تاویلات فاسدہ کا ذکر جس سے اہلحدیث بے خبر ہین۔
۲۲۵ امام ترمذی کی توجیہ پر سخت اشکال وارد ہوتا ہے۔
۲۲۶ امام ترمذی اس جمع فاسد مین معذور ہین مگر واقفین اثر مذکور معذور نہین ہوسکتے ہین۔
۲۲۸ اسکی دلیل کہ حدیث منازعت ابوہریرہ کی حدیث عبادہ سے موخر ہے۔
۲۲۹ شبہ اہلحدیث کہ امر قرات ایجابی ہے اور اسکا جواب
۲۳۰ حدیث منازعت ابوہریرہ کی منسخ اُنکی حدیث عام قرات سے موخر ہے۔
۲۳۰ ابن عمر نے بھی امر قرات اول سُنا بعد مین اُسکی نہی سُنی۔
۲۳۱ جابر وابن مسعود نے بھی اسیطرح سُنا۔
۲۳۲ اہلحدیث عالمین نسخ کی روایات کو چھوڑتے ہین اور جاہلین نسخ کی روایات پر عمل کرتے ہین سخت تعجب ہے۔
۲۳۳ حدیث ابن اکیمہ بروایت بیہقی ناسخ قرات ہے۔
۲۳۴ اس حدیث کا تخطیہ بیہقی کیطرف سے قواعد محدثین کے خلاف ہے۔
۲۳۶ احادیث ناسخہ سوم وچہارم وپنجم۔
۲۳۷ ابوداود کے جرح کا جواب باصواب۔
۲۳۸ دارقطنی کے تعصب مذموم کا ذکر۔
۲۳۹ اہلحدیث کی تاویل فاسد کا ذکر۔
۲۴۱ حدیث عبادہ پر عمل کرنا ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث تطبیق پر۔
۲۴۳ ہماری استدلال پر اہلحدیث کا خدشہ
۲۴۴ حدیث ناسخ ششم۔
۲۴۶ ابن عجلان کی روایات جو سعید کے سوا اور کسی سے روایت کرتے ہین عند المحدثین صحیح ہین اہلحدیث اس سے بیخبر ہین غور فرماوین۔
۲۴۷ دارقطنی نے ابن عجلان کو ثقات مین معدود کیا ہے۔
۲۴۸ مقدم حدیث اپنے سے موخر حدیث کی ناسخ ومخصص نہین ہوسکتے ہین۔
۲۴۹ اہلحدیث کا دوسرا شبہہ ہماری استدلال پر
۲۴۹ حدیث اذا قرأ فانصتوا کو ابوہریرہ نے کیون جہری نماز کیساتھ مخصوص سمجھا
۲۵۵ حدیث ترمذی مین ایک خلجان کا ذکر
۲۵۶ خلجان مذکور کا دفع۔
۲۵۷ حدیث اذا قرأ فانصتوا مین ابوہریرہ نے تخصیص بالجہر یہ کیون کی ہے۔
۲۵۸ ابوہریرہ کی تخصیص کی وجہ اول اور اس پر دو خدشے۔
۲۵۸ تخصیص مذکور کی وجہ دوم اور لغت عرب سے اُسکی تائید ناتمام۔
۲۵۹ لفظ انصات کی تحقیق دلچسپ اور ایک نکتہ لطیفہ کا ذکر۔
۲۶۱ امر انصات صلوۃ سریہ مین بھی بروایت بیہقی مصرح ہے۔
۲۶۳ حدیث ہفتم ناسخ قرات بروایت ابوحنیفہ رح
۲۶۴ تفرد ابوحنیفہ کا اُسکو مُسند بیان کرنے مین اور اُسکا جواب شافی۔
۲۶۵ اہلحدیث کی خطا فہمی تلخیص الحبیر کی عبارت مین لایق غور۔
۲۶۶ امام ابوحنیفہ کی توثیق وتضعیف کی بحث منصفانہ۔
۲۶۹ علامہ دارقطنی کا بے قاعدہ تعصب مذموم
۲۷۰ حدیث جابر بعد حدیث منازعت و انصات ہے۔
۲۷۳ حدیث جابر کے ہم مضمون دیگر صحابہ کی روایات۔
۲۷۷ حدیث ہشتم ناسخ قرأت متعلق بمرض وفات نبوی صلعم
۲۷۸ حدیث نہم ناسخ قرات۔
۲۷۹ حدیث دہم ویازدہم ودوازدہم۔
۲۸۲ استدلال طحاوی پر شوکانی کا
۲۸۳ جرح شوکانی کا جواب۔
۲۸۵ احادیث مرض الموت مین تطبیق۔
۲۸۹ مسالک صحابہ کا ذکر اور ہر ایک کا ماخذ
۲۹۴ نقل سند حدیث مؤلف ممدوح۔

Marfat.com

کوئی شخص دنیوی راستہ پر بقصد ہجرت چلے اور بے اختیار ناکامیاب رہے تو اُسکا ثواب ضروری ہو جاوے تو کیا جو کوئی شخص اخروی راستہ بقاعدہ نبویہ طے کر رہا ہو اور اصلی بات تک کسی غیر اختیاری سبب سے نہ پہونچ سکا ہو تو وہ ثواب سے محروم رہے ہرگز نہیں جب ہر باب مین اصلی بات کو دریافت کر لینا انسانی طاقت سے باہر ہے تو اُسکی نایافتگی پر ہرگز حرمان ثواب مترتب نہین ہو سکتا ہے کہ ارشاد خداوندی ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا یعنی اللہ پاک کسیکو اُسکی طاقت سے باہر چیز کی تکلیف نہین دیتا ہے۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ لفظ حق بعرف شرع کہین بمعنی راہ شریعت مستعمل ہوتا ہے اور کہین بمعنی امر واقعی۔ جب یون کہین کہ جملہ صحابہ کرام و ائمہ عظام برحق ہین تو مراد یہ ہوتی ہے کہ سب راہ شریعت بقاعدہ نبویہ طے کر رہے ہین امر واقعی اُنکی جد وجہد سے انکو ملا ہو کہ نملا ہو وہ سب ماجور ہیں اور یہی معنی برحق ہونے کے ہین۔ اور جب یون کہین کہ اُنمین سے بعض مصیب حق اور بعض مخطی حق ہین تو مراد یہ ہوتی ہے کہ امر واقعی کسیکو ملا ہے اور کسی کو نہین ملا۔ دین محمد نے افسوس ہے کہ اس فرق جلی کو نہ سمجھا اور نہ تحریر مذکور شائع نہ کرتا۔ سو خلاصہ کلام یہ ہوا قواعد شرعیہ کے موافق اجتہاد کرنے والے خواہ صحابہ ہون یا ائمہ مابعد سب برحق و مہتدی ہیں منشا خداوندی نفس الامری اُنکو ملا ہو یا نملا ہو سب ثواب اندوز ہین اور ظاہر ہے کہ ثواب پانیوالے عند اللہ مقبول و ماجور ہین سو بلحاظ استحقاق ثواب تو سب برحق ہین اور بلحاظ دریافت امر واقعی کوئی مصیب ہے اور کوئی مخطی سو یہ دونون قسمین برحق کی اقسام ہین اور برحق دونون کا مقسم عام ہے اور ظاہر ہے کہ مقسم اپنی ہر قسم کے ضمن مین متحقق ہوتا ہے سو جن کو حق نفس الامری ملگیا وہ تو برحق ہین ہی پر جن کو خطاء نفس الامری لاحق ہوئی ہے وہ بھی برحق ہین کہ قواعد شرعیہ سے تلاش حق کی ہے اگرچہ کامیاب نہو سکے مگر وہ گمراہ نہین ہین جیسا کہ دین محمد کا زعم فاسد ہے کیونکہ بارشاد نبوی ماجورین و مقبولین کی دو قسم ہین دوہرے ثواب والے اور اکہرے ثواب والے قسم اول مہتدی مصیب ہے، اور قسم دوم مہتدی مخطی ہے سو مصیب و مخطی مہتدی کی ایسے ہی اقسام ہین جیسے انسان مومن کی مرد مومن و عورت مومنہ اقسام ہین سو جیسے مرد و عورت مستحق ثواب ہیں اگرچہ مقدار ثواب مین باہم متفاوت الدرجہ ہین ایسے ہی مہتدی کی دونون قسم یعنی مصیب حق و مخطی حق مستحق ثواب ہین اگرچہ باہم ثواب مین مختلف الدرجہ ہین۔ دین محمد نے مخطی حق کو مرادف ضال خیال کر لیا ہے اسلئے اُسکو مقابل مہتدی سمجھ بیٹھا حالانکہ مخطی حق مقابل مصیب حق ہے اور یہ دونون متقابلین مفہوم برحق یعنی مہتدی کے اقسام ہین اور دونون ماجور ہین۔ اسکی تشریح واضح یہ ہے کہ لغت عرب مین لفظ ہدیٰ و ضلال باہم متقابلین یعنی ایک دوسرے کی ضد ہے تو اُن کے مشتقات بھی باہم متقابل ہونگے قرآن پاک مین ہے وانا او ایاکم لعلی ھدی او فی ضلال مبین یعنی ہم یا تم ضرور حق پر ہین یا کھلی گمراہی مین ہین سو مہتدی و ضال ایک دوسرے کی ضد ہین شخص واحد کا وقت واحد مین مہتدی و ضال ہونا ممتنع ہے مگر مہتدی کا مخطی حق ہونا ممکن و واقع ہے اس تفرقہ کی لم یہ ہے کہ مہتدی و ضال کا مقسم عام طالب حق ہے یعنی طالب حق مہتدی بھی ہو سکتا ہے اور ضال یعنی گمراہ بھی ہو سکتا ہے سو جب آدمی مقام طلب مین ہوتا ہے تو اگر مطلوب کے صحیح راستہ پر چلتا ہے تو مہتدی و راہ یاب کہلاتا ہے اور اگر غلط راستہ پر ہو لیتا ہے تو وہ ضال و گمراہ کہلاتا ہے سو یہ شخص کتنا ہی تیز گام و محنتی ہو ہر آن مطلوب سے دور ہوتا جاتا ہے اور پہلا شخص کتنا ہی سست قدم ہو ہر آن مقصود سے نزدیک ہوتا جاتا ہے الغرض مہتدی و ضال تو طالب شے کے اقسام ہین علی ہذا تارک شے کی بھی دو قسم ہین۔ جو شخص مقام طلب ہی مین نہین ہوتا ہے تو یہ عدم طلب اگر بوجہ عناد قلبی ہے تو وہ معاند حق کہلاتا ہے اور اگر بوجہ لاپروائی ہے تو غافل عن الحق کہلاتا ہے معاند حق کے بارہ مین آیا ہے وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا یعنی وہ انکار کر بیٹھے اپنی ناانصافی و برائی سے حالانکہ اُن کے جی اُسپر پورا یقین رکھتے تھے۔ اور غافل عن الحق کی شان مین ارشاد ہے اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغافلون یعنی وہ لوگ چوپاؤن کی نسل مین بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے یہی لوگ پورے بیخبر ہین۔ اس تحقیق سے اسکا بھی پتہ لگتا ہے کہ شخص ضال یعنی گمراہ معاند حق اور غافل عن الحق سے فی الجملہ بہتر ہے کیونکہ اُس کے دل مین طلب حق تو ہے اگرچہ اور راہ پر ہو لیا ہے اور اُن دونون کے دل مین اصلا طلب حق نہین ہے بلکہ اول شخص معاند حق ہے اور دوسرا غافل ہے۔ شاید اسیوجہ سے اللہ پاک نے سورہ فاتحہ مین اول فریق کو یعنی یہود کو مغضوب علیہ قرار دیا ہے اور فریق دوم یعنی نصاریٰ کو ضال قرار دیا ہے کہ طالب حق تو ہین مگر بے راہ ہو گئے ہین پھر اسی طلب قلبی کی وجہ سے اللہ پاک نے بہ نسبت یہود و مشرکین کے ایک دوسری آیت مین نصاریٰ کو اقرب الی الاسلام جتایا ہے مگر ضلال ہو یا عناد ہو مطلوب اصلی سے ہر ایک محروم کرنے والا ہے اسلیئے ہم کو سورہ فاتحہ مین تعلیم ہوئی ہے کہ ہر دو کی راہ سے پناہ مانگو مغضوبین کی راہ سے بھی اور ضالین کی راہ سے بھی۔

Marfat.com

الحاصل مہتدی وہ شخص ہے جو راہ شریعت پر بقواعد معتبرہ چلے پھر ہر مسئلہ مین اسکو امر نفس الامری ملے یا نہ ملے کچھ خطرہ نہین ہے کہ اللہ پاک نے اپنے
فضل سے خطا و نسیان کو معاف کر دیا ہے ارشاد نبوی ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان سو جملہ صحابہ و ائمہ اربعہ نیک نیتی کے
ساتھ تعیین حق مین کوشان رہے مگر کسی بکسی کو ضرور مسائل مختلف فیہ مین خطا لاحق ہوتی ہے مگر اسکی تعیین کہ کسکو لاحق ہوئی بشری طاقت
سے باہر ہے اللہ تعالی ہی اُسکے تعیین جانتا ہے مگر قربان خدا کے رحمت واسعہ کے کہ اُس نے اُمت محمدیہ کو مطمئن کر دیا ہے کہ ایسی بے اختیاری خطاء وُن
پر ہماری طرف سے بجائے عتاب کے ثواب ملیگا فالحمد للہ علی ذلک حمدا متوالیا ومتکاثرا سو دین محمد خیال کرے کہ در حقیقت
محمدی ہم مین یادہ ہے۔ وہ اپنی سفاہت سے ائمہ اربعہ کو ایسی اضطراری خطاؤن پر مورد عتاب جانتا ہے حالانکہ وہ مورد عنایات ہین سو یہ اسکی
تنگ خیالی کا ثمرہ ہے اسکی مثال بعینہ ایسی ہے کہ ایک اعرابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یون دعا کی اللھم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احدا یعنی یا اللہ مجکو اور محمد کو رحم فرما اور ہمارے ساتھ اور کسیکو رحم نکر۔ سو آپنے ارشاد فرمایا لقد تحجرت واسعا یعنی تونے
واسع رحمت کو نہایت تنگ کر دیا ہے سو ایسی ہی دین محمد مذکور اسوقت دائرہ اہتدا کو تنگ کرنا چاہتا ہے کہ مصیبین حق تو مہتدی ہون پر مخطیین حق
مہتدی نہون حالانکہ اللہ و رسول دونون کو مہتدی جتاتی ہین۔ اب خلاصہ کلام دوسرے طرح مشرح کرتا ہون اسکو خوب ذہن نشین فرماوین جب
طالب فہیدہ کسی مشتبہ امر کو دریافت کرنا چاہتا ہے تو اُسکے پیش نظر دو امر ہوتے ہین اول اُس مشتبہ امر کی حقیقت واقعیہ دریافت کرنا دوم تحصیل مطلوب
کی قواعد معتبرہ کو ملحوظ رکھنا سو حقیقت واقعیہ پر پہونچنے نہ پہونچنے کا نام علی الترتیب اصابت و خطاء ہے اور قواعد معتبرہ کو ملحوظ رکھنے نہ رکھنے کا نام
علی الترتیب ہدی و ضلال ہے سو جس نے قواعد شرعیہ کو ملحوظ رکھا ہو وہ مہتدی ہے اور ہماری زبان مین وہ برحق ہے امر واقعی کو حاصل کر سکا ہو یا
نہ کر سکا ہو دونون عند اللہ مثاب ماجور ہین۔ اور جس نے اُن قواعد کو نظر انداز کر دیا ہو اور رائے محض یا ہوائے نفس کا تابع ہو گیا ہو وہ ضال ہے
اور ہماری زبان مین گمراہ ہے سو جملہ اہل سنت والجماعت صحابہ سے لیکر اسوقت تک اُن قواعد معتبرہ کے ساتھ متمسک ہین اسلئے وہ سب مہتدی
و برحق ہین اور دیگر فرق باطلہ اُن قواعد سے منحرف ہین وہ ضال و گمراہ ہین کہ انھون نے طریق شرعی کو چھوڑ دیا ہے۔ باقی امور مشتبہ جنمین صحابہ
کے وقت سے ابتک فی الجملہ اختلاف ہے دو قسم ہین۔ اول آیات و احادیث متعارضہ یا محتملۃ المعانی ہیں دوم وہ امور غیر منصوصہ جنکا حکم قرآن
و حدیث سے صراحۃً معلوم نہین ہوتا ہے لا محالہ اُن کا حکم کس نص صریح کلی کے تحت مین داخل کرنے سے حاصل کیا جاتا ہے اُسکا نام اصطلاحاً
استنباط مسائل ہے اور نصوص متعارضہ و محتملہ مین ایک جانب یا ایک معنی کی ترجیح دینا اسکا نام تحری دلائل ہے تو یہ دونون قسم ہے مسرح
اجتہاد ہین اور فقہاء و محدثین کے اختلافی اجتہاد کا جو لانگاہ ہین اُنہین خطاء نفس الامری کا لاحق ہو جانا مستبعد نہین ہے مگر یہ خطاء عند اللہ
معاف ہے ایسا خطاکار بھی عند اللہ مہتدی ہے ضال نہین ہے ہان جنھون نے قواعد شرعیہ کے بدلے ہوائے نفس کا اتباع کیا وہ ضال
ہین۔ بہر حال دین محمد کا یہ خیال کہ مجتہد مخطی مہتدی نہین ہے ضال ہے قرآن حدیث کے خلاف ہے دیکھو بحالت اشتباہ قبلہ سمت تحری
قبلہ نماز ہے وہ تحری اگرچہ خطا ہو پر اُسپر وہی ثواب مترتب ہے جو تیقن سمت قبلہ پر مترتب تھا اسلیئے باتفاق فریقین اگر بعد ختم نماز خطا معلوم
ہو جاوے تو اعادہ کی حاجت نہین ہے ارشاد قرآنی ہے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ یعنی ایسی حالت مین جدہر کو اپنا رخ کروگے اودہر
ہی خدا کا رخ پاؤگے علی ہذا حضرت داود علیہ السلام کو قصہ حرث مین خطاء علمی لاحق ہوئی مگر پھر بھی وہ مہتدی رہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو اُن کی اقتدا کا حکم ہوا ارشاد خداوندی ہے اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ یعنی داود و دیگر انبیا علیہم السلام خدا کی
ہدایت کردہ ہین۔ اے نبی اکرم اُن کی روش کی پیروی کرو۔ دین محمد کو زیبا ہے کہ کتب تفاسیر مین قصہ حرث کو خوب سمجھ لیوے تا کہ لحوق خطا کا
اہتدا کے منافی نہونا محقق ہو جاوے اور آیندہ ایسے سفیہانہ تحریر شایع نکرے واللہ اعلم فقط۔

Marfat.com

اطلاع ضروری

مدت ہوئی جبکہ مؤلف ممدوح مدرسہ عربیہ میرٹھ مین صدر مدرس تھے تو بعض سفہاء اہلحدیث نے ایک اشتہار جاری کیا تھا
اُسمین لکھا تھا کہ مذہب احناف ایسا گندہ ہے کہ اسمین ایسے مسائل ناپاک درج ہین کہ کوئی سنجیدہ آدمی اُسکو قبول نہین کرسکتا ہے
یہ آٹھ مسائل کتب احناف سے لکھے جاتے ہین۔ مذہب احناف مین زنا کی خرچی حلال ہے۔ استمناء بالید یعنی جلق حلال ہے۔ حرام
جانورون کی کھال بسم اللہ کیساتھ ذبح کرنے سے پاک ہوجاتی ہے۔ سور کی کھال بعد دباغت پاک ہے۔ بہیمہ اور مردہ عورت
سے صحبت کرنا حلال ہے اُس سے بلا انزال نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ غسل واجب ہوتا ہے۔ نکسیر کے علاج کیلئے خون یا پیشاب
سے پیشانی پر سورہ فاتحہ لکھنا جائز ہے۔ فرج عورت کی رطوبت مثل پسینہ پاک ہے۔ کوئی کافر ذمی اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا
کہے یا مسلمان عورت سے زنا کرے تو کچھ حرج نہین ہے۔ حضرت مؤلف کتاب ہذا نے ان مسائل کی تحقیق مین ایک رسالہ مسمے بہ
الجواب الکامل لکھا جسمین اُنکی افترا پردازی اور کم فہمی ایسی طرح آشکارا فرمائی کہ سنجیدہ اہلحدیث نے بھی اپنے گروہ سفہاء کی اس
حرکت کو افسوس ناک ٹھہرایا اور پھر کسی نے اُنمین سے ان مسائل کو کبھی دوبارہ نہین دہرایا امید ہے کہ ناظرین حق طلب اس رسالہ الفرقان
کے دیکھنے سے بھی نہایت محظوظ ہونگے خواہ مقلد ہون یا غیر مقلد بشرط انصاف وفہم سلیم معترف بحق ہونگے افسوس ہے کہ مؤلف کا رسالہ
آمین جو بلحاظ مضامین دریثمین کہلانیکا مستحق ہے اور رسالہ **سنت الفجر** جو بیش بہا مضامین حقہ پر مشتمل ہے اور رسالہ **الاذان والاقامۃ**
جو ایسی تحقیقات دقیقہ پر مشتمل ہے جس سے آجتک کسی کا کان آشنا نہین ہے اور رسالہ **بیر بضاعہ** جسمین اہلحدیث کی غلط فہمیان
نہایت مشرح ہین بوجہ سامان طبع مہیا نہونے کے حیز استتار مین ہین کاش شائقین علم ذی وسعت اُسکے طبع مین فراخ حوصلگی
دکھا کر ثواب دارین حاصل کرین رسالہ **آمین** تقریبا اڑھائی سو صفحہ پر ہے اور **سنت الفجر** دو سو صفحہ پر اور **الاذان
والاقامۃ** پونے دو سو صفحہ پر ہے اور **بیر بضاعہ** پچاس صفحہ پر ہے۔ مؤلف ممدوح مدت سے اس خیال مین ہین کہ
جسقدر اہم مباحث معرکۃ الآراء مختلف فیہ بین الفریقین ہین اُنکو ایسی طرح حل کردیا جاوے کہ فریقین کو اُسکے تسلیم سے چارہ
نہو اور بجائے شقاق باہمی کے اتفاق ویکجہتی دونون مین پیدا ہو اور ہر دو فریق واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کے مصداق
بنین وما ذلک علی اللہ بعزیز مگر شغل درس وتدریس اس خیال نیک کو پورا نہین ہونے دیتا ہے ادھر ذی وسعت
مسلمانون کا مذاق ایسا بگڑا ہوا ہے کہ اشاعت مین ایک حصہ خرچ کرنا اُنکو ناگوار گذرتا ہے لیکن ع نہ ہر زن زن است
نہ ہر مرد مرد * خدا پنج انگشت یکسان نکرد * بفضلہ تعالی ایسے نیک نہاد افراد اُمت بھی ہر خطہ مین کچھ نہ کچھ موجود ہین
اُنکا بیشتر حصہ مال خدمت قرآن وحدیث مین صرف ہوتا ہے اُن سے اُمید ہے کہ جیسے **حاجی محمد اسحق** صاحب حاتم دہلی نے
اپنے صرف سے اس رسالہ فرقان کو طبع کراکر ثواب عظیم حاصل کیا ہے ایسے ہی وہ حضرات بھی ایک ایک رسالہ رسائل مذکورہ مین
طبع کراکر اجر جزیل حاصل کرینگے۔ نہایت ہی مناسب وقت ہے کہ مشکوۃ شریف کا تحشیہ بحواشی جدیدہ مفیدہ بطرز نو کیا جاوے
تاکہ مبتدیان حدیث عدم تقلید کے جال مین نہ پہنسین اسمین کم ازکم تین سال صرف ہونگے کیا اچھا ہو کہ کوئی عالی ہمت اس
کا تکفل اپنے ذمہ لیکر حضرت مؤلف کو اس کام پر متوجہ فرما دیوین اور خادمان حدیث مین اپنے آپکو داخل کر دکھاوین فقط

قیمت الفرقان فی قراۃ ام القرآن (عمر) - الجواب الکامل (۳) المشتہر بندہ محبوب علی مالک مطبع نامی شہر میرٹھ

یہ ہر دو رسالے بہ پتہ ذیل ملسکتے ہین۔ { چھتاری ضلع بلند شہر۔ مدرسہ عربیہ — مولوی محمد ناظر حسن صاحب صدر مدرس } یا { دیوبند دفتر القاسم — مولوی سید محمد اصغر حسین صاحب مدیر القاسم }

Marfat.com

Marfat.com